عمران سیریز
جلد نمبر
31 (I)
زیرولینڈ کی تلاش
105 - موت کی آہٹ
106 - دوسرا رخ
107 - چٹانوں کا راز
108 - ٹھنڈا سورج
ابن صفی

عمران سیریز نمبر 105

موت کی آہٹ

(پہلا حصہ)

پیش رس

چلئے، خدا خدا کر کے عمران پسندوں کا انتظار ختم ہوا۔ اس سے قبل فریدی کے لگاتار چار ناول آئے تھے اور اس درمیان ایسے ایسے خطوط موصول ہوئے ہیں عمران پسندوں کی طرف سے کہ انہیں احاطۂ بیان میں لانا مشکل ہے، بس ایسا لگتا تھا جیسے عمران سب کچھ انہی کا ہے اور اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے یا پھر میں اس کے خلاف سوتیلے پن کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔ بھائی کتنی بار عرض کروں کہ میں نے یہ سلسلہ فریدی پسندوں کے بے حد اصرار پر شروع کیا تھا۔ کیا عمران پسندوں کی فرمائشیں پوری نہیں کرتا.... یا ان کی جدید ترین فرمائش برائے بازیابی جیمسن سلمہٗ میرے سر آنکھوں پر نہ ہوگی۔ جی ہاں مجھے خود بھی اس کی گمشدگی پر خاصی تشویش ہوگئی ہے۔ بہرحال دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ اُسے بھی تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ فی الحال موت کی آہٹ ملاحظہ فرمایئے، بالکل ہی نئے انداز میں پیش کر رہا ہوں۔

اب آیئے جاسوسی دنیا کے خاص نمبر ہمزاد کا مسکن کی طرف۔ میرے ایک بے تکلف دوست نے جو صفِ اوّل کے شاعر بھی ہیں اس پر بحالت غضبناکی بہت سخت تنقید کی ہے۔ حسبِ معمول ہنستے بولتے ہوئے آئے۔ اُسی موڈ میں کھایا پیا اور آخر میں پان کی گلوری کلے میں دبائی اور پھر مجھے غضبناک نظروں سے گھورنا شروع کیا۔ میں نے فوراً ہی ماضی میں چھلانگ لگائی اور سوچنے لگا کہ کہیں دو چار سال پہلے مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں سرزد ہوگئی تھی۔ اچانک وہ ڈپٹ کر بولے "آخر تباہ کر دی"۔ میں گھبرا کر اُن کا منہ دیکھنے لگا۔ ویسے ہی قہر

آلود لہجے میں بولے۔ "تم ہمیشہ یہی کرتے ہو.... بڑی اچھی کہانی اٹھائی تھی۔ آخر میں چوپٹ کر دی۔"

میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ "کون سی کہانی۔ بولے پرچھائیوں والی "ہمزاد کا مسکن" کی بات کر رہا ہوں۔"

میں نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا پہلے ہی معلوم ہو جاتا تو پان تک کو نہ پوچھتا۔ وہ ڈپٹ ڈپٹ کر کہتے رہے۔ "میں تو سمجھا تھا کہ آخر میں پانچ چھ پرچھائیاں فریدی کو گھیر لیں گی اور زبردست قسم کا ٹکراؤ ہو گا۔ زمین ہل کر رہ جائے گی۔ ہو نہہ کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔"

میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "بھائی یہ ممکن نہ تھا۔ فریدی کے پرخچے اڑ جاتے پھر دھاڑے "وہ فریدی ہی کیا جو پرچھائیوں سے شکست کھا جاتا۔ ناول کو ختم کرنے سے پہلے مجھ سے ڈسکس کر لیا کرو۔" میں نے کہا۔ اچھا بھائی اب بتادو کہ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے تھا۔ کہنے لگے اُس کے جسم پر کسی کیمیکل کا لیپ کرا کر بھڑا دیتے۔ میں نے کہا جواز بھی تو پیدا کرنا پڑتا ہے۔ سر کھجا کر بولے "سب چلتا ہے" میں نے کہا پہلے چلتا تھا۔ اب نہیں چلے گا اور چلانے کی کوشش کروں گا تو میٹرک کا کوئی طالب علم ہی آکر کان پکڑ لے گا۔ کہنے لگے "میٹرک کے طالب علم تو صبح سے شام تک میرے بھی کان پکڑتے رہتے ہیں۔ پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔"

مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے دونوں کان اکھڑ کر خود میرے ہاتھوں میں آگئے ہوں۔! بہر حال اب آپ بتائیے کہ اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ والسلام

ابن صفی

۱۳/ جولائی ۱۹۷۸ء

ایسی بھیانک گرمی پہلے کبھی نہیں پڑی تھی۔ کم از کم جولیا کو تو یاد نہیں تھا کہ کسی سال کئی دنوں تک مسلسل حبس رہا ہو۔ بس دو چار گھنٹوں کو حبس ہوتا اور پھر سمندر کی طرف سے چلنے والی ٹھنڈی ہوائیں اُن چند گھنٹوں کی کوفت دور کرنے لگتیں۔ لیکن اس بار تو قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ شہر میں گرمی کی وجہ سے اب تک کئی اموات ہو چکی تھیں۔

جولیانا فٹنر واٹر زیادہ تر وقت اپنی ایئر کنڈیشنڈ خواب گاہ میں گزارنے لگی تھی۔ اس وقت بھی لنچ کرنے کے بعد سیدھی یہیں چلی آئی تھی۔ موسم کی سختی نے اُس کی صحت کو بھی کسی قدر متاثر کیا تھا۔ ذہن پر ہر وقت غنودگی سی مسلط رہتی تھی۔ کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا۔ سائیکو مینشن بھی نہیں جاتی تھی۔ کبھی کبھی اپنے ساتھیوں پر غصہ آتا کہ کسی نے فون پر بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کس حال میں ہے۔ عمران کا تو قریباً پندرہ دن سے پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اس دوران میں کئی بار اس کے فلیٹ سے بھی معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اُدھر سے ہمیشہ لاعلمی ہی کا اظہار ہوا تھا۔ بہر حال اُسے ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے اس بھرے پُرے شہر میں تنہا رہ گئی ہو۔ اس وقت بھی اُس کے ذہن پر یہی تاثر طاری تھا اور وہ اونگھ رہی تھی۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور وہ چونک پڑی کوئی اور موقع ہوتا تو اس سرور انگیز غنودگی میں خلل پڑنے پر وہ چراغ پا ہو جاتی لیکن اس وقت تو گھنٹی کی یہ آواز مونس تنہائی لگی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر بیڈ سائیڈ ٹیبل سے فون کا ریسیور اٹھایا اور بڑی مترنم آواز میں "ہیلو" کہہ کر آنکھیں بند کر لیں لیکن پھر بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔ کیونکہ ایکس ٹو کی آواز نے گویا سماعت پر آرے چلا دیئے تھے۔

"یس سر....!"

"کیا کر رہی ہو....؟"

"بب.... بس.... یونہی....!"

"ان نالائقوں کی صحبت میں شائد تمہیں بھی قیلولے کی عادت پڑ گئی ہے۔!"

"جی.... نہیں.... ایسی تو کوئی بات نہیں۔!"

"خیر سنو.... تمہیں آج شام سات بجے والی فلائٹ سے سردار گڈھ جانا ہے۔!"

"سس.... سردار گڈھ....!"

"ہاں پوری بات سنو....!" ایکس ٹو غرایا اور جولیا کے کان جھنجھنا اٹھے۔

"یس سر.... میں سن رہی ہوں۔!" جولیا جھجکتی ہوئی سی آواز میں بولی۔

"کیا ابھی تک سو رہی تھیں۔!"

"نہیں جناب....!"

"سردار گڈھ کے نام پر خوشی ہوئی ہوگی۔ ہل اسٹیشن ہے نا.... یہاں کی گرمی سے نجات مل جائے گی۔!"

"گرم ترین مقام پر بھی بھیجی جاسکتی ہوں۔!" جولیا نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"تم مسز چیران کی حیثیت سے سفر کرو گی۔ کاغذات چار بجے تک پہنچ جائیں گے۔ جو کاغذات پہنچائے گا اُسی سے اس سفر کی تفصیل بھی معلوم ہو جائے گی۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"وِش آل....!" کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی اور جولیا نے طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

سردار گڈھ.... تھینک گاڈ.... تجھے مجھ پر رحم آ ہی گیا۔ ورنہ اس شہر کی گرمی اور گھٹن میرا خاتمہ ہی کر دیتی۔ لیکن یہ مسز چیران.... پھر مسٹر چیران بھی ہوگا کوئی۔ ورنہ مسز ہونے کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا۔ کیا عمران نے کوئی نیا گل کھلایا ہے؟ چیران اور عمران کی صوتی کیفیت یکساں ہے۔ اگر اس قسم کا کوئی ڈرامہ ہے تو پھر اس بار عمران بھی کیا یاد کرے گا۔

وہ پھر اونگھ گئی اور پھر ذرا ہی سی دیر میں ایسی گہری نیند آئی تھی جیسے اُس کی پریشانیوں کا کوئی واضح حل دستیاب ہو گیا ہو۔

دوبارہ بھی گھنٹی ہی کی آواز سے نیند کا سلسلہ ٹوٹا تھا۔ لیکن یہ فون کی گھنٹی نہیں تھی۔ کوئی باہر سے کال بل کا بٹن دبا رہا تھا۔ اُس نے گھڑی دیکھی ٹھیک چار بجے تھے اُسے یاد آ گیا کہ ایکس ٹو نے کسی کو بھیجا ہوگا۔ وہ جلدی سے اٹھی سلیپنگ گاؤن پہنا اور خواب گاہ سے نکل کر صدر دروازے کی

طرف چل پڑی۔

آنے والا صفدر تھا۔ جولیا اُسے اندر آنے کا راستہ دینے کے لئے ایک طرف ہٹ گئی اور صفدر بولا۔ "شائد میں تمہارے آرام میں مخل ہوا ہوں۔!"

"فکر نہ کرو.... آؤ....!"

وہ اُسے سٹنگ روم میں لے آئی اور بولی۔ "چیف سے پہلے ہی اطلاع مل چکی ہے۔!"

"اسی لئے ہشاش بشاش نظر آ رہی ہو۔ ورنہ اس طرح جگایا جانا پسند نہ کرتیں۔!"

"ٹھیک ہے.... میں نے بھی کب کہا کہ ہر وقت شرافت کے موڈ میں رہتی ہوں۔ بیٹھو.... لیکن قصہ کیا ہے؟"

صفدر نے بیٹھ کر بریف کیس زانوؤں پر رکھ لیا اور اُسے کھولتا ہوا بولا۔

"مادام لیسی ماتیف شیمراں کے کاغذات ہیں۔ پاسپورٹ پر تمہاری تصویر ہے اور پاسپورٹ فرانسیسی حکومت کا جاری کردہ ہے۔ ویزے پر یہاں پہنچنے کی تاریخ درج ہے اور تم پیرس سے آئی ہو۔!"

"چیف نے مسز چیران کہا تھا۔!"

"ہو سکتا ہے چیف کو فرانسیسی نہ آتی ہو۔ انگلش میں تو چیران ہی پڑھا جائے گا۔ ویسے ہے شیمراں۔!"

"میں سمجھی تھی شائد عمران کا کوئی چکر ہے۔!"

"چیران بروزن عمران.... واہ....!"

"تو یہ شخص شیمراں....!"

"تمہارا شوہر ہے.... کئی سال سے یہاں مقیم ہے۔ تم سے جھگڑا تھا اس لئے تم پیرس میں رہتی تھیں۔ اب مصالحت ہو گئی ہے۔ لہٰذا تم بھی یہیں آ گئی ہو۔!"

"میں پوچھ رہی ہوں.... آخر یہ شیمراں کیا بلا ہے۔!"

"بلا نہیں شوہر ہے.... مادام لیسی ماتیف کا....!"

"اور میں لیسی ماتیف کا رول ادا کروں گی۔!"

"ظاہر ہے۔!"

"اور وہ مجھے اپنی بیوی تسلیم کرے گا۔!"

"نہ کرے تو اول درجے کا احمق کہلائے گا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اگر کوئی تم جیسی عورت مجھ سے آکر کہے کہ وہ میری بیوی ہے تو میں بسر و چشم [illegible] لوں گا۔!"

"مذاق اڑا رہے ہو میرا....!" وہ آنکھیں نکال کر غرائی۔

"حقیقت عرض کر رہا ہوں مادام شیمر اں....!"

"اچھا.... اچھا.... پوری بات بتاؤ....!" وہ رکھائی سے بولی۔

"سردار گڈھ کے گرینڈ ہوٹل میں اُس نے تمہارے لئے کمرہ مخصوص کرایا ہے۔ یا تو وہ وہیں تمہارا منتظر ہو گا۔ یا بعد میں آکر تم سے وہیں ملے گا۔ بس تم گرینڈ ہوٹل پہنچ کر کاؤنٹر پر اپنا نام بتاؤ گی اور تمہیں اس کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔ اگر کوئی تمہارے کاغذات دیکھنا چاہے تو دکھا دینا۔!"

"میں اصلیت جاننا چاہتی ہوں۔!" جولیا جھنجھلائی۔

"جتنا مجھ سے کہا گیا ہے عرض کر چکا مسز چمران۔!"

"اور مجھے تنہا جانا ہو گا....؟"

"میں اس سلسلے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اسی لفافے میں جہاز کا ٹکٹ بھی موجود ہے۔ چونکہ سامان سفر کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی اس لئے خالص دودھ کے لئے تم اپنی بھینس بھی ساتھ لے جا سکتی ہو۔!"

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں....!"

"مطلب یہ تھا کہ سامان سفر کا انتخاب تم خود کرو گی۔!"

پھر بات ختم ہو گئی تھی اور صفدر رخصت ہو گیا تھا۔ جولیا نے ایکس ٹو کے فون کے نمبر ڈائیل کئے لیکن ایسا لگا جیسے لائن ہی ڈیڈ ہو گئی ہو۔ جھنجھلا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

روانگی کی تیاری کرنی تھی۔ جلدی جلدی ضروری سامان سمیٹا اور خود پر جھنجھلاتی رہی کہ آخر وہ مقامی عورتوں کی طرح کی کیوں ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی فکر کیوں ہے کہ سردار گڈھ پہنچ کر کیا ہو گا۔ دیکھا جائے گا جو کچھ ہو گا۔ ہو سکتا ہے یہ چمران یا شیمر اں عمران ہی ہو۔ اگر ایسا ہوا تو خاصی تفریح رہے گی۔ وہ بھی کیا یاد کرے گا۔!

ایک ٹیکسی.... طلب کر کے ایئر پورٹ پہنچی۔ خیال تھا ممکن ہے کہ ساتھیوں میں سے کوئی ایئر پورٹ پر مل جائے لیکن ایسا بھی نہ ہوا۔

طیارے میں اپنی سیٹ پر بیٹھ جانے کے بعد بھی سوچ رہی تھی کہ شاید یہیں کوئی موجود ہو۔ لیکن لگژری کلاس میں تو کوئی نہ دکھائی دیا۔ "اونہہ جہنم میں جائے۔" وہ شانوں کو جنبش دے کر

آہستہ سے بڑبڑائی۔ "گرمی اور حبس سے تو نجات مل جائے گی۔!"

"جی کیا فرمایا....!" برابر کی سیٹ پر بیٹھا ہوا بوڑھا آدمی چونک کر بولا۔

"آپ خیریت سے تو ہیں نا....!" جولیا نے جل کر پوچھا۔

"کیا ہم پہلے کہیں مل چکے ہیں....؟" بوڑھے نے حیرت سے کہا۔ مقامی ہی آدمی تھا لیکن رکھ رکھاؤ والا اور نفاست پسند معلوم ہوتا تھا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں ہر بوڑھے آدمی کو اپنا باپ سمجھتی ہوں۔ خواہ وہ کسی رنگ یا نسل سے تعلق رکھتا ہو۔!"

"اب میں اتنا بوڑھا بھی نہیں ہوں.... خیر.... خیر.... کہاں سے آئی ہو....؟"

"فرانس سے....!"

"وہیں کی باشندہ ہو....؟"

"جی ہاں۔!"

"کیا وہاں اب بھی آرسین لوپن کے ناول اُسی ذوق و شوق سے پڑھے جاتے ہیں....؟"

"پتا نہیں.... مجھے قصے کہانیوں سے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔!"

"تم کیا کرتی ہو....!"

"میں کچھ بھی نہیں کرتی فرانس مین صاحب جائیداد ہوں۔!"

"یہاں کیوں آئی ہو....؟"

"کیا تم کسی اخبار میں انٹرویو لینے کا کام کرتے ہو۔!"

"یہی سمجھ لو....!"

"تب تو مجھے اپنی زبان بند رکھنی چاہئے۔!"

"اوہو.... تو کیا تم فرانس کی کوئی اہم شخصیت ہو۔!"

جولیا نے کوئی جواب دینے کی بجائے دوسری طرف منہ پھیر لیا اور بوڑھے نے جلدی سے کہا۔ "میں سردار گڈھ کی ایک اہم شخصیت ہوں۔!"

"اوہ.... اچھا....!" جولیا سرد لہجے میں بولی۔

"تم سردار گڈھ کیوں جا رہی ہو....؟"

"اپنے شوہر کے پاس جا رہی ہوں۔!"

"اوہو.... کیانام ہے شوہر کا.... شاید میں جانتا ہوں۔!"

"مسٹر چمران....!"

"اوہ.... تو تم بھی اُس بے چارے کو چمران ہی کہتی ہو۔ حالانکہ۔!"

"میں شیمر ان کہتی ہوں.... میں نے سنا ہے کہ مقامی لوگ اُس کے نام کا تلفظ انگریزی میں کرتے ہیں۔ کیا تم اُسے جانتے ہو....؟"

"کیوں نہیں؟ قریباً دس سال سے وہ سردار گڈھ میں مقیم ہے۔ لیکن اب تم اچانک کیوں آگئی ہو۔ بے چارہ دس سال سے تنہائی کی زندگی گزار رہا ہے۔!"

"میں یہاں نہیں آنا چاہتی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ وہ فرانس ہی میں قیام کرے۔!"

"لیکن اسے ہمارے ملک سے محبت ہے۔ اُس نے سردار گڈھ میں بہتیرے فلاحی کام کیے ہیں۔ مقامی لوگ اُسے بہت پسند کرتے ہیں۔ اُس کی عزت کرتے ہیں اور وہ بھی سردار گڈھ کی ایک اہم شخصیت بن گیا ہے۔!"

جولیا کے سارے جوش و خروش پر اُوس پڑ گئی۔ تو وہ عمران نہیں معلوم ہوتا۔ پتا نہیں کون ہے؟ "چمران" کو وہ عمران ہی کا کوئی شگوفہ سمجھی تھی۔ لیکن اس بوڑھے کی گفتگو نے ایک بار پھر اُس کے ذہن کو ادھر اُدھر بھٹکنے پر مجبور کر دیا لیکن وہ بوڑھے سے اس کے سلسلے میں مزید پوچھ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"مجھے سردار امان کہتے ہیں.... تم اپنے شوہر سے میرا ذکر کرنا وہ مجھے پہچان جائے گا۔!"

"ضرور کروں گی۔!"

"پچھلے دنوں میں نے سنا تھا کہ وہ کچھ علیل ہے۔ میں عیادت کو نہیں جا سکا پہلی فرصت میں آؤنگا۔!"

"بہت بہت شکریہ....!" جولیا مسکرا کر بولی۔ "میرا نام لیسی ہے۔!"

"تم بھی اب یہیں رہ جاؤ.... واپس مت جانا....!"

"حالات پر منحصر ہے۔!"

"سردار گڈھ تمہیں پسند آئے گا۔ میں اُسے چھوٹا سوئٹزرلینڈ کہتا ہوں۔!"

"میرا شوہر بھی اُس کی تعریفیں لکھتا رہا ہے۔!"

"شیمر ان کا خیال ہے کہ مشرق سکون کا گھر ہے۔!"

"اب دیکھوں گی تو معلوم ہوگا۔!"

دفعتاً جہاز کے ٹیک آف کرنے کا اعلان ہوا اور حفاظتی پٹیاں کس لینے کی درخواست کی گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ خاصی بلندی پر پرواز کر رہے تھے۔ جولیا بور ہو رہی تھی اور سردار امان اونگھ رہا تھا۔

وہ مسلسل سوچے جا رہی تھی اگر دس سال سے وہ سردار گڈھ میں مقیم ہے تو اس کا کوئی گھر بھی ہوگا۔ ہوٹل میں تو نہ رہتا ہوگا۔ پھر گرینڈ ہوٹل کے کسی کمرے میں ملاقات کی کیوں ٹھہری تھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اس مسئلے پر سردار امان سے تبادلہ خیال کرے۔ اس نے اُسے کنکھیوں سے دیکھا۔ سردار امان کی آنکھیں بند تھیں.... اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ شاید سو ہی گیا تھا۔ جولیا نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک کتاب نکالی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگی۔

سردار گڈھ پہنچنے تک بوڑھا سوتا ہی رہا تھا۔ اُس وقت بھی نہ اٹھا جب جہاز کی لینڈنگ کے لئے حفاظتی پٹیاں کس لینے کو کہا جا رہا تھا۔ جولیا نے اُس کا شانہ پکڑ کر ہلایا۔

"کیا ہوا....!" وہ بوکھلا کر اردو میں بولا۔ پھر کسی قدر ہوش بحال ہونے پر انگریزی میں پوچھا۔ "کیا کہہ رہی ہو۔!"

"پٹیاں کس لو.... جہاز لینڈ کرنے کے لئے چکر لگا رہا ہے۔!"

"اوہ.... اچھا.... شکریہ.... میں گہری نیند سویا تھا۔ فلائٹ کے دوران میں یہ میری عادت بن گئی ہے....!"

جہاز سے اُترنے کے بعد بھی سردار امان اس کے ساتھ ہی رہا۔

"شیمر ان نہیں لینے آیا ہوگا....؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے یہاں پہنچنے کی تاریخ سے اُسے مطلع نہیں کیا تھا۔ میری عادت ہے کہ میں کہیں پہنچنے سے پہلے کسی کو مطلع نہیں کرتی اور میری اس عادت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُس نے مجھے لکھا تھا کہ جب بھی آؤں یہاں کے گرینڈ ہوٹل پہنچ جاؤں اُس نے وہاں کمرہ مخصوص کرا دیا ہے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے لیکن میں تمہیں براہِ راست اُس کی قیام گاہ تک پہنچا سکتا ہوں۔!"

"اوہ.... نہیں شکریہ....!"

"کوئی دشواری نہ ہوگی۔ باہر میری گاڑی موجود ہے۔!"

"نہیں.... میں چاہتی ہوں کہ وہ خود گرینڈ ہوٹل آکر مجھے اپنے ساتھ لے جائے۔!"

"اچھی بات ہے تو پھر میں تمہیں گرینڈ تک پہنچائے دیتا ہوں۔!"

"میں شکر گزار ہوں گی۔!"

"اُوہ.... کوئی بات نہیں۔!"

ایک ایئر کنڈیشنڈ مرسیڈیز کار باہر موجود تھی۔ باوردی شوفر نے بوڑھے کو سلام کر کے دروازہ کھولا۔ اُن دونوں کے بیٹھ جانے کے بعد جولیا کے سوٹ کیس ڈکے میں رکھ دیئے۔

"گرینڈ ہوٹل کی طرف چلو....!" سردار امان نے شوفر سے کہااور گاڑی حرکت میں آگئی۔

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔ شیمراں تمہیں گھر کا پتہ بھی لکھ سکتا تھا۔ آخر گرینڈ ہوٹل کیوں؟" بوڑھے نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ اپنے اس شوق کو پورا کرنا چاہتا ہو کہ خود مجھے کہیں اور ریسیو کر کے اپنے ساتھ گھر لے جائے۔!"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے.... فطرتاً نازک خیال بھی ہے۔ بہت ہی عجیب آدمی ہے۔ عام لوگوں سے بالکل مختلف۔!"

جولیا کچھ نہ بولی۔ پھر وہ گرینڈ ہوٹل بھی پہنچ گئے۔ سردار امان جولیا کے ساتھ اُتر کر ہوٹل کے کاؤنٹر تک آیا۔

جیسے ہی شیمراں کا حوالہ دیا گیا۔ کاؤنٹر کلرک کچھ بے چین سا نظر آنے لگااور اس نے بل کیپٹن سے کہا کہ وہ انہیں منیجر کے کمرے میں لے جائے۔ یہ مرحلہ بھی طے ہو گیااور جولیا نے محسوس کیا کہ منیجر کاؤنٹر کلرک سے بھی زیادہ بدحواس نظر آنے لگا ہے۔

"خاتون.... مجھے بے حد افسوس ہے۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "موسیو شیمراں کل ایک بج کر پندرہ منٹ پر رحلت کر گئے۔!"

"نہیں....!" جولیا دیوانگی کے سے انداز میں چیخی اور خود بھی اپنی اس بے ساختہ اداکاری پر متحیر رہ گئی۔ دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیااور سردار امان نے غصیلے لہجے میں منیجر سے کہا۔

"تمہیں اس طرح یہ خبر نہیں سنانی چاہئے تھی۔!"

پھر وہ جولیا کا شانہ تھپک تھپک کر تشفی آمیز جملے ادا کرنے لگا۔

"مجھے افسوس ہے سردار صاحب.... میں بہت نروس ہو رہا ہوں۔" منیجر نے کہا۔

"خیر.... خیر.... لیکن اب کیا کرنا ہے۔!"

"میں کیا عرض کروں جناب....!"

وہ دونوں اردو میں گفتگو کر رہے تھے۔ جولیا دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپائے سسکیاں لیتی رہی۔

"لاش کہاں ہے۔!"

"آخری رسوم کے لئے چرچ میں پہنچا دی گئی ہے۔ مادام کا انتظار تھا۔!"

"کوٹھی پر کون ہے؟"

"سیکریٹری اور تین ملازمین۔!"

"تو پھر اسے گھر ہی جانا چاہئے۔ اتفاق سے جہاز پر ملاقات ہوئی اور تعارف بھی ہو لیا۔ ورنہ کتنی پریشانی میں پڑتی بے چاری۔!" سردار امان پھر جولیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"صبر کرو.... اچھی بچی.... اب صبر کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ میں تمہیں تمہارے گھر لے چلوں گا۔!"

"اب میں یہاں تمہارے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتی۔!" جولیا سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"تمہارے سلسلے میں مجھے اپنے فرائض کا پورا پورا احساس ہے۔ تم بالکل بے فکر رہو۔!"

وہ باہر نکلے ہی تھے کہ منیجر تیز قدموں سے چلتا ہوا اُن کے قریب آر کا اور کسی قدر ہانپتا ہوا بولا۔ "معافی چاہتا ہوں سردار صاحب.... مجھے صحیح طور پر علم نہیں تھا۔ لاش ابھی ہسپتال کے سرد خانے ہی میں ہے۔ چرچ نہیں بھجوائی گئی۔!"

"شکریہ.... ہم دیکھیں گے۔!" سردار امان نے کہااور جولیا کو گاڑی میں بٹھانے لگا۔ پھر گاڑی کے حرکت میں آجانے کے بعد اُس نے لاش کے بارے میں جولیا کو بتایا تھا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ کاش میں نے شیمراں کا کہنا مان لیا ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی رہتی۔ خداوندا وہ کیسی بے بسی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہوا ہو گا۔!"

خاموش ہو کر وہ پھر سسکیاں لینے لگی۔ لیکن دل ہی دل میں ایکس ٹو کی جو دُرگت بنا رہی تھی اُسے اس کے کانوں تک کبھی نہ پہنچا سکتی۔ سردار امان اُسے برابر تسلیاں دیئے جا رہا تھا۔

وہ جدید طرز کی ایک کشادہ عمارت تھی جس کے اطراف میں بڑے سلیقے سے ایک باغ ترتیب دیا گیا تھا۔ شیمراں کی سیکریٹری جو گندمی رنگت والی ایک مقامی عیسائی لڑکی تھی۔ بادیدہ پرنم جولیا سے ملی۔ تینوں ملازمین بھی دیسی ہی تھے۔ جولیا سٹنگ روم میں بیٹھی رہی۔ سردار امان صبح کو آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا تھا اور اپنے فون نمبر بھی اُسے دے گیا تھا کہ اگر صبح سے پہلے ہی کوئی ضرورت پیش آجائے تو وہ بے تکلفی سے اسے کال کر لے۔

جولیا دل ہی دل میں ہنس رہی تھی کہ شوہر کی شکل دیکھنے سے پہلے ہی بیوہ بھی ہو ی۔ کیا ہے۔ ایکس ٹو اگر اُسے اصل معاملے سے آگاہ کر دیتا تو زیادہ بہتر تھا۔ پتا نہیں لاعلمی میں کہاں لغزش ہو جائے اور اُسکے کیا نتائج نکلیں۔ اب یہی ایک دشواری تھی کہ پہلے کبھی اچانک بیوہ ہو جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ پتا نہیں اُس کی شکل بیواؤں جیسی لگ بھی رہی ہے یا نہیں۔

"اب ہم لوگوں کے لئے کیا حکم ہے مادام....!" دفعتاً شیمر اں کی سیکریٹری میریا نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں.... سب کچھ بدستور قائم رہے گا۔ یا پھر شیمر اں کے وصیت نامے کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ اس کے قانونی مشیر کو مطلع کر دو کہ میں پہنچ گئی ہوں۔!"

"رات کے تین بج رہے ہیں۔!" میریا بولی۔ "اس وقت اطلاع دینا مناسب نہیں۔!"

"خیر صبح پر رکھو....!"

"اب آرام کیجئے.... میں نے آپ کی خواب گاہ اپنے طور پر ٹھیک کی تھی۔ اب جو آپ تبدیلی چاہیں گی کر دی جائے گی۔!"

جولیا اُس کی بات اڑا کر بولی۔ "کیا وہ بہت بیمار تھا۔!"

"علالت کا سلسلہ چھ ماہ سے چل رہا تھا۔!"

"لیکن یقین کرو اُس نے مجھے کبھی نہیں لکھا کہ وہ بیمار بھی ہے۔ بس اُس کی خواہش تھی کہ اُس کے پاس پہنچ جاؤں خواہ چند ہی دنوں کے لئے آ سکوں۔!"

"موسیو شیمر اں بہت اچھے تھے مادام.... دوسروں کے ذہنوں پر کسی قسم کا بھی بار ڈالنا پسند نہیں کرتے تھے۔!"

"ہاں.... وہ بہت اچھا تھا۔!" جولیا گلوگیر آواز میں بولی۔ "کاش میں اتنی ضدی نہ ہوتی۔!"

"آخری وقت میں بھی انہوں نے آپ ہی کی باتیں کی تھیں۔!"

"اُوہ....!" جولیا نے رومال سے چہرہ ڈھانپ لیا اور بے آواز ہنسنے لگی۔ بیچاری میریا یہی سمجھی ہو گی کہ آواز کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی بنا پر جسم کو جھٹکے لگ رہے ہیں۔

"صبر کیجئے مادام....!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"میرے بارے میں کیا باتیں کرتا تھا....!" اس نے تھوڑی دیر بعد گھٹی گھٹی سی آواز میں پوچھا۔

"یہی کہ آپ دل کی بُری نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے مرحوم باپ کی وصیت کا پاس کر رہی ہیں جن کی خواہش تھی کہ آپ اپنے آبائی مکان کو کبھی خیرباد نہ کہیں۔!"

"یہ ٹھیک ہے....!" جولیا سر ہلا کر بولی۔

"کبھی کبھی افسوس کرتے تھے کہ خود انہوں نے فرانس چھوڑنے کا فیصلہ کر کے غلطی کی لیکن وہ اپنے ہم وطنوں سے دل برداشتہ ہو گئے تھے۔!"

"آہ.... اب یہ بات میری سمجھ میں آ رہی ہے کاش میں نے اُس کی زندگی ہی میں اُسے سمجھنے کی کوشش کی ہوتی۔!" جولیا سسک کر رہ گئی۔ ویسے اس کا دل چاہ رہا تھا کہ زور سے ایک قہقہہ لگائے یہ سب کچھ اُس کے لئے تھا جس کی شکل بھی اُس نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"موسیو شیمر اں بہت اچھے تھے۔!" میریا بولی۔ "لیکن اس کے باوجود بھی....!" وہ جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گئی۔

"کیا کہنا چاہتی ہو....؟" جولیا سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"اس کے باوجود بھی کچھ لوگ اُن کے دشمن تھے۔ انہوں نے کبھی کسی کے ساتھ کوئی بُرائی نہیں کی تھی۔ عام آدمیوں کی فلاح و بہبود کے لئے بہت کچھ کرتے رہتے تھے۔ میں نے اُنہیں کبھی کسی سے جھگڑا کرتے نہیں دیکھا۔ بے حد نرم دل اور میٹھی زبان رکھتے تھے۔ پھر بھی کچھ لوگ انہیں پریشان کر رہے تھے۔!"

جولیا مزید چونکی ہو گئی۔

"کچھ لوگ پریشان کر رہے تھے....؟" جولیا نے حیرت سے دہرایا۔

"جی ہاں مادام.... انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں اپنی بیوی کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی مر جاؤں تو تم مکان میں کسی کو داخل نہ ہونے دینا۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔!"

"یہ تین ملازم جن سے آپ کچھ دیر پہلے مل چکی ہیں۔ ریٹائرڈ فوجی اور بہت اچھے نشانہ باز ہیں۔ موسیو شیمر اں نے انکی خدمات اسی لئے حاصل کی تھیں کہ وہ مکان کی اچھی طرح نگرانی کر سکیں۔!"

"خدا کی پناہ.... تو کیا ایسی دشمنیاں تھیں اور اس نے پولیس سے مدد نہیں لی۔!"

"نہیں مادام.... مجھے بھی اس پر حیرت تھی۔!"

"حیرت کی کوئی بات نہیں۔!" جولیا سنبھل کر بولی۔ "وہ ایسا ہی تھا۔ اپنے معاملات خود نپٹاتا تھا خواہ حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں.... خیر ہاں تو کیا تم مستقل طور پر یہیں رہتی ہو۔!"

"نہیں مادام لیکن جب موسیو شیمر اں ہسپتال منتقل ہو گئے تھے تو رہنا ہی پڑا تھا۔ انہوں نے

مجھ پر گھر کی دیکھ بھال کی ذمہ داری بھی ڈال دی تھی۔ وہ اتنے اچھے تھے کہ میں اُن کے لئے ہر قربانی دے سکتی تھی۔ لیکن آپ اس کا کوئی غلط مطلب نہ لیجئے گا مادام.... انہوں نے مجھے اتنی شفقت دی تھی کہ میرا باپ بھی نہ دے سکتا۔ وہ مجھے بیٹی کی طرح سمجھتے تھے۔" میریا کی آواز گلوگیر ہوگئی اور آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔

"اُوہ.... نہیں....!" جولیا جلدی سے بولی۔ "میں سمجھتی ہوں.... وہ بہت اچھا آدمی تھا۔

اسے فرانس کی عورتوں کی بے راہ روی ناپسند تھی۔ وہ مشرق کا اسی لئے مداح تھا کہ یہاں اب بھی خیالات میں پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ لوگ بُرائی کو بُرائی ہی سمجھتے ہیں۔ اُسے تفریح کا نام دے کر اس کا پرچار نہیں کرتے۔ خیالات کے اعتبار سے شیمر اس بے حد مشرقی تھا۔!"

میریا کے گالوں پر دو چار آنسو ڈھلک آئے اور اب جولیا کا سر نیند کے دباؤ سے بھاری ہونے لگا تھا۔

"اچھی بات ہے۔!" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "اب مجھے میری خواب گاہ دکھادو....!"

بستر پر لیٹتے ہی سوگئی تھی۔ پھر پتا نہیں کیسے اچانک آنکھ کھل گئی۔ کانوں میں سیٹیاں سی بج رہی تھیں اور بالکل ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے سوتے میں اعصاب پر کسی قسم کا دباؤ پڑا ہو۔

پھر اُس نے ایک چیخ سنی۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز آئی اور کوئی وزنی چیز کہیں فرش پر گری تھی۔ جولیا نے اپنے ہینڈ بیگ میں ہاتھ ڈال کر اعشاریہ دو پانچ کا پستول نکالا اور بستر سے اتر آئی۔ ٹھیک اُسی وقت عمارت کے کسی دور افتادہ حصے سے فائر کی آواز آئی تھی۔

وہ پستول سنبھالے ہوئے دروازے کے قریب آرکی۔ انداز میں کسی قدر ہچکچاہٹ پائی جاتی تھی۔ پوری عمارت بھی تو اُس نے نہیں دیکھی تھی۔ لہٰذا اس طرح کمرے سے نکل جانا مناسب نہ ہوگا۔

"کیا بات ہے.... کیا ہوا....!" اُس نے میریا کی گھٹی گھٹی سی آواز سنی۔

"کمرے سے باہر مت نکلنا۔!" کسی نے بھاری آواز میں کہا۔

جولیا کی پیشانی پر شکنیں اُبھر آئیں۔ آخر چکر کیا ہے؟ اس نے سوچا کہ کم از کم اُسے کسی کو آواز ہی دینی چاہئے۔ ورنہ اُس کی طرف سے ایسی خاموشی غیر فطری سمجھی جائے گی۔

"کیا بات ہے.... یہاں کیا ہو رہا ہے۔!" اُس نے اونچی آواز میں کہا۔

"اندر ہی ٹھہریئے مادام....!" وہی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ "کوئی خاص بات نہیں ہے۔ عمارت کو خالی سمجھ کر کچھ چور گھس آئے تھے۔!"

جواب بڑی صاف ستھری انگلش میں ملا تھا۔ جولیا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئی۔ وہ یقیناً انہی تینوں گھریلو ملازمین میں سے کوئی تھا۔

"یہ چیخ کس کی تھی۔!" جولیا نے اونچی آواز میں کہا۔ "اور شائد میں نے ایک فائر بھی سنا تھا۔!"

"کوئی خاص بات نہیں مادام.... ہمارا ایک ساتھی زخمی ہوگیا ہے۔!" جواب ملا۔

جولیا نے سوچا یہ بھی کوئی خاص بات نہیں کہ ایک ساتھی زخمی ہوگیا ہے۔ عجیب لوگ ہیں اور پتا نہیں کیا کر رہے ہیں۔ وہ پھر بستر پر جا بیٹھی لیکن پستول اب بھی ہاتھ ہی میں تھا۔ گھڑی پر نظر ڈالی پانچ بجنے والے تھے۔ یعنی جو واقعہ بھی ہوا تھا چار اور پانچ بجے کے درمیان ہوا تھا۔ جب عموماً گہری نیند کا دور ہوتا ہے۔

"کیا آپ باہر آنا چاہتی ہیں مادام....!" راہداری سے آواز آئی۔

"ہاں....!" جولیا اٹھتی ہوئی بولی۔ اُس نے پستول بیگ میں رکھ دیا اور سلیپنگ گاؤن پہننے لگی۔

دروازہ کھول کر راہداری میں نکلی تو ملازمین میں سے ایک سامنے ہی کھڑا نظر آیا۔

"کوئی تشویش کی بات نہیں۔!" اُس نے کہا۔ "ہم میں سے ایک کے بازو میں خنجر کا زخم لگا ہے۔!"

"لیکن میں نے تو فائر کی آواز سنی تھی۔!"

"ہم میں سے کسی نے کیا ہوگا۔!" اُس نے لاپرواہی سے کہا۔

"آخر بات کیا ہے؟ تم لوگ مجھے بتاتے کیوں نہیں۔!"

"ہم تو صرف محافظت کے لئے ہیں مادام.... کسی خاص بات کا علم سیکریٹری ہی کو ہوگا۔!"

"اُس نے صرف کچھ دشمنوں کا ذکر کیا تھا۔ دشمنی کی وجہ نہیں بتائی تھی۔!" وہ خاموش کھڑا رہا۔

"میریا کہاں ہے....؟" جولیا نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں.... شائد وہ بہت زیادہ ڈر گئی ہیں۔!"

"مجھے بتاؤ اُس کا کمرہ کون سا ہے۔ لیکن نہیں ٹھہرو! پہلے مجھے زخمی کو دیکھنا چاہئے۔!"

"ارے وہ کوئی خاص بات نہیں۔!" وہ ہنس کر رہ گیا۔

"شائد تمہارے لئے کوئی بات خاص نہیں ہے۔!" جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔

"مطلب یہ کہ معمولی ساز خم ہے۔ خیر آیئے.... اُسے بھی دیکھ لیجئے۔ کچن میں بیٹھا کافی پی رہا ہوگا۔ ذرا سی بھی محنت اُسے کافی کی طلب محسوس کرادیتی ہے۔!"

"اونہہ.... اچھا تو میریا کی طرف چلو....!"

میریا واقعی بہت خوف زدہ تھی اور جولیا کی آواز سنے بغیر اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔

"مم.... مادام....!" وہ ہکلا کر رہ گئی۔

"چور تھے، گھر خالی سمجھ کر گھس آئے تھے۔ بھاگ گئے۔!" جولیا نے اُسے تشفی دینے کی کوشش کی۔

"بیٹھ جاؤ....!" جولیا نے اُس کے شانے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے کہا اور خود بھی کرسی کھینچ کر اُس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

مادام.... میں بہت خائف ہوں۔!"

"ہمارے آدمیوں نے انہیں مار بھگایا.... تم کیوں فکر کرتی ہو۔!"

"اُن میں سے کوئی چیخا بھی تو تھا اور ایک فائر بھی ہوا تھا۔!"

"ہاں ایک آدمی زخمی ہو گیا ہے۔ لیکن گولی سے نہیں.... اندھیرے میں اُس پر خنجر سے حملہ کیا گیا تھا۔!"

"کون تھا....؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی۔ جس نے تمہاری خواب گاہ کا راستہ بتایا تھا اُسی کا بیان ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی تشویش کی بات نہیں بازو میں معمولی سا زخم آیا ہے اور وہ کچن میں بیٹھا کافی پی رہا ہوگا۔!"

"میں سمجھ گئی۔ طارق ہوگا۔ وہی کافی کا کیڑا ہے۔ لیکن مادام.... یہ معمولی چوروں کی حرکت نہیں تھی۔ آپ کو خوف زدہ ہونے سے بچانے کے لئے یہ بیان دیا گیا ہے۔!"

"اوہو.... تو تم سچی بات بتادو....!"

"موسیو شیمراں کے دشمن.... وہ اُن کی زندگی میں بھی کئی بار گھر میں گھسنے کی کوشش کر چکے ہیں لیکن موسیو شیمراں کی بیدار مغزی کی بناء پر انہیں کامیابی نہیں ہو سکی تھی۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ ایسے حالات میں اُس نے پولیس کو مطلع کیوں نہیں کیا۔!"

"وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ بات باہر بھی پھیل جائے اور ہاں دیکھئے آپ بھی اس کا تذکرہ کسی سے نہ کیجئے گا۔ سردار امان سے بھی نہیں جو آپ کو پہنچانے آئے تھے۔ حد ہو گئی کہ موسیو شیمراں نے اپنے وکیل سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔!"

"بڑی عجیب بات ہے حالانکہ چار افراد اس سے واقف ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ تم چاروں۔ اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم میں سے کوئی اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کرے گا۔!"

"وہ ہم چاروں پر اعتماد کرتے تھے اور ہم میں سے کسی نے بھی ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں

پہنچائی۔ انہیں آدمیوں کو پرکھنا آتا تھا اور فیصلے حتمی ہوتے تھے۔!"

"میں تو واقعی بڑی الجھن میں پڑ گئی ہوں۔ اب یہی دیکھو کہ ان حالات کی بناء پر میں اتنی مغموم نہیں ہو سکی جتنی کہ مجھے ہونا چاہئے تھا۔!"

"درست ہے....!" وہ سر ہلا کر بولی۔ "بہر حال موسیو شیمراں کے وصیت نامے میں اس پر کچھ نہ کچھ روشنی ضرور ڈالی گئی ہوگی۔!"

"پہلی فرصت میں اُسے میری آمد سے مطلع کر دینا اور اب مجھے اُن تینوں کے بارے میں بتاؤ جتنا کچھ جانتی ہو۔!"

"وہ بڑی مونچھوں والا سجاد ہے جو آپ کو یہاں پہنچا گیا ہے۔ جس کا ایک کان ٹوٹا ہوا ہے گل میر ہے اور وہ جو زخمی ہوا ہے طارق ہے۔ تینوں سابق فوجی اور بہت دلیر ہیں۔ پڑھے لکھے ہیں۔ تینوں روانی سے انگلش بول سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ میں ان کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی اپنے بارے میں یہ بتا سکتی ہوں کہ ایک پرسنل سیکریٹری کے فرائض سے بخوبی واقف ہوں۔ کسی کی ملازمت میں رہوں یا نہ رہوں اُس کے راز میرے ساتھ قبر ہی میں جائیں گے۔ میرے والدین بے حد شریف تھے اور بچپن ہی سے مجھے اصول پرستی کی اہمیت سمجھاتے رہتے تھے۔"

"ٹھیک ہے.... تو پھر تم یہ بھی جانتی ہو گی کہ شیمراں کے دشمن اُس سے کیا چاہتے تھے۔!"

"یقین کیجئے مادام.... موسیو شیمراں نے مجھے بھی یہ بات نہیں بتائی تھی۔!"

"خیر.... خیر.... کیا وکیل اب بیدار ہو گیا ہوگا۔!"

"یقیناً.... یہ لوگ بہت سویرے اٹھ جاتے ہیں عبادت کرنے کے لئے۔ میں ابھی اس سے فون پر رابطہ قائم کرتی ہوں۔!"

"میرا خیال ہے کہ پہلے کچن میں چلو....!"

"اوہ.... اچھا.... اب یہ بھی مجھے ہی دیکھنا پڑے گا۔ آپ کو اُن لوگوں کے ہاتھ کا پکایا ہوا پسند نہیں آئے گا۔!"

وہ دونوں کچن میں آئیں۔ وہ ملازم اب بھی کچن ہی میں تھا جس کے بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ دونوں نے اس کی مزاج پُرسی کی اور وہ ہنس کر بولا۔ "کوئی خاص بات نہیں۔ اگر غافل ہوتا تو خنجر بازو کی بجائے پہلو میں اُتر جاتا۔ کیا میں آپ کو کافی پیش کروں۔!"

"ہم خود دیکھیں گے....!" جولیا نے کہا۔ "تمہیں آرام کرنا چاہئے۔!"

"شکریہ مادام....!" وہ کچن سے نکل گیا۔

"کیا نام بتایا تھا تم نے۔!" جولیا نے میریا سے پوچھا۔

"طارق....!"

"تم کہتی ہو...ریٹائرڈ فوجی ہے۔ آخر یہاں کتنی چھوٹی عمر میں لوگ ریٹائر کر دیئے جاتے ہیں۔!"

"پتا نہیں.... مجھے موسیو شیمراں نے یہی بتایا تھا۔!"

میریا ناشتہ تیار کرنے لگی اور جولیا اُس کا ہاتھ بٹاتی رہی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ کیا وکیل وصیت نامہ لے کر آئے گا اور جب لاش آخری رسوم کیلئے اسپتال میں لائی جائے گی تو کیا ہوگا۔ اُسے کیا کرنا پڑے گا۔ نہ کبھی اس کی شادی ہوئی تھی اور نہ بیوہ ہی ہو جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ ایسی صورت میں وہ کس طرح نیچرل نظر آ سکے گی۔ کہیں کوئی حماقت نہ سرزد ہو جائے۔

دفعتاً وہ شخص کچن میں داخل ہوا جس کا نام میریا نے سجاد بتایا تھا۔

"آپ کی کال ہے مادام....!" اُس نے بڑے ادب سے جولیا کو اطلاع دی۔

"میری کال....!" جولیا نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں.... شائد سردار امان ہیں۔!"

"اوہ.... اچھا.... وہ نیک دل بوڑھا۔!" جولیا نے کہا اور سجاد کے ساتھ اُس جگہ پہنچی جہاں فون رکھا ہوا تھا۔

"تم کیسی ہو...کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی...؟" سردار امان نے دوسری طرف سے پوچھا۔

"بہت بہت شکریہ.... میں بالکل ٹھیک ہوں۔ امید ہے کہ تم آخری رسوم میں شرکت کرو گے۔ میں یہاں تمہارے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتی۔!"

"بے فکر رہو...میں نے رات ہی سے آخری رسوم کی تیاریاں شروع کرا دی ہیں۔ تمہیں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ کیا خیال ہے تابوت پہلے گھر لایا جائے یا براہِ راست چرچ میں پہنچا دیا جائے۔!"

"جیسا تم مناسب سمجھو....!"

"ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ شیمراں کی موت کی اطلاع ابھی تک اس کے کسی شناسا کو نہیں ملی۔ میں لوگوں کو مطلع کر رہا ہوں اور وہ حیرت ظاہر کر رہے ہیں اور انہیں دکھ ہے کہ شیمراں کی لاش اسپتال کے سرد خانے میں پڑی رہی۔!"

"میں اس کے بارے میں کیا بتاؤں سردار امان! میں کچھ بھی تو نہیں جانتی۔!"

"ہاں ٹھیک ہے۔ وہ صرف اپنے ملازموں کے رحم و کرم پر تھا۔ خیر تو میں کس وقت آؤں۔!"

"ایک گھنٹے بعد.... تم میرے لئے بہت تکلیف اٹھا رہے ہو میں شرمندہ ہوں۔!"

"ایسی کوئی بات نہیں.... اچھا خدا حافظ۔!"

"خدا حافظ۔!"

سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر جولیا نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ کچن میں واپس آ کر اُس نے میریا سے کہا۔ "کتنی عجیب بات ہے کہ شیمراں کے شناساؤں کو اس کی موت کی اطلاع نہیں دی گئی۔!"

"انہوں نے یہی کہا تھا کہ جب تک آپ یہاں نہ پہنچ جائیں اُن کی موت کی اطلاع کسی کو نہ دی جائے۔ صرف وکیل اور گرینڈ ہوٹل کے منیجر کو اعتماد میں لینے کے لئے کہا تھا۔ لہٰذا ان دونوں کو اطلاع دے دی گئی تھی۔!"

"کیا گرینڈ کے منیجر سے خصوصی تعلقات تھے۔!"

"میں نہیں جانتی مادام.... انہوں نے مجھے اس کی وجہ نہیں بتائی تھی۔!"

"شیمراں نے یہاں کس قسم کے فلاحی کام کیے تھے....؟"

"بہتیرے مادام.... مثال کے طور پر ایک محتاج خانے ہی کو لے لیجئے ہمارے یہاں سرکاری طور پر ایسا کوئی ادارہ نہیں ہے جہاں بوڑھے اور معذور لوگوں کی دیکھ بھال ہو سکے۔ موسیو شیمراں نے اپنے اخراجات سے ایک ایسا محتاج خانہ قائم کیا تھا اور یہاں کے مخیّر لوگوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اجتماعی طور پر ملک بھر میں ایسے ادارے قائم کرنے کی کوشش کریں۔ کیا ضروری ہے کہ حکومت ہی سب کچھ کرتی پھرے۔!"

"اچھا.... اچھا.... اور ایسا شخص گمنامی میں مر گیا۔ اُس کے شناساؤں تک کو اُس کی موت کی خبر نہ ہو سکی۔ کتنی عجیب بات ہے۔!"

میریا کچھ نہ بولی۔ اسکے چہرے پر ایسا ہی تاثر تھا جیسے کہنا چاہتی ہو کہ اُسے بھی اُس پر حیرت ہے۔

گرینڈ ہوٹل کے منیجر کو اپنی قیام گاہ سے ہوٹل تک پہنچنے کے لئے تین فرلانگ لمبا اور ویران راستہ طے کرنا پڑتا تھا۔ راستہ دشوار گزار تھا اس لئے جیپ کی رفتار زیادہ تیز نہیں ہوتی تھی۔ دن کے نو بجے تھے وہ خود ہی جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ پچھلی رات دیر تک جاگنے کی بناء پر دن چڑھے تک

سوتا رہا تھا۔ گذشتہ رات کو پہلے تو مسز شیمراں والی الجھن اس کے سامنے آئی تھی اور پھر اس کے بعد کوئی نامعلوم غیر ملکی عورت اُسے فون پر بور کرتی رہی تھی۔ کچھ سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہنا کیا چاہتی ہے۔ شاید نشے کی جھونک میں تھی۔ آخر کار اس نے کہا تھا کہ وہ اُس سے ملنا چاہتی ہے جس کا جواب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ جب چاہے مل سکتی ہے۔

"لیکن میں اچانک کہیں ملوں گی اور تمہیں تھوڑا وقت دینا پڑے گا۔!" اس نے کہا تھا اور منیجر کو یقین آگیا تھا کہ وہ سو فی صد نشے میں تھی۔

اس وقت اچانک پھر اُس کی جھک جھک یاد آگئی تھی اور وہ سوچ رہا تھا پتا نہیں کون تھی؟ نشے کے عالم میں کی جانے والی بکواس بھی اپنا کوئی پس منظر رکھتی ہے۔ خدا جانے اُس کے ذہن میں کیا تھا۔ "اُونہہ" وہ بُرا سامنہ بنا کر بڑبڑایا۔ "جہنم میں جائے۔!"

لیکن جیسے ہی اس نے نشیب میں پہنچ کر گاڑی بائیں جانب موڑنے کی کوشش کی اُس کے اوسان خطا ہوگئے۔ کیونکہ وہ اچانک سامنے آگئی تھی۔ اس نے پورے بریک لگائے اور جیپ الٹتے الٹتے بچی۔ گاڑی روک کر وہ اُسے آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا۔ اُس کی جگہ کوئی مرد ہوتا تو گالیاں کھاتا یا اُس کے ہاتھوں پٹ گیا ہوتا لیکن وہ بڑی اسمارٹ لڑکی تھی۔ جین اور جیکٹ میں تو غضب ڈھا رہی تھی۔ منیجر کے اعصاب پر دباؤ پڑا تھا۔ لیکن وہ کھڑی ہنس رہی تھی۔ یوریشین معلوم ہوتی تھی۔ آہستہ آہستہ منیجر بھی پُر سکون ہوگیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کہنا چاہئے۔!" وہ بالآخر بولا۔

"مجھے بُرا بھلا کہو.....!" لڑکی نے کہا۔

"خطرناک حرکت تھی۔!"

"میں تمہیں خوف زدہ کرنا چاہتی تھی۔ تمہاری دشمن ہو گئی ہوں۔!"

"لیکن میرا خیال ہے کہ پہلے کبھی ہماری ملاقات نہیں ہوئی۔!"

"نہ ہوئی ہوگی۔ ویسے تم اول درجے کے فراڈ ہو۔!"

"محترمہ... محترمہ... میں بے تکلفی کا عادی نہیں ہوں۔!" منیجر نے کسی قدر ترش لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود بھی تمہیں سننا پڑے گا۔!"

"آخر کیوں....؟"

"یہ تم نے مسز شیمراں کہاں سے نکال لی ہے۔ وہ غیر شادی شدہ تھا۔!"

"اوہ....!" وہ اُسے غور سے دیکھ کر رہ گیا۔

"پچھلی رات فون پر میں ہی تھی جس نے تمہیں بور کیا تھا۔!"

"اور شاید نشے میں تھیں۔!"

"ہرگز نہیں... تمہاری اس حرکت نے میرے ذہن پر اچھا اثر نہیں ڈالا تھا۔ میں خود کو پاگل محسوس کر رہی تھی۔"

"تم بار بار اسے میری حرکت کہے جا رہی ہو۔ یہ کسی طرح بھی درست نہیں۔!"

"پھر کس کی حرکت کہوں۔!" اس نے کہا اور آگے بڑھ کر بڑی بے تکلفی سے جیپ پر چڑھ آئی۔

"آخر تم چاہتی کیا ہو....؟"

"حقیقت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔!" اس نے اُس کے برابر ہی بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیسی حقیقت۔!"

"وہ عورت کون ہے جو شیمراں کی بیوہ بن کر نازل ہوئی ہے۔!"

"تم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ مسٹر شیمراں نے بذات خود ان کیلئے کمرہ مخصوص کرایا تھا۔!"

"میں تسلیم نہیں کر سکتی۔!"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔!"

"تمہارے فراڈ کی پول کھلے گی۔!"

"میرے پاس مسٹر شیمراں کی تحریر موجود ہے اور تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ وہ تنہا گرینڈ ہوٹل نہیں پہنچی تھی۔ اُس کے ساتھ یہاں کا ایک بہت معزز آدمی سردار امان بھی تھا۔!"

"اچھا... وہ بوڑھا لفنگا جو ہر عورت سے نظر ملتے ہی آنکھ مارتا ہے۔!"

"شائد تم اس وقت بھی نشے میں ہو۔ اس سے زیادہ شائستہ آدمی پورے سردار گڈھ میں نہ نکلے گا۔!"

"بہت خوب... گویا شائستہ آدمی عورتوں کو آنکھ نہیں مارتے۔!"

"تم میرا وقت برباد کر رہی ہو۔!"

"میں تو تمہاری زندگی تلخ کر دوں گی۔!"

"سوال یہ ہے کہ تم آخر ہو کون اور تمہیں ان معاملات سے کیا سروکار۔!"

"میں روزا شیمراں ہوں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"یعنی اُس کی بیوی ہوں۔!"

"اوہ.... تو یہ بات ہے۔!"

"اور غلط بھی نہیں ہے۔ ثبوت کے لئے میرے پاس کاغذات موجود ہیں۔!"

"تو پھر تمہیں پولیس سے مدد حاصل کرنی چاہئے۔ میری گاڑی کے آگے آکر مرنے کی کوشش کیوں کر ڈالی تھی۔!"

"اگر میں نے پولیس سے مدد حاصل کی تو تم جیل چلے جاؤ گے۔!"

"بھلا مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں ہے....؟"

"میری شرافت کا تقاضا.... میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تمہیں اس سلسلے میں بے وقوف بنایا گیا ہے۔!"

"کس نے بنایا ہے بے وقوف....!"

"تم اچھی طرح جانتے ہو....!"

"جانتا ہوتا تو تم سے کیوں پوچھتا۔!"

"میرا کاٹیج یہاں سے دور نہیں ہے۔ میرے ساتھ چلو مع ثبوت سب کچھ تمہارے علم میں لاؤں گی۔!"

"کس کاٹیج کی بات کر رہی ہو۔!"

"گرین کاٹیج کی....!"

"اوہ... میرے خدا... تو تم روزا پالگریو ہو.... میں نے تمہارے بارے میں سنا ہے۔ تم بہت اچھی آرٹسٹ ہو۔!"

"ٹھیک سنا ہے تم نے.... پہلے پالگریو تھی اور اب شیمراں ہوں۔!"

"کب ہوئی تھی شادی....؟"

"تین ماہ پہلے کی بات ہے۔!"

"لیکن یہاں شائد کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہے۔!"

"گاڑی اسٹارٹ کرو اور چلو میرے ساتھ میں تمہیں مطمئن کر دوں گی۔!"

"اب تو چلنا ہی پڑے گا۔!" منیجر مسکرا کر بولا۔ "تمہاری تین پینٹنگز ہوٹل میں بھی لگی ہوئی ہیں لیکن مجھے تمہارا ایجنٹ پسند نہیں ہے۔ بہت بکواس کرتا ہے۔!"

"وہ میرا ایجنٹ نہیں بلکہ دوست ہے۔ میری جو پینٹنگز فروخت ہوئی ہیں ان کی آمدنی اُسی کے لئے وقف کر دی گئی تھی۔ میں اس طرح اپنی تصاویر نہیں بیچتی۔ اس کی مدد کرنا مقصود تھا۔!"

منیجر کچھ نہ بولا۔ اس نے انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی بائیں جانب موڑی تھی۔ گرین کاٹیج کا راستہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ تین چار منٹ بعد گاڑی گرین کاٹیج کے سامنے جا رکی۔

"میں تمہیں اپنی شادی کے کاغذات دکھاؤں گی۔!" روزا نے جیپ سے اُترتے ہوئے کہا۔

منیجر بھی اُتر گیا اور اُس کے ساتھ برآمدے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"آخر تم اُس شادی پر رضامند کیسے ہو گئی تھیں۔ وہ خاصا معمر آدمی ہے اور تم بے حد جوان ہو۔!"

"تمہیں اس سے کیا....؟" وہ بگڑ کر بولی۔

"معافی چاہتا ہوں.... میرا خیال ہے کہ اُس کی تدفین شام تک ہو جائے گی۔!"

"لیکن میں شرکت نہ کر سکوں گی۔!"

"کیوں....؟"

"وہ فرانس سے آئی ہے۔ اس کے پاس ایسے کاغذات ہوں گے جو میرے کاغذات کی تاریخوں سے پہلے کی تاریخوں والے ہوں گے۔ پھر کیا ہو گی میری حیثیت۔ میری شادی قانوناً ناجائز قرار دی جائے گی۔ نہیں میں اس حد تک اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ تم نے اس شادی کو چھپائے کیوں رکھا تھا۔ اس کے ساتھ کبھی تقریب میں بھی نہیں دکھائی دیں۔!"

"سنو.... یہ شادی مجبوراً ہوئی تھی۔ ایک شام کو ہم دونوں ساتھ تھے۔ میں نے بہت زیادہ پی لی تھی۔ سچ مچ نشہ ہو گیا تھا۔ اُس نے میری اس کیفیت سے فائدہ اٹھایا۔ بعد میں ہوش آنے پر میں نے اُس کا گریبان پکڑ لیا اُسے کورٹ میں جا کر شادی کرنی پڑی۔ ہمارے درمیان محبت نام کی کوئی چیز کبھی نہیں رہی تھی۔!"

وہ سٹنگ روم میں داخل ہوئے۔ جہاں ایک آدمی پہلے ہی سے موجود تھا۔ انہیں دیکھ کر اٹھ گیا۔ خاصا توانا اور خوش شکل آدمی تھا۔ لیکن چہرے پر چھائی ہوئی حماقت پہلی ہی نظر میں محسوس کی جا سکتی تھی۔

روزا اُسے حیرت سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو۔!"

"مم.... میں عمران ہوں اور یہاں انتظار کر رہا ہوں۔!"

"کیوں....؟"

"پپ....پپ....پپ....پپ....!" وہ صرف ہکلاتا رہا۔

"پپ....پپ....کیا ہے۔!"

"پورٹریٹ....!" وہ جھٹکے کے ساتھ بولا۔

"کیسی پورٹریٹ....؟"

"اپنی پورٹریٹ بنوانا چاہتا ہوں۔!"

"میں پروفیشنل نہیں ہوں۔ تمہیں یہاں کس نے بھیج دیا۔!"

"بھیج کر مر بھی گئے۔!" وہ احمقانہ انداز میں بولا۔

"کیا بک رہے ہو۔!"

"ایک ہفتہ پہلے موسیو شیمرال نے مشورہ دیا تھا کہ تم سے پورٹریٹ بنوالوں۔!"

"تم جاسکتے ہو۔!"

"میں برباد ہو جاؤں گا اگر تم نے میری پورٹریٹ نہ بنائی۔!"

"کیا مطلب....؟"

"تیس تیس ہزار کی شرط ہو گئی تھی۔!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم کیا کہہ رہے ہو....؟"

"وہاں اُس وقت ایک آدمی اور بھی موجود تھا جب موسیو شیمرال نے مجھ سے پورٹریٹ کے لئے کہا تھا۔ وہ بولا کہ تم میری پورٹریٹ نہیں بناؤ گی۔ میں نے کہا ضرور بناؤ گی۔ بس بات بڑھ گئی اور شرط ہو گئی۔!"

"کیا تم اتنے ذی حیثیت ہو کہ شرط ہار جانے پر تیس ہزار کی ادائیگی کر سکو۔!"

"گاڑی بیچ دینی پڑے گی اور باپ سے کہنا پڑے گا کہ چوری ہو گئی۔!"

"تو پھر جاؤ....اپنی گاڑی بیچ دو....!"

"بہت اچھا....!" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دے کر کہا اور نکاسی کے دروازے کی طرف بڑھا۔

روزا نے عجیب انداز میں منیجر کی طرف دیکھا تھا اور پھر ہاتھ اٹھا کر بولی تھی۔ "ٹھہرو۔!"

عمران دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس طرح رک گیا جیسے گاڑی نے پورے بریک

لگا دیئے ہوں لیکن مڑا نہیں۔ جیسے رکا تھا ویسے ہی کھڑا رہا۔

وہ منیجر کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔ "واپس آکر بیٹھ جاؤ۔!"

عمران بالکل مشینی انداز میں مڑا اور نپے تلے قدم رکھتا ہوا صوفے کے پاس پہنچ گیا اور پھر بیٹھا بھی اُسی طرح تھا۔

"کیا مشغلہ ہے تمہارا....!"

"کک....کچھ بھی نہیں....!"

"باپ کیا کرتے ہیں۔!"

"ایکسپورٹ کا بزنس ہے۔!"

"سردار گڈھ ہی میں رہتے ہو۔!"

"نہیں گرمیاں گزارنے آیا ہوں۔ دارالحکومت میں قیام ہے۔!"

"پورٹریٹ کی کتنی قیمت ادا کر سکو گے....؟"

"پورے تیس ہزار....وہی جو میں شرط میں جیتوں گا۔!"

وہ ہنس پڑی اور بولی "ضروری تو نہیں ہے کہ وہ شرط ہارنے پر اتنی رقم تمہارے حوالے کر دے۔!"

"نہ کرے تو یہ بڑی زیادتی ہو گی کیونکہ میں تو اپنی گاڑی بیچ دینے پر تیار تھا۔!"

"جاؤ یار....!" منیجر ہاتھ ہلا کر بولا۔ "کیوں اپنا اور دوسروں کا وقت برباد کر رہے ہو۔!"

"تمہارے کہنے سے تو نہیں جاؤں گا۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اچھا جاؤ پھر کسی وقت آنا....!" روزا ہنس کر بولی۔

عمران ایک بار پھر سعادت مندی کا اظہار کرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا تھا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "ٹھہرو۔!"

وہ رک گیا اور روزا نے کہا۔ "تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ شرط کس سے ہوئی تھی۔ تیس ہزار کی شرط کوئی مالدار ہی لگا سکتا ہے۔!"

"خان داور سے شرط ہوئی تھی۔!"

"واقعی....!" روزا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں اور وہ ضرور ہاری ہوئی رقم میرے حوالے کر دے گا۔!"

"اُن لوگوں کے حلقے میں تمہاری پہنچ کیسے ہوئی۔!" منیجر نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"ارے تو کیا میں کوئی گراپڑا آدمی ہوں۔ میرے ڈیڈی کے سوٹ پیرس سے ڈرائی کلین ہو کر آتے ہیں اور ٹوائیلٹ پیپر سویڈن سے براہِ راست امپورٹ ہوتا ہے ہمارے یہاں۔!"

"ابھی تصدیق ہوئی جاتی ہے۔ میں خان داور سے پوچھے لیتا ہوں۔!" منیجر نے کہا اور اٹھ کر ٹیلی فون والی میز کے قریب آیا۔ عمران روزا کی طرف دیکھ کر اس طرح مسکرانے لگا جیسے منیجر کو اول درجے کا بیوقوف سمجھتا ہو۔ وہ بھی اُسے آنکھ مار کر مسکرائی تھی لیکن عمران کا حلیہ اچانک ایسا ہو گیا جیسے قیامت ٹوٹی ہو۔ روزا نے اسے محسوس کر لیا۔ بالکل کسی بھولی بھالی لڑکی کے سے انداز میں شرمایا تھا۔

اُدھر منیجر کسی سے فون پر گفتگو کرنے لگا تھا۔ جلد ہی ریسیور کریڈل پر رکھ کر واپس آگیا اور عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ "یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ خان داور سے شرط ہوئی تھی اور وہ کہہ رہا تھا کہ میں اپنی بات پر قائم ہوں۔!"

"ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ.... کل کسی وقت آنا میں یہیں ملوں گی۔!" روزا نے عمران سے کہا۔

"شکریہ...!" عمران نے کہا اور اسطرح اٹھ کر بھاگا جیسے خدشہ ہو کہ اچانک پھر روک لیا جائیگا۔

دونوں نے بے ساختہ قہقہے لگائے تھے۔

"پتا نہیں کس قسم کا آدمی ہے۔!" روزا نے کہا۔ "خان داور سے کیا بات ہوئی تھی....؟"

"اس نے کہا تھا کہ شیمراس کے کسی دوست کا لڑکا ہے۔ ذی حیثیت لوگ ہیں۔!"

"ایک پورٹریٹ کے تیس ہزار کچھ بُرے تو نہیں ہیں۔!" وہ منیجر کو آنکھ مار کر مسکرائی۔

جواباً وہ بھی مسکرایا تھا لیکن آنکھ مارنے کی جسارت نہ کر سکا۔ ویسے اُسے اُس کا یہ انداز بہت دلآویز لگا تھا۔

"تم مجھے یہاں جس لئے لائی تھیں وہ بات ابھی تک آگے نہیں بڑھ سکی۔!"

"میں تمہیں یہاں اس لئے لائی تھی کہ تمہیں اپنا ہمدرد بناؤں....؟"

"لیکن اس سے کیا ہوگا۔ شیمراس کے حلقہ احباب میں سبھی جانتے ہیں کہ اُس کی بیوی پیرس میں موجود ہے۔ وہ وقتاً فوقتاً اس کا تذکرہ کرتا رہتا تھا۔"

"ٹھہرو....!" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "میں اپنے کاغذات لاتی ہوں۔!"

وہ سٹنگ روم سے چلی گئی اور منیجر بیٹھا سوچتا رہا کہ آخر وہ اس کے لئے کیا کر سکے گا۔ اگر شیمراس سے اُس کے قریبی تعلقات تھے تو اُسے اس کا علم رہا ہوگا۔ پھر اُس نے شادی کرنے پر کیوں مجبور کیا تھا۔ اُس کے اپنے مذہب کے مطابق یہ شادی سرے سے قانونی ہی نہیں تھی۔ وہ

الجھتا رہا.... اور تھوڑی دیر بعد روزا واپس آگئی اور اُسے شادی کا سرٹیفکیٹ دکھاتی ہوئی بولی۔

"صرف تم میری مدد کر سکتے ہو۔!"

"میں کس طرح مدد کر سکتا ہوں۔!"

"وہ تحریر میرے حوالے کر دو جس کی بناء پر مسز شیمراس کے لئے کمرہ مخصوص کیا تھا۔!"

"تحریر.... ہاں یقیناً اس سلسلے میں اُس کی تحریر ہی مجھ تک پہنچی تھی۔ وہ خود نہیں آسکا تھا۔ لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے اُسے ضائع کر دیا تھا یا اب بھی میز کی کسی دراز میں پڑی ہوگی۔!"

"وہ بے حد ضروری ہے۔!"

"لیکن کیا واقعی تمہیں علم نہیں تھا کہ وہ شادی شدہ تھا۔!"

"کیسے علم ہوتا جبکہ وہ ہرگز شادی شدہ نہیں تھا۔!"

"اُسکے حلقے کے بہتیرے لوگ شہادت دیں گے کہ وہ اُن سے لیسی ماتیف کی باتیں کرتا رہتا تھا۔!"

"میں جانتی ہوں۔!"

"پھر تم کس طرح اپنا حق جتا سکو گی۔ قانون کی گرفت میں آجاؤ گی۔ کہ دیدہ دانستہ پہلی بیوی کی موجودگی میں تم نے اُس سے شادی کی۔!"

"لیسی ماتیف کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اُس پر لیسی ماتیف کے دورے پڑتے تھے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"جب میں نے اُس کا گریبان پکڑ کر اُسے سوسائٹی میں ذلیل کر دینے کی دھمکی دی تھی تو اس نے کہا تھا کہ وہ اپنی اُس غلطی کا ازالہ مجھ سے شادی کر کے کر سکتا ہے۔ میں نے لیسی ماتیف کا حوالہ دیا تو اُس نے مجھے حقیقت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔ دراصل اس نام کی ایک لڑکی کبھی تھی جسے وہ چاہتا تھا۔ ایک حادثہ میں اُس کی موت واقع ہو گئی۔ شیمراس اسے اتنا ہی چاہتا تھا کہ اُس کے لئے اُس کی اچانک موت اس نفسیاتی مرض کا سبب بن گئی۔!"

"خدا کی پناہ....!" منیجر طویل سانس لے کر بولا۔ "تب تو تمہیں شادی کے بعد ہی اُس کی کوٹھی میں منتقل ہو جانا چاہئے تھا۔!"

"اُس نے میری خوشامد کی تھی کہ میں تین چار ماہ انتظار کروں اس دوران میں وہ آہستہ آہستہ لیسی ماتیف سے بیزاری کا اظہار کرتا رہے گا اور پھر کسی دن اچانک اعلان کر دے گا کہ اس نے لیسی ماتیف کو طلاق نامہ بھجوا دیا ہے۔ اس طرح اس کی پوزیشن بھی صاف ہو جائے گی اور مجھ سے

شادی کے اعلان کے بعد دونوں ساتھ رہنا شروع کر دیں گے۔!"

"بڑی عجیب کہانی ہے۔!" منیجر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا ہوا بولا۔ "لیکن اس نے اپنی اس اسکیم پر عمل نہیں کیا تھا۔ یعنی تین ماہ گزر جانے کے باوجود بھی لیسی ماتیف کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اور طلاق نامہ اُسے بھجوانے کی بجائے خود اُسے بلوالیا۔!"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا.....!"

"وہ اُس کی املاک پر قابض ہو جائے گی۔!"

"اگر تم شیمراں کی تحریر میرے حوالے کر دو تو بات بن سکتی ہے۔!"

"اگر اُس کے وکیل کے پاس سے بھی کچھ ایسے کاغذات برآمد ہو گئے تو کیا ہو گا۔!"

"کیسے کاغذات.....!"

"مثال کے طور پر کوئی وصیت نامہ جس میں لیسی ماتیف کا ذکر ہو۔!"

"تب پھر کچھ نہیں ہو سکے گا۔!" وہ مایوسی سے بولی۔

"آج اُس کی تدفین کے بعد ہی شائد وکیل لیسی ماتیف سے ملاقات کرے۔!"

"میں کیا کروں.....؟" وہ ہاتھ ملتی ہوئی بولی۔

"خاموشی اختیار کرو..... بدنامی سے بچی رہو گی اور کوئی بہتر آدمی تمہاری پسند بن سکے گا۔!"

"میں بالآخر بے وقوف بن گئی۔!"

"ایسے اُتار چڑھاؤ زندگی میں آتے ہی رہتے ہیں۔ آدمی کو ہمت نہیں ہارنی چاہئے۔!"

"مشورے کا شکریہ۔!" وہ تلخ لہجے میں بولی۔ "اتنی عقل میں بھی رکھتی ہوں خواہ مخواہ تمہیں تکلیف دی۔ جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔!"

"اب ایسی بھی کیا بے مروتی۔ کم از کم کافی ہی پلوادو.....!"

"اُوہ..... ہاں..... میں کافی کے لئے کہہ آئی تھی۔ بیٹھو..... آرہی ہو گی۔!"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر منیجر نے آہستہ سے کہا۔ "تم مجھ سے خواہ مخواہ ناراض ہو گئیں۔ میں اس کے حامیوں میں سے تو نہیں ہوں۔!"

"مجھے افسوس ہے میرا رویہ نامناسب تھا۔!"

"کوئی بات نہیں..... تم پریشان ہو..... میں شیمراں کی تحریر تلاش کر کے تم تک پہنچادوں گا۔ بے فکر رہو۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ ایک بوڑھا ملازم کافی لایا تھا۔ کافی نوشی کے دوران میں بھی خاموشی ہی رہی۔ منیجر اتنی دیر میں اس سے خاصا متاثر ہوا تھا اور اسے توقع تھی کہ آئندہ بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔ ابھی تو وہ شیمراں کی تحریر ہی اُس تک پہنچائے گا۔ روزا بڑی دل کش تھی۔ خصوصیت سے مغموم ہو جانے کے بعد تو اس کی شخصیت ہی بدل کر رہ جاتی تھی۔ حسن میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ آرٹسٹ نہیں بلکہ خود ہی اعلیٰ ترین آرٹ کا ایک نادر نمونہ معلوم ہونے لگتی تھی۔ کافی نوشی کے بعد منیجر جلد ہی ملنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ پھر اٹھی اور فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگی۔

دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولی۔ "خان داور سے کہو کہ روزا ہے۔!"

کچھ دیر انتظار کرتی رہی۔

"ہیلو.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"خان داور..... وہ احمق کون تھا.....؟"

"میں نہیں جانتا..... پچھلے ماہ سے شیمراں کے ساتھ دیکھا جا رہا ہے۔ مصاحبت کیلئے دلچسپ آدمی ہے۔ اگر کسی کھاتے پیتے گھرانے کا نہ ہوتا تو میں کوشش کرتا کہ میرا مصاحب بن جائے۔!"

"تم لوگ فضولیات میں بہت وقت ضائع کرتے ہو۔!"

دوسری طرف سے ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا اور وہ جھنجھلا کر بولی۔ "میں اسکی پورٹریٹ ضرور بناؤنگی۔!"

"اوہ نہیں.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"مجھے بھی احمقوں سے دلچسپی ہے اور پھر اُس نے وعدہ کیا ہے کہ شرط میں جیتی ہوئی پوری رقم میری خدمت میں پیش کر دے گا۔!"

"تب تو کوئی بات نہیں..... ضرور بناؤ.....!"

"تدفین کس وقت ہو گی.....؟"

"غالباً سہ پہر کو.....!"

"وکیل اس سے کس وقت ملے گا۔!"

"شام کی چائے پر..... مجھ سمیت شہر کے کئی معززین بھی اُس وقت وہاں موجود ہوں گے۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ کوئی وصیت نامہ موجود ہے۔!"

"ٹھیک چھ بجے وہ تمہارے ہاتھوں میں ہو گا۔!"

"گڈ.... تو تم نے تیزی دکھائی ہے....؟"

"تم مجھے کیا سمجھتی ہو۔!"

"میں منتظر رہوں گی۔!" اس نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

تدفین کے بعد جب حاضرین فرداً فرداً جولیا سے اظہار ہمدردی کرنے لگے تو اچانک اُس کے ذہن کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ اس نے دیکھا کہ عمران اس کے سامنے کھڑا ہکلا رہا ہے۔ اظہار ہمدردی ہی کر رہا ہو گا لیکن جولیا کے پلے کچھ بھی نہ پڑ سکا۔ پھر وہ آگے بڑھ کر دوسرے صوفے پر جا بیٹھا اور جولیا دوسرے ہمدرد کی طرف متوجہ ہو گئی۔

شیمر اں کی سیکریٹری میریا شاید کچھ مخصوص لوگوں کو روک رہی تھی اور وہ دوسری جانب والے صوفوں پر بیٹھتے جا رہے تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو اظہار ہمدردی کر کے چلے گئے تھے۔ عمران بھی دروازے ہی کی جانب بڑھا تھا کہ میریا اُس کے قریب پہنچ کر بولی۔ "جناب آپ کو بھی تکلیف دی جائے گی۔ ذرا دیر تشریف رکھئے.... وصیت نامہ سن کر تشریف لے جایئے گا۔!"

"مم.... میں.... یعنی کہ میں....!"

"جی ہاں آپ.... مسٹر شیمر اں آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔!"

"ششکریہ.... اُن کا....!" عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے صوفوں کی طرف پلٹ پڑا۔

"خوب تو تم بھی روکے گئے ہو۔!" اُسی صوفے پر بیٹھے ہوئے ایک قد آور اور وجیہہ آدمی نے کہا جس پر عمران بہ حالت بدحواسی ڈھیر ہو گیا تھا۔

"اُف فوہ.... خان داور.... آپ بھی ہیں۔!" وہ سنبھلنے کی کوشش کے اظہار میں ہکلایا۔

"قاعدے سے بیٹھو.... ہم یہاں تعزیت کے لئے آئے ہیں۔!"

"جی ہاں.... جی ہاں....!" عمران ایک دم سیدھا ہو بیٹھا اور کسی بُت کی طرح جامد و ساکت ہو گیا۔ حتیٰ کہ پلکیں بھی نہیں جھپک رہی تھیں اور جولیا اپنی جگہ خاموش بیٹھی بار بار اُسے کنکھیوں سے دیکھے جا رہی تھی۔

"تم نے مسز شیمر اں کو دیکھا....!"

"جی ہاں....!"

"کیا خیال ہے....؟"

"اب اردو میں کیا خیال ظاہر کروں.... فرانسیسی مجھے آتی نہیں۔!"

"کیا کہنا چاہتے ہو....؟"

"مسٹر شیمر اں اس کے مقابلے میں بہت بوڑھے تھے۔!"

"یعنی یہ مسز شیمر اں نہیں ہو سکتی۔!"

"نہ ہو سکتی تو پھر کیسے ہوئی۔!"

"میرا خیال ہے کہ کہیں کوئی غلطی ضرور ہوئی ہے۔!" خان داور نے کہا۔

"کس قسم کی غلطی خان داور....!"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا....!"

"کیا اس کی ناک صحیح پوزیشن میں نہیں ہے....؟"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔!"

"اچھا! کیا مطلب ہے....!"

"کہیں یہ کوئی غلط عورت تو نہیں ہے۔!"

"آج تک کوئی غلط عورت میری نظر سے نہیں گزری۔ مرد ہی غلط سلط ہوتا ہے۔!"

"اچھا بس خاموش رہو....!" خان داور اُس کی ناسمجھی پر جھنجھلا گیا۔

ٹھیک اُسی وقت وکیل کی آواز سنائی دی۔ "خواتین و حضرات آپ کو علم ہو گا کہ موسیو شیمر اں یہاں دس سال سے مقیم تھے اور ایک طرح سے یہاں کے شہری ہی تھے اُن کے فلاحی کاموں سے متاثر ہو کر حکومت نے یہاں کی شہریت عطا کر دی تھی۔ مادام شیمر اں یہاں آنے پر آمادہ نہیں تھیں لیکن انتقال سے ایک ہفتہ قبل انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ مادام شیمر اں آ رہی ہیں وہ بہت بے چین تھے۔ چاہتے تھے کہ ان کے مرنے سے قبل ہی مادام یہاں پہنچ جائیں۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ وہ کینسر کے مریض تھے لیکن انہوں نے کسی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اُن کے معالج نے انہیں آگاہ کر دیا ہے کہ وہ بہت تھوڑے دنوں کے مہمان ہیں۔ وہ خود بھی موت کی آہٹ محسوس کر رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنا وصیت نامہ مرتب کر کے میرے حوالے کر دیا تھا۔!"

اس نے خاموش ہو کر حاضرین کو ایک بڑا سا لفافہ دکھایا جس پر لاکھ کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔

"اُن کی ہدایت کے مطابق....!" اس نے طویل سانس لے کر دوبارہ کہنا شروع کیا۔ "مجھے یہ

لفافہ آپ سب اور مادام شیمراں کی موجودگی میں کھولنا ہوگا اور وصیت کی وضاحت کرنی ہوگی۔!"

اُس نے پھر خاموش ہو کر جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اجازت ہے....؟"

جولیا نے جو اپنی آنکھیں بار بار رومال سے خشک کئے جا رہی تھی سر ہلا کر اجازت دی۔ وکیل لفافے کی سیل توڑنے لگا۔!

اور پھر سب نے دیکھا کہ یکایک اُس کے چہرے پر حیرت زدگی کے آثار پائے جانے لگے ہیں اور پھر وہ کسی بُت کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا۔

کئی سکنڈ کے بعد خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "لیکن یہ تو چار عدد سادہ اوراق ہیں۔!"

لوگوں نے بھانت بھانت کی بولیاں بولنی شروع کر دیں۔ جولیا خاموش بیٹھی رہی لیکن اس نے بھی اپنے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا کر لئے تھے۔

"میں سمجھ گیا۔!" عمران سر ہلا کر آہستہ سے بولا۔

"کیا سمجھ گئے۔!" خان داور چونک پڑا۔

"چار عدد سادہ کاغذ.... ذرا سوچئے تو.... یہ چار کا عدد خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ مسٹری واقع ہو گئی ہے۔!"

"پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو۔!"

"بہت پتے کی بات کہہ رہا ہوں۔!" عمران احمقانہ انداز میں آنکھیں چپکاتا ہوا بولا۔ "سو فیصد مسٹری واقع ہوئی ہے۔ شیمراں پوشیدہ طور پر مسلمان ہو گیا ہوگا اور مزید تین شادیاں کر لی ہوں گی۔ چار عدد سادہ ورق اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ چار ورق.... واہ.... اُس نے صاف اشارہ کیا ہے کہ چاروں کو اکٹھا کیا جائے وہ خود ہی آپس میں وصیت نامہ مرتب کر لیں گی۔!"

خان داور اُسے عجیب نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ اُس کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ "کہیں تمہیں چڑیا گھر والے نہ پکڑ لے جائیں۔!"

"میں کسی قسم کا بھی خان نہیں ہوں۔ ہمارے یہاں سرسوں کے تیل کی آڑھت بھی ہوتی ہے۔!"

دفعتاً جولیا کی آواز کمرے میں گونجی۔ "بیرسٹر کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ لفافہ بدل دیا گیا ہو۔!"

"ناممکن... مادام... یہ وہی لفافہ ہے جو موسیو شیمراں نے بذاتِ خود میرے حوالے کیا تھا۔ میرے سامنے ہی انہوں نے اس پر لاخ کی سیل لگائی تھی اور اُسے اپنی انگشتری سے مہر کیا تھا۔!"

"اگر یہ بات ہے تو پھر اُس وقت موسیو شیمراں کی ذہنی حالت مشکوک رہی ہوگی۔!" خان داور بولا۔

سردار امان نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی وصیت نامہ موجود نہیں ہے۔ نہ ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیسی ماتیف کے علاوہ اس کا ترکہ کسی اور کو نہیں پہنچتا۔!"

"ہمیں نتائج اخذ کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔!" خان داور بولا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو....؟' سردار امان نے اس سے براہِ راست سوال کیا۔

"کچھ بھی نہیں.. میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ کسی دوسرے کو ان معاملات سے کیا سروکار۔!"

"ٹھیک ہے....؟" سردار امان نے کہا اور جولیا کی طرف مڑ کر بولا۔ "تمہیں اس سلسلے میں فکر مند نہیں ہونا چاہئے۔ شیمراں کا سب کچھ تمہارا ہی ہے۔ دل چاہے یہیں رہو دل چاہے سب کچھ فروخت کر دو۔ میں سرکاری طور پر تمہارا سرمایہ فرانس منتقل کرا دینے کی کوشش کروں گا۔!"

جولیا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور خاموش بیٹھی رہی۔ دفعتاً عمران نے بالکل اسی طرح ہاتھ اٹھا دیا جیسے کسی کلاس روم میں بیٹھا ہوا ہو۔

"جی.... فرمایئے.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔!" سردار امان نے منہ ٹیڑھا کر کے پوچھا۔

"مم.... میں.... یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کیا ایک ہی ورق سے کام نہیں چل سکتا تھا چار کیوں رکھے گئے تھے لفافے میں۔!"

"کیا بات ہوئی۔!"

"بہت بڑی بات ہوئی۔ اسے روا روی میں نہ ٹالئے یہ مسٹری ہے۔!"

"بیٹھ جاؤ.... کیوں فضول باتیں کر رہے ہو۔!" خان داور آہستہ سے بولا۔

"تو یہ مسٹری ہے۔!" سردار امان نے پوچھا۔

"جی ہاں....!"

اس پر کچھ لوگ بے ساختہ مسکرا پڑے اور سردار امان نے کہا۔ "غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان سادہ کاغذات پر کوئی خفیہ تحریر موجود ہے جسے کسی طریقے سے ابھارا جا سکتا ہے۔!"

"جی نہیں.... یہ طریقہ بہت پُرانا ہوا۔ آج کل بچوں کا کھیل ہے۔!"

"پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں....؟"

"خان داور آپ بتا دیجئے۔!" عمران اُس کی طرف مڑ کر بولا۔ "مجھ میں تقریر کرنے کی

صلاحیت نہیں ہے۔!"

سب لوگ اُس کی طرف متوجہ ہو گئے اور وہ اس اچانک حملے پر بھونچکا رہ گیا۔

"ہاں.... ہاں بتا دیجئے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ابھی میں نے جو کچھ کہا تھا۔!"

"آپ خود ہی کیوں نہیں بتا دیتے۔!" خان داور نے جھلا کر کہا۔

"مم.... مجھے شرم آتی ہے۔!" عمران نے شرما کر کہا اور بیٹھ گیا۔

سردار امان اُسے قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔

"بتا دیجئے.... آپ ہی بتا دیجئے۔!" کئی آوازیں آئیں اور خان داور کو غصہ آ گیا۔

"یہ ایک نیم دیوانہ اور احمق قسم کا آدمی ہے۔!" خان داور نے کہا۔

"خان داور آپ میری توہین کر رہے ہیں۔!" عمران نے نتھنے پھلائے اور اٹھ گیا۔ پھر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "باہر نکلئے.... دیکھ لوں گا.... آپ کو....!"

لوگ اُس کے چیلنج کرنے کے انداز پر متحیر رہ گئے۔ کیونکہ خان داور تو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ سردار گڈھ میں کون تھا جو اُس سے آنکھیں ملا کر گفتگو کر سکتا۔

"وہ دراصل....!" خان داور کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "کیا کہوں.... بس ایک منہ لگا مصاحب سمجھ لیجئے۔!"

"لیکن خان داور وہ کہنا کیا چاہتا تھا۔!" سردار امان نے پوچھا۔

"ایک مجہول سا آدمی کہہ بھی کیا سکتا ہے۔ ویسے کچھ کہہ ضرور رہا تھا۔ لیکن یہ ایسا موقع نہیں تھا کہ میں اُس کی طرف توجہ دیتا۔!"

دوسری طرف کوئی وکیل سے سوال کر بیٹھا۔ "کیا خیال ہے آپ کا..... کسی نے آپ کی تحویل سے اصل لفافہ اڑا کر دوسرا تو نہیں رکھ دیا۔!"

"ناممکن جناب....!" وکیل نے جواب دیا۔ "میرے آفس کی سیف میرے علاوہ اور کوئی نہیں کھول سکتا۔!"

"بسا اوقات ہم خوش فہمیوں میں بھی مبتلا رہتے ہیں۔!" کسی اور نے وکیل پر یلغار کی۔

اُدھر جولیا سوچ رہی تھی کہ کہیں خود اُس کی خاموشی غیر فطری تو نہیں اُسے کچھ نہ کچھ ضرور بولنا چاہئے۔

"میں اپنے ہمدرد حضرات سے استدعا کروں گی کہ اس بات کو آگے نہ بڑھائیں۔ وصیت

نامے کے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں بہر حال شیمراں کی وارث ہوں۔!"

"لیکن یہ تو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا دوست شیمراں چاہتا کیا تھا....؟" سردار امان نے کہا۔

"سردار صاحب میں مادام شیمراں کا ہم خیال ہوں۔ اُنہیں خواہ مخواہ کسی الجھن میں نہ ڈالا جائے جب وہ کہتی ہیں کہ وہ تنہا وارث ہیں تو ہمیں تسلیم کر لینا چاہئے۔!" خان داور نے کہا۔

"بات کورٹ کے تسلیم کرنے کی ہے۔!" کسی نے کہا۔

"یہ بھی ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔!" خان داور بولا۔

"اس میں کوئی نہ کوئی اشارہ ضرور پوشیدہ ہے۔!" سردار امان نے کہا لیکن پھر کوئی کچھ نہیں بولا تھا۔

وہ باہر نکلے سردار امان خان داور کے ساتھ تھا۔ اُس نے پوچھا۔

"آخر وہ ہے کون....؟"

"کسی تاجر کا بے مغز لونڈا ہے دارالحکومت سے آیا ہے۔!"

"آخر وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔!"

خان داور نے عمران کا چٹکلہ سردار امان کو سنا دیا۔ پہلے تو وہ ہنسا تھا پھر یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ "تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ شیمراں ایک بے حد پُر اسرار آدمی تھا۔!"

"میری دانست میں صرف سنکی تھا۔!" خان داور نے لاپرواہی سے کہا اور سردار امان سے مصافحہ کر کے اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ گاڑی پر بیٹھتے ہی اُس کے چہرے پر اچانک ایسی بشاشت نظر آنے لگی جیسے اُس قبرستانی ماحول سے نجات ملنے پر اُس کی روح تک قہقہے لگا رہی ہو۔

گاڑی پُر پیچ پہاڑی راستوں پر چکراتی رہی۔ ڈرائیونگ کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا تھا جیسے اُسے کہیں پہنچنے کی جلدی ہو۔

بالآخر گاڑی ایک چوبی کیبن کے قریب رکی تھی خان داور نے ایک مخصوص انداز میں کئی بار ہارن بجایا تھا کیبن کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی باہر نکل کر کھڑا ہو گیا۔ صورت ہی سے خطرناک اور شاطر معلوم ہوتا تھا۔

"کیا رہی....؟" خان داور نے اس سے پوچھا۔

"فتح.... کیا آپ آخری رسومات سے فارغ ہو کر نہیں آئے خان۔!" اُس آدمی نے کہا۔

"ہاں میں نے دیکھا تھا۔ اُس لفافے میں سے سادہ کاغذ کے چار ورق برآمد ہوئے تھے۔!"

"بس تو پھر سمجھ لیجئے۔!"

"لاؤ کہاں ہے....؟" خان داور نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"ایک ہاتھ سے لفافہ اور دوسرے ہاتھ سے معاوضہ....!" اس نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں پوری رقم لایا ہوں۔!" خان داور نے کوٹ کی اوپری جیب کو تھپکی دے کر کہا۔

"نکالئے.... میں لفافہ لا رہا ہوں۔!" کہہ کر وہ اندر چلا گیا۔

خان داور گاڑی سے اُتر آیا۔ اسکے چہرے پر اضطراب کی لہریں تھیں اور آنکھوں سے بے یقینی جھلک رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے اس شخص پر اعتماد نہ ہو۔

وہ آدمی کیبن سے برآمد ہوا اُس کے ہاتھ میں ویسا ہی ایک لفافہ تھا۔ جیسا تھوڑی دیر قبل شیمراں کے وکیل کی تحویل میں دیکھ چکا تھا۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھادیا۔

"نہیں خان....!" اجنبی سر ہلا کر بولا۔ "پہلے معاوضہ....!"

"مجھے اپنا اطمینان بھی تو کر لینے دے۔!" خان داور جھنجھلا کر بولا۔ "میں صرف سیل دیکھوں گا۔!"

"ٹھیک ہے دیکھ لیجئے۔!" اس نے لفافے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر خان داور کے چہرے کے قریب کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔!" خان داور جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

گڈی اُس کے ہاتھ سے جھپٹ لی گئی اور لفافہ تھما دیا گیا۔ خان داور نے ایک بار پھر لفافے کو غور سے دیکھا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"آئندہ بھی یاد رکھئے گا۔!" اجنبی ہاتھ ہلا کر بولا۔

خان داور نے سر کو جنبش دی اور گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔ اجنبی اب بھی کیبن کے دروازے ہی پر کھڑا تھا اور شاید اُس کے فرشتوں کو بھی علم نہ رہا ہو کہ خان داور اب کیا کرنے والا ہے۔ خان داور کا داہنا ہاتھ سیٹ کے نیچے سے برآمد ہوا جس میں سائیلنسر لگا ہوا پستول تھا۔ پھر پستول کی نال اتنی تیزی سے اجنبی کی طرف اٹھی کہ وہ سنبھل بھی نہ سکا۔ ہلکی سی آواز ہوئی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا کیبن کی دیوار سے جا لگا۔ اُس کا داہنا ہاتھ دل کے مقام پر تھا اور آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ نوٹوں کی گڈی گرفت سے نکل کر دور جا پڑی تھی۔ کیبن کی دیوار سے رگڑ کھاتا ہوا بالآخر وہ نیچے گر گیا۔

خان داور نہایت اطمینان سے اتر کر آگے بڑھا اور نوٹوں کی گڈی اٹھائی اور پھر گاڑی میں جا بیٹھا۔ انجن پہلے ہی سے اسٹارٹ تھا۔ گیئر بدلتے ہی گاڑی جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ دور دور

تک کوئی تیسرا فرد نظر نہیں آرہا تھا۔

☆

جولیانا فٹنر واٹر نئی الجھن میں پڑگئی تھی۔ لیکن یہ الجھن اُس لفافے سے متعلق نہیں تھی۔ اُس میں سے اگر بندر کا بچہ بھی برآمد ہوتا تو اُسے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہوتی۔ قصہ دراصل تھا عمران کا۔ اچانک اس طرح نمودار ہوا اور ایک مہمان کو دھمکیاں دیتا ہوا اٹھ گیا۔ اُسے بڑی تشویش ہوگئی تھی کہ کہیں باہر اس نے ہنگامہ نہ برپا کیا ہو۔ **آخر وہ آدمی کون تھا جسے وہ دھمکیاں دیتا ہوا چلا گیا تھا۔**

رسم تعزیت کی ادائیگی کے اختتام پر اُس نے میریا کو طلب کیا۔

"وہ کون تھا....؟" اُس نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کون مادام....!"

"وہ جو عین رسم تعزیت کے دوران میں اٹھ کر چلا گیا تھا۔!"

"ارے وہ مادام....!" وہ مسکرا کر بولی۔ "ایک سیدھا سادہ آدمی ہے کسی قدر بے وقوف بھی ہے۔ موسیو شیمراں اُسے پسند کرتے تھے۔!"

"لیکن جب وہ اٹھا تو غصے میں معلوم ہوتا تھا۔!"

"جی ہاں مادام.... اُسے شائد خان داور پر غصہ آگیا تھا۔!"

"خان داور کون ہے....؟"

"یہاں کا ایک معزز آدمی لیکن اُس کی شہرت اچھی نہیں ہے۔ بے چارہ بے وقوف ضرور کسی الجھن میں پڑے گا۔ اگر خان داور کو اُس کا رویہ نامناسب لگا ہوگا۔!"

"وہ کیا کرے گا....!"

"بے وقوف آدمی کا قتل بھی ہو سکتا ہے۔!"

"اوہ.... تو کیا خان داور ایسا آدمی ہے۔!"

"سنا ہے کہ اُس پر کئی افراد کے قتل کا الزام ہے۔ لیکن پولیس کو کبھی اُس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں مل سکا۔!"

"وہ بے وقوف آخر ہے کون....؟"

"علی عمران نام ہے... دارالحکومت سے آیا ہے۔ کسی بہت مالدار گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔!"

"شیمراں سے کب سے ملاقات تھی۔!"

"یہی کوئی پچھلے تین ماہ سے.... شیمر اں اُس کی صحبت میں بہت خوش و خرم رہتے تھے۔!"

جولیا سوچ میں پڑ گئی۔ آخر کب تک یہ ڈرامہ جاری رہے گا۔ اگر اس کے مقصد کا علم ہو جاتا تو شائد وہ اتنی زیادہ الجھن محسوس نہ کرتی۔!

بہر حال یہ کوئی ایسا ہی چکر تھا جو بہت دنوں سے چل رہا تھا۔ ورنہ تین ماہ پہلے یہاں عمران کا کیا کام۔ دوسری طرف جولیا نے محسوس کیا کہ میریا اُس سے کسی نہ کسی طرح متاثر ضرور ہوئی ہے۔

"کیا وہ شیمر اں سے اتنا ہی قریب تھا کہ وصیت سننے کے لئے اُسے روکا جاتا۔!" جولیا نے میریا کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میری دانست میں ایسا ہی تھا۔!"

"صورت سے بالکل احمق لگ رہا تھا۔!"

"لیکن اُس کی حماقتوں پر غصہ نہیں آتا۔!" میریا مسکرا کر بولی۔

"اونہہ جہنم میں جائے۔!" جولیا سر جھٹک کر بولی۔ "آخر شیمر اں نے مرتے مرتے یہ ڈرامہ کیوں کیا؟"

"مجھے خود بھی حیرت ہے مادام.... لفافے میں سادہ کاغذات رکھنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔!"

"کہیں لفافہ بدل تو نہیں دیا گیا۔!"

"موسیو شیمر اں وکیل پر اعتماد کرتے تھے۔!"

"ہو سکتا ہے وکیل کی لاعلمی میں بدلا گیا ہے۔!"

"یہ ناممکن ہے۔!"

"اوہ.... کیا فرق پڑتا ہے اس سے.... میرے اپنے کاغذات ہی کافی ہوں گے۔!"

میریا کچھ نہ بولی۔ جولیا نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "میں نہیں سمجھ سکتی کہ میرے اور شیمر اں کے خلاف کس قسم کی سازش ہوئی ہے۔ رات اتنا ہنگامہ ہوا ایک ملازم زخمی بھی ہو گیا۔ لیکن پولیس کو اطلاع نہ دی گئی۔!"

"مادام کیا آپ مجھ پر کسی قسم کا شبہ کر رہی ہیں۔!"

"تم پر کیوں کروں گی۔!"

"پولیس کو اطلاع دینا میرے ہی فرائض سے تعلق رکھتا ہے۔!"

"میں پوچھتی ہوں آخر شیمر اں نے تمہیں اس سے کیوں روکا تھا۔!"

"کاش مجھے معلوم ہوتا۔!" وہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔

"میں نے مشرقی اسرار کے بارے میں کہانیاں پڑھی تھیں اور انہیں کہانیاں ہی سمجھتی تھی۔ لیکن اب ایک ٹھوس حقیقت سے دوچار ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔!"

"یہاں آپ کے ہمدرد بھی موجود ہیں۔!" میریا نے کہا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی اور میریا نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو.... اُوہ.... فرمائیے.... جناب.... اچھا.... ذرا ہولڈ آن کیجئے۔!" وہ ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر جولیا کی طرف مڑی اور بولی۔ "گرینڈ ہوٹل کا منیجر ہے۔ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔!"

"کیوں مجھ سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔!"

"موسیو شیمر اں کے خاص آدمیوں میں سے تھا۔!"

"تم پہلے ہی بتا چکی ہو۔ خیر کہہ دو آجائے۔ اس وقت مجھے کوئی مصروفیت نہیں ہے۔!"

میریا نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "ہیلو.... جی ہاں.... آجائیے.... اس وقت.... مادام کو فرصت ہے۔!"

ریسیور رکھ کر وہ بولی۔ "کیا اس ملاقات کے دوران میں میری موجودگی ضروری ہوگی؟"

"یقیناً.... میں یہاں اجنبی ہوں.... اور نہیں جانتی کہ لوگ مجھ سے کس قسم کی باتیں کریں گے اور میرا جواب کیا ہوگا۔!"

"بہت بہتر.... میں ابھی آئی۔!" میریا نے کہا اور لیونگ روم سے نکل کر اُس حصے میں آئی جہاں تینوں ملازمین رہتے تھے۔ طارق کی خیریت دریافت کرنا چاہتی تھی۔ اُس کے بازو کا زخم تکلیف دہ ہو گیا تھا۔ اُسی کی وجہ سے بخار بھی ہو گیا تھا۔ گل میر اور سجاد بھی وہیں تھے۔ انہوں نے بتایا کہ بخار تیز ہے۔ غفلت طاری ہو گئی ہے۔

میریا سجاد کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتی ہوئی کمرے سے نکل آئی پھر راہداری کے سرے پر رک کر مڑی تھی۔ سجاد بھی رک گیا۔

"گرینڈ ہوٹل کے منیجر کی کال آئی تھی۔!" میریا بولی۔ "وہ مادام سے ملنا چاہتا ہے۔ میں اب کسی پر بھی اعتماد نہیں کر سکتی۔ تم لوگ خیال رکھنا۔!"

"بہت بہتر.... لیکن لفافے کا کیا قصہ تھا۔!" سجاد نے پوچھا۔

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس میں سے وصیت نامہ برآمد ہونے کی توقع تھی لیکن سادہ کاغذ

کے چار شیٹ نکلے۔!"

"اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔!"

"یا تو یہ کوئی اشارہ ہے۔ یا پھر وکیل کی لاعلمی میں لفافہ بدل دیا گیا ہوگا۔!"

"بڑی دشواری تو یہ ہے کہ ہم مخالفین کی شخصیتوں سے واقف نہیں ہیں۔ ورنہ کبھی کا کھیل ختم ہو چکا ہوتا اور ہاں وہ مسٹر عمران کا کیا قصہ تھا۔!"

"خان داور سے کس معاملے میں جھڑپ ہو گئی تھی۔!"

"آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ بیچ بازار میں ماروں گا۔!"

"اُسے سمجھاؤ.... کہیں خود ہی نہ مارا جائے۔!"

"مجھے تو کچھ دماغ سے اُترے ہوئے لگتے ہیں۔!"

"خدا جانے.... ویسے بہت معصوم آدمی ہے۔ کوشش کرنا سمجھانے کی۔ اچھی بات ہے میں چلی۔ گرینڈ کا منیجر آنے والا ہے۔!"

وہ پھر وہیں واپس آ گئی جہاں جولیا آرام کرسی پر آنکھیں بند کئے نیم دراز تھی۔ اس کی آہٹ پر چونک کر بولی۔ "کیا وہ آ گیا۔!"

"نہیں مادام.... میں ذرا طارق کی عیادت کو گئی تھی۔!"

"کیسا ہے۔!"

"تیز بخار اور غفلت....!"

"کہیں سپٹک تو نہیں ہو گیا۔ ان لوگوں نے خود ہی اُس کی ڈریسنگ وغیرہ کی تھی۔ کسی ڈاکٹر کو نہیں دکھایا تھا۔ پتا نہیں یہاں کیا ہو رہا ہے۔!"

"مادام جو کچھ بھی ہو رہا ہے موسیو شیمرا اس کی ہدایات کے مطابق ہو رہا ہے۔!"

"اُوہو.... ٹھہرو....!" جولیا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "اب تم لوگوں کی تنخواہوں کا کیا ہوگا....؟"

"جب تک آپ رکھنا چاہیں گی ہمیں اُن کے وکیل سے تنخواہیں ملتی رہیں گی۔ وکیل کو وہ اس قسم کی ایک تحریر دے گئے ہیں۔!"

"میں تو کسی کو بھی الگ کرنا نہیں چاہتی۔!"

"شکریہ مادام....!"

اتنے میں اطلاعی گھنٹی کی آواز عمارت میں گونجی اور میریا اٹھتی ہوئی بولی۔ "شائد وہ آ گیا۔!"

برآمدے میں پہنچی تو منیجر کی بجائے عمران دکھائی دیا۔ نہ جانے کیوں میریا اُسے دیکھ کر کھل اٹھی۔!

"اُوہ.... تم کہاں....؟"

"کیا مادام کو معلوم ہو گیا کہ خان داور سے میری کیا بات ہوئی تھی۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں سوال کیا۔

"کسی کو کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔ آخر کیا بات تھی؟ تم نے اُسے اس طرح چیلنج کر کے اچھا نہیں کیا۔ وہ خطرناک آدمی ہے۔!"

"ہوا کرے....!" عمران سر جھٹک کر بولا۔

"تم سمجھتے نہیں۔ لیکن خیر بات کیا تھی۔!"

"مجھ سے کچھ معلوم کرنے سے پہلے تم بتاؤ کہ چار سادہ ورقوں کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔!"

"خدا جانے.... عقل چکرا کر رہ گئی ہے۔!"

"مسٹری مائی ڈیئر مسٹری۔!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "چار ورق کیوں؟ کیا ایک یا دو سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ چار کا عدد کیا ظاہر کرتا ہے۔ میں نے ہملاک شومز کے ناول پڑھے ہیں۔!"

"ہملاک شومز....!" میریا ہنس کر بولی۔ "تم شائد شرلاک ہومز کہنا چاہتے ہو۔!"

"وہی وہی.... تو تم نے بھی پڑھے ہیں۔!"

"قریب قریب سبھی پڑھ ڈالے ہیں۔!"

"اچھا تو پھر بتاؤ چار کا مطلب....؟"

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ایک گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور میریا نے گرینڈ ہوٹل کے منیجر کو پہچان لیا۔ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "کیا تمہیں مادام سے ملنا ہے....؟"

"نہیں تو اُن سے مل کر کیا کروں گا۔ میں تو تم سے پوچھنے آیا تھا چار کا مطلب....!"

"اچھی بات ہے۔ تو تم لان پر بیٹھو.... میں تھوڑی دیر بعد تم سے ملوں گی۔ یہ صاحب مادام سے ملنے آئے ہیں۔!"

"اچھا.... اچھا....!" عمران اٹھ کر برآمدے سے لان پر اُتر گیا۔ منیجر نے اُسے گھور کر دیکھا تھا۔ عمران نے احمقانہ انداز میں سلام کے لئے ہاتھ اٹھا دیا۔ جواب میں سر ہلا کر منیجر مسکرایا تھا۔

"آیئے.... مادام آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔!" میریا آگے بڑھ کر بولی۔ وہ اُسے نشست کے کمرے میں لائی۔

مینیجر نے سب سے پہلے آخری رسوم میں شرکت نہ کر سکنے پر معافی مانگی پھر بولا۔ "یہ بہت اہم معاملہ ہے جس پر گفتگو کرنے کے لئے میں آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ یہ بات فی الحال ہم دونوں سے آگے نہ بڑھے۔!"

"یہ شیمراں کی معتمد خاص ہے۔!" جولیا میریا کی طرف دیکھ کر بولی۔ "اس لئے اس کی موجودگی ضروری ہے۔ میں یہاں اجنبی ہوں۔!"

مینیجر بُرا سامنہ بنا کر رہ گیا۔ شاید یہ بات اُسے پسند نہیں آئی تھی۔ بہر حال وہ آہستہ سے بولا۔

"آپ جائیں.... معاملہ بہت اہم ہے۔!"

"جو کچھ بھی ہو سیکریٹری ہر قسم کی گفتگو میں شریک ہو گی۔!"

"میں یہ عرض کرنے آیا تھا کہ یہاں لوگ آپ کے لئے الجھاوے پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کے لئے کمرہ مخصوص کرانے کے لئے موسیو شیمراں نے میرے پاس ایک تحریر بھیجی تھی۔ میں اُس وقت جو کوٹ پہنے ہوئے تھا اس کی جیب میں وہ تحریر ڈال دی تھی۔ پھر وہ کوٹ اپنے ریٹائرنگ روم میں لٹکا دیا تھا۔ اُس کے بعد سے پھر میں نے وہ کوٹ پہنا ہی نہیں اور ہاں اس تحریر کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ میں اُسے بھول گیا تھا۔ لیکن آج ایک ایسی بات سامنے آئی کہ مجھے اس تحریر کے بارے میں سوچنا پڑا اور میں اس تحریر کو تلاش کرنے ہوٹل میں اپنے ریٹائرنگ روم میں پہنچا تو وہاں ابتری نظر آئی۔ پورے کمرے کو کسی نے الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا اور وہ تحریر غائب تھی۔!"

"تحریر کی کیا اہمیت تھی....؟" جولیا اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی اور مینیجر نے بھی جواباً اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک فرد نے آپ پر شبہ ظاہر کیا تھا کہ آپ حقیقتاً موسیو شیمراں کی بیوی نہیں ہیں۔ موسیو شیمراں زندہ نہیں ہیں کہ وہ اس کی تصدیق کریں گے۔ میں نے کہا کہ موسیو شیمراں کی تحریر میرے پاس محفوظ ہے۔ کمرہ مخصوص کرانے کے لئے انہوں نے جو خط مجھے لکھا تھا اُس میں وضاحت کی تھی کہ لیسی ماتیف اُن کی بیوی ہیں اور فرانس سے آئیں گی۔!"

"اور اُن کے بعد جب تم نے اُس تحریر کو دوبارہ تلاش کیا تو وہ غائب تھی۔!" جولیا نے پوچھا۔

"جی ہاں یہی بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اُس فرد نے مجھ سے معلومات حاصل کر لینے کے بعد وہ تحریر میری تحویل سے غائب کرا دی۔!"

"کیا آپ کو وصیت کے بارے میں معلوم ہوا....؟" دفعتاً میریا نے اُس سے سوال کیا۔

"جی نہیں۔!"

"اس میں بھی گڑبڑ ہوئی ہے۔ کسی نے اصل وصیت وکیل کی تحویل سے غائب کر کے ویسا ہی لفافہ اُس کی جگہ رکھ دیا اور جب وہ لفافہ وکیل نے یہاں معززین کے سامنے کھولا اُس میں سے سادہ کاغذ کے ورق بر آمد ہوئے۔"

"خدا کی پناہ....!" مینیجر اچھل پڑا۔

"اور اس لئے اب یہ بے حد ضروری ہو جاتا ہے کہ آپ اُس فرد کا نام بتا دیں جس نے مادام کی اصلیت کے بارے میں شبہ ظاہر کیا تھا۔!"

"بڑی سنگین بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح زبان کھولوں۔ دراصل مجھ سے غلطی ہوئی تھی کہ اس کا مقصد معلوم ہونے سے پہلے ہی میں نے اُس سے موسیو شیمراں کی اُس تحریر کا ذکر کر دیا تھا جو میرے پاس تھی۔ لہٰذا اُس نے پہلی فرصت میں ریٹائرنگ روم پر ہاتھ صاف کرا دیا۔!"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ کیسا مقصد۔!" جولیا بولی۔

"یہی کہ وہ کیوں آپ کو موسیو شیمراں کی بیوی تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے۔ اگر مجھے اس کی وجہ پہلے ہی معلوم ہو جاتی تو اس تحریر کا ذکر اُس سے نہ کرتا بلکہ اُسے آپ کے حوالے کر دیتا۔!"

"کس بناء پر مجھے بیوی تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔!"

"اس کا دعویٰ ہے کہ وہ خود شیمراں کی بیوی ہے اور یہ شادی تین ماہ پہلے ہوئی تھی۔!"

"کیا مطلب....؟" میریا بوکھلا کر اٹھ گئی۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مینیجر کو دیکھتی رہی پھر بولی۔

"کون ہے وہ....؟"

"روزاپالگریو.... آرٹسٹ....!"

"اوہ.... وہ کتیا....!" میریا طویل سانس لے کر پھر بیٹھ گئی۔!

"کیا قصہ ہے۔!" جولیا بہت زیادہ مضطرب نظر آنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

"اس نے مجھے شادی کے کاغذات بھی دکھائے تھے۔ سردار گڈھ ہی کی کورٹ میں سول میرج ہوئی تھی۔!"

"قطعی غیر قانونی! اُس کی کوئی حیثیت نہ ہو گی۔!" جولیا غصیلے لہجے میں بولی۔

"آپ صبر سے کام لیں مادام....!" میریا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "وہ کاغذات قطعی طور پر جعلی

ہوں گے۔ موسیو شیمرا ایسے نہیں تھے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ کتیا انہیں گھیرے رہتی تھی
وہ اُس سے گھبراتے تھے۔ کئی بار خود مجھ سے کہا تھا کہ وہ اُس عورت کو پسند نہیں کرتے۔ کبھی کبھی
ایسا بھی ہوتا کہ وہ گھر پر موجود ہوتے اور وہ آتی تو کہلوا دیتے کہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ تین ماہ تک خاموش کیوں رہی اور بیوی تھی تو یہاں آکر کیوں نہیں
رہی۔ آخر یہ روزاپالگریو ہے کون....!" جولیا نے میریا سے سوال کیا۔

"ایک آوارہ سی یوریشین عورت ہے۔ یہاں کے دولت مندوں کو لوٹتی رہتی ہے۔ آرٹسٹ
ہونے کے بہانے پتا نہیں کہاں کہاں جا پہنچتی ہے اور کیا کیا کر گزرتی ہے۔!"

"آرٹسٹ تو ہے اور بہت منجھی ہوئی۔!" منیجر نے کہا۔

"جہنم میں جائے.... ہوگی جس میں انسانیت نہ ہو میں اُسے آرٹسٹ تسلیم ہی نہیں کرتی۔!"
میریا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"آخر وہ ہے کون؟ کیا شیمرا ان کے قریبی دوستوں میں اُس کا شمار ہوتا ہے۔!"

"ہرگز نہیں۔!" میریا بولی۔ "وہ اُسے منہ نہیں لگاتے تھے۔!"

"خیر بہر حال!" جولیا منیجر کیطرف دیکھ کر بولی۔ "کچھ بھی ہو جائے۔ میری پوزیشن مضبوط ہے۔!"

"میں دراصل آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے اُس تحریر کی خواہاں تھی۔!"

"کیا آپ نے اپنے ریٹائرنگ روم میں چوری کی رپورٹ درج کرا دی ہے۔!" میریا نے پوچھا۔

"یقیناً... اس میں تو میں نے دیر ہی نہیں لگائی۔ حالانکہ اُس تحریر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں
گیا۔ لیکن میں نے دس ہزار کی چوری کی رپورٹ درج کرائی ہے۔ تحریر کا نام تک نہیں لیا۔!"

"یہ آپ نے اچھا کیا ہے۔!"

"اب اگر وہ تحریر روزا ہی کے پاس پہنچی ہے تو دیکھئے کیا ہو۔!"

"تم اسکی فکر نہ کرو۔ دیکھا جائیگا۔!" جولیا کسی قدر تیز لہجے میں بولی اور منیجر واپسی کیلئے اٹھ گیا۔

"ذرا ٹھہریئے....!" میریا بھی اٹھتی ہوئی بولی۔ "اب آپ روزا کو کیا جواب دیں گے۔!"

"یہی کہ تحریر نہیں ملی.... چونکہ میری نظروں میں اُس کی اہمیت نہیں تھی۔ لہٰذا ممکن ہے
کہ ردی کی ٹوکری ہی کی نظر ہو گئی ہو۔!"

"ہاں یہی جواب مناسب رہے گا۔!"

روزاپالگریو اپنے کاٹیج کے برآمدے میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ سورج غروب ہو چکا تھا
لیکن ابھی فضا پر تاریکی کی یلغار نہیں ہوئی تھی۔ روزا بہت مضطرب تھی۔ بار بار اُس راستے کی
طرف نظر اٹھ جاتی تھی جس سے گزر کر گاڑیاں کاٹیج تک پہنچتی تھیں۔ کسی کی منتظر تھی۔ اتنی ہی
شدت سے کہ کمرے سے نکل کر برآمدے میں ٹہلنے لگی تھی۔ دفعتاً ایک گاڑی اُدھر ہی آتی دکھائی
دی اور وہ مضطربانہ انداز میں برآمدے سے نیچے اُتر آئی۔

گاڑی قریب پہنچ کر رکی تھی۔ خان داور دروازہ کھول کر نیچے اُترا۔

"بہت دیر لگائی تم نے۔!" روزا اس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"تم بہت مضطرب نظر آرہی ہو۔!"

"کیا مجھے مضطرب نہ ہونا چاہئے۔!"

"کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں تھا۔!"

"اوہ.... داور ڈیئر مجھے پریشان مت کرو.... بتاؤ کیا ہوا....!"

"وہی جو ہونا چاہئے.... تو اندر چلو نا.... کیا یہیں میری کارکردگی کی روداد سنو گی؟"

وہ دونوں سٹنگ روم میں آئے اور داور نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال کر اُس
کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ آسان کام نہیں تھا لیکن تمہاری خاطر....؟"

روزا نے لفافہ اُس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور اُسے الٹ پلٹ کر دیکھتی ہوئی بولی۔ "یہ مہریں
شیمرا کی انگشتری ہی سے لگائی گئی ہیں۔!"

"اوہو.... تو کیا میں تمہیں بہلانے کے لئے کوئی موڈل بنالایا ہوں۔!"

"نہیں! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ صرف تصدیق کی تھی کہ اس میں وصیت نامہ ہو سکتا ہے۔!"

"لیکن یقین کرو.... کہ میں اُس کی بیوہ کی حیثیت سے تمہاری شہرت نہیں چاہتا۔ محض
تمہاری خوشی کے لئے میں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے۔!"

"میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں نے انتقاماً اسے شادی
پر مجبور کیا تھا۔ ورنہ تمہارے علاوہ اور کوئی مرد آج تک آنکھوں میں جچا ہی نہیں۔!"

خان داور گردن اکڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگا اور وہ لفافے کی سیل توڑنے لگی۔ لفافہ کھلتے ہی خان داور آگے جھک آیا اور پھر وہ دونوں متحیر رہ گئے کیونکہ لفافے سے صرف ایک تصویر برآمد ہوئی تھی اور تصویر بھی کیسی؟ ایک گدھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اُس کے ساتھ نہ کوئی تحریر تھی اور نہ کوئی دوسرا کاغذ۔

"یہ کیا بلا ہے.....!" خان داور بدقت بولا۔

روزا نے لفافہ اور تصویر میز پر ڈال دیئے اور صوفے کی پشت گاہ سے ٹک کر اس طرح آنکھیں ملنے لگی جیسے کچھ دکھائی نہ دے رہا ہو۔ پھر اُس نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور خان داور چونک کر اُسے اس طرح گھورنے لگا جیسے وہ اچانک پاگل ہو گئی ہو۔

"اس طرح نہ دیکھو...!" وہ بدستور ہنستی ہوئی بولی۔ "یہ میری ہی ایک پینٹنگ کا فوٹوگراف ہے۔!"

"کیا وہ پینٹنگ شیمر اس ہی کے پاس تھی۔!"

"یہ مجھے یاد نہیں کہ کس نے خریدی تھی۔ باؤل دے سوف۔ ہاں ہاں.... میری ہی پینٹنگ تھی۔!"

"باؤل دے سوف.... کیا....؟"

"فرنچ میں گدھی کے بچے کو کہتے ہیں۔!"

"میں کہتا ہوں آخر اس کا مطلب کیا ہے۔!" خان داور جھلا کر بولا۔ "تم قہقہے لگا رہی ہو۔ حالانکہ اس لفافے کے حصول کے لئے مجھے۔!" اچانک وہ خاموش ہو گیا۔ حقیقت زبان سے پھسلنے ہی والی تھی کہ ذہن جاگ پڑا۔

"اوہ.... میں سمجھتی ہوں کہ تمہیں بڑی دشواریاں پیش آئی ہوں گی لیکن میں خود اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہوں۔!"

"یعنی یہ لفافہ تمہارے لئے فضول ہے۔!"

"پھر اور کیا کہوں....؟" وہ پُر تفکر لہجے میں بولی۔

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا....!"

"بہت کچھ ہوا... کم از کم یہ تو معلوم ہو گیا کہ اس نے کوئی وصیت مرتب نہیں کی تھی۔ یہ بات میرے ہی حق میں جاتی ہے۔!"

"لیکن وہ تحریر جو گرینڈ کے منیجر کے پاس ہے۔!"

"وہ بھی جہنم میں جائے۔!"

"آخر تمہارے ذہن میں کیا ہے؟ کیا اب تم کورٹ سے رجوع کرو گی۔!"

"ابھی کچھ اور بھی سوچنا پڑے گا۔!"

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔!"

"سیدھی سی بات ہے۔!"

"نہیں.... میں جانتا ہوں کہ تم نے کچھ اور لوگوں سے بھی مدد لی ہے۔!"

"کیا مطلب....؟" وہ خان داور کو بغور دیکھتی ہوئی بولی۔

"مجھے یہ محض شادی کا معاملہ نہیں معلوم ہوتا۔!"

"پھر؟ تم کیا سمجھتے ہو....؟"

"کچھ بھی نہیں سمجھتا.... سمجھنا چاہتا ہوں۔!"

"کیا سمجھنا چاہتے ہو....؟"

"شیمر اس بہت دنوں سے کسی دشواری میں مبتلا تھا۔ کسی کے خوف سے اُس نے تین ریٹائرڈ فوجی ملازم رکھے تھے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ اعلیٰ درجہ کے نشانہ باز اور لڑاکے ہیں۔ آخر شیمر اس جیسے بے ضرر آدمی سے کسی کو اس حد تک دشمنی کس بناء پر ہو سکتی ہے۔!"

"اس کا اپنا کوئی ذاتی معاملہ ہوگا.... میں کیا جانوں....!"

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ لوگ اُس کی کوٹھی میں گھسنے کی بھی کوشش کرتے رہے ہیں اور اس کے تینوں فوجی ملازموں نے ابھی تک اس میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ میرا خیال ہے کہ پچھلی رات بھی ایسی ہی کوئی واردات ہوئی تھی جس میں ایک ملازم زخمی ہو گیا ہے۔!"

"مجھے تم یہ سب کیوں بتا رہے ہو۔ میرا ایسے کسی معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔!"

"اچھا وہ آدمی کون ہے جس کی ناک پر سرخ رنگ کا بڑا سا تل ہے۔!"

"میں نہیں جانتی کہ تم کس کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔ میں کوئی خانہ نشین عورت نہیں ہوں۔ میرے ملنے جلنے والوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ اکثر سیاح بھی میرے پاس آتے رہتے ہیں۔ کیا تم کسی مقامی آدمی کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔!"

"نہیں وہ یوروپین ہی ہے۔!"

"اچھا....! تمہیں اس سلسلے میں کیا پریشانی ہے۔!"

"میں تمہیں چاہتا ہوں....!"

"کیا میں نے کبھی کہا کہ نہ چاہو....!"

"یہ بات نہیں.... اس سلسلے میں ہم مشرقیوں کا مزاج سب سے الگ ہے۔ ہم اپنی محبوبہ کے نزدیک کسی دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے۔!"

"میں سمجھتی ہوں.... ڈارلنگ....!" وہ اٹھلائی۔ "لیکن مجھے اپنا مزاج بدلنے میں وقت لگے گا۔ میں خود کو بدل دوں گی۔ مطمئن رہو.... اور پھر وہ سب صرف میرے دوست ہیں اور تم.... تم تو میری زندگی ہو۔!"

خان داور کے چہرے کے عضلات ڈھیلے پڑ گئے۔ ٹھیک اُسی وقت ایک ملازم اجازت لے کر کمرے میں داخل ہوا اور کسی کا ملاقاتی کارڈ روزا کی طرف بڑھا دیا۔!

"اوہ....!" کارڈ پر نظر پڑتے ہی وہ بھنا کر بولی۔ "یہ اس وقت کیوں آیا ہے....؟"

"کون ہے۔!" خان داور نے پوچھا۔

"وہی احمق عمران....!"

"آہا.... بلاؤ.... بلاؤ.... میں اس کی تھوڑی سی مرمت کرنا چاہتا ہوں۔!" خان داور نے کہا اور جلدی جلدی اُسے شیمرا اس کی کوٹھی میں ہونے والی احمقانہ جھڑپ کے بارے میں بتانے لگا۔

"اچھا.... اُسے بھیج دو....!" روزا نے ملازم سے کہا۔ وہ چلا گیا اور روزا خان داور کی طرف دیکھ کر بولی۔ "شاید وہ پوچھنے آیا ہے کہ اُس کی پورٹریٹ کب سے شروع کروں گی۔!"

"پورٹریٹ بنوانے والی شکل ہی نہ رہنے دوں گا۔!"

"یہاں نہیں.... یہاں کوئی ہنگامہ نہ برپا کر دینا۔!"

"ہنگامہ....!" خان داور نے حیرت سے کہا۔ "حلق سے آواز تک تو نکال نہیں سکے گا اور میں اس کا حلیہ اس حد تک بگاڑ دوں گا کہ وہ دو ایک ہفتے تک پہچانا نہ جا سکے۔!"

"نہیں....! بے وقوف ہے بے چارہ ورنہ تمہیں اس طرح چیلنج نہ کرتا۔ شائد وہ تمہیں اچھی طرح جانتا بھی نہیں۔!"

"خیر.... خیر.... آنے دو....!"

عمران کمرے میں داخل ہوا اور خان داور پر نظر پڑتے ہی دروازے پر رک گیا۔

"آؤ.... آؤ.... رک کیوں گئے۔!" خان داور نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"میں اس لئے رک گیا ہوں کہ یہاں ایک محترم خاتون بھی موجود ہیں۔!"

"ورنہ تم کیا کرتے۔!"

"تم پر نظر پڑتے ہی اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتا۔!"

"یعنی اگر میں کہیں باہر مل جاتا تو تم مجھ پر حملہ کر بیٹھتے۔!"

"بے شک....!"

"کیا تمہیں میرے بارے میں کسی نے کچھ نہیں بتایا۔!"

"شیمرا اس کی سیکریٹری کچھ بتانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن میں نے سنا ہی نہیں۔!"

"سن لیتے تو بہتر ہوتا۔!"

"چلو.... نکلو باہر....!" عمران نے پھر اُسے چیلنج کیا۔ گفتگو انگلش میں ہو رہی تھی یک بیک خان داور کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ اٹھ کر عمران پر جھپٹنے ہی والا تھا کہ روزا ان کے درمیان آتی ہوئی بولی۔ "یہاں نہیں۔!"

"اور کیا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اتنا خوبصورت فرنیچر اگر برباد ہو گیا تو مجھے قبر میں بھی چین نہیں آئے گا۔!"

"اب تمہاری قبر ہی بنے گی۔!" خان داور سانپ کی طرح پھپھکارا۔

"میرا خیال ہے کہ تم دونوں فی الحال سکون کے ساتھ بیٹھ جاؤ....!" روزا نے کہا۔

"خواتین کا حکم سر آنکھوں پر....!" کہتا ہوا عمران ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم بھی بیٹھ جاؤ....!" روزا خان داور کو دوسرے صوفے کی طرف دھکیلتی ہوئی بولی۔ وہ بیٹھ تو گیا لیکن عمران کو خوں خوار نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

"اب تم بتاؤ کہ اس وقت کیوں آئے تھے۔!" روزا نے عمران سے پوچھا۔

"یہ معلوم کرنے کے لئے کہ میری پورٹریٹ کب سے شروع کرو گی....؟"

"اگر میں کہوں کہ کبھی نہیں۔!"

"تو میں شرط ہار جاؤں گا۔!"

"بس تو تم شرط ہار گئے۔ تیس ہزار خان داور کو ادا کر دو....!"

"چیک لو گے یا کیش..!" عمران نے بڑی معصومیت سے سوال کیا اور خان داور پھر بھڑک اٹھا۔

"شٹ اپ... بنئے کی اولاد وہ محض مذاق تھا۔ تجھ جیسے کم رتبہ آدمی سے میں شرط لگاؤں گا ہونہہ!"

"چلو یہ بھی ٹھیک ہے پیسے بچے۔!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔

"بس اب چلے جاؤ....!" روزا نے عمران سے کہا۔

عمران اٹھ کر دروازے کیطرف بڑھا اور مڑ کر بولا۔ "لیکن میرا چیلنج بدستور برقرار ہے خان داور۔!"

"او خبیث....!" کہہ کر خان داور پھر اُس کی طرف جھپٹا اور اس بار روزا ان کے درمیان حائل نہ ہو سکی۔ عمران غافل نہیں تھا۔ بڑی پھرتی سے بائیں جانب ہٹ کر ایک جچا تلا ہاتھ اُس کی کنپٹی پر رسید کر دیا۔ خان داور کسی جڑ سے اکھڑے ہوئے تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا۔

شائد روزا کو توقع تھی کہ وہ پھر اٹھے گا اور اس بار عمران کی چٹنی ہی بنا کر رکھ دے گا۔ لیکن خان داور نے تو جنبش بھی نہ کی۔ عمران کھڑا ہونقوں کی طرح اُسے دیکھتا رہا۔ روزا خان داور کی طرف جھپٹی اور جھک کر اُسے آوازیں دینے لگی لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

"یہ کیا کیا تم نے....!" وہ عمران کی طرف جھپٹتی ہوئی بولی.... اور عمران بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر ہکلایا۔ "مم.... میں کک.... کیا جانوں.... ایک ہی ہاتھ تو مارا تھا۔!"

"وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔!"

"خدا مجھ پر رحم کرے۔!" عمران بوکھلاہٹ میں پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"اچھا.... اب جاؤ.... چلے ہی جاؤ.... یہاں سے۔!"

"پھر کب آؤں....؟" عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"جب دل چاہے.... ابھی چلے جاؤ.... جلدی کرو....!"

عمران اس سے بھی زیادہ بدحواسی کا مظاہرہ کرتا ہوا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ روزا خان داور کو پر تشویش نظروں سے دیکھتی رہی پھر اسی کے پاس آ بیٹھی تھی۔ ذرا دیر بعد اس کے جسم میں حرکت ہوئی اور اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر یک لخت اٹھ بیٹھا اور آنکھیں پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"وہ بھاگ گیا....!" روزا نے جلدی سے کہا۔

"میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!" کہتا ہوا وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ روزا آواز ہی دیتی رہ گئی تھی لیکن جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔ آگے بڑھ کر روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سن کر تھکے تھکے سے انداز میں وہ ٹیلی فون کی طرف بڑھی۔ شائد ڈائیل کرنے جا رہی تھی لیکن پھر کچھ سوچ کر رک گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی معاملے میں کوئی فیصلہ نہ کر پا رہی ہو۔ کچھ دیر بعد ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف

سے جواب ملنے پر بولی۔ "روزا.... فوراً آ جاؤ.... بے حد ضروری ہے۔!" ریسیور رکھ کر اُس میز کی طرف مڑی جس پر خان داور کا لایا ہوا لفافہ پڑا تھا۔ تصویر پھر لفافے سے نکالی اور اُسے پُر تشویش نظروں سے دیکھتی رہی۔ ساتھ ہی گھڑی پر بھی نظر ڈالتی جا رہی تھی۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد باہر سے کسی گاڑی کے انجن کا شور سنائی دیا تھا۔

وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔ برآمدے میں نکل آئی۔ آنے والا بھی برآمدے میں پہنچ چکا تھا۔ یہ ایک خاصا صحت مند اور قد آور سفید فام آدمی تھا۔ چہرے کے نقوش تیکھے تھے اور ناک پر ایک واضح قسم کا سرخ تل تھا۔

"چلو اندر چلو....!" روزا مضطربانہ انداز میں بولی۔

"بہت پریشان نظر آ رہی ہو۔!"

"ایسی ہی کچھ بات ہے۔!"

کمرے میں داخل ہو کر اُس نے دروازہ مقفل کر دیا اور اس سے بولی۔ "لفافہ حاصل کر لیا گیا ہے لیکن اس میں وصیت نامہ نہیں ہے۔!"

"پھر کیا ہے....؟"

"خود ہی دیکھ لو....!" لفافہ اس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔

نووارد نے لفافے سے تصویر نکالی اور اس پر نظر ڈالتے ہی اچھل پڑا۔

"باؤل دے سوف کا فوٹو گراف....!" اس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں.... اور اسے شیمران نے اس لفافے میں رکھا ہوگا۔!"

"تو گویا اب شبہ یقین میں بدل گیا ہے۔!" نووارد نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

"لیکن یہ بہت بُرا ہوا کہ اس لفافے کے حصول کے لئے ایک مقامی آدمی سے مدد لینی پڑی۔" روزا بھرائی ہوئی آواز میں بولی اور نووارد اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ خود ہی لفافہ حاصل کرنے کی کوشش کرو۔!" روزا نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جس سے تم نے مدد لی تھی وہ تمہارے خلاف نہیں جا سکتا۔!"

"ہو سکتا ہے کہ خلاف ہی ہو جائے۔!"

"ناممکن.... میرا خیال ہے کہ وہ تم پر بُری طرح مرتا ہے۔!"

"اور یہی سب سے زیادہ خطرناک بات ہے۔!"

"کیوں خطرناک کیوں ہے۔!"

"اسی جذبے کے تحت وہ میری ٹوہ میں رہنے لگا ہے۔ حتیٰ کہ اُسکی نظر خصوصیت سے تم پر ہے۔!"

"اوہ.... تب تو مجھے سوچنا پڑے گا۔!"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد روزا نے عمران کا قصہ شروع کر دیا۔ وہ بڑی توجہ سے سنتا رہا اور اس کے خاموش ہو جانے پر چٹکی بجا کر بولا۔ "یہ ہوئی نا بات! اب اگر تم اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاؤ تو وہ اُسی احمق کے ہاتھوں قتل بھی ہو سکتا ہے۔!"

روزا کچھ نہ بولی اور وہ فون کی طرف بڑھا.... ریسیور اٹھایا ہی تھا کہ وہ ہاتھ سے چھوٹ کر میز کے نیچے جا پڑا۔ وہ ریسیور اٹھانے کیلئے جھکا اور جھکا ہی رہ گیا۔ پھر ریسیور اٹھائے بغیر سیدھا ہو گیا۔

"کیا بات ہے....؟" روزا نے متحیرانہ لہجے میں سوال کیا۔

جواب میں اُس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اس کا بازو پکڑ کر کمرے سے نکال لایا۔

"آخر بات کیا ہے۔!" روزا اُس وقت جھنجھلا کر بولی جب وہ اُسے دوسرے کمرے میں لے جا رہا تھا۔

"اس معاملے نے پتا نہیں کون سا رخ اختیار کر لیا ہے۔!" نووارد نے کہا۔ "جنہیں ہم نے آلۂ کار بنانے کی کوشش کی وہ خود ہمارے خلاف جاسوسی کر رہے ہیں۔!"

"کھل کر بات کرو.... میں نہیں سمجھی۔!"

"میں فون کا ریسیور اٹھانے کے لئے جھکا تو میز کے نیچے وہ الیکٹرونک بگ نظر آ گیا جسے بڑی احتیاط سے وہاں چپکایا گیا ہے۔!"

"نہیں....!" روزا اچھل پڑی اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔ "تو یہ خان داور پوری طرح میری ٹوہ میں رہا ہے۔ خیر میں دیکھوں گی۔!"

"اُس کمرے میں ہونے والی ساری گفتگو کوئی سنتا رہا ہے۔!" نووارد بولا۔

"خان داور سے کام لینے کی تجویز تمہاری ہی تھی۔ میں تو اُس سے متفق نہیں تھی۔!"

"کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم اُسے خاموشی سے سلا دیں گے۔!"

"یہ آسان نہ ہو گا.... بیلارڈ.... وہ بہت چالاک ہے۔!"

"اُس چالاک کو بے وقوف سے پٹوا دو....!"

"بہر حال یہ نیا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ جہنم میں جائے۔ اب تم اُس پینٹنگ کے لئے کیا کرو گے۔ شیمراں مر جانے کے بعد بھی ہمیں چڑھا رہا ہے۔ کیا مر جانے کے بعد اُس نے کھلم کھلا اظہار نہیں کر دیا کہ پینٹنگ اُسی کے قبضے میں تھی۔ اُوہ.... ٹھہرو.... مجھ سے ایک غلطی اور بھی ہوئی ہے۔!"

روزا بُرا سا منہ بنا کر خاموش ہو گئی اور بیلارڈ اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

"غلطی یہ ہوئی ہے۔!" وہ کچھ دیر بعد بولی۔ "کہ میں نے خان داور کے سامنے اظہار کر دیا تھا کہ وہ میری ہی ایک پینٹنگ کا فوٹو گراف ہے۔!"

"اوہ.... یہ کیا کیا تم نے۔!" بیلارڈ دانت پیس کر رہ گیا۔

"اُس کے لفافے سے برآمد ہوتے ہی میں نروس ہو گئی تھی۔!"

"تم سے غلطیوں پر غلطیاں ہوئی ہیں روزا....!"

"ہاں کچھ ایسا ہی ہوا ہے لیکن اُن غلطیوں کی اصلاح ممکن ہے۔!"

"یعنی مزید غلطیوں کا امکان ہے۔!"

"خیر.... خیر.... میں دیکھوں گی۔!" وہ پھر بُرا سا منہ بنا کر رہ گئی۔

میریا بے خبر سو رہی تھی۔ اچانک آنکھ کھل گئی اور اُس نے پے در پے دو فائروں کی آوازیں سنیں۔ ہو سکتا ہے اس سے پہلے ہونے والے کسی فائر ہی کی آواز سے اُس کی نیند ٹوٹی ہو۔ وہ سانس روکے بستر پر پڑی رہی۔ باہر سے ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے دو سانڈ آپس میں ٹکرا گئے ہوں۔

میریا کا پہلا ردِ عمل خوف زدگی تھا لیکن تھوڑی دیر بعد جھنجھلاہٹ اُس کے ذہن پر مسلط ہو گئی اور جھنجھلاہٹ خود اپنی ذات پر تھی۔ آخر وہ کیوں.... ان حالات میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ شیمراں بھی اب زندہ نہیں۔ لیسی ماتیف جانے اور اس کا کام۔ اب وہ شیمراں کی سیکریٹری تو رہی نہیں۔ آخر اس ملازمت کو خیر باد کیوں نہیں کہہ دیتی۔

پھر وہ اٹھ ہی رہی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے....؟" اس نے جھلا کر پوچھا۔

"سجاد! سب ٹھیک ہے۔ ذرا باہر آیئے۔!"

"جہنم میں جاؤ۔!" وہ آہستہ سے بڑبڑائی اور اٹھ کر سلیپنگ گاؤن پہنا۔ اس کی ڈوری کستی ہوئی

دروازے تک آئی اور بولٹ گرا کر دروازہ کھول دیا۔

"کیا بات ہے....؟"

"وہی قصہ.... لیکن آج ایک نئی بات ہوئی ہے۔!" اس کا لہجہ کسی قدر پُر مسرت تھا۔

"کیا مطلب....!"

"آج ایک کو پکڑ لیا ہے۔!"

"کس طرح....؟ کیسے ہاتھ آیا۔!" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

"بس اتفاق ہی سمجھئے۔ اگر وہ ذات شریف یہاں تشریف فرما نہ ہوتے تو آج بھی محض ہنگامہ ہی ہاتھ آتا۔!"

"کس کی بات کر رہے ہو....!"

"مسٹر عمران کی۔!"

"وہ اس وقت یہاں کہاں....؟" میریا نے حیرت سے پوچھا۔

"کہیں خان داور کو ایک چانٹا مار کر یہاں بھاگ آئے تھے۔ میں نے انہیں اپنے کمرے میں جگہ دی تھی۔!"

"کیا وقت ہوا ہے۔!"

"ساڑھے چار بج رہے ہیں۔ چلئے مادام بھی میرے ہی کمرے میں ہیں۔!"

"اور وہ بھی.... یعنی جسے پکڑا ہے۔!"

"جی ہاں....!"

"اور عمران....؟"

"ایک کو پکڑ کر بقیہ دو کے پیچھے دوڑ گئے ہیں۔!"

"یہ آدمی بالکل سمجھ میں نہیں آیا۔!"

"مسٹر شیمر اس نے کچھ سمجھ کر ہی منہ لگایا ہوگا۔!"

نہ جانے کیوں میریا کو "منہ لگانے" کا ٹکڑا پسند نہیں آیا تھا لیکن وہ خاموشی سے اُس کے ساتھ چلتی رہی۔ کمرے میں گل میر اور جولیا موجود تھے اور وہ آدمی جس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے فرش پر دو زانو بیٹھا انہیں خوف زدہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ دیسی ہی تھا اور صورت سے تیسرے درجے کا کوئی لفنگا معلوم ہوتا تھا۔

"کیا بتایا....!" سجاد نے گل میر سے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں گونگا بن گیا ہے۔!"

"الٹا لٹکا کر مار لگاؤ....!" سجاد نے کہا۔

جولیا نے میریا سے کہا۔ "جو کچھ یہ گفتگو کر رہے ہیں تم مجھے انگلش میں بتاتی جاؤ۔"

"بہت بہتر مادام... یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ زبان نہیں کھول رہا۔ شائد گونگا اور بہرا بن گیا ہے۔!"

پھر اس نے سجاد سے پوچھا۔ "تم نے ان کے پیچھے تنہا کیوں جانے دیا۔!"

"نہ ہم نے انہیں اس جھگڑے میں پڑنے کی دعوت دی اور نہ انہیں روک ہی سکے۔ بس اسے پکڑ کر بیٹھ گئے کہ کم از کم یہ تو معلوم ہو سکے کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں خود مسٹر شیمر اس حیران تھے۔!"

"اگر یہ گونگا اور بہرا ہے تو اس سے کس طرح کچھ معلوم کر سکو گے....؟"

"تدبیروں سے تو پتھر بھی بول جاتے ہیں۔ یہ کیا چیز ہے۔!" سجاد نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"الٹا لٹکا کر نیچے دھواں کریں گے۔ حلق کا منکا ڈھیلا پڑے گا اور یہ چہکنا شروع کر دے گا۔!"

"اوہ.... مجھے بھی بتاؤ۔!" جولیا نے میریا سے کہا اور میریا اُسے اپنی اور سجاد کی گفتگو کے بارے میں بتانے لگی۔

"ٹھیک تو کہتا ہے۔!" جولیا بولی۔ "تشدد کے بغیر زبان نہیں کھولے گا۔ لیکن اس بیوقوف آدمی کی کیا بات تھی۔!"

"شاید وہ تین تھے ایک کو خود اُسی نے پکڑ کر ان کے حوالے کیا اور بقیہ دو بھگوڑوں کے پیچھے بھی دوڑ گیا۔!"

"وہ یہاں کیوں تھا....؟" جولیا نے سوال کیا۔

سجاد سے اس سلسلے میں جو کچھ معلوم ہوا تھا بتاتی ہوئی بولی۔ "حقیقتاً اس کی زندگی خطرے میں ہے اگر وہ خان داور سے بگاڑ بیٹھا ہے۔!"

"اونہہ.... مجھے کیا۔!" جولیا شانے اُچکا کر بولی اور پھر قیدی کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"سجاد نے اُسے دھکا دے کر فرش پر گرا دیا تھا اور اس کی ٹانگیں اس طرح پکڑ رکھی تھیں جیسے سچ مچ الٹا لٹکانے جا رہا ہو۔!"

"م.... میں بب.... بتاتا ہوں۔!" قیدی ہکلایا۔

"دیکھا آپ نے۔!" سجاد نے میریا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "دو ٹکے کے بدمعاش بھی پہلے چکر ہی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔!"

"مم.... میں کچھ نہیں جانتا....!" قیدی بدقت بولا۔

"یہ دوسرا سبق ہے۔!" سجاد نے زہر خند کے ساتھ کہا اور ایک زوردار ٹھوکر اس کی کمر پر رسید کی وہ کراہتا ہوا دوسری طرف سرک گیا۔

"ٹھہرو.... ٹھہر جاؤ....!" وہ دوسری ٹھوکر کی تیاری دیکھ کر چیخا۔ "میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہاں کیا چیز تلاش کرنی ہے۔!"

"چلو یہی بتادو....!" میریا جلدی سے بولی اور ہاتھ اٹھا کر سجاد کو باز رہنے کا اشارہ کیا۔

"ایک تصویر کسی آرٹسٹ کی بنائی ہوئی۔ جس میں ایک گدھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔!"

"کیا بکواس ہے؟" سجاد غرایا۔ "یہاں ایسی کوئی تصویر نہیں ہے۔ میں نے تو نہیں دیکھی آج تک۔!"

"تلاش کرنے والے کا خیال ہے کہ اُسے یہیں کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔!" قیدی نے کراہتے ہوئے کہا۔

"تلاش کرانے والا کون ہے....؟" سجاد نے پوچھا۔

"وہ جانتا ہوگا جس نے ہمیں اس کام پر لگایا ہے۔!"

"ابے پہیلی کیوں بجھوا رہا ہے۔ جلدی سے بتاتا کیوں نہیں کہ کون ہے۔!"

"کیلاش.... اسٹارلٹ کلب کا منیجر....!"

"اوہ....!" سجاد طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"یقین کرو کہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا۔ کھال بھی اُتار دو گے تو اتنا ہی بتا سکوں گا۔ جتنے کا علم ہے۔!"

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔!" میریا بولی۔ "لیکن اب اس کا کرو گے کیا۔!"

"جب تک مناسب سمجھیں گے یہیں قید رکھیں گے۔!"

میریا نے جولیا کو بعد کی گفتگو سے بھی آگاہ کیا اور وہ حیرت سے بولی۔ "ناقابل یقین۔ میں تسلیم نہیں کر سکتی کہ اُنہیں ایسی کسی لایعنی تصویر کی تلاش ہوگی۔ یہ اول درجے کا جھوٹا ہے۔ شیمراں کو پینٹنگ سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔!"

"آپ کا خیال درست ہے مادام.... وہ فنون لطیفہ جیسی چیزوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتے

تھے۔ دکھی انسانیت کی عملی خدمت کرتے تھے۔!"

"بس تو پھر اس پر تشدد جاری رکھا جائے کسی مرحلے پر سچی بات اگل ہی دے گا۔" اس کے بعد وہ انہیں وہیں چھوڑ کر اپنی خواب گاہ میں واپس چلی گئی تھی۔ عمران پر شدید غصہ تھا۔ آخر ابھی تک اس نے خود اُس سے کوئی بات کیوں نہیں کی۔ دوسروں کے لئے اجنبی بنا رہتا لیکن علیحدگی میں اپنے طور پر دو باتیں کر لینے میں کیا قباحت تھی۔ سوچ ہی رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ لیٹے ہی لیٹے ٹیبل کی طرف ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو....!"

"کون ہے....؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"لیسی ماتیف....!"

"خوب خوب تو آنجہانی موسیو شیمراں کی بیوہ ہیں۔!"

"میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔!" جولیا دانت پیس کر بولی۔ اس بار اُس نے عمران کی آواز پہچان لی تھی۔

"جس حساب سے تم نے مجھے جان سے مارا ہے اُس سے تو اب میرا ہزار واں جنم ہونا چاہئے۔!"

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!"

"تمہارا چیف جانے۔!"

"تم کیا کر رہے ہو.... مجھ سے علیحدگی میں کیوں نہیں ملتے....؟"

"اوہ.... ختم کرو.... اُس نے کیا بتایا۔!"

"جو کچھ بتایا ہے اُسے محض بکواس سمجھتی ہوں۔ سچی بات نہیں ہو سکتی۔!"

"اس کا فیصلہ تمہیں نہیں کرنا کہ سچی بات ہے یا غلط۔!"

جولیا نے جو کچھ سنا تھا ناخوش گوار لہجے میں بتانے لگی۔

"تو بلی تھیلے سے باہر آگئی۔!" عمران نے سب کچھ سن کر کہا۔ "دودھ پلانے والی گدھی کی پینٹنگ تلاش کرو۔!"

"میں تلاش کروں....؟" جولیا جھنجھلا کر بولی۔

"اوہ تو کیا تم سچ مچ خود کو شیمراں کی بیوہ سمجھنے لگی ہو۔!"

"بکواس مت کرو....!"

"خیر تو کیا نام بتایا تھا کیلاش.... اسٹارلٹ کا منیجر....!"

"ہاں.... مجھے تو یہی یاد پڑتا ہے۔!"

"اچھا.... اچھا.... بائی بائی.... گدھی کی تلاش ضروری ہے۔!"

"اس آدمی کا کیا کریں۔!"

"وہیں بند رکھو....!"

"سجاد کی بھی یہی تجویز ہے۔!"

"ٹھیک ہے۔!" عمران نے کہا اور پھر رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ جولیا نے بھنا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ وہ اُس سے پوچھنا بھول گئی تھی کہ اُن دونوں کا کیا ہوا جن کا پیچھا کر رہا تھا۔

شام کے اخبار میں تاجو کے قتل کی خبر شائع ہوئی تھی۔ وہ سردار گڈھ کا ایک مشہور نقب زن اور قفل شکن تھا۔ پندرہ دن ہوئے تین سال کی قید بھگت کر رہا ہوا تھا۔ اُس کی لاش اس کے کیبن کے سامنے پڑی پائی گئی تھی۔ کسی نے ٹھیک دل کے مقام پر گولی مار کر اسے ختم کر دیا تھا۔ وہ آبادی سے دور ایک الگ تھلگ مقام پر لکڑی کے کیبن میں مقیم تھا۔ اخباری رپورٹ کے مطابق پولیس سرگرمی سے قاتل کی تلاش میں مصروف تھی۔

خان داور اس خبر کو پڑھ کر عجیب سے انداز میں مسکرایا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے اگر وہ خبر شائع نہ ہوتی تو قتل کی لذت آدھی ہی رہ جاتی۔

وہ اس وقت اپنے پائیں باغ کی ایک لان چیئر پر نیم دراز تھا۔ دفعتاً اسے کچھ یاد آیا اور وہ اٹھ کر گیراج کی طرف چل پڑا۔ خاصا وسیع گیراج تھا۔ جس میں کئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ وہ اُس گاڑی کی طرف بڑھا جو پچھلی رات کو اس کے استعمال میں رہی تھی۔

ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر اس میں ہاتھ ڈال دیا اور پھر یک بیک اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار دکھائی دیئے۔ وہ پستول ڈیش بورڈ کے خانے میں نہیں تھا جس سے اس نے پچھلی شام تاجو پر فائر کیا تھا۔ پھر اگلی سیٹ اٹھا کر اُس کے نیچے بھی ٹٹولتا رہا لیکن وہاں بھی کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اس کے بعد اس نے پوری گاڑی کی تلاشی لے ڈالی تھی۔ پستول غائب تھا۔

اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں تھیں اور جبڑے سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔ اسے یاد آیا پچھلی شام روزا کے کاٹیج میں داخل ہونے سے قبل اس نے گاڑی کے دروازے مقفل نہیں کئے تھے اور عمران

اس کی بے ہوشی کے دوران میں وہاں سے رخصت ہوا تھا۔ تو کیا وہ پستول اُسی نے گاڑی سے غائب کیا تھا۔ یا پھر روزا.... نہیں روزا نہیں ہو سکتی۔ بہر حال وہ اس کے بعد رات گئے تک عمران کو تلاش کرتا پھرا تھا لیکن وہ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ خان داور کو تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اُس کا قیام کہاں تھا۔ عمران ہی ہو سکتا ہے وہ پھر سوچنے لگا۔ کمبخت نے پریشر پوائنٹ پر ہاتھ مارا تھا ورنہ وہ اس طرح بے ہوش نہ ہو سکتا۔ کیا وہ واقعی احمق ہے؟ اس نے کسی ماہر بوکسر کے سے انداز میں پھرتی سے پینترا بدل کر اُس کی کنپٹی پر ضرب لگائی تھی۔ ایک بار پھر خان داور کا خون کھولنے لگا اور اس نے سوچا کہ آخر اسے انتظار کس بات کا ہے۔ عمران کو تلاش کر کے ٹھکانے لگا دینا چاہئے ورنہ اگر وہ پستول کسی طرح پولیس کے قبضے میں چلا گیا تو وہ دشواری میں پڑ جائے گا۔ کیونکہ وہ بغیر لائسنس کا نہیں تھا۔ تاجو کے سینے سے نکالی جانے والی گولی کے سائنٹفک مشاہدے کے بعد اگر پستول کسی طرح پولیس کے ہاتھ لگ گیا تو کیا ہوگا۔ عمران.... یہ کمبخت.... آخر یہ ہے کون۔ اُسے اس کے بارے میں جو کچھ بھی معلوم ہوا تھا شیمراں سے معلوم ہوا تھا۔ حقیقت کیا تھی۔ خدا ہی جانے۔

دفعتاً خیال آیا کہیں وہ پُراسرار احمق شیمراں ہی کی کوٹھی میں نہ چھپا بیٹھا ہو۔ اگر ایسا ہے تو وہ زبردستی وہاں کی تلاشی تو نہ لے سکے گا۔ ملازمین سے بھی کچھ نہ معلوم ہو سکے گا۔ اگر اس نے وہاں پناہ لی ہوگی پھر کیا کیا جائے۔ وہ پستول اُسے ملنا ہی چاہئے جس سے اُس نے تاجو کو ہلاک کیا تھا۔

اس نے دوسری گاڑی گیراج سے نکالی اور عمران کی تلاش میں دوبارہ نکل کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے شیمراں کی کوٹھی ہی کا رخ کیا تھا۔ اُس کی دانست میں وہ اُن تینوں فوجیوں ہی سے گٹھ جوڑ کر کے کوٹھی میں پناہ لے سکتا تھا۔ لہٰذا اُس نے سوچا کہ سیدھا اُسی حصے کی طرف جائے جہاں اُن تینوں کا قیام تھا۔ عقبی پارک کی طرف سے یہ زیادہ آسان ہوتا کیونکہ اُس حصے کا ایک دروازہ عقبی پارک میں بھی کھلتا تھا۔ اس طرح وہ مسز شیمراں کی لاعلمی میں بھی اپنا مقصد حاصل کر سکتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس جھگڑے کے بارے میں اُن لوگوں کو بھی کچھ معلوم ہو سکے۔

اُس نے گاڑی کوٹھی سے کسی قدر فاصلے پر ایسی جگہ چھوڑ دی جہاں سے وہ کوٹھی کے افراد کو نظر نہ آسکتی۔ پھر وہ عقبی پارک کی طرف چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر دیوار سے لگا لگا اُس دروازے کی طرف بڑھنے لگا جس کا تعلق ملازموں کی قیام گاہ سے تھا۔

عجیب اتفاق تھا کہ اسے ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑا۔ دروازے کے قریب پہنچتے ہی اُسے عمران کی احمقانہ چہکار سنائی دی۔ دروازہ کھلا ہی ہوا تھا اور شائد وہ لوگ اسی کمرے میں موجود تھے۔ عمران

بڑی شدومد سے بکواس کر رہا تھا۔ اچانک خان داور آگے بڑھ کر بالکل اُن کے سامنے پہنچ گیا۔
عمران کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ بکواس کرتے وقت دونوں ہاتھ جس پوزیشن میں تھے اُسی میں
منجمد ہو کر رہ گئے اور پلکوں نے جھپکنا ترک کر دیا۔

سجاد اور گل میر بھی خاموش ہو گئے تھے اور ایک ٹک خان داور کو دیکھے جا رہے تھے۔

دفعتاً خان داور نے قہقہہ لگایا اور عمران بھی اسی طرح ہنس پڑا۔ جیسے خان داور کے قہقہے
اُس کے حلق کی گرہ کھول دی ہو۔

"تم خواہ مخواہ چھپتے پھر رہے ہو۔!" خان داور نے کہا اور عمران کے قہقہے میں بریک لگ گیا۔
آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ خان داور کہتا رہا۔ "بعد میں مجھے اس قدر ہنسی آئی تھی کہ بیا
نہیں کر سکتا۔ بے حد پیار آیا تھا تمہاری اس ادا پر۔!"

"اچھا....!" عمران پھر چہکا اور بے تحاشہ ہنسنے لگا۔ خان داور بھی اُس کی ہنسی کا ساتھ دے
تھا۔ لیکن سجاد اور گل میر کے چہرے تاریک ہو گئے تھے۔ وہ عمران کو اس طرح دیکھ رہے تھے جی
کسی خطرے سے آگاہ کرنا چاہتے ہوں۔ لیکن عمران ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"چلو....!" خان داور ہاتھ ہلا کر بولا۔ "یہاں بیٹھے وقت کیوں برباد کر رہے ہو۔ اُن باتو
اب مجھ پر کوئی اثر نہیں رہا۔ ہم دونوں دوست ہیں۔!" اُس نے عمران کی طرف ہاتھ بڑھایا جو
گرمجوشی کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔

"مم.... مسٹر عمران....!" سجاد نے بھرائی ہوئی آواز میں کچھ کہنا چاہا لیکن عمران ہنس
بولا۔ "سب ٹھیک ہے صلح صفائی ہو گئی۔ میں جا رہا ہوں۔!" پھر وہ ایک دم اٹھا تھا اور خان داو
بازو پکڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔

"اُدھر کہاں....!" خان داور بولا۔ "گاڑی ادھر ہے۔!"

"اچھا تو اُدھر ہی چلئے.... کتنی خوشی ہو رہی ہے مجھے۔!"

"مجھے بھی اتنی ہی خوشی ہو رہی ہے اور اب روزا کو تمہاری پورٹریٹ بنانی ہی ہو گی۔ لیکن ش
ختم ہو چکی ہے۔!"

"پھر بنوانے سے کیا فائدہ....؟" عمران نے مایوسی سے کہا۔

"کیا تمہیں پیسوں کی ضرورت ہے....؟"

"کیوں نہیں.... یہاں عیش ہی کرنے تو آیا ہوں۔!"

"اس کی فکر نہ کرو.... ہم جس کے دوست ہو جائیں اس کی جیب ہمیشہ گرم رہتی ہے۔ خان
داور کا مصاحب ہونا بڑی بات ہے۔!"

"میرے ایک دادا زاد نانا بھی اکبر بادشاہ کے مصاحب تھے۔!"

"دادا زاد نانا.... کیا چیز ہے....؟"

"اکبر بادشاہ کے زمانے میں کچھ ہوتا تھا ٹھیک سے یاد نہیں دادی جان مرحومہ بتایا کرتی تھیں۔!"

"روزا تمہیں کیسی لگتی ہے۔!"

"ہاں ٹھیک ہے۔!" عمران نے مردہ سی آواز میں کہا پھر چہک کر بولا۔ "لیکن یہاں والی میریا کا
کیا کہنا۔ سلونی رنگت پر میری جان نکلنے لگتی ہے۔ اسی کو دیکھ کر تو.... ہپ....!"

عمران نے اس طرح ہاتھ سے منہ بند کر لیا جیسے کوئی غلط بات نکل جانے کا خدشہ رہا ہو۔

"کہو.... کہو.... شرماؤ نہیں.... میں ہر طرح تمہاری مدد کروں گا۔!"

"اچھا.... پھر کبھی بتا دوں گا۔!" عمران نے بہت زیادہ شرما کر کہا۔

"ضرور.... ضرور.... میں یاروں کا یار ہوں۔ اُن کے لئے سب کچھ کر گزرتا ہوں۔!"

اس نے عمران کو گاڑی میں بٹھایا اور گرین کاٹیج پہنچ کر عمران چونک پڑا تھا اور اس طرح بوکھلا
کر چاروں طرف دیکھنے لگا تھا جیسے اس دوران میں سوتا رہا ہو۔!

روزا نے حیرت سے اُن دونوں کو دیکھا تھا اور سختی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے کیونکہ دونوں ہنستے
بولتے ہوئے اُس کے سٹنگ روم میں داخل ہوئے تھے۔

"بیٹھو....!" خان داور نے عمران کو ایک صوفے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

انداز جارحانہ تھا۔ عمران بیٹھ تو گیا لیکن ہونقوں کی طرح اُس کی شکل تکتا رہا.... اور پھر اس
نے دیکھا کہ خان داور کے جیب سے لمبے پھل والا ایک چاقو بھی برآمد ہو گیا ہے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔!" روزا تیز لہجے میں بولی۔

"ذرا دیر خاموش رہو....!" خان داور نے عمران پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

"یہاں کچھ نہیں ہو گا.... اسے کہیں اور لے جاؤ۔!"

"تم دونوں ہی کو جواب دہی کرنی ہے۔ تم بھی بیٹھ جاؤ۔!"

"کیا مطلب....!"

"ابھی بتاتا ہوں بیٹھ جاؤ....!"

عمران کے چہرے پر صرف حماقت طاری تھی۔ خوف کا شائبہ تک نہیں تھا لیکن تاثر یہی تھا جیسے اس سچویشن کو سمجھنے سے قاصر ہو۔

روزا خان داور کو گھورتی ہوئی بیٹھ گئی اور خان داور بولا۔ ”کل شام کو جب میں یہاں آیا تھا تو اپنی گاڑی مقفل نہیں کی تھی۔ کسی نے گاڑی کے گلوکمپارٹمنٹ سے میرا پستول غائب کر دیا۔!“

”اچھا تو پھر....؟“

”دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ پستول اس نے غائب کیا تھا یا پھر تمہارے کسی آدمی نے۔!“

”میرے آدمی تمہاری گاڑی کو کیوں ہاتھ لگانے لگے۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور میں شروع سے اخیر تک تمہارے ساتھ ہی رہی تھی۔!“

”ہاں مجھے یاد ہے.... تو پھر تم بتاؤ۔!“ اس نے عمران سے کہا۔

”مم.... میں کیوں نکالنے لگا.... پستول وستول.... مجھے تو چلانا بھی نہیں آتا۔!“

”تم جھوٹے ہو.... تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔!“

”زبردستی کی تو بات ہی دوسری ہے۔!“

”تم نے اتنی لاپرواہی سے اُسے گلوکمپارٹمنٹ میں کیوں رکھا تھا۔!“ روزا نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

”بس یونہی....!“

”تو پھر میں کہتی ہوں کہ اس سلسلے میں کسی تیسرے کو تلاش کرو۔ کم از کم یہ آدمی پستول کو تو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔!“

”بالکل.... بالکل....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میرا تو دم ہی نکل جاتا ہے پستول بندوق کی شکل دیکھ کر۔!“

”لیکن چاقو سے مرعوب نہیں معلوم ہوتے۔!“ خان داور نے کہا۔

”ترکاری کاٹنے کا ہے کیا....؟“ عمران نے خوش ہو کر پوچھا اور اس طرح چاقو کو دیکھنے لگا جیسے پہلی بار اُس پر نظر پڑی ہو۔ پھر یک بیک خوفزدہ نظر آنے لگا۔

”کل میں غافل تھا۔ اگر میرے ہاتھ میں چاقو ہو تو میرا شکار بچ کر نہیں نکل سکتا۔!“ خان داور نے سرد لہجے میں کہا۔

”میں کہتی ہوں.... یہاں بات نہ بڑھاؤ....!“

”بات یہیں سے شروع ہوئی تھی روزا... اس لئے براہِ مہربانی خاموش رہو۔ اگر پستول کا

معاملہ نہ ہوتا تو میں اس بیوقوف کو نظر انداز کر دیتا لیکن اب تو میں اسے بیوقوف سمجھنے پر تیار نہیں اعلیٰ درجے کا اداکار معلوم ہوتا ہے۔!“

”سچی بات کہی تم نے۔!“ عمران احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا۔ ”ایک بار فلم ڈائریکٹر شہاب شیروانی نے بھی کہا تھا کہ تم میں اچھا اداکار بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے.... واہ وا....!“

”میں کہتا ہوں بکواس بند کرو.... اور بتاؤ کہ میرا پستول کہاں ہے ورنہ یہاں سے تمہاری لاش ہی جائے گی۔!“

”خان داور اسے یہاں سے کہیں اور لے جاؤ.... ورنہ پولیس کو فون کر دوں گی۔!“ روزا نے جھنجھلا کر کہا۔

”تم تو مجھے دھمکی نہ دو....!“

”میں یہاں ہاتھاپائی نہیں ہونے دوں گی۔!“

”اور کیا....!“ عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”اتنا عمدہ فرنیچر ہے۔!“

”تم بن رہی ہو اس کی باتیں۔!“ خان داور جھلا کر بولا۔ ”ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اسے اس سچویشن کی پرواہ ہی نہ ہو۔!“

”اتنا ہی معصوم ہے۔ تم خواہ مخواہ اس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔!“

”گویا تم کل کا واقعہ بھول ہی گئیں۔!“

”کل کا واقعہ.... کل کا واقعہ رٹے جا رہے ہو۔!“ عمران شکایت آمیز لہجے میں بولا۔ ”کہہ تو دیا ایک بار کہ بوکھلاہٹ میں ہاتھ گھوم گیا تھا۔!“

”تم جھوٹے ہو.... تم اچھی طرح جانتے ہو کہ کہاں ضرب لگانے سے کیا نتیجہ نکلے گا۔!“

”یہ تو جانتا ہوں۔ بچپن ہی سے مشق کرتا آیا ہوں۔ میرے چچا جوڈو کراٹے کے ماہر تھے۔!“ عمران نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔

”سنا.... تم نے....!“ خان داور نے روزا کو متوجہ کیا۔

”جوڈو کراٹے کا ماہر ہونے کا مطلب بدمعاش بھی ہونا نہیں ہے۔!“

”بھلا دیکھئے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”آج کل تو اسکولوں کی بچیاں بھی جوڈو کراٹے سیکھ رہی ہیں۔ کیا استانیوں کی پٹائی کرنے کیلئے بھی یہ کام کی چیز ہے۔ کھانے کی میز پر بھی کام آسکتی ہے۔!“

”شٹ اپ.... بتاؤ پستول کہاں ہے۔!“ خان داور زور سے دھاڑا۔

"اچھا تو پھر مجھے اجازت دو کہ میں یہ اعلیٰ درجے کا فرنیچر ایک طرف لگا دوں۔!"

عمران اٹھتا ہوا بولا اور خان داور نے آپے سے باہر ہو کر اُس پر چھلانگ لگا دی اور صوفے سمیت دوسری طرف ڈھیر ہو گیا۔ عمران نے پھر چلت پھرت دکھائی تھی۔ لیکن تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ خان داور فرش پر پڑے ہی پڑے اس پر چاقو پھینکے گا۔ بس قسمت کا سکندر ہی تھا کہ اُسے بروقت چاقو کی چمک کا احساس ہو گیا اور اس نے بڑی پھرتی سے لوٹ لگا دی لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُس نے روزا کی چیخ سنی تھی اور پھر کھٹاکے کی آواز آئی تھی۔ وہ سچ مچ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ چاقو سامنے والے دروازے میں پیوست نظر آیا جو یقینی طور پر روزا کے بہت قریب سے گزرا ہو گا۔

"بس خان داور.... اب اپنا قصہ تمام سمجھو.... میں کسی خاتون کی خوفزدہ چیخ برداشت نہیں کر سکتا۔!" عمران غرایا۔

پھر خان داور پوری طرح اٹھ بھی نہیں پایا تھا کہ عمران نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن اس بار عمران کو منہ کی کھانی پڑی۔ خان داور نے بھی اپنی جگہ سے کھسک جانے میں خاصی تیزی دکھائی تھی۔ عمران پٹ سے فرش پر منہ کے بل جا گرا۔ مگر اُس نے خان داور کو اپنے اوپر سواری گانٹھنے کا موقعہ نہیں دیا تھا۔ پھرتی سے سیدھا ہوا اور جھپٹ پڑنے والے حریف کو ٹانگوں پر رکھ کر دوسری طرف اچھال دیا اور اس کی کراہ سن کر اٹھ بیٹھا اس دوران میں دونوں ہی بھول گئے تھے کہ وہاں روزا بھی موجود ہے۔ اس نے دیکھا کہ روزا خان داور کو اٹھانے کی کوشش کر رہی ہے اور عمران نے خود روزا کی بھی چیخ سنی اور جیسے ہی عمران اُس کے قریب پہنچا اس نے دیوانہ وار عمران کا گریبان پکڑ لیا۔

"یہ کیا کیا تم نے....!" وہ اُسے جھنجھوڑ کر بولی۔

تب عمران نے دیکھا کہ وہی چاقو خان داور کے بائیں پہلو میں دستے تک پیوست ہے۔ جو اُس نے عمران پر پھینکا تھا۔

"لل... لیکن!" عمران ہکلا کر دروازے کی طرف مڑا لیکن چاقو اس میں پیوست نظر نہ آیا۔

"بولو.... یہ کیا کیا تم نے....!" وہ پھر اُس کے گریبان کو جھٹکا دے کر بولی۔

"یہ تو اُدھر دروازے میں گھس گیا تھا۔!" عمران نے کہا۔ "ادھر کیسے پہنچ گیا۔!"

"میں کیا جانوں.... تم دونوں لڑ رہے تھے۔!"

"یقیناً لڑ رہے تھے لیکن یہ کام میرا نہیں ہے۔!"

"دیکھو زندہ بھی ہے یا مر گیا۔!" روزا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"خود ہی دیکھ لو.... میں تو جا رہا ہوں۔!"

"ہرگز نہیں.... تم نہیں جا سکتے۔ میں پولیس کو فون کر دوں گی۔!"

"اچھا اگر میں نہ جاؤں تو تم کیا کرو گی۔!"

"بیٹھ کر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے کہ اب کیا کیا جائے۔!"

عمران نے جھک کر دیکھا۔ خان داور ختم ہو چکا تھا لیکن موت کی آہٹ تک محسوس نہیں کی جا سکی تھی۔

وہ سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔ "مر چکا ہے لیکن چاقو.... ادھر کیسے پہنچا۔!"

"پولیس کو چاقو کے اِدھر اُدھر ہونے سے کوئی دلچسپی نہ ہو گی۔ یقین کرو کہ تم بہت بڑی دشواری میں پڑ گئے ہو۔!"

"مم.... میں کیوں پڑنے لگا دشواری میں۔ مجھے بہلا پھسلا کر یہاں لایا تھا.... اور پھر کسی پستول کا قصہ چھیڑ کر مجھے مار ڈالنے پر تل گیا۔!"

"کیا تم نے اس کا پستول غائب کیا تھا....!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... مجھے کیا پڑی تھی۔!"

"خیر اب یہ بات تو اُسی کے ساتھ گئی.... لیکن تم....!"

"لیکن میں کیا....؟" عمران نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"کچھ معززین نے شیر اس کی کوٹھی میں تمہیں خان داور سے الجھتے دیکھا تھا اور تم اسے دھمکیاں دیتے ہوئے چلے گئے تھے۔!"

"لیکن میں نے اُسے قتل نہیں کیا۔!"

"میں باور کر لوں گی لیکن پولیس نہیں کرے گی۔!"

"لیکن پولیس کو بیان تو دے سکو گی۔!"

"شائد تم پاگل بھی ہو.... میں کیوں اس جھگڑے میں پڑوں گی۔!"

"میں نے اُسے نہیں مارا چاقو اُدھر دروازے میں گھسا ہوا تھا۔!"

"اچھا تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے چاقو وہاں سے نکال کر اُس کے دل میں اُتار دیا۔!"

"تم کیوں ایسا کرنے لگیں۔!"

"اُف فوہ....! چلو یہاں سے۔!" وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔

"فی الحال اس کمرے کو مقفل کئے دیتی ہوں۔ دوسرے کمرے میں بیٹھ کر کوئی ڈھنگ کی بات سوچیں گے۔ یہاں تمہارے حواس بحال نہیں ہوں گے۔!"

"یہاں اور کون کون ہے۔!"

"خوش قسمتی سے میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں۔ سر شام ہی نوکروں کو چھٹی دے دی تھی۔ ہفتے میں ایک بار ایسا بھی کرتی ہوں۔!"

"بہت اچھا کرتی ہو۔ نوکروں کو بھی کسی قدر آرام کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔!"

کمرے سے نکل کر روزا نے دروازہ مقفل کر دیا اور اُسے کچن میں لے آئی۔ عمران کے چہرے پر چھائی ہوئی حماقت میں اب خوف کی جھلکیاں بھی شامل ہو گئی تھیں۔

"بیٹھ جاؤ....!" روزا نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے نرم لہجے میں کہا۔ "تمہارے لئے کافی بناتی ہوں۔!"

"نہیں چائے.... مجھے کافی اچھی نہیں لگتی۔!" عمران بولا۔

"اچھی بات ہے.... چائے سے بھی تمہیں سکون ملے گا۔!" روزا چائے کے لئے کیتلی میں پانی انڈیلتی ہوئی بولی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ روزا پُر تفکر نظروں سے اُسے دیکھے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سوال کیا۔ "وہ تمہیں اس وقت کہاں سے لایا تھا۔!"

"شیمر اس کی کوٹھی سے۔!"

"کسی نے دیکھا تو نہیں تھا۔!"

"کیوں نہیں.... اس کے تینوں ملازم وہاں موجود تھے۔!"

"یہ اور بُرا ہوا۔ وہ بھی تمہارے خلاف شاہد بن جائیں گے۔!"

"پھر بتاؤ.... میں کیا کروں....؟" عمران رو دینے کے سے انداز میں بولا۔

"یہی تو سوچنا ہے۔ دراصل ہم دونوں ہی دشواری میں پڑ گئے ہیں۔ خواہ وہ کسی طرح بھی مرا ہو اسکی موت میرے گھر میں واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا پولیس مجھے بھی نتھی کرنے کی کوشش کرے گی۔!"

"یہ بات تو ہے۔!"

"پھر بتاؤ کیا کریں۔!"

"اتنی عقل تو نہیں ہے مجھ میں۔ تم ہی کچھ بتاؤ میں کرنے کو تیار ہوں۔!"

"اگر ہم لاش کو کہیں دفن کر دیں۔ تو کسی کو معلوم ہی نہیں ہو سکے گا کہ اس پر کیا گزری۔!"

"لل.... لیکن گاڑی جو باہر کھڑی ہوئی ہے۔!"

"اُسے ریلوے اسٹیشن کے پارکنگ لاٹ پر کھڑی کر آئیں گے۔!"

"اس سے کیا ہوگا۔!"

"اگر گاڑی وہاں پائی گئی تو لوگ سمجھیں گے کہ وہ کہیں باہر گیا ہوا ہے۔ وہ عموماً اس طرح باہر جاتا ہے گاڑی اسٹیشن کے باہر چھوڑتا ہے اور کئی کئی دنوں کے بعد واپس آتا ہے۔!"

"تب تو ٹھیک ہے۔!"

روزا نے چائے انڈیلی اور کپ اُس کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ لیکن عمران اس عرصے میں بھی غافل تو نہیں رہا تھا۔ اُسے اُس کیپسول کی جھلک دکھائی دے گئی تھی جو روزا کی انگلیوں سے پھسل کر چائے کی پیالی میں گرا تھا۔ اُس نے اپنے لئے چائے میز پر ہی پیالی رکھ کر انڈیلی تھی۔ اس کے بعد شائد شکر کے لئے دوبارہ سائیڈ بورڈ تک گئی تھی۔ اس دوران میں عمران نے ہاتھ کی صفائی دکھائی۔ یعنی دونوں پیالیوں کی جگہیں اتنی آہستگی سے بدل گئیں کہ روزا کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکا۔ دوبارہ میز کے قریب پہنچ کر اُسی پیالی میں مزید شکر ڈال دی جو چند لمحات پہلے عمران کے آگے رکھی ہوئی تھی۔ پھر پیالی میں چمچہ گھماتی ہوئی بولی۔ "میں نے تمہیں پہلی ہی نظر میں پسند کر لیا تھا.... اگر خود فرمائش نہ کرتے تب بھی میں تمہاری پورٹریٹ ضرور بناتی اور اس کے نیچے لکھتی "معصوم شہزادہ"....!"

"اب بیوقوف بنا رہی ہو....!" عمران شرما کر بولا۔

"نہیں.... تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو۔!"

عمران چائے کے تین چار گھونٹ لے چکا تھا۔ روزا بھی اپنی چائے پی رہی تھی۔ دفعتاً عمران نے جماہی لی اور رہ رہ کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ روزا اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔

اچانک اس نے بھی عمران ہی کے سے انداز میں آنکھیں پھاڑنی شروع کر دیں اور پھر بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ میز کے پاس سے ہٹ جانا چاہا لیکن لڑکھڑائی۔ اگر عمران نے جھپٹ کر سنبھال نہ لیا ہوتا تو فرش پر ڈھیر ہو جاتی۔ لیکن وہ بے حس و حرکت ہو کر اس کے ہاتھ پر جھول گئی۔ عمران نے بڑی احتیاط سے اُسے فرش پر لٹا دیا اور بلاؤز کے گریبان سے سٹنگ روم کی کنجی نکال لی اور کچن سے

نکل کر دروازہ بولٹ کر دیا۔

روزا آدھے گھنٹے تک اُسی طرح بے حس و حرکت پڑی رہی تھی۔ پھر اٹھی تھی تو انداز سے دیوانگی جھلکنے لگی تھی۔ جھپٹ کر کچن کا دروازہ کھولا۔ دوڑتی ہوئی سٹنگ روم تک پہنچی اور قفل میں کنجی لگی دیکھ کر جہاں تھی وہیں رہ گئی۔ غیر ارادی طور پر بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈالا تھا۔ لیکن پھر قفل میں لگی ہوئی کنجی کی طرف نظر اٹھ گئی۔ مضطربانہ انداز میں آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ خان داور کی لاش جوں کی توں پڑی تھی لیکن لباس کی بے ترتیبی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ بعد میں اُس کی جامہ تلاشی لی گئی ہے۔ فون کا ریسیور کریڈل کی بجائے میز پر پڑا نظر آیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کمرے کی تلاشی بھی لی گئی ہو۔ وہ کمرے سے نکلی اور اُسے دوبارہ مقفل کر کے دوسرے کمروں کی طرف دوڑی۔ ہر ایک میں ایسی ہی ابتری نظر آئی جیسے انہیں الٹ پلٹ کر رکھ دیا گیا ہو۔ پھر وہ اونچی آواز میں گالیاں بکنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ سٹنگ روم میں واپس آکر فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگی اور پھر ماؤتھ پیس میں بولی۔ "بیلارڈ کو اطلاع دو.....!"

کچھ دیر بعد دوسری طرف سے بیلارڈ کی آواز سن کر بولی۔ "فوراً آؤ.....ورنہ ہم سب دشواری میں پڑ جائیں گے۔!"

"آخر بات کیا ہے.....؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"فون پر تفصیل میں جانے کا وقت نہیں فوراً پہنچو.....!"

"اچھا میں آرہا ہوں۔!"

وہ ریسیور کریڈل پر رکھ کر باہر نکل آئی اور کمرے کو پھر مقفل کر دیا۔ برآمدے میں پہنچی تو خان داور کی گاڑی پر نظر پڑی ذہن کو جھٹکا سا لگا اور وہیں آرام کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر کچھ سوچ کر اٹھی اور برآمدے کی روشنی بند کر دی۔ اس طرح باہر کھڑی ہوئی گاڑی بھی اندھیرے میں ڈوب گئی تھی۔

آرام کرسی پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ سر اب بھی بُری طرح چکرا رہا تھا اور ایسی تھکن محسوس ہو رہی تھی جیسے کسی پہاڑ کی چوٹی سر کرنی پڑی ہو۔ جلد ہی اُسے پھر چونکنا پڑا کسی گاڑی کے انجن کی آواز سناٹے میں ارتعاش پیدا کرتی ہوئی اُسی جانب بڑھی آرہی تھی۔ وہ کرسی سے اٹھ گئی۔ گاڑی پولیس کی بھی ہو سکتی تھی۔ لیکن کیا وہ احمق پولیس کو اطلاع دینے کی جرأت کر سکے گا۔ احمق احمق کیوں؟ کیا کسی ایسے کارگزار آدمی کو احمق کہا جا سکتا ہے۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ بے خیالی میں کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ کیونکہ سڑک کے موڑ سے گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی اس پر

پڑی تھی۔ پھر جلد ہی وہ گاڑی خان داور کی گاڑی کے پیچھے آکھڑی ہوئی اور اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ گاڑی بیلارڈ ہی کی تھی۔

"کیا ہوا کیا بات ہے.....؟" وہ اُس طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "برآمدہ تاریک کیوں ہے۔!"

"اُسے یونہی رہنے دو..... میرے ساتھ چلے آؤ.....!" روزا بائیں جانب والے دروازے کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔ بیلارڈ نے سگریٹ لائٹر روشن کر لیا تھا۔ وہ اُسے سیدھی کچن میں لیتی ہوئی چلی آئی اور کسی تمہید کے بغیر عمران اور خان داور کی کہانی سنا دی۔

"اور پھر.....!" اُس نے کسی قدر توقف کے ساتھ کہا۔ "میں نے سوچا کہ خان داور سے چھٹکارا پانے کا اس سے بہتر اور کوئی موقعہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے چپکے سے چاقو دروازے سے نکالا اور ایسی پوزیشن پر آکھڑی ہوئی کہ خان داور کے گرنے پر اپنا کام کر گزروں۔ فوراً ہی موقع مل گیا اور میں نے چاقو کا پھل اُس کے پہلو میں اُتار دیا۔!"

"کیا احمق نے تمہیں ایسا کرتے دیکھ لیا تھا۔!" بیلارڈ نے بے چینی سے پوچھا۔

"نہیں... لیکن حیرت ظاہر کر رہا تھا کہ چاقو دروازے سے نکل کر اس طرف کیسے چلا آیا۔!"

"تم نے جلد بازی سے کام لیا۔!"

"صرف میں ہی احمق نہیں ہوں تم بھی ہو۔ پہلے ہی کہتی رہی تھی کہ مقامی آدمیوں کی مدد کے بغیر ہی اس کام کو نپٹانے کی کوشش کرو۔ خیر ہاں تو آگے سنو.....!"

بعد کی باتیں بتاتی ہوئی بولی۔ "میں نے چاہا تھا کہ اُسی احمق کی مدد سے لاش کو کہیں دفن کرا کے گاڑی ریلوے اسٹیشن کے سامنے کھڑی کرادوں گی۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے اُسے چائے میں کیپسول دیا۔ لیکن جانتے ہو کیا ہوا۔ ذرا پیٹھ موڑی تھی کہ اُس نے پیالی بدل دی اور مجھے علم تک نہ ہو سکا۔ پھر جانتے ہی ہو کہ میرا کیا حشر ہوا ہو گا۔ اُس کے بعد اُس نے پورے کاٹیج کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا اور صرف وہی لفافہ لے گیا ہے جو خان داور نے وکیل کے یہاں سے حاصل کیا تھا۔!"

"اوہ وہ فوٹو گراف اُسی لفافے میں تھا۔!"

"ہاں.....!"

"اور تم اسے احمق کہہ رہی تھیں۔!" بیلارڈ غصیلے لہجے میں بولا۔ "پہلے بھی تم نے بھرے مجمعوں میں کیپسول والی ٹرک بارہا آزمائی تھی لیکن کیا کبھی کسی کو احساس تک ہو سکا تھا۔!"

"کبھی نہیں۔!"

"لیکن اس کی نظروں سے نہ چھپا سکیں.... سنو.... وہ مجھے کوئی بے حد خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ کیا ایسا تو نہیں کہ شیمراں نے ہمارے خلاف یہاں کے محکمہ سراغ رسانی سے مدد حاصل کی ہو۔!"

"ناممکن....!" روزا سر ہلا کر بولی۔ "اس طرح خود اُس کی پوزیشن خطرے میں پڑ جاتی۔!"

"اور اگر کسی معاہدے کے تحت ایسا ہوتا تو.... یعنی وہ لوگ جو قدم بھی اٹھائیں اس کے مرنے کے بعد اٹھائیں۔ اُسے علم تھا کہ وہ ایک ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکے گا۔ کینسر آخری اسٹیج پر تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ پینٹنگ کا فوٹوگراف اُس لفافے میں یہاں کے محکمہ سراغ رسانی ہی کے لئے رکھا گیا ہو۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ عورت یعنی مسز شیمراں اس کی موت ہی کے بعد نمودار ہوئی تھی۔!"

"لیکن وہ مقامی نہیں ہے۔!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ محکمے کی ایجنٹ بھی ہو سکتی ہے۔!"

"اوہ.... جہنم میں جائے۔ فی الحال تو اس لاش کے لئے کچھ سوچو....!"

"چلو.... مجھے دکھاؤ۔!"

وہ کچن سے نکل کر سٹنگ روم کی طرف چل پڑے۔

دوسرے دن داور کی لاش اس حال میں پائی گئی کہ گاڑی کا اسٹیئرنگ سائیڈ والا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ دروازہ کھول کر گاڑی سے اُترنے ہی والا تھا کہ کسی نے بائیں پہلو میں چاقو اُتار دیا۔ لفٹ ہینڈ ڈرائیو والی گاڑی تھی۔ ریلوے اسٹیشن کے پارکنگ لاٹ پر اس وقت خاصی سنسنی پھیل گئی تھی۔ جب علی الصبح کسی نے اُسی گاڑی کے قریب اپنی گاڑی پارک کرنے کی کوشش کی تھی۔!

دس بجے تک پورے سردار گڈھ میں خان داور کے قتل کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی اور شیمراں کی کوٹھی میں میریا نے اُس حصے کی طرف دوڑ لگائی تھی جہاں تینوں ریٹائرڈ فوجی رہتے تھے۔

"کیا عمران صاحب واپس آئے تھے....؟" اس نے چھوٹتے ہی اُن سے سوال کیا۔

"نہیں....!" سجاد نے جواب دیا۔ اُس کے چہرے سے بھی تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔

"تم لوگوں نے کسی کو بتایا تو نہیں کہ کل اُنہیں خان داور اپنے ساتھ لے گیا تھا۔!"

"ہم کسے بتائیں گے مس میریا لیکن آپ کو اس کا خیال کیسے آیا۔ مسٹر عمران قاتل نہیں ہو سکتے۔ خان داور کے بہتیرے دشمن تھے اور ایسے لوگ قتل ہی ہوا کرتے ہیں۔ طبعی موت انہیں شاذونادر ہی نصیب ہوتی ہے۔!"

"لیکن وہ دشواری میں ضرور پڑ جائیں گے۔!"

سجاد کچھ نہ بولا۔ آخر میریا نے پوچھا۔ "اُس آدمی کا کیا حال ہے جسے پکڑا تھا۔!"

"ٹھیک ہے لیکن ہم اسے کب تک روکے رکھیں۔ کیلاش کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے۔!"

"اب یہ معاملہ میری سمجھ سے باہر ہو رہا ہے۔!" میریا نے طویل سانس لے کر کہا۔ "مادام کسی معاملے میں کچھ بولتی ہی نہیں۔ اُدھر یہ دودھ پلاتی ہوئی گدھی سمجھ میں نہیں آتی۔ میں نے کبھی یہاں ایسی کوئی تصویر نہیں دیکھی۔ دوسری طرف روزا پالگریو کا الگ کوئی قصہ ہے۔!"

"ہمیں اس سلسلے میں وکیل سے مشورہ لینا چاہئے۔ کیونکہ تنخواہیں تو اُسی سے مل رہی ہیں۔!"

"ہاں یہ مناسب مشورہ ہے۔ میں وکیل ہی سے بات کروں گی۔!"

دفعتاً کسی نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ گل میر نے بڑھ کر دروازہ کھولا عمران سامنے کھڑا احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔

"اوہ.... آپ؟" میریا اچھل پڑی۔ "آیئے.... اندر آجایئے۔!"

عمران بالکل چوروں کے سے انداز میں آگے بڑھا۔ جیسے وہاں جواب دہی کے لئے زبردستی لایا گیا ہو۔

"آپ کہاں تھے۔!" میریا نے پوچھا۔

"اپنے ہوٹل میں....!" عمران نے جواب دیا۔

"کچھ سنا آپ نے کسی نے خان داور کو قتل کر دیا۔!"

"ہاں سنا تو ہے....!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"وہ کل آپ کو کہاں لے گیا تھا۔!"

"ارے.... وہ.... اچھا ہی ہوا مر گیا۔ اول درجے کا فراڈ تھا۔!"

"کیا مطلب....!"

"تم لوگوں کو یاد ہے نا....؟" عمران نے سجاد اور گل میر کو مخاطب کیا۔ "کتنی محبت سے مجھے

اپنے ساتھ لے گیا تھا۔!"

"میں نے تو اشارہ بھی کیا تھا کہ اُس کے ساتھ نہ جائیے۔!" سجاد بولا۔

"اچھا میں نہیں سمجھا تھا....!" عمران نے کہا۔

"آپ کیا کہہ رہے تھے....؟"

"ارے ہاں مردود یہاں سے اتنے پیار محبت سے ساتھ لے گیا اور ایک جگہ ویرانے میں گاڑی روک کر بولا اُترو... میں نے کہا یہاں کہاں۔ بولا تمہاری پٹائی کروں گا۔ تم نے سب کے سامنے میری توہین کی تھی میں نے کہا تو پھر یہاں سناٹے میں پیٹنے سے کیا فائدہ اُنہی لوگوں کے سامنے لے چل کر پیٹو جنکے سامنے میں نے تمہاری توہین کی تھی۔ نہیں مانا.... زبردستی گاڑی سے اُتارنے کی کوشش کی اور میں اُس سے ہاتھ چھڑا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اتنا تیز دوڑ سکتا ہوں کہ کم ہی لوگ مجھے پکڑ سکیں گے۔!"

"لیکن آپ خطرے میں ہیں۔!"

"مم.... میں کیوں خطرے میں ہوں....!" عمران کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"یہ بات اُس کے حلقے میں مشہور ہو گئی ہے کہ کسی نے اُسے دھمکی دی تھی....!"

"ارے باپ رے۔!" عمران پیٹ پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

"لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ..... اب آپ اپنے ہوٹل نہ جائیے۔ یہیں ٹھہریئے اور رات کو چپ چاپ گھر واپس چلے جائیے۔!"

"یہ ناممکن ہے.... تم لوگوں کو پریشانیوں میں چھوڑ کر میں واپس نہیں جا سکتا۔ اُس آدمی کا کیا حال ہے جسے پکڑا تھا۔!"

سجاد عمران کو بتانے لگا کہ اُس نے کیا بیان دیا تھا۔ عمران بہت غور سے سنتا رہا پھر بولا۔ "پاگل معلوم ہوتا ہے۔ دودھ پلانے والی گدھی کی تصویر.... واہ بھئی۔!"

"میں نے یہاں کبھی کوئی ایسی تصویر نہیں دیکھی۔!" میریا نے کہا۔

"اچھا تو چلو اُسی کیلاش سے پوچھیں کہ کیا معاملہ ہے۔ بلکہ تم لوگ پولیس کو کیوں نہیں مطلع کر دیتے۔!"

"وکیل کا مشورہ نہیں ہے۔!"

"تو پھر وکیل ہی نے کوئی چکر چلایا ہو گا۔!"

"نہیں.... عمران صاحب وہ ایسے نہیں ہو سکتے۔!" میریا جلدی سے بولی۔

"تو پھر وہ کوٹھی کو لٹوانا چاہتا ہو گا۔ جسے پکڑا گیا ہے اُس نے سچی بات نہیں بتائی ہو نہ ہو.... دودھ پلاتی ہوئی گدھی کی تصویر.... کیا بات ہوئی۔!"

"خدا جانے.... ہم لوگ تو سخت پریشان....!" گل میر نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ کسی پوشیدہ خزانے کا چکر ہے۔ موسیو شیمراں بے حد پراسرار آدمی تھے۔!" عمران بولا۔

وہ تینوں ہی چونک کر اُسے دیکھنے لگے اور وہ احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا۔ "ہے نا یہی بات۔!"

"ہم کچھ بھی نہیں جانتے مسٹر عمران.... ہو سکتا ہے آپ کا خیال درست ہو۔!"

"خزانے کی کئی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ بچے کو دودھ پلاتی ہوئی گدھی کا مجسمہ ہو۔ ٹھوس سونے کا۔ یہی کوئی چالیس پونڈ وزنی سمجھ لو۔ ہوا نا خزانہ۔ کیا قیمت ہو گی چالیس پونڈ سونے کی!"

وہ حیرت سے عمران کو دیکھے جا رہے تھے۔

"بات سمجھ میں آنے والی ہے۔!"

"اب اس سونے کے مجسمے پر کالے رنگ کا پینٹ کرا دو.... دیکھنے والے اُسے بے وقعت سمجھیں گے۔ صرف کیلاش کو معلوم ہو گا کہ وہ سونے کا ہے۔ اس لئے تصویر کی بات کر کے دو ٹکے کے آدمیوں سے تلاش کرا رہا ہے۔ اگر انہیں مل گیا تو جا کر اطلاع دے دیں گے کہ تصویر نہیں ہے بلکہ کالا کلوٹا سا مجسمہ ہے۔ اس طرح کیلاش کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ مجسمہ کہاں رکھا ہوا ہے۔ پھر وہ کوئی دوسری کارروائی کرے گا اور مجسمے کو چپ چاپ پار کر لے جائے گا۔!"

"کمال ہے.... عمران صاحب آپ نے تو صفایا ہی کر دیا۔!" سجاد نے حیرت سے کہا۔

"اچھا اگر یہ بات نہیں ہے۔ تو پھر موسیو شیمراں نے پولیس سے مدد لینا کیوں نہیں پسند کیا تھا۔!"

"آپ بہت سمجھ داری کی باتیں کر رہے ہیں مسٹر عمران....!" گل میر نے سنجیدگی سے کہا۔

"سب ہملاک شومز کے ناولوں کا کرشمہ ہے۔!"

"شرلاک ہومز....!" میریا نے تصحیح کی۔

"ہاں ہاں بھول جاتا ہوں۔!"

"تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔!" سجاد نے پوچھا۔

"چونکہ ان کا ایک آدمی پکڑا گیا ہے اس لئے آج رات کو بڑا اور فیصلہ کن حملہ ہو سکتا ہے۔ کیوں نہ ہم اس سے پہلے ہی اس کوٹھی پر بلڈوزر چلوا دیں۔!"

"یہ کیا بات ہوئی۔!" میریا نے حیرت سے کہا۔

"پھر اور کیا بات ہونی چاہئے.... موسیو شیمر ان دوسری دنیا کو سدھارے جو اس خزانے کے مالک تھے۔ لہٰذا اب وہ خزانہ کسی کو بھی نہ ملنا چاہئے۔!"

"مادام شیمر ان اُس کی مالک ہیں۔!"

"ہوا کریں.... جھگڑے کی چیز ہے اُسے تباہ ہی ہو جانا چاہئے۔!"

"ایک منٹ...!" سجاد نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "آپ کہہ رہے تھے کہ آج فیصلہ کن حملہ ہوگا۔!"

"ہاں.... اور تم لوگ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو کھلی جگہ پر رہنا۔!"

"کھلی جگہ سے کیا مراد ہے....؟"

"یعنی کہ آسمان کے نیچے.... کمروں میں ٹکے تو اُن کا کام آسان ہو جائے گا۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"ہو سکتا ہے آج وہ گیس استعمال کریں.... یعنی تمہیں اس قابل ہی نہ رہنے دیں کہ تم مزاحمت کر سکو۔ کیلاش کو اُس آدمی کی تلاش بھی تو ہو گی جسے تم لوگوں نے پکڑ کر بند کر رکھا ہے۔!"

"آپ کی باتوں میں وزن ہے۔ عمران صاحب لیکن گیس سے بچاؤ کے لئے کیا کریں۔!"

"شرلاک ہومز زندہ ہوتا تو گیس ماسک اور آکسیجن کی تھیلیاں مہیا کرنے کا مشورہ دیتا۔"

سجاد نے میریا کی طرف دیکھا اور وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ عمران کی طرف اس کا دل کھنچتا تھا۔ خواہش ہوتی تھی کہ وہ کچھ دیر اور ٹھہرے لیکن اُس نے محسوس کیا تھا کہ مسز شیمر ان اسے پسند نہیں کرتی۔ ویسے وہ بھی اس سے عمران کے بارے میں پوچھتی رہا کرتی تھی۔

"تو اب آپ کہیں نہ جائیں گے....؟" میریا نے سوال کیا۔

"جیسا تم لوگ کہو.... پولیس والوں کے چکر میں پڑ گیا تو اچھا نہ ہوگا۔!"

"یہاں کوئی پوچھنے آئے تو کہہ دیں گے کہ آپ یہاں موجود نہیں ہیں۔!"

"ہاں یہی بہتر رہے گا اور رات کو دارالحکومت کھسک جاؤں گا۔!"

"آج رات نہیں مسٹر عمران....!" سجاد بولا۔

"کیوں....؟" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"آپ ہی تو کہہ رہے تھے کہ آج رات کو وہ فیصلہ کن حملہ کریں گے۔!"

"تت.... تو تم.... مجھے کیوں روک رہے ہو....؟" عمران خوف زدہ انداز میں ہکلایا۔

"اگر اُس رات آپ یہاں نہ ہوتے تو وہ نہ پکڑا جا سکتا۔ جس نے کیلاش کی نشاندہی کی ہے۔!"

"ارے.... وہ تو بوکھلاہٹ میں.... میں نے اُسے پکڑ لیا تھا۔!"

"کچھ بھی ہو.... لیکن ہم یہی درخواست کریں گے کہ آپ ٹھہریں۔!"

"مان جائیے۔!" میریا عمران کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"مروا دیا....!" عمران کراہ کر رہ گیا۔ پھر کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ "ایک بات سمجھ نہیں آئی جب ایسے حالات تھے تو موسیو شیمر ان نے رکھوالی کے کچھ کتے بھی کیوں نہیں رکھے تھے۔!"

"انہیں کتوں سے نفرت تھی۔!" میریا بولی۔ "پہلا یوروپین میری نظر سے گزرا ہے جو کتوں کو پسند نہیں کرتا تھا۔ میں نے بھی انہیں مشورہ دیا تھا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ کتوں کی قربت سے موت بہتر ہے۔!"

"کبھی کسی کتے نے دکھ پہنچایا ہوگا۔ میرے چچا کے ایک دوست بھی کتوں سے نفرت کرتے ہیں۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ایک بار ایک کتے نے انکی محبوبہ کی ٹانگ پکڑ لی تھی۔!"

"بہر حال آپ رات یہیں گزاریں گے۔!" سجاد نے کہا۔ "لیکن ہم گیس ماسکس اور آکسیجن کی تھیلیاں کہاں سے فراہم کریں گے۔!"

"میں فراہم کر سکتا ہوں۔ لیکن مجھے اس کیلئے ایک صاحب کی محبوبہ کے کتوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔!"

"ہم نہیں جانتے۔ آپ نے توجہ دلائی ہے تو آپ ہی فراہم بھی کیجئے۔!" سجاد سر ہلا کر بولا۔

"طارق کا کیا حال ہے....؟"

"بخار اب نہیں ہے لیکن ہم اُسے نیند کی گولیاں دے رہے ہیں تاکہ مسلسل آرام کرتا رہے۔!"

"رات ہونے سے قبل ہی اُسے کسی ہسپتال میں منتقل کر دو....!"

"ہم بھی یہی سوچ رہے تھے۔!"

"سوچو مت.... کر گزرو.... فوری طور پر....!"

"بہت بہتر....!"

"اور آپ گیس ماسکس کے انتظام کے لئے باہر جائیں گے....؟" میریا نے پوچھا۔

"جانا ہی پڑے گا۔!"

"اب یہ مناسب نہ ہوگا۔ اتنی دیر میں پولیس نے خاصی پوچھ گچھ کر لی ہوگی اور آپ کا نام اس کے کانوں تک پڑ چکا ہوگا۔!"

"یہ بات تو ہے۔!" عمران نے پر تشویش لہجے میں کہا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بر
سے پوچھا۔ "یہاں کتنے فون ہیں۔!"

"تین عدد.....!"

"ایک ہی لائن پر.....؟"

"نہیں الگ الگ لائنیں ہیں۔!"

"میں ذرا اپنے والد صاحب کو ٹرنک کال کرنا چاہتا ہوں۔!"

"ایک انسٹرومنٹ ڈائریکٹ ڈائیلنگ والا بھی ہے۔!"

"واہ کام بن گیا.....!"

"کیا توپ منگوا رہے ہیں دارالحکومت سے۔!" گل میر نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں والد صاحب سے پوچھوں گا کہ اگر میں مر جاؤں تو انہیں زیادہ صدمہ تو نہیں پ
گا۔!" عمران نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"ارے تو کیا واقعی اتنے ہی خطرناک حالات ہیں۔!" میریا نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہوا کریں۔!" عمران نے لاپرواہی کے اظہار میں شانوں کو جنبش دی۔

پھر میریا اُسے اُس کمرے میں لے گئی تھی۔ جہاں ڈائریکٹ ڈائیلنگ والا فون تھا۔

غالباً اب میری موجودگی ضروری نہیں ہے۔!" میریا نے کہا اور اُسے کمرے میں چھوڑ کر ب
آگئی۔ دروازے سے نکل کر دو ہی قدم چلی تھی کہ جولیا سامنے کھڑی نظر آئی اور میریا نے محسو
کیا کہ جیسے وہ اُسے اچھی نظروں سے نہ دیکھ رہی ہو۔

"مم..... مسٹر عمران اپنے والد کو فون کرنا چاہتے تھے۔!"

"میرا خیال ہے کہ تم اس میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لیتی ہو۔!"

"موسیو شیمراں اُن کا خاص خیال رکھتے تھے۔!"

"کیا اس سلسلے میں انہوں نے کوئی وصیت کی تھی.....؟" جولیا نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"نن..... نہیں مادام.....!"

"جاؤ...!" وہ ہاتھ ہلا کر بولی اور میریا تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ جولیا کا رویہ اُسکے پلے نہ پڑ

جولیا دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی۔ عمران فون کا ریسیور کان سے لگائے کھڑا تھا۔ جو
دیکھ کر شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "بیوگی کیسی گزر رہی ہے۔!"

پھر چونک کر فون کی طرف متوجہ ہو گیا اور جھنجھلا کر بولا۔ "لائن ہی ڈیڈ ہو گئی۔!"
ریسیور کریڈل پر رکھ کر آہستہ سے بولا۔ "دروازہ بولٹ کر دو.....!"

جولیا نے ناگواری سے اس پر عمل کیا تھا اور اسی طرح پلٹی تھی جیسے بلا توقف حملہ کر بیٹھے گی۔

"سچی بات۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ جس طرح تم بیوہ ہوئی ہو
اُسی طرح میں بھی دھکے کھاتا پھرتا ہوں۔!"

"میں یقین نہیں کر سکتی۔!" جولیا جھنجھلا کر بولی۔

"اپنی آواز اونچی نہ ہونے دو۔ یہ لوگ سچ مچ تمہیں شیمراں کی بیوہ ہی سمجھتے ہیں۔!"

جولیا تھوڑی دیر تک اُسے گھورتی رہی پھر پوچھا۔ "کیلاش سے تم نے کیا معلوم کیا؟"

"وہ غائب ہو گیا ہے۔ غالباً اپنے ایک آدمی کے پکڑے جانے کی وجہ سے۔ اُس کا کہیں سراغ
نہیں مل رہا۔ یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ اس پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔!"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہاں پہلے سے شیمراں کی ایک بیوی موجود تھی۔!"

"تمہیں کیونکر علم ہوا میرا خیال ہے کہ اس نے ابھی تک اُس کی تشہیر نہیں کی۔!" عمران نے
اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جولیا نے قدرے نرم پڑ کر گرینڈ ہوٹل کے منیجر
کی کہانی دہرائی اور عمران سر ہلا کر بولا۔ "کہانی سچی ہے... وہ تحریر میں نے اُس کے ریٹائرنگ روم
سے پار کر دی تھی۔!"

"تو تمہیں شیمراں کی اُس بیوی کا علم تھا۔!"

"شیمراں ہی نے مجھے اُس کے بارے میں بتایا تھا.... اور میں نے پہلے ہی سے اس کا انتظام
کر لیا تھا کہ اُس کے حالات سے باخبر رہ سکوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی بہتیرے معاملات ابھی
تک میرے علم میں نہیں آسکے۔!"

"کون سے معاملات.....؟"

"اہم ترین معاملہ یہ ہے کہ وہ بھی محض آلہ کار ہے کس کے لئے کام کر رہی ہے۔ یہ ابھی تک
نہیں معلوم ہو سکا۔!"

"اصل چکر کیا ہے.....؟"

"دودھ پلانے والی گدھی کی تلاش..... لیکن تم لاولد ہی بیوہ ہو گئیں۔!"

جولیا نے بے حد زوردار ہاتھ گھمایا تھا۔ لیکن عمران اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ بہت زیادہ طیش

میں آگئی تھی لیکن پھر آہستہ آہستہ ٹھنڈی پڑتی گئی۔ اس کے ذہن میں ڈھیروں سوالات تھے جن کے جواب چاہتی تھی۔ عمران سے بگاڑ بیٹھی تو بہلا پھسلا کر ہی کچھ معلوم کر لینے کا راستہ بھی بند ہو جاتا۔ عمران بھی شاید اس کے ذہن کو پڑھتا رہا تھا دفعتاً ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اصل معاملات کا علم ایکس ٹو کے علاوہ کسی کو بھی نہیں۔ حالانکہ مجھے شیمراں سے مل بیٹھنے کا حکم اُسی سے ملا تھا اور میں شیمراں سے قریب بھی ہو گیا تھا لیکن کسی گدھی کے بارے میں مجھے بھی نہیں معلوم تھا۔!"

"مجھے اُس آدمی کی بکواس پر یقین نہیں ہے جسے ان لوگوں نے بند کر رکھا ہے۔ محض تشدد سے بچنے کے لئے اُس نے اوٹ پٹانگ ہانک دی ہو گی۔!"

"پہلے میں بھی یہی سمجھا تھا۔!" عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا لیکن اب اس کی تصدیق ہو گئی ہے۔ یہ دیکھو۔

اس نے دودھ پلاتی ہوئی گدھی کی پینٹنگ کا فوٹوگراف اس کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ کک.... کیا ہے۔!" جولیا اس پر نظر پڑتے ہی ہکلائی۔

"اصل کا فوٹوگراف جو مجھے روزا پالگریو سے ملا ہے.... اور یہ ویسے ہی لفافے میں رکھا ہوا تھا۔ جیسا شیمراں کے وکیل نے وصیت نامے کو ملفوف حیثیت سے پیش کیا تھا۔ اس پر ویسی ہی لاخ کی مہریں بھی لگی ہوئی تھیں جن پر شیمراں کی انگشتری کے نشانات تھے۔!"

"اس کا مطلب....؟" جولیا اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"صاف ظاہر ہے کہ اصل لفافہ یہی تھا جسے وکیل کی تحویل سے غائب کیا گیا اور اس کی جگہ لفافہ رکھ دیا گیا جس سے سادہ اوراق برآمد ہوئے تھے.... اور یہ بھی سن لو کہ یہ لفافہ ہمارے لئے تھا۔ ایکس ٹو کا یہی خیال ہے میں اُسے برابر یہاں کے احوال سے آگاہ کرتا رہتا ہوں۔!"

"تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس گدھی کا کوئی تعلق ایکس ٹو سے ہے۔!"

"ایکس ٹو کی آواز سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے جیسے کوئی گدھا آدمی کی طرح بولنے لگا ہو۔ اس لئے اس کا تعلق گدھیوں ہی سے ہو سکتا ہے۔!" عمران شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا اور جولیا کو پھر غصہ آ گیا لیکن پھر ضبط کر گئی۔

"بس فضول باتیں ختم.... چلو مجھے دوسرے فون تک لے چلو۔ آج بات بڑھ سکتی ہے معاملہ سیریس ہو گیا ہے۔ خان داور ختم کر دیا گیا کیلاش پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اُن لوگوں کا اطمینان ختم ہو گیا ہے اب بوکھلا کر کوئی نئی حرکت کر بیٹھیں گے۔!"

"تم کیا کرنا چاہتے ہو....؟"

"حالات پر منحصر ہے.... کئی طرح کے انتظامات کروں گا۔ بہر حال آج کی رات فیصلہ کن بھی ہو سکتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے جہاز جلا دیئے ہیں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اپنے دونوں مددگاروں سے پیچھا چھڑا چکے ہیں۔ ایک ان کے ہاتھوں مارا گیا اور دوسرا خائف ہو کر روپوش ہو گیا۔ اب شائد وہ خود ہی اس معاملے کو دیکھیں گے۔ چلو مجھے دوسرے فون تک لے چلو۔!"

جولیا دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

بیلارڈ نے فوراً ہی روزا کی کال ریسیو کی تھی۔ گویا وہ اُس کال کا منتظر ہی تھا۔

"اب کیا ارادہ ہے۔!" روزا نے پہلا سوال کیا۔

"تم نے مجھے دشواری میں ڈال دیا ہے۔!" دوسری طرف سے بیلارڈ کی آواز آئی۔ "لیکن اس کھیل کو ختم ہی ہو جانا چاہئے۔ مجھے شبہ ہے کہ تمہاری ایک غلطی کی بناء پر بات بہت آگے بڑھ گئی ہے۔!"

"کس غلطی کی بناء پر....؟" روزا نے کسی قدر جھنجھلا کر پوچھا۔

"فون پر نہیں بتاؤں گا۔!" بیلارڈ کی آواز آئی۔ "تم ایسا کرو کہ ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد گیراج سے گاڑی نکالو اور سیمورا پارک کی طرف روانہ ہو جاؤ۔!"

"اس وقت وہاں کیا ہو گا۔ رات کے دس بج رہے ہیں۔!"

"تفریح کے لئے نہیں بلا رہا.... بس تم روانہ ہو جاؤ.... آدھے گھنٹے بعد اور ہاں ایسے لباس اور جوتوں کا انتخاب کرنا جو بھاگ دوڑ میں مزاحم نہ ہو سکیں۔!" بیلارڈ کی آواز آئی اور ساتھ ہی رابطہ بھی منقطع ہو گیا۔ روزا نے بُرا سا منہ بنا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور روانگی کے لئے تیاریوں میں مصروف ہو گئی۔

پھر ٹھیک آدھے گھنٹے بعد گیراج سے گاڑی نکالی اور سیمورا پارک کی طرف روانہ ہو گئی۔ سیمورا پارک میں سردار گڈھ کا چڑیا گھر بنایا تھا۔ جس کے پھاٹک سات بجے شام کو بند کر دیئے جاتے تھے۔ اس کے بعد داخلے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر بھی روزا نے بیلارڈ کی ہدایت کے مطابق گاڑی نکالی اور ٹھیک ساڑھے دس بجے سیمورا پارک کی طرف روانہ ہو گئی اور تھوڑی ہی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ ایک گاڑی اُس کے تعاقب میں ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی گاڑی کی

ہیڈ لائٹس عقب نما آئینے میں نہیں دکھائی دیتی تھی۔!

اس نے بائیں ہاتھ سے جیکٹ کی جیب میں پڑے ہوئے اعشاریہ تین دو کے پستول کو ٹٹولا اور اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ تعاقب جاری رہا۔ سیمورا پارک کے قریب والے اسنیک بار کے سامنے اُس نے اپنی گاڑی روک دی اور مڑ کر دیکھا۔ تعاقب کرنے والی گاڑی بھی اُس کے برابر ہی آرکی اور اس میں بیلارڈ بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ روزا نے طویل سانس لی۔

دونوں گاڑیوں سے اُترے اور اسنیک بار میں داخل ہو گئے۔ صرف دو تین میزیں آباد تھیں۔ وہ دروازے کے قریب ہی والی ایک میز کے گرد بیٹھ گئے اور روزا نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ”اس طرح بلانے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا۔!“

”صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہاری نگرانی تو نہیں کی جا رہی۔!“ بیلارڈ نے جواب دیا اور وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔ ”کیا لیسی ماتیف نے پولیس کو مطلع کر دیا ہے۔!“

”نہیں لیکن.... تمہاری غلطیاں....!“

”تم بار بار غلطیوں کا حوالہ دے رہے ہو.... کیسی غلطیاں۔!“

”پہلی غلطی تو یہ کہ تم گرینڈ کے منیجر سے الجھیں لیکن شیمراں کی وہ تحریر بھی نہ حاصل کر سکیں جو اُس کے پاس تھی۔ دوسری غلطی یہ کہ خان داور سے اُس پینٹنگ کے بارے میں تفصیلی بات کر ڈالی۔!“

”میں نے اُسے غلط بات بتائی تھی۔ اُس سے کہا تھا کہ وہ میری بنائی ہوئی پینٹنگ کا فوٹو گراف تھا۔ بس میں اس فوٹو گراف کو دیکھ کر کسی قدر نروس ہو گئی تھی۔!“

”اتنی نروس کہ پینٹنگ کا وہ نام بھی تمہاری زبان سے نکل گیا جسے سن کر ساری دنیا کے ممالک کے سیکرٹ ایجنٹ چونک پڑتے ہیں۔ یعنی باؤل دے سوف اور ہاں۔ یہ بھی سنو کہ وہ الیکٹرونک بگ جو میں نے تمہارے سٹنگ روم کی میز کے نیچے سے نکالا تھا۔ معمولی نوعیت کا نہیں تھا۔ اس پر یہاں کے محکمہ سراغ رسانی کے نشانات تھے۔!“

”تو کیا خان داور....!“

”نہیں.... خان داور کا پولیس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن وہ احمق جس کی میں نے آج تک شکل بھی نہیں دیکھی میرے اعصاب پر سوار ہو گیا ہے۔!“

”اُس کے بارے میں تو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔!“

”تمہارے بارے میں کون سوچ سکتا ہے کہ تمہارا تعلق فرانسیسی سیکرٹ سروس سے ہو گا۔!“

”آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔!“

”یہی کہ یہ معاملہ اب ہماری ہی ذات تک محدود نہیں رہا۔ یہاں کے محکمہ سراغ رسانی نے بھی اس کی سن گن پالی ہے۔!“

”اس کے باوجود بھی تم ایسا کہہ رہے ہو جبکہ ہمارا تعاقب بھی کسی نے نہیں کیا۔!“

”یہ حقیقت ہے پھر بھی مجھے ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔!“

”تم وہموں کا شکار ہو گئے.... ذہن کو صاف رکھ کر کام کرو۔!“

”اگر وہ الیکٹرونک بگ....!“

”بس ختم کرو...!“ روزا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”تم نے آج کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے کی بات کی تھی۔!“

”میں الجھن میں ہوں۔ شدید الجھن میں ہوں۔ شیمراں مقامی پولیس کو اُن حالات سے آگاہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اُن لوگوں کا کیا ہوا ہے جو اب اُس کوٹھی میں مقیم ہیں۔ پچھلی رات تین آدمی کوٹھی میں گھسے تھے۔ اُن میں سے ایک پکڑا گیا۔ لیکن اُسے پولیس کے حوالے نہیں کیا گیا۔ آخر کیوں؟ پھر تمہارے بیان کے مطابق لیسی ماتیف کا کوئی وجود نہیں تھا۔ یہ کہاں سے آٹپکی اور شیمراں ہی کے توسط سے آئی ہے۔ اگر کسی لیسی ماتیف کا وجود ہوتا تو وہ تم سے ہرگز شادی نہ کرتا۔“

”میں تمہیں اس کی اس نفسیاتی بیماری کے بارے میں بتا چکی ہوں اور یہ بھی بتا چکی ہوں کہ وہ اسی لئے مجھے اپنی کوٹھی میں نہیں رکھ سکا تھا کہ لوگوں سے خیالی لیسی ماتیف کی باتیں کرتا رہا تھا۔!“

”اب خود سوچو کہ اس جیتی جاگتی لیسی ماتیف کا وجود کیا مطلب رکھتا ہے۔ یہی نا کہ شیمراں تمہاری حقیقت سے آگاہ ہو گیا تھا اُسکے تعاون کے بغیر کوئی لیسی ماتیف وہاں قدم بھی نہ رکھ سکتی۔!“

”گرینڈ کا منیجر شیمراں کی تحریر نہیں پیش کر سکا۔!“

”اس سے کسی تیسری پارٹی کا وجود ثابت ہوتا ہے جو اس معاملے سے پوری طرح آگاہی رکھتی ہے۔!“

”اب تم مجھے بھی الجھن میں ڈال رہے ہو....؟“

”میں ڈال رہا ہوں....؟“ اُس نے حیرت سے کہا۔ ”ارے مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ خود تمہارا دھیان اس طرف کیوں نہیں گیا۔!“

”میں اسے صرف شیمراں کی پرائیویٹ سیکریٹری کی سازش سمجھتی ہوں جو شیمراں کے مال اور جائیداد پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ اسی لئے اُس نے شیمراں کے بعد بھی ان معاملات سے پولیس

کو آگاہ نہیں کیا۔!"

بیلارڈ کچھ نہ بولا اور روزا کے چہرے پر شدید الجھن کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "بنیادی غلطی یہی ہوئی کہ ہم نے اس معاملے میں مقامی آدمیوں کی مدد حاصل کرنے کی کوشش کی اور یہ تمہاری تجویز تھی۔!"

"چلو میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں لیکن شیمراں محض تمہاری وجہ سے ہوشیار ہوا۔ تم نے اُسے اس چکر میں پھانس کر شادی کی اور اُس نے کوٹھی کی نگرانی کے لئے کچھ آدمی رکھ لئے اور پھر یہ بتاؤ کہ اُس لفافے میں باؤل دے سوف کی پینٹنگ کا وہ فوٹوگراف کس کا تھا۔ اگر تم اُس لفافے کو وکیل کی تحویل سے غائب نہ کرادیتیں تو وہ کس کے ہاتھ لگتا۔ کس کے لئے تھا وہ فوٹوگراف۔!"

"تمہی اس پر روشنی ڈالو.... میرا ذہن کام نہیں کر رہا۔!" روزا بیزاری سے بولی۔

"لوگ وہاں شیمراں کی وصیت سننے کے لئے روکے گئے تھے۔ اگر لفافے سے وصیت نامے کی بجائے وہ فوٹوگراف برآمد ہوتا اور اُسے اخبارات لے اڑتے پھر کیا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ یہاں کی سیکرٹ سروس اُس کی طرف متوجہ ہو جاتی۔ شیمراں کے بارے میں چھان بین ہوتی اور بالآخر یہ راز ظاہر ہو جاتا کہ وہ فرانسیسی نہیں بلکہ جرمن تھا اور.... پھر کیا ہوتا.... بتاؤ۔!"

"بس....!" روزا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "ذہن کو مزید الجھاووں میں ڈالنے کی ضرورت نہیں اب صرف یہ سوچو کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ اس فوٹوگراف سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ پینٹنگ شیمراں ہی کے قبضے میں تھی اور اب بھی اُس عمارت میں کہیں موجود ہے.... اوہ خدا کی پناہ...!"

وہ خاموش ہو کر عجیب انداز میں بیلارڈ کو دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے....؟"

"ہم زیادہ تر کسی تہہ خانے کے امکانات پر غور کرتے رہے ہیں.... لیکن....!"

"بات پوری کرو....!" بیلارڈ جھنجھلا کر بولا۔

"اور سامنے کی چیزوں کو نظرانداز کر دیا۔!"

"تم جانو!" بیلارڈ نے لاپرواہی سے کہا۔ "میں نے تو کبھی اس کوٹھی میں قدم بھی نہیں رکھا۔"

"وہاں تمہیں دیواروں پر پینٹنگز نہیں ملیں گی۔ ان کی بجائے لکڑی سے تراشے ہوئے آرٹ کے نادر نمونے آویزاں ہیں اور کچھ اتنے بڑے بھی ہیں جن کے درمیان باؤل دے سوف والی پینٹنگ بہ آسانی چھپائی جاسکتی ہے۔!"

"یہ اب بتارہی ہو۔!" بیلارڈ بھنا کر بولا۔ "تم اس مہم کی انچارج تھیں ورنہ....!"

"میں کہتی ہوں ماضی پر خاک ڈالو.... میں نے بہت احتیاط سے قدم اٹھائے تھے۔ اس حد تک گئی کہ اُس مجہول سے شادی تک کر ڈالی اس اُمید پر کہ اُس کوٹھی میں مستقل قیام کی صورت پیدا ہو جائے اور میں خاموشی سے وہ پینٹنگ حاصل کرلوں۔ یہ احتیاط اس لئے تھی کہ کہیں یہاں کا محکمہ سراغرسانی حرکت میں نہ آجائے۔!"

"اور اسی احتیاط نے شیمراں کو ہوشیار کر دیا۔!"

"پھر وہی ریمارک....!" وہ ایک دم بھڑک اٹھی اور بیلارڈ نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی کے لئے کہا۔ پھر اُس کے چلے جانے پر روزا سے بولا۔ "کچھ بھی ہوا ہو میں نے اس دوران میں کام کیا ہے اور آج اُسی کے بل بوتے پر کوٹھی میں گھسوں گا اور تم بھی میرے ساتھ ہوگی۔ یہاں سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف رخ کرنے کی بجائے میری گاڑی میں بیٹھ جانا۔!"

"کس طرح گھسو گے۔!"

"بس دیکھنا....!" وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "عمارت کے اندر پایا جانے والا کوئی فرد اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکے گا۔!"

"گیس....؟" روزا نے سوال کیا۔

"ہاں.... آخری حربہ....!"

"لیکن عمارت کی نگرانی وہ اندر بیٹھ کر تو کرتے نہ ہوں گے۔!"

"سب سے بڑی دشواری یہی ہے کہ وہ عمارت کے اندر ہی سے نگرانی کرتے ہیں۔ اسی لئے داخلہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اگر باہر رہ کر نگرانی کرتے ہوتے تو کبھی کے قابو میں آچکے ہوتے۔!"

"لیکن ان راستوں پر تو نظر رکھتے ہی ہوں گے۔ جن سے گزر کر کوئی عمارت تک پہنچ سکتا ہو۔!"

"جدھر سے میں کام کی ابتداء کروں گا اُدھر سے عمارت کے اندر پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔!"

پھر ویٹر کافی لے آیا تھا اور وہ خاموشی سے پیتے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد باہر نکلے اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔

روزا نے گاڑی وہیں چھوڑ دی تھی۔ بیلاڈ خود ہی اپنی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ روزا نے کچھ دیر بعد محسوس کیا کہ وہ اُس راستے پر تو نہیں جارہے جو کوٹھی کی طرف جاتا ہے۔ اس کے استفسار پر بیلارڈ نے بتایا کہ وہ اس طرح کوٹھی کے عقب میں پہنچیں گے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکے

گی۔ قریباً ایک گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا تھا۔ پھر ایک جگہ ویرانے میں بیلارڈ نے گاڑی روک دی
خود اُتر کر ڈِکی کھولا اور اس میں سے دو بنڈل نکال کر پھر اگلی سیٹ کی طرف واپس آ گیا۔

”یہ گیس ماسک اور آکسیجن سلنڈر ہیں.... اسی جگہ تیاری کر لو....!“ اُس نے روزا سے کہا

”یہاں سے پیدل چلنا ہوگا۔ زیادہ دور نہیں ہے۔ یہ بائیں جانب والی چٹان دیکھو اس
دوسری طرف کوٹھی کی عقبی دیوار ہے۔ جس سوراخ سے ہم گیس اندر پہنچائیں گے اس سے
نے کل رات ہی ربر کی ایک نلکی اندر گزار دی تھی۔!“

”عجیب طرح کی بات کر رہے ہو۔!“ روزا نے حیرت سے کہا۔ ”تم نے کوٹھی اندر سے دیکھی
بھی نہیں۔ تم کیا جانو کہ وہ ربر کی نلکی کہاں پہنچی ہوگی اور اس جگہ سے گیس پہنچانے پر پوری
کوٹھی کی اندرونی فضا متاثر بھی ہو سکے گی یا نہیں۔!“

”میکسویل فارمولا والی ہے۔ اگر قفل کے سوراخ سے بھی معمولی سا حجم کسی طرح کمرے میں
داخل ہو جائے تو سانس لینے والے بے حس و حرکت ہو جائیں گے۔ صرف تین منٹ میں کوٹھی
کے سارے حصوں میں پھیل جائے گی۔!“

”یہاں میکسویل فارمولا کہاں سے دستیاب ہو گیا۔!“

”پہلے سے دو چھوٹے سلنڈر میرے پاس پڑے ہوئے تھے۔!“

”بیس کیوبک سنٹی میٹر کا سلنڈر ایک ہزار مربع میٹر کے رقبے کیلئے کافی ہوتا ہے۔!“ روزا نے کہا

”باتوں میں وقت کیوں ضائع کر رہی ہو.... چلو اُترو....!“

”میرے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ تم خود جا کر سلنڈر نلکی سے لگا آؤ.... ظاہر ہے کہ ادھر
سے تو داخلہ ہوگا نہیں سامنے ہی سے چلنا پڑے گا۔!“

”ٹھیک کہتی ہو.... اچھا تم یہیں ٹھہرو....!“ اس نے دونوں بنڈل سیٹ پر رکھتے ہوئے
اور پھر دوسری طرف مڑا ہی تھا کہ جھٹکے کے ساتھ گاڑی سے آ ٹکرایا۔ روزا گاڑی کے اندر
بیٹھی ہوئی تھی اس نے بوکھلا کر پوچھا۔ ”کیا ہوا....؟“

لیکن جواب دینے کی بجائے بیلارڈ گاڑی سے ٹکرا کر بائیں جانب ڈھہتا چلا گیا۔ روزا
دروازہ کھول کر باہر نکلنا چاہا لیکن دوسری طرف کی کھڑکی سے کسی نے اس کی گردن پکڑ لی
آہستہ سے بولا۔ ”اپنے ہاتھ اوپر ہی رکھو....!“

وہ جیکٹ کے جیب سے اپنا پستول بھی نہ نکال سکی اور اس کے دونوں ہاتھ پشت پر لے جا

باندھ دیئے گئے۔

”بیلارڈ....!“ وہ زور سے چیخی۔ لیکن جواب نہ ملا۔ پھر کسی نے اُسے گاڑی سے باہر کھینچ لیا۔
دو آدمی اُس کے قریب ہی کھڑے تھے لیکن تاریکی کی وجہ سے وہ اُن کی شکلیں نہ دیکھ سکی۔
دفعتاً گاڑی کی دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”پتا نہیں کیا ہو گیا ہے میرے داہنے ہاتھ کو جس
پر بھی پڑتا ہے وہ بے ہوش ہی ہو جاتا ہے۔!“

روزا سناٹے میں آ گئی کیونکہ اُس نے احمق عمران کی آواز پہچان لی تھی.... اور پھر وہ دوسری
طرف سے اُس کے سامنے بھی آ گیا۔

”کیا خیال ہے.... تمہارا ساتھی مجھ سے بھی زیادہ احمق ہے یا نہیں.... دیوار کے ایک
سوراخ میں ربر کی نلکی ڈال کر اُس کو پتھروں سے چھپا بھی دیتا تو ہمیں کیونکر یہ خدشہ ہو سکتا کہ
کہیں آج گیس نہ استعمال کی جائے اور مجھے عرصہ سے میکسویل فارمولے والی گیس کی تلاش تھی۔
تم لوگوں کا بہت بہت شکریہ۔!“

”تم آخر ہو کون....؟“ روزا ہانپتی ہوئی بولی۔

”کوٹھی میں چلو وہیں بتاؤں گا.... اور پینٹنگ بھی دکھاؤں گا تمہیں۔!“

روزا کو پھر گاڑی میں دھکیل دیا گیا اور عمران ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کوٹھی میں داخل ہوئے۔ روزا کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے
اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھے جا رہی تھی۔

”کیا تم نے اُسے مار ڈالا....!“ اُس نے عمران سے پوچھا۔

”نہیں.... میں صرف انہیں مارتا ہوں جن سے مجھے اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے۔!“

”تم آخر ہو کون....؟“

”علی عمران.... ایم ایس سی.... ڈی ایس سی آکسن.... اور یہ بھی سن لو کہ میں اُس پینٹنگ
کی اہمیت سے واقف ہوں یہ بھی جانتا ہوں کہ شیمر اس فرانسیسی نہیں جرمن تھا۔!“

”تو پھر اب تم کیا کرو گے....؟“

”وہی جو مجھے کرنا چاہئے اگر تم نے میری آنکھوں کے سامنے ہی ایک قتل نہ کیا ہوتا تو میں
تمہیں نکل جانے دیتا۔ کبھی نہ کبھی اور کہیں نہ کہیں تم بھی میرے کام آتیں۔ لیکن اب میں مجبور
ہوں۔ تمہیں قانون کے حوالے کرنا پڑے گا۔!“

اتنے میں سجاد اور گل میر بھی بے ہوش بیلارڈ کو اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اور اُسے فرش پر ڈال دیا اور عمران نے بحالت بیہوشی بھی اس کے پیر بندھوا دیئے۔ روزا خاموشی سے سب کچھ دیکھتی رہی۔

"اب چلو باؤل دے سوف کے درشن بھی کر لو....!" عمران نے کہا۔

"لیکن تم نے مجھ پر قتل کا جو الزام لگایا ہے درست نہیں ہے۔!" روزا نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"اُسے عدالت پر چھوڑ دو....!" عمران نے کہا اور اُسے دھکیلتا ہوا ہال میں لے آیا وہاں جولیا اور میریا پہلے سے موجود تھیں۔

"تم ذرا دیر کو اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔!" عمران نے میریا سے کہا۔ "تھوڑی دیر بعد میں تمہیں ایک بڑی خوش خبری سناؤں گا اور ہاں.. اُن دونوں سے کہہ دینا کہ وہ قیدی کے پاس ہی ٹھہریں۔!"

"بہت بہتر جناب....!" میریا اٹھتی ہوئی بولی اور ہال سے چلی گئی۔ روزا خاموشی سے دیواروں پر لگے ہوئے فن چوب تراشی کے نمونوں کو دیکھتی رہی۔ بالآخر بولی "انہی میں سے کسی کھوکھلے پیٹرن کے اندر وہ موجود ہے۔!"

"تمہارا خیال درست ہے.... وہ اُس دوڑتے ہوئے بھینسے کے اندر پوشیدہ ہے۔ اگر تم شیرال سے شادی کا چکر نہ چلاتیں تو وہ کبھی اس حد تک ہوشیار نہ ہوتا۔ تم چاہتی تھیں کہ شادی کر کے کوٹھی میں قیام کرنے کا حق حاصل کر لو اور پھر اطمینان سے اس پینٹنگ کو تلاش کرتی رہو۔ لیکن جب اس نے لیسی ماتیف کے حوالے سے تمہیں فوری طور پر ساتھ رکھنے سے معذوری ظاہر کی تو تم نے دوسرے طریقے اختیار کئے اور سنو... خان داور کا پستول میں نے ہی اڑایا تھا۔ میں کبھی کبھی اس کی گاڑی کی تلاشی لیتا رہتا تھا۔ اس خیال سے کہ شائد کسی ایسی چیز پر ہاتھ پڑ جائے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ چکر کیا ہے۔ لیکن اُس پستول کی وجہ سے ایک دوسرا چکر نکل آیا۔ نقب زن تاجو کے سینے سے نکالی جانے والی گولی اُسی پستول سے چلائی گئی تھی۔ غالباً خان داور نے وہ لفافہ تاجو ہی کے ذریعے وکیل کی سیف سے غائب کرایا تھا اور پھر مزید رازداری کے خیال سے تاجو کو ختم بھی کر دیا۔!"

"میں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں جانتی اور تمہیں آگاہ کرتی ہوں کہ اگر تم نے وہ پینٹنگ میرے حوالے کر کے مجھے نکل نہ جانے دیا تو میری اور تمہاری حکومت کے درمیان تعلقات خراب ہو جائیں گے اور تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ دونوں کے درمیان ایک بڑا اور اہم سودا ہونے والا ہے۔"

"ہو گا....!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "مجھے میری حکومت نے سوداکاری کا حق نہیں

دیا۔ سودا وہ خود کرے گی۔ کیونکہ اب تم بھی اُس کے قبضے میں ہو اور پینٹنگ بھی۔!"

"تم لوگ پچھتاؤ گے۔!"

دفعتاً میریا نے ہال میں داخل ہو کر کہا۔ "تین فوجی آئے ہیں۔!"

"یہیں بھیج دو.....!" عمران نے کہا اور روزا کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔ "تمہیں اب انٹر سروسز انٹیلی جنس کے حوالے کیا جارہا ہے۔!"

روزا نے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لئے شانے سکوڑے اور ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

پھر فوجی اُن دونوں کو لے گئے تھے اور جولیا عمران پر ٹوٹ پڑی تھی۔

"تم سب کچھ جانتے تھے لیکن تم نے مجھے دھوکے میں رکھا۔!" وہ دانت پیس کر بولی۔

"میں صرف اتنا جانتا تھا کہ شیرال فرانسیسی نہیں بلکہ جرمن تھا۔ تین ماہ قبل اس نے وزارت خارجہ سے رابطہ قائم کر کے اپنا راز ظاہر کیا تھا اور درخواست کی تھی کہ اُسے بعض غیر ملکی ایجنٹوں کی دستبرد سے بچایا جائے۔ اُس نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ کینسر کا مریض ہے اور زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہے گا اور جس چیز کے لئے غیر ملکی ایجنٹ اُس کے پیچھے پڑے ہیں وہ اُس کی موت کے بعد ہماری تحویل میں آجائے گی۔ اُس نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اس سے اُس چیز کے بارے میں کچھ نہ پوچھا جائے کیونکہ اُس کے مرتے ہی خود بخود ہم پر وہ راز ظاہر ہو جائے گا جسے وہ عرصہ سے چھپائے ہوئے ہے۔ بس وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ چیز کسی یورپین ملک کے ہاتھ نہ لگنے پائے اور وہ چیز یہی پینٹنگ تھی۔!"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ اُسے اُس لفافے کے بارے میں بتانے لگا جو وکیل کی سیف سے اڑایا گیا تھا۔

"دراصل.... وہ فوٹو گراف ہمارے لئے تھا۔ وہ لفافہ میری ہی موجودگی میں کھولا جاتا۔ شیرال نے اپنے وکیل کو یہی ہدایت دی تھی اور پھر اُس فوٹو گراف کو دیکھ کر مجھے یاد آگیا کہ دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر فرانس امریکہ اور روس کو باؤل دے سوف نامی پینٹنگ کی تلاش تھی جو ہٹلر کی تصاویر کے کلکشن سے غائب ہو گئی تھی۔ خیال تھا کہ اس پینٹنگ سے نازیوں کے فوجی نوعیت کے کچھ راز وابستہ تھے۔ بہر حال پھر مجھے پینٹنگ کی تلاش ہوئی اور پچھلی رات میں نے اسے ڈھونڈھ نکالا۔ پینٹنگ کے ساتھ ہی ایک خط ملا جو اُس نے میرے نام لکھا تھا اور اس کے ساتھ اصل وصیت نامہ بھی تھا۔ اس نے اپنی ساری جائیداد اور نقد رقومات اپنی سیکریٹری میریا

کے نام منتقل کر دی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ دراصل ہٹلر کی سیکرٹ سروس کا ایک رکن تھا۔

”لیکن میرا رول بے حد کریہہ تھا....!“ جولیا بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

”اُس کی زندگی میں یقیناً کریہہ ہوتا لیکن تم تو اُس کی بیوہ اُس وقت بنائی گئی تھیں جب وہ مر
تھا۔ محض اس لئے کہ کہیں اُس کے مرتے ہی روزا اپنی شادی کا سرٹیفکیٹ دکھا کر کوٹھی پر قبضہ
کر لے۔ شیمراں نے مجھے بتا دیا تھا کہ لیسی ماتیف کبھی اُس کی زندگی میں تھی۔ اب زندہ نہیں ہے
اُس پر کبھی کبھی اُس کا ذکر کرنے کا دورہ پڑتا ہے اور وہ لوگوں سے کہتا ہے کہ وہ اس کی بیوی ہے
پیرس میں مقیم ہے۔ مگر روزا کے چکر میں پڑنے کے بعد اُس نے نروس ہو کر روزا کو اس کی حقیقت
بھی بتا دی تھی۔ اسی لئے یہ ڈرامہ کرنا پڑا۔ بہر حال اُس نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اُسے وہ پینٹنگ
ایک مفرور نازی جنرل تک پہنچانی تھی اور اُس سے صلیب پر ہاتھ رکھوا کر قسم لی گئی تھی کہ وہ
جی اسے کسی اور کے ہاتھ نہ لگنے دے گا اور اسی قسم کا بھرم رکھنے کے لئے وہ یہ طریقہ اختیار کیا
ہے کہ اس کے مرنے کے بعد ہی یہ پینٹنگ ہمارے ہاتھ لگے۔ اُس نے اُس نازی جنرل کو سارا
میں تلاش کیا تھا اور پھر تھک ہار کر یہاں آ بسا تھا۔ وہ نازی جنرل اُسے کبھی نہ مل سکا۔ اُس نے یہ
لکھا ہے کہ وہ خود بھی نہیں جانتا کہ اس پینٹنگ کی اہمیت کیا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس میں کیا
کے راز پوشیدہ ہیں۔ بس وہ اپنی موت کی آہٹ سن کر یہ پینٹنگ ہمارے حوالے کر رہا ہے۔!“

”مگر روزا نے اُس کے ساتھ بڑی عمدہ تدبیر کی تھی۔ اگر کسی دن تمہیں بھی کوئی اسی طرح
شراب پلا کر....!“ جولیا جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔

”ہوش میں آتے ہی خالی بوتل نگل کر خودکشی کر لوں گا۔!“ عمران نے آنکھیں نکالیں۔

”نہیں گدھی کے بچے کو ہٹا کر خود منہ لگا دینا....!“ جولیا نے جل کر کہا۔

”کیا کوئی بچہ بھی....؟“ عمران نے چہک کر پوچھا اور جولیا اُسے مارنے دوڑی۔

ہال سے نکلا ہی تھا کہ میریا سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

”کیا خوش خبری سنانے والے تھے.... مسٹر عمران....!“ اس نے پوچھا۔

”یہ تمہارے لئے ہے....؟“ عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال کر
کے ہاتھ پر رکھ دیا اور خود کوٹھی سے نکل بھاگا۔

عمران سیریز نمبر 106

دوسرا رخ

(دوسرا حصہ)

پیشرس

موت کی آہٹ کے بعد دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے۔ اس کتاب میں کہانی نے دوسرا رخ اختیار کیا ہے اور یہی اُس تصویر کا بھی دوسرا رخ ہے جو شیمراں کی حویلی سے برآمد ہوئی تھی۔

یہ تو ہوا زیر نظر کتاب کی کہانی سے متعلق اور اب کتاب کے لیٹ ہونے کا ماجرا سنئے کاغذ نایاب ہو رہا ہے۔ قیمتیں پہلے آسمان سے تو گزر چکی ہیں۔ اس پر بھی کاغذ دیتے ہیں تو کیش میمو نہیں دیتے۔ کیوں دینے لگے۔ جو چیز اصل قیمت سے تین چار گنی قیمت پر فروخت کی جائے گی اُس کا کیش میمو کیونکر دیا جا سکتا ہے.... کیش میمو نہ ہونے کی صورت میں انکم ٹیکس والے اُس کھاتے کو تسلیم نہیں کرتے۔ پھر کیا صورت ہو.... کوئی بتائیے۔ (میری سمجھ میں تو نہیں آرہا۔ کیونکہ بحالت صوم ہوں۔ یعنی روزہ رکھ چھوڑا ہے اور تمباکوئے خوردنی کی مفارقت نے آئی گئی عقل خبط کر رکھی ہے)۔

ہاں تو جناب اس وقت جب میں یہ سطورِ سپرد قلم کر رہا ہوں اطلاع ملی ہے کہ کاغذ کے کچھ جہاز گودی میں کھڑے ہیں لیکن انہیں گندم کے جہازوں کی وجہ سے برتھ نہیں مل رہی.... لہٰذا جب برتھ ملے گی اور کاغذ اتر کر بازار میں آئے گا اُس وقت کتاب بھی چھپ جائے گی۔ میری کتاب گندم سے زیادہ ضروری نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے باہر سے وافر مقدار میں کاغذ آجانے کے باوجود بھی مارکیٹ کی کیا حالت رہتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے لکھنا پڑتا ہے کہ بعض پڑھنے والوں کو یہ تین سو پیسے بے حد گراں گزرتے ہیں۔ حالانکہ اتنی کم قیمت میں اتنے ہی صفحات والی کوئی اور کتاب آپ پیش نہیں کر سکیں گے.... لہٰذا اگر جہازوں کی تشریف آوری کے باوجود بھی کاغذ کی قیمتیں کم نہ ہوئیں تو لازمی طور پر یہ تین سو پیسے مزید کمک حاصل کرنا چاہیں گے۔ تبھی بات آگے بڑھے گی ورنہ میرے ہم پیشہ لوگ یا تو اپنی شان میں "قصیدے" سنیں گے یا اور کوئی پیشہ اختیار کر لیں گے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آیا ہوا سارا کاغذ "اندر" ہو جائے اور مڈل مین اُس کے سودے کرتا پھرے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں قیمتیں تو گرنے سے رہیں۔ غضب خدا کا پچپن روپے کچھ پیسے فی ریم والا کاغذ پچھتر روپے فی ریم کے حساب سے بھی نہیں مل رہا۔ مڈل مین آکر چپکے سے کان میں کہتا ہے۔ "اٹھہتر روپے میں کہو تو دلوا دیا جائے اور کیش میمو نہیں ملے گا۔"

بہر حال میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کتاب کب تک مارکیٹ میں آسکے گی۔ ایک صاحب کے خط کا تذکرہ بھی ہو جائے۔ لمبا چوڑا رونا رونے کے بعد رقم طراز ہیں کہ "اب میں نے سیاست سے توبہ کر کے پولٹری فارمنگ شروع کر دی ہے۔" بہت اچھا کیا ہے آپ نے کیونکہ سیاست انڈے بچے نہیں دیتی۔ صرف "زندہ باد" سنواتی ہے اور بعد میں "مردہ باد" کرا دیتی ہے۔ اَب آپ مرغیوں کی حیات آفریں کڑکڑاہٹ سنیں گے اور مرغوں کی مستی بھری ککڑوں کوں آپ کو نئے جہانوں کی سیر کرائے گی۔ اُس پر سے انڈے مفت۔ روزانہ ایک چوزے کے آب جوش سے اپنی جان بنائیے۔ کہ جان ہے تو جہان ہے۔ فرصت کے اوقات میں بیٹھے سوچا کیجئے کہ پہلے انڈا پیدا ہوا تھا یا مرغی۔ اس سے آپ کو اپنی مناسب ذہنی تربیت کرنے میں بھی مدد ملے گی.... خدا مبارک کرے آمین.... اور آخر میں ککڑوں کوں!

ابن صفی

۲۸/اگست ۱۹۷۸ء

عمران کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ گاڑی سے اُترنے کے بعد اس پر کیا گزرے گی۔
ہیڈ لائٹس بجھائے اور پارکنگ لاٹ اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔ انجن بند کر کے وہ ہلکے سروں میں سیٹی بجاتا ہوا گاڑی سے اُترا اور دروازے کو مقفل کر ہی رہا تھا کہ دونوں پہلوؤں میں دو سخت سی چیزیں چبھنے لگیں۔

"خاموشی سے پیچھے ہٹو...!" کسی نے سرگوشی کی "اور بائیں جانب مڑ کر چلنا شروع کر دو۔!"

عمران نے طویل سانس لی اور سیدھا کھڑا ہو کر پیچھے ہٹنے لگا۔ دونوں پستول بدستور اُس کے پہلوؤں سے لگے رہے۔

"بائیں مڑو...!" دائیں پہلو پر دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا گیا اور عمران نے خاموشی سے تعمیل کی۔

گرینڈ ہوٹل کی کھڑکیوں سے پھوٹنے والی روشنی کی رسائی اس حصے تک نہیں ہوتی تھی۔ ورنہ وہ کم از کم کنکھیوں ہی سے ان آسیبوں کی شکلیں دیکھنے کی کوشش ضرور کرتا۔

زیادہ دور نہیں چلنا پڑا تھا۔ پارکنگ لاٹ ہی کی ایک گاڑی تک وہ اُسے دھکیل کر لے گئے تھے۔
پھر کسی تیسرے نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور عمران سے اندر بیٹھنے کو کہا گیا اس مرحلے پر بھی اُسے کچھ کر گزرنے کی صورت نظر نہ آئی مجبوراً وہی کرنا پڑا جس کے لئے کہا گیا تھا۔

گاڑی حرکت میں آ گئی اور عمران اسی طرح لاتعلقی سے بیٹھا رہا جیسے وہ آدمی نہ ہو بلکہ انہوں نے کوئی بنڈل اٹھا کر پچھلی سیٹ پر رکھ دیا ہو۔

آخر تھوڑی دیر بعد اُن میں سے ایک اُکتا کر بولا۔ "کیا تمہیں علم ہے کہ کہاں لے جائے جا رہے ہو؟"

"شائد پروگرام میں کوئی تبدیلی ہو گئی ہے۔!" عمران نے بے حد خوش دلی کا مظاہرہ کرتے

ہوئے کہا۔

"کیا مطلب....؟"

"جس لڑکی نے مجھے گرینڈ میں مدعو کیا تھا شائد اب اُس کے والد صاحب کے ساتھ رات کا کھانا زہر مار کرنا پڑے گا۔!"

دونوں نے قہقہے لگائے اور عمران بھی اُن کی اس مسرت میں شریک ہو گیا۔

"تم کیوں ہنس رہے ہو....!" ان میں سے ایک سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔

"ہنسنے والوں کے ساتھ ہنسنا اور رونے والوں کا ساتھ دینا۔ یہی ہے میری زندگی اور اس کے علاوہ رکھا ہی کیا ہے زندگی میں۔!"

"اچھا خاموش بیٹھو....!" دوسرا اکڑ کر بولا۔

"میں تو خاموش ہی تھا۔ دوستو.... چھیڑ چھاڑ تم نے کی تھی۔!"

"بس ختم....!"

عمران مسکرا کر رہ گیا۔ گاڑی ایک سنسان سڑک پر بہت احتیاط سے چلائی جا رہی تھی کیونکہ سڑک خطرناک بھی تھی کہیں کہیں تو اتنی تنگ تھی کہ دوسری طرف سے آنے والی کسی گاڑی کو راستہ نہ مل سکتا۔ بائیں جانب گہری کھائیاں تھیں اور دائیں جانب اونچی اونچی چٹانیں۔

شیمراں کا قصہ ختم ہوتے ہی عمران کو سردار گڈھ سے واپس چلے جانا چاہئے تھا۔ لیکن وہ ابھی تک وہیں مقیم تھا اور اس وقت میریا کی دعوت پر گرینڈ ہوٹل پہنچا تھا کہ اس وقوعے سے دوچار ہونا پڑا۔
میریا اس کی بے حد شکر گزار تھی۔ بیٹھے بٹھائے مفت میں اتنی بڑی جائیداد ہاتھ آئی تھی۔
ایک وقیع بینک بیلنس کی مالک بنی تھی۔ اُسے کسی طرح یقین ہی نہیں آتا تھا کہ اس کی تقدیر اس طرح اچانک پلٹ گئی ہے۔

وصیت نامہ ہاتھ آتے ہی شیمراں کو یاد کر کے بہت روئی تھی.... اور عمران اُسے تسلیاں دیتا رہا تھا۔ بہر حال اُسی کی کوششوں کی بناء پر کسی دشواری کے بغیر قانونی کاغذی کارروائیاں بھی تکمیل پا گئی تھیں۔ میریا نے تینوں باڈی گارڈز کی ملازمت بھی برقرار رکھی تھی اور اب انہیں مویشیوں کے اُس بہت بڑے فارم کی دیکھ بھال پر لگا دیا تھا جو شیمراں نے اُس کے لئے چھوڑا تھا۔
اس کے خاندان کے دوسرے افراد بھی اب شیمراں ہی کی کوٹھی میں منتقل ہو گئے تھے۔
آخر میں اُس نے عمران سے کہا تھا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی کیا خدمت کروں

مسٹر عمران۔!"

"کسی ڈبے میں بند کر کے ایسی جگہ رکھ دو جہاں مادام شیمرا اس کی پہنچ نہ ہو سکے۔۔۔۔؟" عمران نے جواب دیا تھا۔

وہ ہنس پڑی تھی اور پھر سنجیدہ ہو کر بولی تھی۔ "میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو بہت چاہتی ہیں۔!"

بہر حال اس وقت یہ دعوت مہنگی پڑی تھی۔ عمران خاموش بیٹھا رہا۔ وہ دونوں بھی خاموش تھے۔ گاڑی تاریکی کا سینہ چیرتی کسی نامعلوم منزل کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔ "اب رات کے کھانے کی کیا رہے گی۔!"

"دھماکے والی غذا کے منتظر رہو۔!" بائیں جانب والا ہنس کر بولا اور اُس کے ریوالور کی نال کچھ اور سختی سے عمران کے پہلو پر چبھنے لگی۔

"یار کہیں ہم سے غلطی تو نہیں ہوئی۔!" دائیں جانب والا بولا۔

"کیسی غلطی۔۔۔۔!"

"مجھے تو یہ آدمی پاگل معلوم ہوتا ہے۔!"

"تمہارا نام علی عمران ہی ہے نا۔۔۔۔!" بائیں جانب والے نے سوال کیا۔

"بالکل ہے۔۔۔۔!"

"خان داور کو تم ہی نے مارا تھا۔۔۔۔؟"

"ہرگز نہیں، دشمنوں نے اڑائی ہے۔!"

"کن دشمنوں نے۔۔۔۔؟"

"یہ بہت مشکل سوال ہے۔ ایسے لوگ بھی میرے دشمن ہو جاتے ہیں جن کی شکلیں بھی کبھی نہیں دیکھیں۔!"

"یہ کیا بات ہوئی۔!"

"اپنے دلوں سے پوچھو۔۔۔۔ کیا میں تمہیں جانتا ہوں ارے میاں میری شکل ہی ایسی ہے کہ دوسرے دیکھ دیکھ کر خواہ مخواہ سلگتے رہتے ہیں۔ پڑوس میں ایک لڑکی رہتی ہے ایک دن اپنی سہیلی سے کہنے لگی جی چاہتا ہے عمران کی تھوتھنی مسل کر رکھ دوں اور مجھے بھی بعض تھوتھنیاں ایسی ہی زہر لگتی ہیں۔!"

"اچھا بس اب خاموش رہو۔۔۔۔!" بائیں جانب والا ڈپٹ کر بولا۔

"اے عجیب لوگ ہو تم بھی۔ کبھی پیار محبت سے بات کرتے ہو کبھی پھاڑ کھانے دوڑتے ہو۔!"

"ہم ایسے ہی ہیں تم چپ بیٹھو۔۔۔۔!"

"بلکہ چپ کر جاؤں خواہ اردو کی ایسی کی تیسی ہی کیوں نہ ہو جائے۔!"

"یہ واقعی پاگل معلوم ہوتا ہے۔!" دائیں جانب والے نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"تم ہی خاموش کیوں نہیں رہتے۔!" ساتھی بولا۔

"شاباش یہ ہوئی اردو۔۔۔۔ ورنہ تم یہ کہتے کہ تم ہی کیوں نہیں چپ کر جاتے۔!" عمران پُر مسرت لہجے میں بولا۔

"ہمیں اردو نہیں پڑھاؤ۔۔۔۔!" بائیں جانب والا غرایا۔

"پڑھ لو۔۔۔۔ بروز قیامت کام آئے گی۔ دنیا میں تو انگریزی سے بھی کام چل جاتا ہے۔!"

"تم عجیب آدمی معلوم ہوتے ہو۔!" دائیں جانب والے نے کہا۔ "اتنی دیر سے ادھر اُدھر کی بکواس کئے جا رہے ہو لیکن ایک بار بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس طرح کہاں لے جا رہے ہو۔۔۔۔؟"

"میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ خود سے کہیں بھی نہیں جاتا۔ ملاقات کے خواہشمند اسی طرح پکڑوا بلاتے ہیں۔!"

"تم کیوں فضول باتیں کر رہے ہو۔۔۔۔؟" بائیں جانب والے نے اپنے ساتھی کو للکارا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔ ہمیں خاموش رہنا چاہئے۔!"

"شاباش۔۔۔۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "سعادت مند بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔!"

"تم بھی خاموش رہو۔!"

"بہت بہتر جناب عالی۔!" عمران نے کہا اور طویل سانس لے کر سوچنے لگا۔ کہیں یہ خان داور ہی والا قصہ نہ ہو۔ ممکن ہے اُس کے حواری یہی سمجھتے ہوں کہ وہ اُسی کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا تھا۔ لیکن اگر وہ انتقام ہی لینا چاہتے ہیں تو اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔ وہیں پارکنگ پلاٹ پر ہی گولی ماردی ہوتی۔ وہ قطعی بے خبر تھا۔ نہیں یہ اور کوئی چکر معلوم ہوتا ہے۔ مگر ان دونوں نے ابھی خان داور کا ذکر کیوں چھیڑا تھا۔ دفعتاً گاڑی رک گئی۔ بائیں جانب والے نے دروازہ کھول کر پھرتی سے اترتے ہوئے کہا۔ "تم بھی اُترو۔۔۔۔ خبردار پستول کی زد پر ہو۔!"

"مجھے علم ہے کہ بُری طرح زد پر ہوں۔۔۔۔ بار بار یاد نہ دلاؤ۔ ویسے بھی میں اس سفر کا مقصد

معلوم کیے بغیر فرار ہونے کی کوشش نہیں کروں گا۔!"

انہوں نے اُسے گاڑی سے اُتارا اور تیسرا آدمی جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا ٹارچ روشن کر کے اُن کے آگے چلنے لگا۔ عمران کے دونوں پہلوؤں سے اب بھی پستول لگے ہوئے تھے اور وہ دفعتاً کچھ کر گزرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ ایسی کوئی حرکت خودکشی ہی کے مترادف ہوتی۔ راستہ ہموار تھا۔ پتہ نہیں وہ اُسے کہاں لے جا رہے تھے۔ اس ویرانے میں کسی عمارت کی موجودگی محال تھی۔ آخر یہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ بے خیالی کے عالم میں ان کے ہتھے چڑھا تھا اور بے بسی سے یہاں تک چلا آیا تھا۔ اگر اُنہیں اس کی جامہ تلاشی لینے کا خیال آ گیا تو وہ نہتا بھی ہو جائے گا۔ لہٰذا قبل اس کے کہ اُنہیں عقل آ جائے اُسے کوئی تدبیر کر لینی چاہئے۔ بس پھر ساری احتیاطوں کو بالائے طاق رکھ کر وہ لڑکھڑایا اور کہنیوں کے بل گر پڑا۔ پھر وہ دونوں سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے کہ انہیں دو بھرپور لاتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

"کیا ہوا.... کیا ہوا....!" کہتا ہوا تیسرا آدمی پلٹ پڑا جس کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔

عمران کا ریوالور ہپ پاکٹ سے نکل آیا تھا۔ سناٹے میں ایک فائر گونجا اور ٹارچ اُس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑی اور اس کے بعد تو اندھا دھند فائروں سے سناٹے کا سینہ چھلنی ہو کر رہ گیا تھا۔ شائد وہ دونوں اپنے ریوالور خالی کر دینے پر تل گئے تھے۔ لیکن کس پر....؟ عمران تو اتنی دیر میں اُن سے خاصے فاصلے پر ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں پناہ لے چکا تھا اور اُسے وہ ٹارچ یہاں سے صاف نظر آ رہی تھی جو تیسرے آدمی کے ہاتھ سے گری تھی۔ اب بھی روشنی تھی لیکن اُس کا رخ عمران کی طرف نہیں تھا۔

اپنے ریوالور خالی کر دینے کے بعد شائد وہ انہیں دوبارہ لوڈ کر رہے تھے لیکن جہاں بھی تھے وہاں سے جنبش نہیں کرنا چاہتے تھے۔ عمران کے ریوالور سے صرف ایک ہی فائر ہوا تھا اور وہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ٹارچ والا صرف زخمی ہوا تھا یا ہمیشہ کی نیند سو گیا تھا۔

عجب سا سناٹا فضا میں طاری تھا اور کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی وہ روشن ٹارچ عجیب تر لگ رہی تھی۔

عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور ایک پیس منہ میں رکھ کر اُسے اس طرح کچلنے لگا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور وہ ساری زندگی اُسی پتھر کی اوٹ میں بیٹھے رہ کر گزار سکتا ہے۔ لیکن یہ دلجمعی کی کیفیت دیرپا ثابت نہ ہو سکی۔ دوسرے ہی لمحے میں خیال آیا کہ کہیں آس پاس ہی وہ لوگ بھی نہ موجود ہوں جن کے لئے اُسے یہاں لایا گیا تھا۔ بس پھر وہ وہاں سے کھسکنے ہی والا تھا کہ تیز قسم کی

روشنی میں نہا گیا اور بالکل مشینی انداز میں اُس کا ریوالور والا ہاتھ پتھر کے نیچے رینگ گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں کسی کی للکار سنائی دی۔ "تم نشانے پر ہو.... اپنی گن زمین پر ڈال کر ہاتھ اٹھا دو....!"

عمران دونوں ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا۔ "میرے پاس گن نہیں ہے۔!"

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔!"

"سیدھا کھڑا ہو گیا۔!" عمران نے اٹھتے ہوئے للکارنے والے کی نقل اُتاری۔

روشنی اب بھی اُسی پر پڑ رہی تھی۔

"آگے بڑھو....!" حکم ملا۔

وہ چلنے لگا اور روشنی اُس کے ساتھ ساتھ حرکت کرتی رہی۔ پھر وہ دونوں بھی دکھائی دیئے جو اُسے یہاں تک لائے تھے اور تیسرا قریب ہی اوندھا پڑا نظر آیا۔

بہرحال اُسے جلدی سے ایک چھوٹی سی چوبی عمارت کے قریب پہنچا دیا گیا۔ جو اونچی اونچی چٹانوں سے گھری ہوئی تھی۔

"اندر چلو....!" عقب سے کسی نے درشت لہجے میں کہا۔ "یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔!"

"کیا اچھا نہیں کیا....؟" عمران نے مڑے بغیر پوچھا۔

"یہ ایک پُرامن مشن تھا لیکن تم نے ہمارے ایک آدمی کو زخمی کر دیا۔"

"گھاس تو نہیں کھا گئے۔ میں نے کیسے زخمی کر دیا۔ میرے پاس کیا تھا۔ اندھیرے میں ٹھوکر کھا کر گرا اور تمہارے آدمیوں نے فائرنگ شروع کر دی۔!"

"یہ جھوٹ بول رہا ہے۔!" دوسری آواز آئی۔ "اس نے لاتیں بھی چلائی تھیں۔!"

"جلدی سے اٹھ بیٹھنے کو اگر تم لاتیں چلانا سمجھتے ہو تو سمجھا کرو... میرا کیا جاتا ہے۔!" عمران نے کہا۔

"چلو.... اندر چلو....!"

وہ بدستور ہاتھ اٹھائے ہوئے عمارت میں داخل ہوا اور اس طرح دیدے نچانے لگا جیسے تیز قسم کی روشنی بصارت پر اثر انداز ہوئی ہو۔

"خدا کی پناہ.... تو تم بھی۔!" ایک جانی پہچانی سی نسوانی آواز سماعت سے ٹکرائی اور عمران جہاں تھا وہیں رک گیا۔

بائیں جانب مڑ کر دیکھا۔ میریا چند قدم کے فاصلے پر کھڑی نظر آئی۔ کمرے میں اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"بہت خوب....!" عمران ہنس کر بولا۔ "اس مذاق کی کیا ضرورت تھی۔ واہ بھئی بلایا تھا گرینڈ میں اور میز پر کھانا یہاں لگایا جارہا ہے۔!"

"میں کچھ نہیں جانتی.... یہ لوگ مجھے ریوالور دکھا کر یہاں لے آئے ہیں۔!"

"کیسا تھا....؟"

"کیا....؟" وہ متحیرانہ لہجے میں بولی۔

"ریوالور....؟"

"بے تکی نہ ہانکو....!" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "آخر یہ سب کیا ہے۔!"

"بیٹھ جائیے مسٹر عمران....اور آپ بھی تشریف رکھئے محترمہ....!" کسی نے کہا اور وہ آواز کی سمت متوجہ ہوگئے۔

دائیں جانب والے دروازے میں ایک باریش سفید فام آدمی کھڑا نظر آیا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ گٹھیلے جسم والا اور دراز قد تھا۔ بڑی نکھری ستھری اردو میں انہیں مخاطب کیا تھا۔ عمران نے پھر الوؤں کی طرح دیدے نچائے۔!

"میں نے عرض کیا تھا کہ تشریف رکھئے....!" اس نے پھر کہا۔

"آپ کی تعریف....!" عمران نے میریا سے پوچھا۔

"میں کیا جانوں....!"

"جی ہاں! وہ نہیں جانتیں.... آپ لوگ براہِ کرم تشریف رکھئے۔ یہ ایک ایسا ہی معاملہ ہے کہ ہمیں یہ ناشائستہ حرکت کرنی پڑی۔!"

"اچھا... اچھا....!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "خیر کوئی بات نہیں۔ آپ کہتے ہیں تو ہم بیٹھے جاتے ہیں۔!" پھر اُس نے میریا کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

میریا حیرت سے کبھی نووارد کو دیکھتی تھی اور کبھی عمران کو....

نووارد سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "میرا نام وہائٹ مشروم ہے۔!"

"جس کا اردو ترجمہ ہوا سفید کُکرمُتا....!" عمران چہک کر بولا۔

"مسٹر عمران سنجیدگی اختیار کیجئے۔!" اُس نے کسی قدر تلخی سے کہا۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں.... فرمائیے۔!"

"وہ تصویر کہاں ہے....؟"

"کون سی تصویر....؟"

"باؤل دے سوف.... وہ دراصل میری ملکیت تھی۔ پچھلے سال چوری ہوگئی تھی۔!"

"تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ موسیو شیمراں....!"

"میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "سوائے اس کے کہ وہ میری ملکیت تھی۔!"

"ہو سکتا ہے۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "لیکن آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں....؟"

"میں نے پوچھا تھا کہ وہ تصویر اب کہاں ہے....؟"

"بھلا میں کیا بتا سکوں گا۔!"

"تصویر آپ نے تلاش کی تھی۔!"

"یقیناً یہ درست ہے۔!"

"تو پھر بتائیے کہ وہ تصویر اب کہاں ہے....؟"

"تصویر کے ساتھ ہی موسیو شیمراں کی ایک تحریر بھی تھی۔ جس کے مطابق وہ تصویر مجھے محکمہ خارجہ کے کسی ذمہ دار آفیسر کے حوالے کردینی تھی۔!"

"تو پھر آپ نے وہ تصویر کس کے حوالے کی تھی....؟"

"کسی کے بھی حوالے نہیں کرسکا تھا۔ اچانک آئی ایس آئی والے نازل ہوئے تھے اور اُن دونوں قیدیوں سمیت تصویر کو میرے قبضے سے نکال لے گئے تھے۔!"

"آپ کی کیا حیثیت ہے....؟"

"ٹکے کا دودھ ہو رہا ہوں کیا آپ نہیں دیکھ رہے۔!"

"مسٹر عمران سنجیدگی۔!"

عمران نے مزید کچھ کہنے کی بجائے بُرا سا منہ بنایا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"محترمہ آپ بتائیے۔!" اُس نے میریا سے کہا۔

"میں کیا بتاؤں.... اُس تصویر کے بارے میں مجھے اُس وقت تک کچھ نہیں معلوم ہوا تھا جب تک وہ برآمد نہیں کرلی گئی تھی۔ میں موسیو شیمراں کی سیکریٹری تھی لیکن یقین کیجئے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ اُن سے کوئی راز بھی وابستہ ہے۔!"

"تصویر کون لے گیا....؟"

"ملٹری کے کچھ لوگ تھے۔ میں نے اُن کی وردیوں سے انہیں پہچانا تھا۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتی۔!"

"شیمراں نے خصوصیت سے آپ ہی کو اپنا وارث کیوں قرار دیا تھا....؟"

"میں نہیں جانتی جناب.... یہ سب کچھ میری توقعات کے خلاف ہوا ہے۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!"

"حالانکہ اُس کی اصل وارث روزا پالگریو تھی۔!"

"خود موسیو شیمراں نے اس کا تذکرہ کبھی نہیں کیا تھا۔!"

"بہر حال مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں مجھے تو اپنی تصویر چاہئے۔!"

"آپ نے چوری کی رپورٹ تو درج کرائی ہی ہوگی۔!" دفعتاً عمران نے اُس سے سوال کیا۔

"یہی تو دشواری ہے.... مسٹر عمران کہ میرے منیجر کی غفلت سے ایسا نہیں ہو سکا تھا ورنہ میں براہِ راست دعویٰ کرتا۔!"

"لیکن آپ نے جس انداز میں ہمیں بلوایا ہے قطعی پسند نہیں آیا۔!"

"مجبوری مسٹر عمران.... اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ ویسے آپ نے میرے ایک آدمی کو زخمی کر دیا ہے۔!"

"اُوہو.... آپ بھی یہی فرما رہے ہیں۔ میں قطعی غیر مسلح تھا۔ میں نے ہرگز اُس پر فائر نہیں کیا تھا۔ کیا آپ کے آدمی میری جامہ تلاشی لئے بغیر یہاں تک لائے ہوں گے۔!"

اُس نے اُن دونوں مسلح آدمیوں کی طرف دیکھا جو دروازے کے قریب کھڑے تھے اور اُن میں سے ایک ہکلایا۔ "یس سر.... ہم نے جج.... جامہ تلاشی لی تھی۔!"

"تو پھر اُس پر کس نے فائر کیا....؟"

"پپ پتا نہیں جناب! فائر کی آواز سن کر ہم نے بھی فائرنگ شروع کر دی تھی۔!"

"اوہ.... تو.... یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔ جاؤ دیکھو.... کون ہو سکتا ہے....؟" وہ پیر پٹخ کر دھاڑا اور وہ دونوں جلدی سے باہر نکل گئے۔

"میری تو عقل ہی چکرا کر رہ گئی ہے۔!" عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کراہا۔

"اب ہم واپس کیسے جائیں گے....؟" میریا منمنائی۔

"فی الحال آپ دونوں میرے مہمان رہیں گے۔ واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!" سفید فام اجنبی نے کہا۔

"کب ہوگا....؟" عمران نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

"مسٹر عمران آپ مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔!"

"اتنے یقین کے ساتھ نہ کہئے۔!"

"تو کیا آپ واقعی بے وقوف بنا رہے ہیں۔!"

"اس سلسلے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔!"

"معاملات کو الجھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میری مرضی کے بغیر آپ یہاں سے نہیں جا سکیں گے۔!"

"خاصا پُر فضا مقام معلوم ہوتا ہے۔!" عمران انگڑائی لے کر بولا۔ "لیکن مسٹر مشروم ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"کون سی بات مسٹر عمران....!"

"یہی کہ موسیو شیمراں آپ کی تصویر چرا کر محکمہ خارجہ کے حوالے کیوں کرنا چاہتے تھے۔!"

"مجھے خود بھی اس پر حیرت ہے۔!" اجنبی نے کہا۔ "آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"میں تو بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔!"

"شیمراں سے آپ کا کیا تعلق تھا....؟"

"تعلق....!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اگر مجھے اس ہیر پھیر کا علم ہوتا تو کبھی اس پر رحم نہ کھاتا۔!"

"کس طرح ملاقات ہوئی تھی....؟"

"بس ایک شام کلب میں مل بیٹھے تھے۔ اُس کی شکل پر چھائی ہوئی یتیمی نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اُس نے بتایا کہ وہ چند دنوں کا مہمان ہے اس لئے خوش رہنا چاہتا ہے۔ لہٰذا میں نے اُسے کئی لطیفے سنائے اور وہ بہت خوش ہوا۔ پھر اُس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اُس کا مہمان بن جاؤں۔ میں نے سوچا کہ یہ تو چوبیس گھنٹوں کی بوریت ہوگی۔ لہٰذا اُس کی یہ درخواست بڑی خوبصورتی سے رد کر دی کہہ دیا کہ وقتاً فوقتاً اس سے ملتا رہوں گا۔ لیکن اُس کی کوٹھی میں قیام نہیں کر سکتا۔ بس اس طرح دوستی ہوگئی تھی۔ دراصل میں اس کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کرتا

تھا۔ اُسے باور کراتا تھا کہ موت کا ایک وقت معین ہے چاہے کینسر کی وجہ سے واقع ہو جائے چاہے بواسیر کی وجہ سے۔ اوہ.... خدا کی پناہ....!"

اچانک خاموش ہو کر وہ اجنبی کو حیرت سے دیکھنے لگا۔

"کیوں کیا بات ہے۔ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں۔!" اجنبی نے کہا۔

"مائی ڈیئر مسٹر مشروم آپ بواسیر کے مریض معلوم ہوتے ہیں۔!"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔!" وہ گڑبڑا کر بولا۔

"میں شرط لگانے کو تیار ہوں۔!"

"خواہ مخواہ....!"

"یقین کیجئے... مسٹر مشروم بسا اوقات مریض کو بھی پتا نہیں چلتا کہ وہ بواسیر میں مبتلا ہے۔!"

"اور آپ کو پتہ چل جاتا ہے۔!" اُس نے طنزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"بالکل.... یہ طب مشرق کے اسرار ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"طب مشرق کے مطابق بواسیر کی علامات سب سے پہلے چہرے پر ظاہر ہوتی ہیں۔ آپ کی دائیں طرف کی مونچھ بائیں طرف والی سے چھوٹی ہے۔!"

"نہیں....!" وہ اپنی مونچھیں ٹٹولتا ہوا بولا۔

"صرف دو ملی میٹر کا فرق ہے۔ یقین نہ آئے تو ناپ کر دیکھ لیجئے۔!"

"فضول بات....!"

"ناپ کر دیکھئے اگر میرا اندازہ غلط ثابت ہو تو گولی مار دیجئے گا۔!"

"میں واقعی گولی مار دوں گا۔!" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"شوق سے.... جایئے ناپ لیجئے۔!"

"میرے پاس اسکیل نہیں ہے۔!"

"تاگے سے ناپ لیجئے۔ فرق تو ظاہر ہو جائے گا۔!"

"تم ان دونوں پر نظر رکھنا میں ابھی آیا۔!" اجنبی نے تیسرے مسلح آدمی سے کہا جو دروازے کے قریب کھڑا تھا۔

پھر وہ چلا گیا اور میریا حیرت سے عمران کو دیکھتی رہی لیکن وہ خود اس کی طرف متوجہ نہیں تھا

اور اس کے چہرے پر تشویش کے ایسے ہی آثار پائے جاتے تھے جیسے اجنبی کے "بواسیر غم" میں برابر کا شریک ہو۔

دفعتاً میریا کھکھاری اور وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ تم نے کیا شروع کر دیا ہے....؟" وہ آہستہ سے بولی۔

"میں نے شروع کیا ہے....؟ بھلا اُس کی بواسیر سے میرا کیا تعلق....؟"

"یہ کہاں آ پھنسے ہیں۔!"

"تم ہی بتاؤ.... تم پہلے آئی تھیں لیکن آئیں کس طرح۔!"

"گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ فون کر کے ٹیکسی منگوائی اور ٹیکسی نے گرینڈ کی بجائے یہاں پہنچا دیا۔!"

"شاید اس کے مقدر میں بواسیر سے صحت یابی میرے ہی ہاتھوں ہونی لکھی ہوئی تھی۔!"

"پتا نہیں تم کیا کر رہے ہو....؟"

"پیٹ پالنے کے لئے کوئی نہ کوئی پیشہ تو اختیار کرنا ہی پڑے گا۔ تمہاری طرح مجھے کوئی بہت بڑی جائیداد تو نہیں مل گئی ہے۔!"

"یہاں پیشہ اختیار کرنے بیٹھے ہو۔!"

"اس سے پہلے کوئی ایسا مریض ملا ہی نہیں۔ پھر کیوں نہ موقع سے فائدہ اٹھاؤں بغیر آپریشن سے غائب۔!"

"گندی باتیں مت کرو....!"

"اوہ.... آئی ایم سوری۔!" اُس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور اُس مسلح آدمی کو گھورنے لگا جو دروازے کے قریب کھڑا تھا۔ اسے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ دیسی ہی تھا۔

"نہیں.... تم ٹھیک ٹھاک ہو۔!" عمران سر ہلا کر سنجیدگی سے بولا۔

"کیا واقعی وہائٹ صاحب....!" وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ کیونکہ اُس نے قدموں کی چاپ سن لی تھی۔

مشروم کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ عمران مستفسرانہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"میں نے کہیں یہ علامت نہیں سنی۔!"

"اوہ.... تو میرا اندازہ درست نکلا۔!"

"ہاں کسی قدر چھوٹی ہے۔ لیکن میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔!"

"نہ کیجئے.... لیکن جیسے ہی برسات کا موسم شروع ہوگا۔ آپ بیٹھنے کو ترس جائیں گے۔ علامت بادی بواسیر کی ہے۔ اتنا شدید درد اٹھتا ہے کہ آنکھیں نکل پڑتی ہیں۔!"

"بس بس.... میرا وقت برباد نہ کیجئے۔!"

"اچھا تو جو بتایئے وہ کروں....!"

"وہ تصویر آپ محکمہ خارجہ کے کس آفیسر کے حوالے کرتے....؟"

"وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری کے....!"

"لیکن اُسے آئی ایس آئی والے لے گئے۔!"

"اور میں نے وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری کو ان حالات سے آگاہ کر دیا۔!"

"میں نے آپ کے بارے میں خاصی معلومات فراہم کر لی ہیں۔!"

"ضرور کر لی ہوں گی۔!"

"میں یقین نہیں کر سکتا کہ آپ نے تصویر یونہی اُن لوگوں کے حوالے کر دی ہوگی۔!"

"بالکل مفت....! یقین کیجئے کہ انہوں نے کوئی معاوضہ مجھے ادا نہیں کیا۔!"

"میں معاوضے کی بات نہیں کر رہا۔!"

"پھر کیا کہنا چاہتے ہیں....؟"

"یہ ناممکن ہے کہ آپ نے اُس پینٹنگ کے کیمرہ فوٹو اُتارے بغیر اُن کے حوالے کر دی ہو۔"

"کیا وہ کسی محبوبہ دلنواز کی تصویر تھی کہ مجھ سے ایسی کوئی حرکت سرزد ہو جاتی۔ دودھ پلاتی ہوئی گدھی.... ہونہہ....!" عمران بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔!" دفعتاً اجنبی طیش میں آکر بولا۔

"تمیز سے تمیز سے مسٹر مشردم....!"

"ورنہ تم کیا کرو گے....؟"

"افسوس کہ ان خاتون کی موجودگی میں کچھ زیادہ نہیں کر سکوں گا۔!"

"جب تک وہ فوٹوگراف میرے حوالے نہیں کر دو گے تم دونوں کی رہائی یہاں سے ناممکن ہوگی"

"مائی ڈیئر مسٹر مشروم تم آخر ہو کیا چیز.... اور اس بے تکلفی کی وجہ کیا ہے۔ اگر وہ تمہاری ہی تھی تو تم فوٹوگراف لے کر کیا کرو گے۔!"

"میں دیکھوں گا کہ شیمران نے اُس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی تو نہیں کر دی تھی۔!"

"لیکن افسوس کہ مجھے اُس کا فوٹوگراف لینے کی سوجھی ہی نہیں تھی.... اور میں اب تک متحیر ہوں کہ آخر اس گدھی سے محکمہ خارجہ یا آئی ایس آئی کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے اور روزاپالگریو اُسے کیوں حاصل کرنا چاہتی تھی اور کیا اُسے حاصل کرنے کی کوشش کسی قسم کا جرم تھا کہ آئی ایس آئی والے اُسے دھر لے گئے....؟"

"کیا تم اتنے ہی بھولے ہو مسٹر عمران.... جتنا ظاہر کر رہے ہو۔!"

"ان سے پوچھ لو کہ میں کتنا بھولا ہوں۔!" عمران میریا کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

دفعتاً اجنبی نے چونک کر اپنے آدمی سے پوچھا۔ "وہ دونوں ابھی واپس نہیں آئے....؟"

"نہیں جناب....!"

"تم لوگوں نے آنکھیں کھلی نہیں رکھیں۔ شاید کوئی اور بھی ہے۔!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"میں دیکھوں جناب....!"

"نہیں تم یہیں ٹھہر کر ان کی نگرانی کرو۔!" اُس نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔ عمران نگرانی کرنے والے کو آنکھ مار کر مسکرایا۔

"کوئی گڑبڑ خطرناک ثابت ہوگی جناب۔" وہ اپنی اسٹین گن کو جنبش دے کر بولا۔

"تمہارا صاحب اردو اچھی بول لیتا ہے۔ لیکن سچ مچ بواسیر کا مریض ہے۔!"

"مجھے کیا....؟" اُس نے شانے اچکائے۔

"کچھ کچھ پاگل بھی لگتا ہے۔!"

"براہِ کرم مجھ سے ایسی باتیں نہ کیجئے۔!"

"تم بھی اپنے صاحب ہی کی طرح بے حد شائستہ معلوم ہوتے ہو۔!"

"براہِ کرم خاموش رہیئے۔!"

"میں تمہیں باتوں میں الجھا کر نکل بھاگنے کی تاک میں نہیں ہوں۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔ میریا کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے اور کبھی کبھی وہ عمران کو غصیلی نظروں سے دیکھنے لگتی تھی۔ آخر کچھ دیر بعد بولی۔ "کیا یہیں رات گزارنے کا ارادہ ہے....؟"

"تم جانو....! دعوت تم نے دی تھی۔ اگر کوٹھی ہی میں انتظام کر لیا ہوتا تو اس دشواری میں کیوں پڑتے۔!"

"بس ہو گئی حماقت.... لیکن میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!"

"بے حد منحوس گدھی تھی۔!"

"آخر تھی کیا بلا....؟"

"یوروپین معلوم ہوتا ہے۔ روزا بھی یوروپین ہی تھی۔ آخر یورپ میں گدھیوں کو اس ق عروج کیوں حاصل ہو رہا ہے....؟"

"اگر کوئی ڈھنگ کی بات نہیں کر سکتے تو خاموش رہو۔!"

"یہاں کھانے میں کیا مل سکے گا....؟" عمران نے مسلح آدمی سے پوچھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔!"

"تب تو یہ بڑی عجیب بات ہے۔ کیا تم رات کا کھانا کھا چکے ہو....؟"

"میں کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔ براہِ کرم خاموش رہیئے۔!"

"یہ کس قسم کی بندوق ہے۔!" میریا نے عمران سے پوچھا۔ اشارہ اسٹین گن کی طرف تھا۔

"ٹریگر دبتے ہی بیک وقت متعدد گولیاں نکلتی ہیں اور آدمی چھلنی ہو کر رہ جاتا ہے۔!" ع ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

مسلح آدمی اسٹین گن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ادھر عمران دیر سے فرش پر پڑے ہوئے ایک جھاڑن کو اپنے جوتے پر تول رہا تھا۔ اچانک نے جھاڑن مسلح آدمی کے منہ پر اچھال دیا۔ وہ اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہڑبڑا کر رہ گ دوسرے ہی لمحے میں عمران نے چھلانگ لگائی۔ داہنا ہاتھ اسٹین گن پر پڑا بایاں پیٹ پر۔ اب ا گن اس کے ہاتھ میں تھی اور مغلوب دروازے کے باہر جا پڑا۔

"گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے اندر آ جاؤ۔!" عمران آہستہ سے بولا۔

اس نے چپ چاپ تعمیل کی اور عمران نے کہا۔ "میں زیادہ دیر تک کہیں بھی نہیں ر تمہارے لئے زیادہ بہتر یہی ہوگا کہ خود بے ہوش بن جاؤ ورنہ دوسری صورت میں مجھے تمہا سر پر ضرب لگانی پڑے گی۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا کیونکہ تم بے حد شائستہ آدمی ہو۔!"

آدمی سمجھ دار تھا۔ فوراً ہی منہ کے بل فرش پر گر گیا اور ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

"تم کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو۔ نکلو باہر۔!" عمران نے میریا سے کہا جو قریب ہی کھڑی رہی تھی۔

انہوں نے کمرے سے نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ نگرانی کرنے والے کو اسی میں عافیت نظر آئی تھی کہ عمران کے مشورے پر عمل کرتا۔

باہر اندھیرے اور سناٹے کا وہی عالم تھا۔ عمران نے میریا کا بازو پکڑ کر کہا۔ "ہوشیاری سے چلو کہیں ہاتھ منہ نہ توڑ بیٹھنا۔!"

"مم.... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔!"

"اُن کے پاس ایک بہت ہی طاقت ور سرچ لائٹ بھی ہے۔!"

"تم اور ڈرا رہے ہو۔!"

عمران اندازے سے اُس جگہ تک پہنچ گیا جہاں اُس نے ایک پتھر کے نیچے اپنا ریوالور چھپایا تھا۔ ریوالور حاصل کر لینے کے بعد وہ سوچنے لگا۔ کیا وہ گاڑی اب بھی وہیں پر موجود ہو گی۔ جس پر اسے یہاں تک لایا گیا تھا۔

پھر وہ اُس جانب بڑھ ہی رہے تھے کہ سرچ لائٹ فضا میں چکرانے لگی۔ عمران نے میریا کو زور سے کھینچا اور وہ گرتے گرتے بچی۔ دونوں جہاں تھے وہیں لیٹ گئے اور عمران نے کہنیوں کے بل ہو کر اسٹین گن کا رخ اُس طرف کر دیا جدھر سے سرچ لائٹ پھینکی جا رہی تھی۔

"اب کیا ہو گا۔!..!" میریا ہانپتی ہوئی بولی۔

"آرام سے واپسی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ چپ چاپ پڑی رہو۔!" عمران نے آہستہ سے کہا۔ وہ دونوں سرچ لائٹ کی زد پر نہیں تھے۔ روشنی کا دائرہ کئی بار اُن کے اوپر سے گزر گیا تھا۔

"بس یونہی دم سادھے پڑی رہو۔!" عمران پھر بولا۔

"خدا غارت کرے اُس تصویر کو۔ آخر اس میں کون سے ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔!"

"گدھوں اور گدھیوں کے عروج کا زمانہ ہے۔!" عمران بولا۔

"کہیں میں پاگل نہ ہو جاؤں۔!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ بار برداری والی گدھی نہیں معلوم ہوتی۔!"

"تمہاری باتیں اور دماغ خراب کرتی ہیں۔!"

"بس اب اسی طرح لیٹے لیٹے ہی داہنی جانب مڑ کر رینگنا شروع کر دو۔!"

"یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔!"

"اٹھ کر چلو گی تو سرچ لائٹ کی زد میں آ جاؤ گی۔!"

"خداوندا میں کیا کروں۔!" وہ منمنائی۔

"جو کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو..... ورنہ میں تو مارا ہی جاؤں گا۔!"

"اب تو پچھتانا بھی بے کار ہے۔!"

"کس بات پر....؟"

"اسی پر کہ میں نے موسیو شیمراں کی ملازمت اختیار کی تھی۔!"

"آدمی کی فطرت....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

"جو چاہو کہہ لو.... معمولی حالات میں اس وقت میں اپنے بستر پر ہوتی۔!"

"دولت مندی ویسے بھی کانٹوں کی سیج کہلاتی ہے۔!"

"بس ختم کرو.... میں نے رینگنا شروع کر دیا ہے۔!"

"شاباش....اسی طرح آگے بڑھتی رہو۔!"

بڑی دشواری سے وہ اُس مسطح جگہ تک پہنچ سکے تھے۔ جہاں سے گاڑی کا ہیولیٰ زیادہ دور نہیں تھا!

"وہ....وہ کیا ہے....؟" میریا خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"وہی گاڑی جس پر مجھے لایا گیا تھا۔!"

"خدا کرے وہ کنجی اگنیشن سے نکالنا بھول گئے ہوں۔!" میریا بولی۔

"کنجی نہ ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ اگر ٹنکی خالی ہوئی تو وہ گدھی بہت آئے گی۔ جس کی وجہ سے ہم اس حال کو پہنچے ہیں۔!"

ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں رک کر عمران نے ایک کنکری اٹھا کر اچھالی تھی اور گاڑی چھت پر اس کے گرنے کی آواز آئی تھی....اور پھر سناٹا چھا گیا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو....!" میریا آہستہ سے بولی۔

"کوئی آس پاس موجود ہوگا تو ادھر متوجہ ہو جائے گا۔!" عمران نے کہا اور اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ نزدیک و دور کسی قسم کی بھی حرکت محسوس نہ کر سکا۔

"اٹھو اور تیزی سے گاڑی تک پہنچنے کی کوشش کرو۔!" اس نے میریا کا شانہ پکڑ کر کہا۔

گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "جلدی کرو کہیں کوئی نہ آجائے"

"اب مجھے گاڑی سے کون اتار سکے گا۔ خاموش بیٹھی رہو۔!" عمران نے کہا۔ "کنجی اگنیشن میں موجود ہے۔!"

دوسرے ہی لمحے میں انجن اسٹارٹ ہوا تھا اور گاڑی حرکت میں آ گئی تھی۔

"اُس مردود نے موسیو شیمراں پر چوری کا الزام لگایا تھا۔" میریا کچھ دیر بعد بولی۔

"وہ صرف معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔!"

"کیا سچ مچ تم نے اُس کے کیمرہ فوٹو لئے تھے....؟"

"اب تم بور کرو گی۔!"

"اوہ....مجھے کیا....کوئی اور بات کرو۔!"

"کیا بات کرنا ضروری ہے....؟"

"پتا نہیں....کس قسم کے آدمی ہو....!"

"مجھے اپنے آدمی ہی ہونے پر شبہ ہے۔!"

"تم نے جب اُس کے منہ پر جھاڑن پھینکا تھا تو اسٹین گن چل جاتی تو کیا ہوتا....؟"

"ہماری لاشیں وہیں پڑی رہ گئی ہوتیں۔!"

"میں خواہ مخواہ ماری جاتی۔!"

"بہتر ہوگا کچھ دنوں کے لئے کہیں اور چلی جاؤ۔ اب تو یہ قصہ چل نکلا ہے۔!"

"آخر وہ کیسی تصویر ہے....؟"

"شاید تم جاسوسی ناول نہیں پڑھتیں۔!"

"مجھے دلچسپی نہیں....!"

"بس تو پھر گول ہو جاؤ۔!"

"کیا مطلب....!"

"یہ معاملات تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔!"

"لیکن میرے لئے بھی تو خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اگر اس وقت تم نہ ہوتے تو میرا نہ جانے کیا حشر ہوتا۔!"

"میرے پہنچنے سے قبل کیا باتیں ہوئی تھیں۔!"

"کچھ بھی نہیں....وہ میرے کسی سوال کا جواب ہی نہیں دیتے تھے....اور وہ اردو داں انگریز تو تمہارے پہنچنے کے بعد ہی دکھائی دیا تھا۔!"

"ٹنکی میں پٹرول اتنا نہیں معلوم ہوتا کہ ہم شہر تک پہنچ سکیں۔!"

"پھر کیا ہوگا....؟"

"جہاں بھی گاڑی رکی وہاں سے پیدل....!"

"ہو سکتا ہے ڈگی میں فالتو پٹرول بھی موجود ہو۔!"

"دیکھا جائے گا.... اب تم اونگھنا شروع کر دو۔!"

"کیا چھوڑ بھاگنے کا ارادہ ہے....؟"

"خیال بُرا نہیں ہے.... تمہاری وجہ سے رات کا کھانا بھی گیا۔!"

"مجھے افسوس ہے۔!"

"تمہارا افسوس میری آنتوں کے کسی کام نہیں آسکتا۔!"

"واقعی اب شرمندگی کی وجہ سے اونگھنا پڑے گا۔!" اُس نے کہا اور پشت گاہ سے ٹیک لگا
آنکھیں بند کر لیں۔

✧

وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری سر سلطان اپنی خواب گاہ میں بے خبر سو رہے تھے۔ اچانک
کی گھنٹی بجی اور بجتی ہی رہی۔ دیر سے سوئے تھے۔ اسلئے اٹھتے اٹھتے بھی گویا جگ بیت گئے۔
جھنجھلاہٹوں کے ساتھ ریسیور کریڈل سے اٹھایا۔

"گدھی کی لات کھانے والا۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا بکواس ہے.... کون ہے۔!" وہ سر جھٹک کر دھاڑے اور نیند کے سارے اثرات اُن
ذہن سے کافور ہو گئے۔

"مجھ بے چارے کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے جناب عالی۔!"

اس بار انہوں نے عمران کی آواز پہچان لی اور دانت پیس کر رہ گئے۔

"کیا بجا ہے اس وقت۔!" وہ ماؤتھ پیس میں غرائے۔

"ساڑھے تین....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "سواڈھائی گھنٹے میں لائن کلیئر مل
ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ میں سردار گڈھ سے بول رہا ہوں۔!"

"کیا بات ہے....؟"

"تصویر کی کہانی ہمارے درمیان سے باہر کیسے گئی۔!"

"میں خود بھی متحیر ہوں۔ بات فارن پریس تک پہنچ گئی ہے۔ آج رات ایک غیر ملکی

اسٹیشن سے اُس سے متعلق ایک مذاکرہ بھی نشر ہوا تھا۔!"

"اور میرا شماترا نشر ہوتے ہوتے رہ گیا۔!"

"کیا بکواس ہے.... شماترا....!"

"یعنی شامت میگنی فائیڈ....!"

"سنو.... میں سوتے سے اٹھا ہوں۔!" وہ بہت زور سے غرائے اور عمران اپنی بپتی دہرانے لگا۔

"تو تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو....؟" سر سلطان نے پوچھا۔

"فی الحال بھاگ کھڑا ہوا ہوں۔ صبح کو دیکھوں گا کہ کیا چکر تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ اب وہ
جگہ ویران ملے گی اور اُس عمارت کا مالک انسائیکلوپیڈیا میں بھی نہیں مل سکے گا۔!"

"تصویر کہاں ہے....؟"

"آپ کی ہدایت کے مطابق آئی ایس آئی والوں کے حوالے کر دی گئی تھی۔!"

"فارن پریس میں اُس کا پروپیگنڈا ہو جانے کے بعد ہم دشواری میں پڑ گئے ہیں۔!"

"کوئی اور چکر....؟" عمران نے سوال کیا۔

"مشرقی اور مغربی جرمنی کے سفارت خانوں کے نمائندے اس سلسلے میں تگ و دو کر رہے
ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ تصویر اُس کے حوالے کر دی جائے۔!"

"سچویشن....!"

"بہر حال بات جھگڑے کی ہے۔!" سر سلطان بولے۔

"ان کے علاوہ کچھ اور ممالک بھی اس میں دلچسپی لے سکتے ہیں۔ روزا فرانس کی سیکرٹ
سروس سے تعلق رکھتی ہے۔!"

"تم فی الحال یہ معلوم کرنیکی کوشش کرو کہ یہ خبر کسی فارن پریس کے نمائندے تک کیسے پہنچی۔!"

"مکھی مار کام ہے.... اور اب اس سے فائدہ ہی کیا۔ بہر حال خبر پہنچ گئی ہے.... اور گدھی
کے چاہنے والے حرکت میں آگئے ہیں۔!"

"آخر اُس تصویر میں ہے کیا....؟"

"بظاہر ایک گدھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔!"

"لیکن در حقیقت....!"

"بس جناب... میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ گدھی اور اُسکے بچے پر ریسرچ کرنے بیٹھ

جاؤنگا۔ ہو سکتا ہے کہ اقوامِ مغرب گدھی اور اُسکے بچے سے کسی قسم کا جذباتی لگاؤ رکھتی ہوں۔!"

"فضول باتیں مت کرو.... شیمراں کے لواحقین پر کڑی نظر رکھو۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"اُس کی سیکریٹری کے بارے میں کیا خیال ہے۔!"

"سانولی رنگت کے علاوہ اُس میں اور کچھ نہیں رکھا۔!"

"پھر وہی بکواس! میں پوچھ رہا ہوں کیا وہ اس سازش میں ملوث ہو سکتی ہے....؟"

"سبھی کچھ ممکن ہے جناب۔ شیمراں کے تینوں باڈی گارڈز بھی نظر انداز نہیں کئے جاسکتے۔ اُن میں سے کوئی روزا کا آدمی ہو سکتا ہے۔!"

"کس پر شبہ ہے....؟"

"زخمی پر... میرا خیال ہے کہ وہ زخم خود اُس کا اپنا لگایا ہوا تھا۔ مزید اعتماد حاصل کرنے کیلئے۔!"

"ہو سکتا ہے۔!"

"لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میرا کام ختم ہو چکا ہے۔!"

"تم نے خود ہی فیصلہ کر لیا۔!"

"میرا کام تھا شیمراں کا راز دریافت کرنا اور اس سے جو کچھ حاصل ہوا اسے آئی ایس آئی والے لے گئے۔!"

"کسی حد تک تمہارا خیال درست بھی ہے۔!"

"لیکن میرا مسئلہ روزا تھی۔ اگر زخمی طارق اُسی کا آدمی ہے تو ابھی میرا کام ختم نہیں ہوا۔!"

"کسی بات پر جمو گے بھی۔!"

"اس بات پر ابھی تک جما ہوا ہوں کہ سانولی رنگت بھی مجھے شاعر نہیں بنا سکتی۔!"

"عمران آدمیت کے جامے میں رہو۔!"

"اس سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ آدمیت کا جامہ زندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ چاہے اُس میں اخلاقیات کی کتنی ہی کشیدہ کاری کیوں نہ کر ڈالی جائے۔!"

"اچھا اب بکواس بند کرو۔ مجھے اپنی نیند بھی پوری کرنی ہے۔!"

"نیند اور درندگی کے علاوہ آدمی کے پاس اور کچھ بھی نہیں ہے۔!"

"تم گھاس تو نہیں کھا گئے۔!"

"درندے گھاس نہیں کھاتے۔ البتہ بے چاری گدھی.... وہ خدا کی پناہ شائند میں واقعی سنک گیا ہوں۔ بہر حال کہنے کا یہ مطلب ہے کہ تفتیش کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں آئی ایس آئی والوں سے ٹکراؤ بھی ہو سکتا ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اس قضیئے کے فارن پریس تک پہنچنے کے دو ہی ذریعے ہو سکتے ہیں۔ شیمراں کے لواحقین یا خود آئی ایس آئی والوں سے ٹکراؤ بھی ہو سکتا ہے۔!"

"تم اس کی پرواہ مت کرو....!"

"بس یہی معلوم کرنا تھا۔!"

"اتنی سی بات کے لئے تم نے اتنی دیر تک الجھائے رکھا۔!" سر سلطان پھر گرم ہو گئے۔

"گدھی نے میری عقل خبط کر دی ہے۔!"

"تمہیں اُس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ مجھے اس پر حیرت ہے۔!"

"کسی خاص بات کی نشاندہی اُس وقت تک نہیں کر سکوں گا جب تک اپنے محکمے کی لیبارٹری تک نہیں پہنچ جاتا۔!"

"اوہ.... تو اس کا یہ مطلب....!"

"خدا حافظ۔!" کہہ کر عمران نے رابطہ منقطع کر دیا تھا اور سر سلطان ریسیور ہاتھ میں لئے اُسے گھورتے رہ گئے تھے۔ پھر بُرا سا منہ بنا کر ریسیور کریڈل پر رکھا اور بستر پر لیٹنے بھی نہیں پائے تھے کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجنے لگی۔!

"مجھے تو اب ریٹائرمنٹ لے ہی لینا چاہئے۔!" وہ دانت پیس کر بڑبڑائے اور ریسیور کریڈل سے اٹھا لیا۔

"سلطان اسپیکنگ....!" انہوں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"جنرل وائی زیڈ....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ...! اس وقت.... خیریت....!"

"تمہارا وہ آدمی کہاں ہے جس نے باوَل دے سوف میرے آدمیوں کے حوالے کی تھی؟"

"سردار گڈھ میں۔!"

"اس سے کہو کہ ہم سے رابطہ قائم کرے۔!"

"کوئی خاص بات....؟"

"وہ آفیسر قتل کر دیا گیا جس کی تحویل میں تصویر تھی.... اور تصویر بھی غائب ہو گئی ہے۔!"

"تو اس میں میرے آدمی کا کیا قصور....؟"

"فارن پریس تک یہ بات کیسے پہنچی....؟"

"یہی سوال میں تم سے کرنے والا تھا... اولڈ بوائے۔!" سر سلطان نے ناخوش گوار لہجے میں کہا

"ہم اُس سے صرف یہی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ فارن پریس تک یہ بات کیسے پہنچی؟"

"وہ اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ کیونکہ کچھ دیر پہلے وہ یہی سوال مجھ سے کر چکا ہے۔!"

"دیکھو سلطان بیٹے! ان معاملات میں تم مجھ سے زیادہ تجربہ کار نہیں ہو سکتے۔!"

"لیکن میں اپنے اُس آدمی کو تجربات کا پہاڑ سمجھتا ہوں۔!"

"آخر ہے کون....؟"

"علی عمران....!"

"اوہ... تب تو سوچنا پڑے گا۔ لیکن تم اُس سے کہو کہ جلد از جلد ہم سے رابطہ قائم کرے۔!"

"کچھ دیر پہلے وہ سردار گڈھ میں مرتے مرتے بچا ہے۔!" سر سلطان نے کہا اور آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کو عمران کی کہانی سنانے لگے۔

"وہائٹ مشروم....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "نام فرضی بھی ہو سکتا ہے مجھے بتاؤ کہ وہ سردار گڈھ میں کہاں ملے گا....؟"

"انٹر کون کے منیجر سے رابطہ قائم کرو۔ وہ تمہاری کال ری ڈائریکٹ کر دے گا۔!"

"او کے.... تھینکس....!" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ سر سلطان ریسیور ہاتھ میں لئے کچھ سوچتے رہے اور پھر اُسے کریڈل پر رکھ کر پُر تشویش انداز میں سر ہلاتے ہوئے باتھ روم کی طرف بڑھ گئے۔

آئیڈنٹی کاسٹ ایکوپمنٹ کے ذریعے وہ چہرہ مکمل کر لیا گیا اور عمران نے اس کی تصدیق بھی کر دی لیکن اس کا اصل نام وہائٹ مشروم نہیں تھا۔ آئی ایس آئی کے ریکارڈ کے مطابق وہ مشرقی جرمنی کا ایک سیکرٹ ایجنٹ میک ہاور ثابت ہوا تھا۔

"وہ کئی مشرقی زبانیں روانی سے بول سکتا ہے۔!" کیپٹن برلاس نے عمران کو بتایا۔

"میک ہاور.... ہو سکتا ہے سر سلطان کے محکمے میں بھی اس کا ریکارڈ موجود ہو۔ لیکن ڈاڑھی مصنوعی تھی۔!" عمران نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

"ناک کی مخصوص بناوٹ کی بنا پر اُس کی شناخت ہوئی ہے۔!"

"شائد راکٹ پر بیٹھ کر یہاں آیا ہو گا۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"کیا بات ہوئی۔!"

"پچھلی رات ہی تو بی بی سی سے اُس تصویر کے بارے میں مذاکرہ نشر ہوا تھا.... اور پچھلی رات ہی وہ مجھ سے الجھ پڑا۔ مذاکرہ سنتے ہی راکٹ پر بیٹھا اور پلک جھپکتے سردار گڈھ پہنچ گیا۔!"

"کیا پہلے سے یہاں موجود نہیں ہو سکتا....؟"

"اگر پہلے سے یہاں موجود تھا تو پھر ہمارا وجود دو کوڑی کا ہو جاتا ہے۔!"

"پتا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ یہاں پہلے سے کیوں موجود تھا۔!"

"آپ تو اس انداز میں کہہ رہے ہیں جیسے ہم ہی یہاں اُس کی موجودگی کے ذمہ دار ہوں۔!"

"کوئی نہ کوئی تو ذمہ دار ہو گا ہی۔ اب مجھے اس ڈپٹی ڈائریکٹر کے بارے میں بھی کچھ بتائیے جو قتل کر دیا گیا۔!"

"میجر فہیم.... بہت محتاط آدمی تھے۔!"

"پینٹنگ اُن ہی کی تحویل میں تھی....؟"

"جی ہاں۔!"

"لیکن اُسے گھر پر رکھنے کی کیا ضرورت تھی....؟"

"وہ خفیہ تحریروں کے ماہر تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ تصویر کے شیڈز میں کوئی نقشہ مخفی ہے۔ لہٰذا ڈائریکٹر جنرل کی اجازت سے وہ اُسے گھر لے گئے تھے۔ تاکہ اُس پر زیادہ سے زیادہ وقت صرف کر سکیں۔!"

"کس قسم کے نقشے کا شبہ ہوا تھا؟ ہٹلر کا خفیہ خزانہ؟ کیا خیال ہے؟"

"میرا کوئی خیال نہیں.... بس اتنا ہی سنا تھا میں نے۔!"

"حالانکہ آپ کو بھی اس کا علم نہ ہونا چاہئے تھا۔!"

"میں براہ راست اُن کا ماتحت تھا اور بہتیرے معاملات میں وہ مجھ سے مشورے لیتے تھے۔!"

”کیا میں وہ جگہ دیکھ سکتا ہوں جہاں اُن کی لاش ملی تھی۔!“

”ضرور.... مجھ سے کہا گیا ہے کہ ہر طرح آپ کی مدد کروں۔!“

”شکریہ....!“

”وہ رات انہوں نے اپنی ذاتی تجربہ گاہ میں گزاری تھی۔!“

”غالباً پینٹنگ پر تجربات کرنے کے لئے۔!“

”ظاہر ہے۔!“

”اور وہیں اُن کی لاش بھی ملی تھی....؟“

”جی ہاں.... کیا آپ ابھی چلیں گے....؟“

”میں تیار ہوں۔!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

وہ باہر نکل کر سیاہ رنگ کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ کیپٹن برلاس نے انجن اسٹارٹ کیا۔

”آپ نے بھی وہ تصویر دیکھی ہو گی....؟“

”جی ہاں....!“

”ہنسی تو بہت آئی ہو گی کہ اس بیہودہ سی تصویر کے لئے اتنا ہنگامہ ہو گیا۔!“

”کیا یہ غیر فطری بات تھی مسٹر عمران۔!“

”قطعی نہیں.... اگر میں صاحب اولاد ہوتا تو یہ لطیفہ اپنے بچوں کو ضرور سناتا اور میری بیوی اُس گدھی کی سات پشتوں کو چھان پھٹک کر رکھ دیتی۔!“

”گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم دفتری راز اپنے خاندان والوں تک پہنچا دیتے ہیں۔!“ کیپٹن برلاس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

”پھر یہ بات فارن پریس کے کسی نمائندے تک کیسے پہنچی....؟“

”تصویر آپ کے ہاتھوں ہم تک پہنچی تھی اور آپ کے گرد بھی کچھ لوگ تھے۔!“

”میں نے اس امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ اُن لوگوں کو بھی دیکھا جا رہا ہے جو میرے آس پاس تھے۔ لیکن اسے تو آپ تسلیم کریں گے کہ میجر فہیم کا معاملہ ڈھکا چھپا نہیں تھا۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”یعنی کہ وہ اُس پینٹنگ کو اپنے گھر لے جا رہے ہیں۔!“

”ظاہر ہے.... ورنہ اس طرح قتل کیسے کر دیئے جاتے۔!“

”تو یہ بات مجرموں تک آپ ہی لوگوں کے ذریعے پہنچی ہو گی....؟“

”اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔!“

”کتنے لوگوں کو اس کا علم تھا....؟“

”ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔!“

”یعنی ڈی جی آپ اور میجر فہیم....!“

”جی ہاں....!“

”ڈی جی کو الگ کر دیجئے تو صرف آپ دو رہ جاتے ہیں۔!“

”میں غیر شادی شدہ ہوں اس لئے اپنے بچوں کو یہ لطیفہ نہیں سنا سکا تھا۔!“

”بہر حال آپ کو یقین ہے کہ یہ بات آپ ہی تک رہی تھی....؟“

”اُسی طرح یقین ہے جس طرح خدا کے وجود پر ہے۔!“

”گڈ.... تو پھر خود میجر فہیم....؟“

”وہ ان دنوں اپنے بنگلے میں تنہا تھے۔ بچے کسی عزیز کے یہاں باہر گئے ہوئے تھے۔!“

”ملازمین....!“

”تین عدد.... لیکن اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ انہوں نے ملازمین سے اس کے بارے میں کوئی گفتگو کی ہو۔!“

”میں تنگ آ گیا ہوں....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

کیپٹن برلاس کنکھیوں سے اُس کی طرف دیکھ کر رہ گیا لیکن یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس نامکمل جملے کا مطلب کیا ہے گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔

”واقعی تنگ آ گیا ہوں۔!“ عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”میری زندگی میں جرائم اور کشت و خون کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ لوگ تو ایک آدھ گرل فرینڈ بھی پال لیتے ہیں۔!“

”اگر آپ کا اشارہ خصوصیت سے میری طرف ہے تو سن لیجئے کہ میں کوئی گرل فرینڈ بھی نہیں رکھتا جسے میں نے یہ لطیفہ سنا دیا ہو۔!“

”میجر فہیم کے بارے میں کیا خیال ہے....؟“

”میں اُن کی نجی زندگی سے متعلق صرف اتنا ہی جانتا ہوں کہ تین بچوں کے باپ تھے۔!“

”اور ان دنوں بچے.... باپ سے بہت دور تھے۔!“

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں....؟"

"شادی شدہ لوگ بھی گرل فرینڈز رکھتے ہیں۔!"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ میجر فہیم اس معاملے میں کس قسم کے آدمی تھے۔!"

"ڈرنک کرتے تھے....؟"

"ممکن ہے کرتے ہوں۔ میں نے اس پر کبھی توجہ نہیں دی۔!"

"خیر.... خیر....!"

"پتا نہیں آپ کس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں۔!"

"کبھی کبھی ہم خود ہی اپنے لئے موت کا پھندہ تیار کر لیتے ہیں۔!"

"یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خود میجر فہیم ہی نے اُس پینٹنگ کا ذکر کسی سے کر دیا ہوگا۔؟"

"کیا اس کا امکان نہیں ہے....؟"

"ہو سکتا ہے....!" کیپٹن برلاس نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

وہ منزل مقصود پر پہنچ چکے تھے۔ کیپٹن برلاس نے گاڑی روکی۔ میجر فہیم کے خاندان والے واپس آگئے تھے لیکن تجربہ گاہ مقفل کر دی گئی تھی۔ کیپٹن برلاس نے تجربہ گاہ کا قفل کھولا اور عمران نے اندر قدم رکھنے سے پہلے کہا۔ "شاید فنگر پرنٹس پہلے ہی اٹھالئے گئے ہوں گے۔!"

"جی ہاں.... ساری کارروائیاں ہو چکی ہیں۔!"

وہ تجربہ گاہ میں داخل ہوئے۔ خاصا کشادہ کمرہ تھا اور وہاں رکھی ہوئی اشیاء پر نظر پڑتے ہی کسی فوٹو گرافر کی ورک شاپ کا گمان ہوتا تھا۔

"فنگر پرنٹس کے بارے میں کچھ بتائیے۔!" عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"دو طرح کے نشانات ملے ہیں۔ میجر فہیم کی انگلیوں کے یا اُس ملازم کی انگلیوں کے جو یہاں کی صفائی کرتا ہے۔!"

"کوئی مخصوص ملازم ہے۔!"

"جی ہاں....!"

"اس سے خاص طور پوچھ گچھ کی گئی ہوگی۔!"

"تینوں ہی ملازم سرونٹس کوارٹر میں سوتے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ جب وہ کوارٹرز میں جانے کے لئے عمارت سے نکلے تھے تو میجر فہیم تجربہ گاہ ہی میں تھے۔ ملازموں نے انہیں مطلع کیا تھا اور

وہ صدر دروازہ بولٹ کرنے کے لئے اُن کے ساتھ وہاں تک آئے تھے۔!"

"کیا وہ اُس وقت تجربہ گاہ میں تنہا تھے....؟"

"ملازموں کی روانگی تک تو تنہا ہی تھے اور صبح کو جب وہ کام پر آئے تو انہیں صدر دروازہ کھلا ہوا ملا تھا۔ یہ غیر معمولی بات تھی کیونکہ میجر فہیم ملازموں سے پہلے بیدار نہیں ہوتے تھے۔!"

"تو اُن کی آمد پر دروازہ خود میجر فہیم ہی کھولتے تھے۔!"

"جی ہاں.... گھنٹی کی آواز پر بیدار ہوتے تھے اور دروازہ خود ہی کھولتے تھے لیکن صرف اُس حالت میں جب وہ بنگلے میں تنہا ہوتے تھے۔ ورنہ خاندان کا کوئی فرد یہ کام انجام دیتا تھا۔!"

"نوکر ہمیشہ اپنے کوارٹرز ہی میں سوتے ہیں....؟"

"جی ہاں....!"

"ایسے حالات میں بھی جب میجر بنگلے میں تنہا ہوتے تھے....؟"

"جی ہاں.... ملازموں نے یہی بتایا ہے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔ تنہا سونے کی صورت میں انہیں کم از کم باورچی کو تو بنگلے ہی میں رکھنا چاہئے تھا۔!"

"لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔!"

"یعنی ضرورت پڑنے پر چائے وغیرہ خود ہی بنالیتے ہوں گے۔!"

"ظاہر ہے۔!"

"نوکر اُس رات کس وقت بنگلے سے گئے تھے....؟"

"حسب معمول دس بجے۔!"

عمران خاموش ہو گیا۔ اُس کی نظر اُس جگہ جم گئی تھی جہاں فرش پر لاش کے گرد چاک سے نشان ڈالے گئے تھے۔

کیپٹن برلاس نے کہا۔ "آثار کی بنا پر یہ قطعی نہیں کہا جاسکتا کہ قاتل ملازموں کے چلے جانے کے بعد بنگلے میں داخل ہوا ہو۔ نہ کسی کھڑکی کا کوئی شیشہ ٹوٹا ہوا ملا ہے اور نہ کسی دروازے کو بے قاعدگی سے کھولے جانے کی شہادت ملی ہے۔!"

"اس سے آپ لوگ کس نتیجے پر پہنچے ہیں....؟"

"یا تو قاتل پہلے ہی سے بنگلے کے کسی حصے میں چھپا ہوا تھا یا پھر میجر فہیم نے خود ہی اُسے بنگلے

میں داخل ہونے کی اجازت دی ہو گی۔!"

"ہوں۔۔۔۔!" عمران پُر تفکر انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"اس سلسلے میں ملازموں کا کیا خیال ہے۔!"

"انہوں نے قاتل کے پہلے ہی سے بنگلے میں موجود ہونے کے خیال کو مسترد کر دیا ہے کیونکہ وہ بنگلے کا گوشہ گوشہ دیکھ کر اپنا اطمینان کر لینے کے بعد ہی رخصت ہوئے تھے۔ خصوصیت سے اُن اوقات میں اور زیادہ محتاط ہو جاتے تھے۔ جب میجر فہیم بنگلے میں تنہا ہوتے تھے۔!"

"اُس رات بھی انہوں نے اپنے اُس معمول کو ضرور دہرایا ہو گا۔!"

"جی ہاں۔۔۔۔ وہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں اور اُن کی دانست میں کوئی بعد میں بھی یہاں نہیں آیا تھا۔!"

"اس کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا یا کہا جا سکتا ہے۔۔۔۔؟"

"جی نہیں۔۔۔۔!"

"دس بجے کے بعد بھی لوگ ملنے کے لئے آ سکتے ہیں۔!"

"ہم نے یہی نظریہ قائم کیا ہے کہ میجر فہیم قاتل سے واقف تھے۔!"

"وہ محکمے کا کوئی ایسا آدمی بھی ہو سکتا ہے جسے پینٹنگ کے بارے میں علم رہا ہو۔!"

"میرے اور ڈی جی صاحب کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔!" کیپٹن برلاس طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"آپ تو قاتل ہو ہی نہیں سکتے۔!" عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا مسٹر عمران۔۔۔۔ آپ مجھے کیا جانیں۔!"

"جن کی آنکھوں کی بناوٹ قاتل ہوتی ہے وہ حقیقتاً قتل نہیں کر سکتے۔!"

"اس اظہار خیال پر میں شرماؤں یا آپ کا شکریہ ادا کروں مسٹر عمران۔۔۔۔!"

"کیا میں یہاں کی چیزوں کو قریب سے دیکھ سکتا ہوں۔!"

"ضرور۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔!"

پھر عمران تجربہ گاہ کی مختلف چیزوں کا جائزہ لیتا رہا تھا اور کیپٹن برلاس اُسے ایسی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔

تھوڑی دیر بعد عمران پھر اُسی کے قریب آ کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ "ہم نے یہاں تفتیش

کوئی امکانی پہلو نظر انداز نہیں کیا۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔۔۔۔!" عمران نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق گولی بہت قریب سے دل کا نشانہ لے کر چلائی گئی تھی۔!"

"اور ملازموں نے فائر کی آواز بھی نہیں سنی تھی۔!" عمران بولا۔

"جی ہاں۔۔۔۔ انہوں نے فائر کی آواز نہیں سنی تھی۔!"

"سائیلنسر۔۔۔۔!"

"غالباً سائیلنسر ہی استعمال کیا گیا تھا۔!"

"اور یہاں ایسی کوئی چیز آپ لوگوں کو نہیں مل سکی۔ جس سے قاتل کی نشاندہی ہو سکے؟"

"جی ہاں۔۔۔۔ وہ بے حد محتاط تھا کہ انگلیوں کے نشانات تک نہیں چھوڑے۔!"

"کیا تینوں ملازم ایک ہی کمرے میں سوتے ہیں۔۔۔۔؟"

"نہیں تینوں کے کمرے الگ الگ ہیں۔!"

"لہٰذا کوئی اس کی شہادت بھی نہیں دے سکتا کہ وہ رات بھر اپنے کمروں ہی تک محدود رہے ہوں گے۔!"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔۔۔۔؟" کیپٹن برلاس اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ معلوم ہونا بے حد ضروری ہے کہ اُن میں سے کوئی رات کے کسی حصے میں اپنے کمرے سے نکلا تو نہیں تھا۔!"

کیپٹن برلاس کچھ نہ بولا۔ وہ بھی کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔

"خیر یہ سب کچھ آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ اس لئے آپ کو مجھے یہیں چھوڑ جانا پڑے گا۔!"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔۔۔۔؟"

"بس آپ جایئے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

لیکن وہ خاموش کھڑا عمران کو دیکھتا رہا۔!

"میں اپنے طور پر کام کرنے کا عادی ہوں کیپٹن۔۔۔۔!"

"مجھ سے کہا گیا ہے کہ آپ کو اسسٹ کروں۔!"

"فی الحال اس سے بہتر اسسٹنس نہیں ہو سکتی کہ آپ مجھے تنہا چھوڑ دیں۔!"

"یہاں تجربہ گاہ میں۔۔۔۔؟"

"نہیں ڈرائنگ روم میں....!"

"اوہ تو آپ خاندان والوں سے بھی پوچھ گچھ کریں گے۔ حالانکہ وہ لوگ یہاں نہیں ہیں
آج ہی صبح واپس آئے۔!"

"کیپٹن برلاس پلیز....!" عمران ہاتھ اٹھا کر رہ گیا۔

"اچھی بات ہے چلئے.... لیکن کیا بیگم فہیم سے آپ کا تعارف بھی کرانا پڑے گا۔!"

"ہرگز نہیں.... بس آپ مجھے ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر چلے جائیے گا۔ لیکن ٹھہریئے آپ
نے مجھے اُس ملازم کا نام تو بتایا ہی نہیں جو تجربہ گاہ میں صفائی کرتا ہے۔!"

"سردار....!"

وہ تجربہ گاہ کو مقفل کر کے عمران کو ڈرائنگ روم میں لے آیا اور آہستہ سے بولا۔ "بیگم فہیم
سے گفتگو کرنے کے سلسلے میں ذرا محتاط رہئے گا۔!"

"میں نہیں سمجھا....؟"

"غیر معمولی ٹائپ کی خاتون ہیں۔ اُن کی آنکھوں میں آج تک کسی نے آنسو نہیں دیکھے۔ حیرت ہیں یہ بات ظاہر
ہوگئی کہ اس موقع پر بھی وہ بے حد پرسکون نظر آرہی ہیں۔!"

"بہت غصہ ور ہیں کیا....؟"

"نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں۔!"

"میجر فہیم سے کیسے تعلقات تھے۔!"

"خوشگوار....!"

"اچھی بات ہے.... آپ سردار کو میرے پاس بھیج کر چلے جائیے۔ اُسی کے توسط سے
بیگم فہیم سے بھی رابطہ قائم کرلوں گا۔!"

"میرا کارڈ رکھئے۔!" کیپٹن برلاس نے کہا۔ "جب بھی میری ضرورت ہو رنگ کر لیجئے گا۔"

عمران نے کارڈ لے کر اُس کا شکریہ ادا کیا اور اُس کے جاتے ہی اس کے چہرے پر حماقت کے
ڈونگرے برسنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ملازم سردار ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ جوان العمر
خوش شکل تھا۔ آنکھوں کی بناوٹ سے کسی قدر ذہین بھی معلوم ہوتا تھا۔

"فرمائیے جناب....!" اُس نے عمران کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

عمران نے احمقانہ انداز میں اُسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور اٹھ کر اُس کے کان میں

سے بولا۔ "بیگم فہیم تم سے خوش نہیں معلوم ہوتیں۔!"

وہ چونک کر پیچھے ہٹ گیا اور عمران کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔!" عمران اونچی آواز میں بولا۔ "تجربہ گاہ کی صفائی تم ہی کرتے ہو۔!"

"جی ہاں جناب!" اس نے جواب دیا لیکن اُسکی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"وہ کرسی اٹھا کر میرے قریب بیٹھ جاؤ۔!" عمران پھر آہستہ سے بولا اور اس طرح چاروں
طرف دیکھنے لگا جیسے خدشہ ہو کہ کہیں کوئی تیسرا بھی تو اُن کی گفتگو نہیں سن رہا۔

سردار نے ہچکچاتے ہوئے تعمیل کی تھی۔ عمران نے بیٹھتے ہوئے سرگوشی کی۔ "قتل والی رات
کو تم کس وقت دوبارہ بنگلے میں آئے تھے۔!"

"مم.... میں.... جج.... جی.... نہیں تو....!"

"یہ قتل کا معاملہ ہے سردار..... بیگم فہیم بڑی خوددار خاتون ہیں اس لئے وہ کبھی اپنی زبان
نہیں کھولیں گی۔ حالانکہ وہ سب کچھ جانتی ہیں۔!"

سردار تھوک نگل کر رہ گیا۔

"وہ اپنی زبان نہیں کھولیں گی اور تم حق نمک ادا کرو گے پھر جانتے ہو کیا ہوگا....؟"

سردار کچھ نہ بولا۔ اچانک برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔

"پھر یہ ہوگا اے وفادار ملازم کہ قاتل سزا سے بچ جائے گا۔!" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"مم.... میں پاگل ہو جاؤں گا جناب....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اچھا تو.... اپنے کوارٹر میں چلو.... میں بھی یہاں بات کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔!"

"بہت اچھا جناب....!"

وہ ڈرائنگ روم سے نکل کر برآمدے میں پہنچے ہی تھے کہ عقب سے ایک نسوانی آواز آئی۔

"سردار کہاں جارہے ہو.... اور یہ کون صاحب ہیں۔!" عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں مڑا۔
بائیں جانب والے دروازے میں ایک صحت مند اور وجیہہ عورت کھڑی نظر آئی۔ عمر تیس اور
چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔

"آداب بجالاتا ہوں بیگم صاحبہ....!" عمران نے بہت زیادہ بدحواسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ سردار تجربہ گاہ کی بھی دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔ لہٰذا اس سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔!"

"آپ ہیں کون....؟"

"میں برائٹو فلکس کمپنی کا نمائندہ ہوں۔ ہم نے میجر صاحب کو ایک مخصوص قسم کا انلارجر چند دنوں کے لئے عاریتاً دیا تھا۔ اُسی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنی ہے۔!"

"اُس کے بارے میں کیا پوچھ گچھ کیجئے گا۔!"

"وہ انلارجر جو تجربہ گاہ میں موجود نہیں ہے۔!"

"ہر قسم کی گفتگو میری موجودگی میں ہوگی۔!"

"بہت بہتر بیگم صاحبہ....!" عمران نے کہا اور سردار کی طرف مڑ کر بائیں آنکھ دبائی اور پھر بولا۔ "ہاں تو میاں سردار وہ انلارجر کہاں ہے جس پر ٹریڈ مارک کے طور پر اڑتی ہوئی چمگادڑ بنی ہوئی تھی۔!"

وہ سر کھجاتا ہوا بولا۔ "جی.... تھا تو.... میں نے دیکھا تھا۔!"

"ایک منٹ۔!" عورت ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "آپ کیپٹن برلاس کے ساتھ آئے تھے؟"

"جی ہاں.... وہ انلارجر بہت قیمتی تھا۔ لیکن تجربہ گاہ میں موجود نہیں ہے۔ کیپٹن برلاس جلدی میں تھے۔ اس لئے پوچھ گچھ کے لئے سردار کو میرے حوالے کر کے چلے گئے۔!"

"تو آپ پوچھ گچھ کے لئے اُسے کہاں لے جا رہے ہیں....؟"

"یہیں لان پر.... اندر کچھ گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی۔!"

"تم اس انلارجر کے بارے میں کیا جانتے ہو؟" عورت نے براہِ راست سردار سے سوال کیا۔

"مم.... میں.... جی بس دیکھا تھا۔!"

"اب وہ کہاں ہے....؟"

"جی.... جی.... میں نہیں جانتا۔!"

"بات ختم ہوگئی۔!" عورت نے عمران سے کہا۔

"میں تو مفت میں مارا گیا۔!" عمران کراہا۔ "ذاتی تعلقات کی بناء پر میں نے وہ انلارجر چند دنوں کے لئے میجر صاحب کو دے دیا تھا۔!"

"کیا قیمت تھی اُس کی....!"

"قیمت.... قیمت تو کیٹلاگ دیکھ کر ہی معلوم ہو سکے گی۔!"

"دیکھ کر بتایئے.... قیمت ادا کر دی جائے گی۔!" عورت نے خشک لہجے میں کہا۔

عمران بے حد خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ "بہت بہت شکریہ۔!"

"جاؤ تم اپنا کام دیکھو....!" عورت نے سردار سے کہا اور وہ سر جھکائے ہوئے اندر چلا گیا۔ ساتھ ہی عورت بھی دروازے میں مڑ گئی اور عمران اس طرح منہ چلانے لگا جیسے کسی کڑوی کسیلی چیز کا ذائقہ یاد آگیا ہو۔

۞

رات کے گیارہ بجے تھے اور میجر فہیم کا بنگلہ تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔ البتہ کمپاؤنڈ کے پھاٹک کے بلب کی مدھم سی روشنی تھوڑی سی جگہ کو روشن کئے ہوئی تھی۔

عمران نے تاریک حصے والی کمپاؤنڈ وال پھلانگی اور سرونٹس کوارٹرز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ خوش قسمتی سے میجر فہیم کے بنگلے میں کتے نہیں تھے۔ اس لئے یہ کام بے حد آسان ہو گیا تھا۔

ایک ایک کمرے کے تین کوارٹر ایک ہی قطار میں واقع تھے اور ہر کمرے کے آگے صحن تھا۔ جس کی دیواریں زیادہ اونچی نہیں تھیں۔ وہ پہلے ہی معلوم کر چکا تھا کہ سردار کس کوارٹر میں رہتا ہے۔ دروازے پر دستک نہیں دینا چاہتا تھا اس لئے صحن کی دیوار بھی پھلانگنی پڑی۔ کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ کودنے کی آواز سن کر سردار باہر نکل آیا۔

"شور مت مچانا.... میں ہوں انلارجر والا۔!" عمران آہستہ سے بولا۔

"تو دیوار پھلانگ کر....!"

"تم دیکھ ہی چکے ہو کہ بیگم صاحبہ تمہاری کتنی کڑی نگرانی کر رہی ہیں۔ خیر اب اطمینان سے باتیں ہوں گی اور تم کسی خسارے میں بھی نہ رہو گے۔ کیونکہ میں میجر فہیم کے محکمے کا آدمی نہیں ہوں۔ میری تفتیش میری ہی ذات تک محدود رہے گی۔ غالباً تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے۔!"

"جج.... جی ہاں.... چلئے اندر چلئے۔!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

ایک شکستہ حال کرسی پر عمران کو بٹھاتے ہوئے کہا۔ "بیگم صاحبہ ہر وقت چوکس رہتی ہیں لیکن مجھے حیرت ہے جناب کہ انہوں نے آج تک وہ بات نہ میجر صاحب کے منہ پر ڈالی اور نہ مجھ سے ہی کچھ کہا۔!"

"بڑے دل گردے کی عورت معلوم ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی نہیں چاہتی کہ اس کے شوہر کی عزت پر حرف آئے۔ خیر ہاں تم مجھے تفصیل سے بتاؤ تاکہ میں قاتل پر ہاتھ ڈال سکوں۔!"

"میرے علاوہ اور کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا۔!"

"میرا یہی اندازہ تھا۔!"

"بہت دنوں سے وہ یہاں آتی جاتی رہی ہے۔ صاحب نے صرف مجھے رازدار بنایا تھا۔!"

"بیگم صاحبہ کی موجودگی میں بھی آئی تھی۔!"

"کبھی نہیں جناب بیگم صاحبہ ہر ماہ تین چار دن کیلئے اپنے مائیکے جاتی ہیں۔ پتا نہیں کیا ہوتا ہے کہ سب سے چھوٹا بچہ نانی کیلئے تڑپنے لگتا ہے اور وہ غل مچاتا ہے کہ بیگم صاحبہ کو جانا ہی پڑتا ہے۔!"

"میجر فہیم ہی چپکے سے اُسے اکسادیتے ہوں گے۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے جناب....!"

"بہر حال وہ اُس وقت آتی ہو گی جب تم تینوں اپنے کوارٹرز میں چلے آتے ہو گے۔!"

"جی ہاں.... لیکن اُس کے بعد مجھے پھر چپکے سے جانا پڑتا تھا چائے پانی کا انتظام کرنے کے لئے۔ صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ اس سے جرمن پڑھتے ہیں۔!"

"اور تمہیں کیا پڑی تھی کہ تم اور کچھ سمجھتے۔!"

"جی ہاں.... لیکن جان جوکھم کا کام تھا۔ جان پر بنی رہتی تھی کہ کہیں بات بیگم صاحبہ کے کانوں تک نہ پہنچ جائے۔!"

"تو وہ قتل والی رات کو بھی آئی تھی....؟"

"جی ہاں....!"

"تنہا تھی....؟"

"جی ہاں.... میں نے تو اس کے ساتھ اور کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا۔!"

"تم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش تو ضرور کی ہو گی کہ رہتی کہاں ہے....؟"

"کبھی کوشش نہیں کی بس ایک بار اتفاق سے معلوم ہو گیا تھا ایک دن بازار میں دکھائی دی تھی میں اس کے پیچھے لگ گیا۔ بس خواہ مخواہ سنک گیا تھا۔ اس طرح رہنے کی جگہ معلوم ہو گئی تھی۔"

"کہاں رہتی ہے۔!"

"سی بریز کے پاس جو لگژری اپارٹمنٹس ہیں۔ انہی میں چودہ نمبر کا اپارٹمنٹ۔!"

"نام جانتے ہو....؟"

"جی نہیں نام تو.... نہیں معلوم ہو سکا۔ صاحب سے کبھی کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہیں پڑی۔"

"قدرتی بات ہے.... کیا عمر ہو گی....!"

"بیس بائیس سال سے زیادہ کی نہیں ہے۔ بہت خوبصورت ہے صاحب۔!"

"غیر ملکی ہے۔!"

"جی صاحب.... جرمن ہو گی۔ تبھی تو صاحب اس سے جرمن زبان پڑھ رہے تھے۔!"

"اچھا تو اٹھو اور چپ چاپ میرے ساتھ نکل چلو....!"

"جی صاحب.... میں نہیں سمجھا۔!"

"تمہاری زندگی بھی خطرے میں ہے۔ کسی وقت بھی تمہاری موت واقع ہو سکتی ہے۔!"

"نہیں صاحب....!" اچانک وہ بے حد خوفزدہ نظر آنے لگا۔

"یقین کرو.... تم نے اُسے قتل والی رات کو یہاں دیکھا تھا.... مجھے تو اسی پر حیرت ہے کہ تمہیں اُن لوگوں نے زندہ کیسے چھوڑا۔!"

"وہ اکیلی تھی صاحب.... اور کوئی نہیں تھا اُس کے ساتھ....!"

"باتوں میں وقت نہ ضائع کرو.... چپ چاپ نکل چلو ورنہ پچھتانے کا موقع بھی نہ مل سکے گا۔!"

بڑی دشواری میں وہ اس پر آمادہ ہوا تھا۔ بہر حال چوروں کی طرح وہ دونوں وہاں سے رخصت ہوئے۔

"لیکن جناب آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔!" سڑک پر پہنچ کر سردار نے پوچھا۔

"میرے مہمان رہو گے۔!"

"اور یہاں سے میری گمشدگی کا کیا اثر ہو گا۔!"

"تم اس کی فکر نہ کرو سب ٹھیک ہی ہو گا۔!"

وہ واقعی بہت خوب صورت تھی۔ اخروٹ کی رنگت والے بالوں کی چھاؤں میں گہری نیلی آنکھیں بالکل ایسی ہی لگتی تھیں جیسے برسنے والے بادلوں نے دو پُر سکون جھیلوں کو تاک لیا ہو۔ لپ اسٹک شائد استعمال ہی نہیں کرتی تھی۔ کیونکہ اُس کے بھرے بھرے سے ہونٹ یوں بھی سرخ ہی رہتے تھے۔ ایکس ٹو نے صفدر کو اس کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔ سی بریز کے قریب والے لگژری اپارٹمنٹس کے چودھویں فلیٹ میں رہتی تھی۔ پاؤلین بریڈا نام تھا۔ اسی نام کی تختی اپارٹمنٹ کے صدر دروازے پر نصب تھی۔

صفدر کے اندازے کے مطابق وہ وہاں تنہا ہی رہتی تھی اور ایک غیر ملکی سفارت خانے سے تعلق تھا۔ سفارت خانے کے پریس اٹیچی کی پرسنل اسسٹنٹ تھی۔

صفدر نے یہ ساری معلومات دن بھر میں حاصل کر لی تھیں اور ایکس ٹو کی ہدایت کے مطابق اس وقت فون پر عمران کو اس سے متعلق رپورٹ دے رہا تھا۔

رپورٹ عمران کو دے رہا تھا اس لئے ابتداء اُس کے حسن کی تعریف سے ہوئی تھی۔

"یقین کیجئے! بہت دنوں بعد اتنی خوبصورت لڑکی نظر آئی ہے۔"

"الحمد للہ....!" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "یونہی تل ڈالو گے.... یا گلاوٹ بھی لگاؤ گے....؟"

"جیسے آپ فرمائیں....!"

"میرا خیال ہے کہ اُسے معاف ہی کر دو کیونکہ ایک لاش بھی اُسکے کھاتے میں لکھی ہوئی ہے۔!"

"کس کی لاش....؟"

"تفصیل میں جانے کی اجازت نہیں۔ ورنہ تمہیں بہر فاتحہ خوانی اس کی قبر تک بھی پہنچا دیتا۔ اب کام کی بات کرو۔!"

صفدر نے باقاعدہ رپورٹ دینی شروع کی اور اُس کے خاموش ہونے پر عمران کی آواز آئی۔

"اب تمہیں اُس کی سرگرمیوں پر نظر رکھنی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا ہے کہ اُس کے ملنے جلنے والوں میں کوئی ایسا آدمی تو نہیں ہے جس کی ناک کے بائیں نتھنے میں چھوٹا سا شگاف ہو۔!"

"بہت بہتر....!"

"اگر کوئی ایسا آدمی نظر آجائے تو مجھے فوراً مطلع کرنا....!"

"آپ کہاں ملیں گے....؟"

"لیلیٰ کی گلی میں....!"

"کیا مطلب....؟"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"میں نہیں سمجھا....؟"

"ہوش میں ہو یا نہیں.... تم مجھ سے لیلیٰ کا مطلب پوچھ رہے ہو جبکہ قوم کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ وہ کون تھی۔!"

"سوال یہ ہے کہ اس کا آپ سے کیا تعلق؟"

"ہاں یہ قاعدے کی بات ہے تم.... تو سنو کہ تمہارے پاس میرے جتنے بھی نمبر ہیں اُن ہی

میں سے کسی نہ کسی پر ضرور مل جاؤں گا۔!"

"لیلیٰ والی بات پھر بھی رہی جاتی ہے۔!"

"میرے فلیٹ سے جو راستہ محکمہ ٹیلی فون کے دفاتر تک جاتا ہے اُسے میں لیلیٰ کی گلی کہتا ہوں۔!"

"کوئی خاص وجہ....!"

"کسی اور کے دھوکے میں کمبخت میری لائن کاٹ گئے ہیں۔ خیر لعنت بھیجو اُن پر۔ ہاں تو اس وقت وہ پری تمثال کہاں ہے....؟"

"سی بریز میں تنہا بیٹھی ہوئی ہے۔!"

"کیا خیال ہے کسی کی منتظر ہے۔!"

"یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ویسے کچھ لکھ رہی ہے۔!"

"اُس کے آس پاس کوئی میز خالی ہو تو تم بھی یو مفرٹ کی ایک پلیٹ اور کافی منگوا کر جھک مارنا شروع کر دو....!"

"بل کون ادا کرے گا....؟"

"احمق گمنام احمق....!"

"یہ کون صاحب ہیں۔!"

"ہیں ایک صاحب وہیں بیٹھے ہوئے مل جائیں گے۔!"

"جغرافیہ کیا ہے....؟"

"ٹی وی کے لئے چیپ قسم کے ڈرامے لکھتے ہیں اور غیر ملکی نظموں کے ترجمے کر کے خود کو شاعر سمجھنے لگے ہیں۔!"

"کچھ چہرے مہرے کی بھی بات ہو جائے۔!"

"شکل دیکھ کر خواہ مخواہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ پتلون کے اندر چھوٹی سی دم ضرور پوشیدہ ہو گی۔!"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔!"

"یار بل میرے ذمے.... اب چھوڑو بھی فون۔!" عمران نے کہا اور پھر رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

"سی بریز ہی کے پبلک بوتھ سے اُس نے یہ کال کی تھی۔ لہٰذا پاؤلین کے قریب والی میز تک پہنچنے میں دیر نہ لگی۔ وہ اب بھی پہلے ہی کی طرح لکھنے میں مصروف تھی۔

صفدر نے ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی اور دوسرے ندیدوں کے سے انداز میں پاؤلین کو گھورنے لگا۔ مقصد یہ ظاہر کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ اُس نے محض اسی کے لئے اُس کے قریب کی ایک خالی میز منتخب کی ہے۔ وہاں سبھی پاؤلین کو گھور رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد دو مرد اور ایک عورت پاؤلین کی میز قریب آ رکے۔ یہ تینوں بھی غیر ملکی ہی تھے۔ وہ سر جھکائے لکھنے میں اتنی منہمک تھی کہ جب تک ان میں سے ایک کھکارا نہیں وہ اُن کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ بہر حال خاصے والہانہ انداز میں اُس نے اُن کا استقبال کیا تھا اور اپنے ساتھ بیٹھنے کی پیش کش کی تھی۔

ان کی آپس کی گفتگو ایسی نہیں تھی جس سے صفدر کو دلچسپی ہو سکتی۔ لیکن پاؤلین کے بولنے کا انداز بھی اُسے بے حد دلکش لگ رہا تھا۔ اگر ایک مشتبہ فرد کی حیثیت سے وہ اس کے زیر نگرانی نہ ہوتی تو وہ اُس سے مل بیٹھنے کی کوشش ضرور کرتا۔ قریباً ایک گھنٹے تک وہ لوگ کافی اور تلی ہوئی مچھلی سے شغل کرتے رہے تھے۔ پھر ایک جوڑا اٹھ کر رخصت ہو گیا تھا۔ دوسرا مرد پاؤلین کے ساتھ ہی بیٹھا رہا۔

"اب بتاؤ کیا رہی....؟" پاؤلین نے اُس سے سوال کیا۔

"ملازم اچانک غائب ہو گیا ہے اور اُن لوگوں کو بھی اُس کی تلاش ہے۔!" مرد بولا۔

"اچھی خبر نہیں ہے۔ آخر تم نے اُسے ٹھکانے لگا دینے میں اتنی دیر کیوں لگا دی....؟"

"موقع نہیں مل سکا تھا۔!"

"اُس کا اس طرح غائب ہو جانا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔!"

"وہم میں نہ پڑو.... وہ اسی لئے غائب ہو گیا ہے کہ کہیں بات تم تک نہ جا پہنچے۔!"

"اُسے مجھ سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے....؟"

"اپنے مالک کا راز دار تھا نہ چاہتا ہو گا کہ مرنے کے بعد اُس کی بدنامی ہو۔ آخر شادی شدہ آدمی تھا۔!"

"تمہاری یہ دلیل مجھے مطمئن نہیں کر سکتی۔!"

"اُوہ فکر نہ کرو.... یہ سب احمق اور احساس کمتری کے شکار ہیں۔ ان کے فرشتے بھی ہم تک نہیں پہنچ سکتے۔!"

"اور اگر پہنچ گئے تو....؟"

"وہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ملازم اپنے پچھلے بیان سے منحرف ہو جائے اور ہو سکتا ہے باس ہی نے اُس کا کوئی انتظام کر دیا ہو۔!"

"ناممکن ہے.... باس نے اُسے بھی تمہارے ہی ذمے ڈالا تھا۔ یہ بہت بُرا ہوا بہت ہی بُرا۔!"

"میں اُسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔!"

"مجھے باخبر رکھنا.... اب جاؤ.... تم نے مجھے بے اطمینانی میں مبتلا کر دیا ہے۔!"

وہ اٹھ گیا۔ گفتگو کا یہ حصہ صفدر کے لئے اہم تھا اور عقلمندی کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ فوری طور پر عمران کو اس سے مطلع کرنے کی بجائے اُس آدمی کا تعاقب شروع کر دیتا۔ لہٰذا اُس نے پاؤلین کو تو وہیں چھوڑا اور کاؤنٹر پر بل ادا کر کے اُس آدمی کے پیچھے چل پڑا۔

پاؤلین اپارٹمنٹ کا صدر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ راہداری کا بلب روشن کیا اور لیونگ روم میں پہنچ کر وہاں بھی روشنی کی ہی تھی کہ اُچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی کیونکہ سامنے والی کرسی پر ایک اجنبی بیٹھا ہوا نظر آیا تھا۔ پھر وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اُس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ انداز میں اتنا اپنا پن تھا کہ وہ خاموش ہی رہ گئی۔

بہ آہستگی اٹھ کر وہ اُس کے قریب پہنچا اور جیب سے ایک پرچہ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔ جس پر جرمن زبان میں ٹائپ کیا ہوا مختصر سا مضمون تھا۔

"تمہارا اپارٹمنٹ اُن لوگوں نے بگڈ کر دیا ہے۔ تمہاری ساری گفتگو سن لیں گے۔ میجر فہیم کے ملازم نے انہیں تمہارے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے اور وہ تم تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ تم فی الحال اس آدمی کے ساتھ اپارٹمنٹ ہی میں ٹھہرو اور جب دروازے پر تین بار ہلکی دستک سنو تو اس کے ساتھ باہر آ جاؤ۔ یہ تمہیں محفوظ مقام پر پہنچا دے گا۔ اس سے کسی قسم کی گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس دستک سننے کی منتظر رہو۔ کسی قسم کا سامان ساتھ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آدمی اچھی طرح جانتا ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے۔!"

پاؤلین نے طویل سانس لی اور اُس آدمی کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ یوروپین ہی معلوم ہوتا تھا لیکن وہ اُس کی قومیت کا اندازہ نہ لگا سکی۔ تحریری ہدایت کے مطابق وہ اُس سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکتی تھی۔ خاموشی سے بیٹھ گئی اور وہ بھی سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اسی طرح قریباً پون گھنٹہ گزر گیا۔ پھر اُس نے دروازے پر تین بار ہلکی دستک سنی اور اُس کے اٹھنے سے پہلے ہی وہ آدمی اٹھ گیا۔

دونوں بہت احتیاط سے باہر نکلے۔ اجنبی بہت زیادہ چوکنا لگ رہا تھا۔ وہ اُسے گاڑی کے قریب لایا اور اُس کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بیٹھ گئی تو دروازہ بند کیا اور گھوم کر اسٹیئرنگ سائیڈ پر آیا۔

گاڑی بہت تیز رفتاری سے روانہ ہوئی تھی۔ وہ بار بار اُس کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔ کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن تحریری ہدایت یاد آ جانے پر خاموش ہی رہ جاتی اور وہ خود تو تھا ہی خاموش۔

پھر پاؤلین نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ گاڑی شہر کی طرف نہیں جا رہی تھی۔ پاؤلین نے سوچا کہ وہ محفوظ مقام شہر سے باہر ہی کہیں ہو گا اور اطمینان سے بیٹھی رہی۔

اس سفر کا اختتام ایک تاریک اور سنسان جگہ پر ہوا تھا۔ انجن بند کر کے اجنبی نے اس سے جرمن میں کہا۔ "کچھ دور پیدل چلنا پڑے گا۔!"

"کوئی بات نہیں۔!" پاؤلین نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ دونوں گاڑی سے اُتر گئے... اور اجنبی اُس کے دروازوں کو مقفل کرنے لگا۔

"پاؤلین سوچ رہی تھی کہ وہ اُس سے کچھ بات کرے یا نہ کرے اور بات بھی کیا کرے۔ ضروری نہیں کہ وہ اُس سے زیادہ کچھ جانتا ہو جس کے لئے اُسے ہدایات ملی ہوں گی۔!"

بہر حال وہ ایک جانب چل پڑے۔ اجنبی نے ٹارچ روشن کر لی تھی۔ ویرانہ ہی تھا لیکن راستہ خراب نہیں تھا۔ وہ ایسے کھیتوں کے درمیان سے گزر رہے تھے جن کی روئیدگی ابھی ابتدائی مراحل میں تھی۔

سفر کا یہ حصہ زیادہ طویل نہیں ثابت ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک فارم ہاؤز میں داخل ہوئے جہاں کمروں میں بڑے بڑے کیروسین لیمپ روشن تھے اور کچن میں تلی جانے والی مچھلی کی خوشگوار بو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ پاؤلین کو یہ بو خوش گوار ہی محسوس ہوئی تھی کیونکہ اُس نے ابھی تک رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ سی بریز میں مچھلی کا ایک آدھ ہی پیس لیا تھا اور شائد دو کپ کافی کے پئے تھے۔ بہر حال یہ تین گھنٹے پہلے کی بات تھی۔

کھانا وہ اپارٹمنٹ ہی میں کھاتی تھی۔ لیکن اس کی نوبت ہی کب آنے پائی تھی۔

اجنبی نے ایک کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا لیکن جیسے ہی وہ اندر پہنچی اُسے ایسا لگا جیسے اُس کا سارا جسم جھنجھنا اٹھا ہو۔ کیونکہ سامنے ہی میجر فہیم کا گمشدہ ملازم ایک اسٹول پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اُسے دیکھ کر وہ اٹھ گیا اور پاؤلین تیزی سے اجنبی کی طرف مڑی۔

"کھیل ختم ہو چکا ہے۔!" اجنبی مسکرا کر بولا۔

"کک.... کیا مطلب....؟"

"اس محفوظ مقام پر تم اس آدمی کو دیکھ کر کیا محسوس کر رہی ہو۔!"

"مم.... میں کیا جانوں.... پتا نہیں تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔!"

"اُدھر بھی دیکھو....!" اُس نے بائیں جانب اشارہ کیا۔ پاؤلین بوکھلا کر اُدھر متوجہ ہو گئی۔ ایک گوشے میں ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا جس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔

"یہ سب کیا ہے....؟" وہ بدحواس ہو کر بولی۔

"میں کچھ نہیں جانتا....!" اجنبی نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ.... جس نے تمہیں یہاں بلوایا ہے وہی بتائے گا۔!"

"کیا میرے ساتھ کوئی غیر قانونی حرکت ہوئی ہے....؟" پاؤلین نے کسی قدر دلیر بننے کی کوشش کی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے۔ اُسے وہاں بٹھا کر اجنبی باہر چلا گیا اور وہ میجر فہیم کے ملازم سردار سے نظریں چراتی رہی۔

سردار پھر بیٹھ گیا تھا اور اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر ایک ہونق سا دیسی آدمی اُس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اُس نے مقامی زبان میں میجر فہیم کے ملازم سے کچھ پوچھا تھا جس کا جواب اُس نے اثبات میں سر ہلا کر دیا تھا۔

"تو وہ تم تھیں۔!" اُس نے پاؤلین کی طرف مڑ کر پوچھا۔ سوال جرمن ہی میں کیا گیا تھا۔

"پتا نہیں.... تم لوگ کون ہو اور کیا کر رہے ہو؟" پاؤلین نے کانپتی ہوئی سی آواز میں کہا۔

"اگر تم نے عقلمندی کا ثبوت دیا تو ہم لوگ اتنے بُرے بھی نہیں ثابت ہوں گے۔!"

"کیا چاہتے ہو....؟"

"باؤل دے سوف کی واپسی....!"

"یہ کیا چیز ہے....؟"

"وہی پینٹنگ جس کے لئے میجر فہیم کا قتل ہوا تھا۔!"

"میں کسی میجر فہیم کو نہیں جانتی۔!"

"کیا تمہارا نام پاؤلین بریڈا نہیں ہے....؟"

"ہے کیوں نہیں....!"

"کیا یہ میجر فہیم کا وہ ملازم نہیں ہے جو تمہارے سلسلے میں اس کا راز دار تھا....؟"

"یہ بات سرے ہی سے میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔!"

"ہو سکتا ہے تھوڑی سی اذیت تمہیں بہت کچھ یاد دلا دینے میں ممد و معاون ثابت ہو۔!"

"اس طرح میرا اغوا ایک غیر قانونی حرکت ہے۔!"

"قانون سے کھیلنا ہی ہمارا پیشہ ہے۔ میجر فہیم کے ملازم کے اغواء پر تو آئی ایس آئی والوں کے بھی چکر آ رہے ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"یہ غیر قانونی طور پر یہاں پایا جاتا ہے اور آئی ایس آئی والوں نے اُس وقت اُس کی طرف توجہ دی جب یہ ہمارے قابو میں آ گیا۔ ہاں تو تمہاری بچت اس میں ہے کہ پینٹنگ کے بارے میں سچی بات بتا دو۔!"

"میں کچھ نہیں جانتی۔!"

"اور میجر فہیم کے اس ملازم کو بھی نہیں پہچانتیں۔!"

"نہیں....!" وہ سخت لہجے میں بولی۔

"تب تو پھر میک ہاور ہی کا گریبان تھامنا پڑے گا۔!" نوادر نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب....؟" وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"مطلب یہ کہ تم اپنی حکومت کو ڈبل کراس کر رہی ہو۔ میک ہاور کا تعلق مشرقی جرمنی سے ہے۔ جب کہ تم مغربی جرمنی کے سفارت خانے میں کام کرتی ہو۔!"

"میں کسی میک ہاور کو نہیں جانتی۔!"

"کیا تم چاہتی ہو کہ تمہیں اس ملازم سمیت آئی ایس آئی کے حوالے کر دیا جائے۔!"

"نن.... نہیں....!"

"تو پھر سچی بات.... ورنہ وہ لوگ تمہارا تعلق میک ہاور سے ثابت کر دیں گے۔ تم بہت دنوں سے آئی ایس آئی والوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہو۔ میجر فہیم کے ذریعے نہ جانے کتنے راز حاصل کر چکی ہو۔!"

وہ تھوک نگل کر رہ گئی۔ پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں.... حلق خشک ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"تم لوگ کون ہو....؟"

"سیدھے سادھے الفاظ میں بلیک میلرز....!"

"تو تمہارا تعلق کسی سرکاری مشینری سے نہیں ہے....؟"

"اگر ہوتا تو تمہارے یا اس ملازم کے اغواء کی کیا ضرورت تھی۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ اب ٹھنڈے دل سے اس مسئلے پر غور کرنا چاہتی تھی۔

"مجھے کچھ پینے کے لئے دو....!"

"چائے، کافی، ٹھنڈا پانی یا لیکر....؟"

"لیکر....!"

نوادر نے ایک سائیڈ بورڈ سے ڈرائی جن کی بوتل اور گلاس نکالا۔

"یہاں اس وقت برف کی فراہمی مشکل ہے۔ پانی ملاؤ گی یا نیٹ ہی چلے گی۔!"

"نیٹ....!" وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

دو تین گھونٹ لینے کے بعد اعصاب کی کشیدگی میں کسی قدر کمی ہوئی تھی اور وہ سوچنے لگی تھی کہ اب اُس کا رویہ کیا ہونا چاہئے۔

"تو تم بلیک میلر ہو....!" وہ گلاس خالی کر کے بولی۔

نوادر نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"اور ہمیں بلیک میل کرنا چاہتے ہو.... لیکن کس سلسلے میں....؟"

"پینٹنگ ہمارے قبضے میں ہونی چاہئے۔ ورنہ تم خصوصیت سے بہت زیادہ خسارے میں رہو گی۔!"

"پینٹنگ میرے قبضے میں نہیں ہے۔ میں نے تو اُسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔!"

"اور شاید میجر فہیم پر گولی بھی نہیں چلائی تھی۔!"

"یہ حقیقت ہے.... میرا کام صرف اتنا تھا کہ میک ہاور کو میجر کی تجربہ گاہ تک پہنچا دیتی۔!"

"تو تمہیں پہلے سے علم تھا کہ پینٹنگ میجر فہیم کے پاس ہے۔!"

"قتل سے ایک رات قبل اُس نے مجھے بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ دوسرے دن وہ اسے اپنی قیام گاہ میں لے آئے گا اور میری مدد سے اس کا معمہ حل کرنے کی کوشش کرے گا۔!"

"محض اس لئے کہ تم جرمن تھیں....؟"

"یہی بات ہے۔!"

"اور تم نے میک ہاور کو اس سے آگاہ کر دیا۔!"

وہ اثبات میں سر ہلا کر پھر ڈرائی جن کی بوتل کی طرف دیکھنے لگی اور نووارد نے گلاس کو دو لبریز کر دیا۔

"تم اُس پینٹنگ کو کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو۔۔۔۔؟"

"انٹرنیشنل مارکیٹ کے لئے۔!"

"اگر ہم ہی تمہیں کوئی بہت بڑی رقم ادا کر دیں تو۔۔۔۔!"

"یہ بھی ممکن ہے لیکن ہمیں یہ کس طرح معلوم ہوگا کہ قیمت مناسب ہے۔!"

"ہو سکتا ہے کہ تم لوگ بہت زیادہ تیز ہو۔ لیکن مغربی ممالک کے لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔؟"

"اگر پینٹنگ تمہارے قبضے میں آئی تو کوئی اور تمہاری گردن کاٹ دے گا۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ جو کچھ ہم سے مل جائے اُسی پر قناعت کرو۔!"

"عقلمندی کی بات ہے۔!" نووارد سر ہلا کر بولا۔

"بس تو پھر مجھے جانے دو۔۔۔۔ میں تمہارے معاملات میک ہاور سے طے کرا دوں گی۔!"

"میں اتنا عقلمند بھی نہیں ہوں کہ تمہیں جانے دوں۔!"

"تو پھر بات کیسے بنے گی۔۔۔۔؟"

"اس طرح کہ تم مجھے میک ہاور کا پتا بتاؤ گی۔!"

وہ ہنس پڑی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے نووارد کو پرلے درجے کا احمق سمجھتی ہو۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔۔۔۔؟"

"میک ہاور اتنا احمق نہیں ہے کہ کسی کو اپنا پتا دے گا۔ اُسے جب بھی ضرورت ہوتی ہے وہی مجھ سے ملتا ہے۔!"

"پھر تم نے اُس تک میجر فہیم کی بات کیسے پہنچائی تھی۔۔۔۔؟"

"اُسے علم تھا کہ آئی ایس آئی کے ایک آفیسر سے میرے تعلقات ہیں۔ لہٰذا اس نے خود مجھ سے رابطہ قائم کر کے پینٹنگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کو کہا تھا۔ پھر دوسرے دن دوبارہ ملا تھا اور میں نے اُسے آگاہ کر دیا تھا کہ میجر فہیم اُس پینٹنگ کو گھر لائے گا۔!"

"اور اب ضروری نہیں کہ وہ پھر مستقبل قریب میں تم سے دوبارہ ملے۔!"

"یہ بھی ممکن ہے۔!"

"اچھا اگر میں تمہیں جانے دوں تو تم کس طرح اُس سے رابطہ قائم کرو گی۔۔۔۔؟"

"بس منتظر رہوں گی کہ وہ پھر کب مجھ سے ملتا ہے۔!"

"اور اس دوران میں وہ پینٹنگ ملک سے باہر چلی جائے گی۔!" نووارد بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔!"

"خیر، خاک ڈالو پینٹنگ پر۔ یہ بتاؤ کہ تم اتنی خوب صورت کیوں ہو۔۔۔۔؟"

"کیا مطلب۔۔۔۔؟"

"خوب صورتی کا مطلب بتانا بے حد دشوار ہے۔ ویسے پینٹنگ نہ سہی تم ہی سہی۔!"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔۔؟"

"اب تم۔۔۔۔ ہمارے ہی ساتھ رہو گی۔!"

"یہ تو بالکل فضول سی بات ہے۔ میری گمشدگی پر سفارت خانہ خاموش نہیں بیٹھے گا۔ پولیس حرکت میں آجائے گی۔!"

"پولیس ہر وقت حرکت میں رہتی ہے۔ کیونکہ حرکت ہی میں برکت ہے۔!"

"کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔!"

"ضرورت بھی کیا ہے کچھ سمجھنے کی۔ اتنا ہی کافی ہے کہ تم مجھے اچھی لگی ہو۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ غصیلی نظروں سے اُسے گھورتی رہی۔ ڈرائی جن کے دو گلاس نے اُس کے اعصاب کو سہارا دے دیا تھا۔

نووارد نے کہا۔ "تمہیں مشرقِ وسطیٰ کے کسی شیخ کے ہاتھ فروخت کر کے خاصی کمائی کروں گا۔!"

"تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔!" وہ کھڑی ہو کر زور سے چیخی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں نووارد کا ہاتھ اس کے بائیں شانے پر پڑا اور وہ لہرا کر دھم سے فرش پر آ رہی اور اس کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

صفدر نے رات ہی کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ عمران کو دینی چاہی تھی لیکن وہ اُن ٹیلی فون نمبروں میں سے کسی پر بھی اُسے نہیں ملا تھا۔ جو اُس کی نوٹ بک میں درج تھے۔

دوسری صبح کو پھر کوشش کی اور بالآخر سائیکو مینشن میں اُس سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"فوراً یہیں چلے آؤ....!" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "میں بڑی دشواری
پڑ گیا ہوں۔ سیدھے میرے کمرے میں آجانا....!"

عمران کی زبان سے لفظ "دشواری" سن کر اُسے حیرت ہوئی تھی اور وہ بھاگم بھاگ
سائیکو مینشن پہنچا تھا۔

عمران کے کمرے کے بند دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

"آجاؤ....!" اندر سے آواز آئی اور صفدر نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا ہی تھا کہ ایسا محسوس
ہوا جیسے آٹھویں منزل سے پھسل کر سڑک پر آگرا ہو۔

پاؤلین عمران کے سامنے بیٹھی اُسے قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہی تھی۔

"بہت اچھا ہوا تم آگئے۔ اب تم ہی سمجھاؤ....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"کک.... کیا مطلب....!" صفدر ہکلا کر رہ گیا۔ پاؤلین اب اُس کی طرف متوجہ ہو گئی
آنکھوں کی قہرناکی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"یہ درد دل کا مطلب نہیں سمجھتی۔!" عمران بولا۔

"اس کے ملک میں ہوتا ہی نہ ہوگا۔!"

"یہ مولوی صفدر سعید ہیں۔!" عمران نے انگریزی میں تعارف کرایا۔

"تم سب جہنم میں جاؤ....!" وہ دہاڑی۔

"مجھے پہلے ہی خدشہ تھا۔ اسی لئے مسٹر کی بجائے مولوی استعمال کیا تھا۔!" عمران نے
میں صفدر کو مخاطب کیا۔

"آخر بات کیا ہے....؟" صفدر نے پوچھا۔

"پچھلی رات مجھے ایک جگہ سڑک کے کنارے بے ہوش پڑی ملی تھیں۔ یہاں اٹھا لایا
کا بدلہ یہ دیا کہ ہم پر بلیک میلنگ کا الزام لگا رہی ہیں۔!"

"تم اُس بلیک میلر کے ساتھی معلوم ہوتے ہو۔ جھوٹ مت بولو۔!" وہ بدستور قہر آ
میں بولی۔

"کسی طرح یقین ہی نہیں آتا کہ ہم فارورڈنگ کلیرنگ کا کام کرتے ہیں۔!"

"اگر یہ سچ ہے تو مجھے جانے دو.... زبردستی یہاں کیوں روک رکھا ہے۔!"

"پتا نہیں سڑک پر کیا کرتی پھرو....!" عمران بولا۔

"بکواس مت کرو.... میں بالکل صحیح الدماغ ہوں۔!"

"اچھا بتاؤ کتنی انگلیاں ہیں۔!" عمران اپنی تین انگلیاں دکھا کر بولا۔

"میں تمہارے سر پر کرسی دے ماروں گی۔!" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دیکھو.... اب خود ہی دیکھ لو....!" عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر بے بسی سے کہا۔

صفدر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کہنا چاہئے۔ پتا نہیں کس طرح عمران کے ہاتھ لگ
گئی تھی اور اب وہ کیا کر رہا تھا۔

"میں تم لوگوں کے خلاف حبس بیجا کا مقدمہ قائم کر دوں گی۔!" وہ عمران کو گھونسہ دکھا کر بولی۔

"تم چاند پر چلی جاؤ.... میری بلا سے۔!"

"پتا نہیں کن پاگلوں کے ہتھے چڑھ گئی ہوں۔!"

"تم سڑک کے کنارے کیوں بیہوش پڑی ہوئی تھیں....؟"

"میری مرضی۔!"

"لہٰذا میری مرضی یہ ہے کہ اب کچھ دن یہاں بھی قیام کرو۔!"

"میں ایک سفارتخانے سے تعلق رکھتی ہوں تم سب گرفتار کر لئے جاؤ گے۔!"

"یہ اُسی صورت میں ممکن ہوگا جب تم یہاں سے نکل پاؤ گی۔!"

"آخر تم مجھے یہاں کیوں روکنا چاہتے ہو۔!"

"تم سے دوستی کروں گا.... اچھی لگتی ہو۔!"

اُس کے منہ سے مغلظات کا طوفان اُمنڈ پڑا.... اور عمران بے بسی سے صفدر کی طرف دیکھتا
رہا۔ صفدر کو ہنسی آگئی۔

"تم ہنس رہے ہو.... سر توڑ دوں گا۔!"

"آپ کو رپورٹ بھی دینی ہے۔ اشد ضروری ہے۔ پچھلی رات سے کوشش کر رہا ہوں۔
شائد آپ ان محترمہ میں الجھے ہوئے تھے۔!"

"اچھا اچھا....!" عمران اٹھتا ہوا پاؤلین سے بولا۔ "میں جا کر دیکھتا ہوں۔ اگر راستہ صاف ہوا
تو تمہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔!"

کمرے سے نکل کر عمران نے دروازہ مقفل کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے اُس کے حسن کی تعریف
کی تھی۔ میں نے کہا قریب سے کیوں نہ دیکھوں۔ واقعی تم بہت خوش ذوق معلوم ہوتے ہو۔!"

"شکریہ.... لیکن آپ اُس کا کیا کریں گے....؟"

"تمہیں جیلی پسند ہے یا جام....!"

"اپنی بات کیجئے۔!"

"مسور کی دال سلیمانی....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

صفدر اُسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔

"پچھلی شام میں نے سی بریز سے آپ کو فون کیا تھا۔!" اُس نے کہا۔

"مجھے یاد ہے۔!"

"وہ اپنی میز پر تنہا تھی۔ تھوڑی دیر بعد دو مرد اور ایک عورت اس کے شریک ہو گئے پھر ایک عورت اور ایک مرد چلے گئے۔ دوسرا مرد وہیں بیٹھا رہا۔ ان دونوں کے درمیان میجر فہیم کے گمشدہ ملازم سے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔ گفتگو سے اندازہ ہوتا تھا کہ مرد اُسے قتل کر دینے کے لئے تلاش کر رہا ہے۔ بس پھر میں نے پاؤلین کا تعاقب ترک کر کے اُس کا تعاقب شروع کر دیا۔!"

"بہت اچھے جا رہے ہو....!"

"وہ وہاں سے انٹر کون کے کمرہ نمبر ایک سو گیارہ میں گیا تھا۔ وہاں سے نکلا تو ایک آدمی اس کے ساتھ تھا اور آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گی کہ اُس دوسرے آدمی کی ناک کا بایاں نتھنا!"

"شگاف دار تھا....!" عمران جلدی سے بولا۔

"جی ہاں۔!"

"اچھا تو پھر....؟"

"تو پھر یہ کہ میں نے تمام تر توجہ اُسی آدمی کی طرف مبذول کر دی۔ کیونکہ آپ نے اُس سے متعلق مجھے خصوصی ہدایات دی تھیں۔!"

"جی خوش کر دیا تم نے۔ شاباش.... آگے چلو....!"

"اُن دونوں نے رات کا کھانا ریالٹو میں کھایا تھا۔ اُس کے بعد دوسرا آدمی پھر انٹر کون ہی واپس آ گیا تھا۔ وہ کمرہ نمبر ایک سو گیارہ میں مقیم ہے۔!"

"اور تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو....؟"

"فکر نہ کیجئے.... اُس کے بعد سے اُس پر سے نظر ہٹا لینا عقلمندی نہ ہوتی۔ لہٰذا اب نعمانی اُس کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔!"

"اچھا تو سنو.... اب اُس کی نگرانی اس طرح ہونی چاہئے کہ اُسے نگرانی کا شبہ ہو جائے۔!"

"میں نہیں سمجھا....؟"

"میں اُس پر نگرانی کا ردعمل دیکھنا چاہتا ہوں۔!" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اُس کا بہترین طریقہ یہ ہو گا کہ تم اپنی فوجی وردی نکالو اور اُسے پہن کر اُس کی نگرانی کرو۔ یعنی اُس کے کمرے کے سامنے اپنی وردی پہن کر اس طرح جم جاؤ جیسے تمہیں خصوصیت سے اُس پر متعین کیا گیا ہو۔!"

"کیا وہ کوئی بہت اہم آدمی ہے۔!"

"اہم ترین.... اس وقت پینٹنگ اُسی کے قبضے میں ہے اور میجر فہیم کا قاتل بھی وہی ہے۔!"

"اوہ.... تب تو ہم اُس پر ٹوٹ کیوں نہیں پڑتے....؟"

"اس طرح شاید پینٹنگ ہاتھ نہ آ سکے۔ بس تم ٹھیک ڈیڑھ گھنٹے بعد وہاں پہنچ جانا اور میں اس عرصے میں دوسرے انتظامات کروں گا۔!"

"اور یہ بے چاری۔!"

"اسے یہیں بند رہنے دو.... واپس آ کر پھر دیکھ لینا....!" عمران ایک آنکھ دبا کر مسکرایا۔

اس نے روم سروس کے توسط سے کمرے میں شراب طلب کی تھی اور جب ویٹر نے آرڈر کی تعمیل کے لئے دروازہ کھولا تو اُس کی نظر اُس فوجی پر پڑ گئی جو راہداری میں عین اس کے کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔

ویٹر شراب کی ٹرے میز پر رکھ کر چلا گیا۔ اُس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ وہ کچھ دیر تک ساکت و صامت بیٹھا رہا پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا اور فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر قفل کے سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ فوجی صاف نظر آ رہا تھا اور اُس کی نظر اُس کے کمرے کے دروازے پر ہی تھی۔

طویل سانس لے کر وہ اٹھ گیا۔ کم از کم اُس کے لئے بڑی عجیب بات تھی۔ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی اُس تک پہنچ سکے گا۔ لیکن یہ لوگ بالکل گھامڑ ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اُس نے سوچا نگرانی ہی کر رہے تھے تو سادہ لباس والوں کو استعمال کیا ہوتا۔ یہاں کی آئی ایس آئی ناکارہ لوگوں پر مشتمل معلوم ہوتی ہے۔

بہر حال اب اُسے کچھ کرنا چاہیے۔ تھوڑی دیر تک شراب اور تمباکو سے شغل کرتا رہا، اس کے بعد پھر قفل کے سوراخ سے راہداری میں جھانکنے لگا۔ فوجی اب بھی وہیں اُسی طرح کھڑا نظر آیا۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اُس کے گرد جال پھیلا دیا گیا ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔

اس نے ہوٹل کے ٹیلی فون ایکس چینج سے ڈائرکٹ لائن مانگی اور پھر کسی کے نمبر ڈائل کر کے جرمن میں بولا۔ ”نام فیلر بول رہا ہوں۔ فوراً ہوٹل پہنچو۔ میری گاڑی شیڈ نمبر ستائیس میں کھڑی ہوئی ہے۔ دیکھو کہ کوئی اس کی نگرانی تو نہیں کر رہا۔ ہوٹل کے قریب کے کسی فون بوتھ سے مجھ سے میرے کمرے میں رابطہ قائم کرنا۔!“

دوسری طرف سے جواب سن کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔

تقریباً دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی تھی۔ اُس نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”شیڈ نمبر ستائیس کے آس پاس کوئی ایسا نظر نہیں آیا جس پر نگرانی کرنیوالے کا شبہہ کیا جاسکے۔!“

”راہداری میں عین میرے کمرے کے سامنے ایک فوجی کھڑا ہوا ہے۔ لیکن ٹھہرو.... میں پھر دیکھ لوں۔!“

ریسیور میز پر رکھ کر دروازے کے قریب آیا اور قفل کے سوراخ سے جھانکنے لگا۔ لیکن فوجی نہ دکھائی دیا۔ اٹھ کر دروازے میں تھوڑا سا درہ کیا اور کچھ دور تک اِدھر اُدھر نظر دوڑائی لیکن فوجی کا کہیں پتا نہ تھا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ راہداری ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنسان پڑی تھی۔

طویل سانس لے کر اندر واپس آیا اور ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا۔ ”میرے کمرے میں آجاؤ.... لیکن ایک جوان العمر اور کلین شیو فوجی کو دھیان میں رکھنا.... اگر کہیں نظر آجائے پھر کمرے میں آنے کی بجائے واپس جاکر مجھے فون پر اطلاع دینا۔!“

”اور دوسری صورت میں....!“ پوچھا گیا۔

”سیدھے کمرے ہی میں چلے آنا۔!“

قریباً دس منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اُس نے اونچی آواز میں اندر آنے کی اجازت دی اور ایک سفید فام آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

”کیا قصہ ہے جناب....!“ اُس نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ میجر فہیم کا ملازم اُن کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ پاؤلین کہاں ہے....؟“

”اپنے آفس میں ہوگی اس وقت....!“ نووارد نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

”اُسے رنگ کرو....!“ اُس نے فون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

نووارد نے ایکس چینج سے لائن مانگ کر نمبر ڈائیل کیئے۔ کسی کو مخاطب کیا اور کچھ دیر سنتا رہا۔ پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر اُس سے بولا۔ ”نہیں! وہ ابھی تک آفس نہیں پہنچی اور نہ ہی اطلاع دی ہے کہ دیر سے پہنچے گی۔ اس کے سلسلے میں یہ غیر معمولی بات ہے۔!“

”ہوں....!“ اس نے طویل سانس لی۔ کچھ سوچتا رہا اور پھر بولا۔ ”اُس کے اپارٹمنٹ میں بھی دیکھو۔!“

نووارد نے پھر ریسیور اٹھایا۔ کئی بار نمبر ڈائیل کیئے لیکن جواب نہ ملا۔

”نہیں جناب....!“ نووارد اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”وہ اپارٹمنٹ میں بھی نہیں ہے۔!“

”تب تو پھر اس کا امکان ہے کہ وہ بھی اُن کے ہاتھ لگ گئی ہو۔!“

”میجر فہیم کا ملازم صرف اُسکا صورت آشنا تھا۔ اُس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔!“

”نہیں اس کا حلیہ تو بتا سکا ہوگا۔!“

نووارد کچھ نہ بولا۔

تھوڑی دیر تک کمرے کی فضا پر بوجھل سی خاموشی طاری رہی۔ پھر اُس نے کہا۔

”میرا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا.... لیکن ٹھہرو۔!“

وہ ہاتھ اٹھا کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نئے خیال نے اُس کی زبان روک دی ہو۔

”کیا پاؤلین کو علم ہے کہ میں یہاں مقیم ہوں....؟“ اس نے اچانک نووارد سے سوال کیا۔

”نہیں.... وہ نہیں جانتی۔!“

”تب پھر یہاں اُس فوجی کی موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔!“

”مجھے تو کہیں کوئی فوجی نہیں دکھائی دیا۔!“ نووارد بولا۔

”ٹھہرو....!“ اُس نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ قفل کے سوراخ سے پھر جھانکا سامنے وہی فوجی کھڑا دکھائی دیا۔ پلٹ کر نووارد کو اشارے سے قریب بلایا اور سرگوشی کی ”دیکھو
وہ پیچھے ہٹ آیا اور نووارد راہداری میں جھانکنے لگا۔

اور پھر اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ وہ اُس کی طرف مڑ کر احمقانہ انداز میں سر ہلانے لگا۔

"ادھر آؤ....!" اُس نے نووارد کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور بیڈ روم میں پہنچ کر ایک سوٹ کیس کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "یہ تمہاری ذمے داری ہے۔ میں یہاں سے نکل رہا ہوں۔ وہ فوجی میرا تعاقب کرے گا اور تمہیں بھی یہاں سے نکل جانے کا موقع مل جائے گا۔ یہ سوٹ کیس بحفاظت اپنے ٹھکانے تک لے جانا اور پھر وہیں میرے منتظر رہنا جب تک میں نہ پہنچوں باہر مت نکلنا۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

اُس نے کوٹ پہنا اور کمرے سے نکلا چلا گیا۔ فوجی کی طرف سے عدم توجہی کا اظہار ایسے موقع پر لازمی تھا۔

وہ آگے بڑھتا چلا گیا اور جب راہداری کے سرے پر مڑنے لگا تو اچٹتی سی نظر فوجی پر ڈالی لیکن وہ تو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا۔

لفٹ کی طرف اسی لئے نہیں گیا تھا کہ زینوں کی جانب مڑتے وقت فوجی کا رویہ دیکھ سکے۔

کیا وہ اُس کے پیچھے نہیں آئے گا۔ احمق کہیں کا۔ اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ تیزی سے زینے طے کرتا ہوا نیچے اُترنے لگا۔ گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر اُس نے بڑی احتیاط سے اپنے گردوپیش کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ گیا۔

شیڈ نمبر ستائیس سے اپنی گاڑی نکالی اور تعاقب کے خدشے سمیت ایک جانب روانہ ہو گیا۔ ایسی سڑکوں پر جہاں ٹریفک کی زیادتی تھی تعاقب کا اندازہ لگانا محال تھا۔ اس لئے فرار کی راہ متعین کرنے سے قبل اُس نے گاڑی کو ایسے راستوں پر ڈالنے کی کوشش کی جہاں وہ شبے کو یقین میں بدل سکتا اور پھر تھوڑی دیر بعد اُسے اپنی بوکھلاہٹ پر ہنسی آنے لگی۔ کیونکہ اُسے اپنے تعاقب میں کوئی گاڑی نہیں دکھائی دی تھی۔ وہ پھر گاڑی کو شاہراہ پر نکال لایا.... اور اپنے اُس ساتھی کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہو گیا جسے سوٹ کیس سمیت ہوٹل کے کمرے میں چھوڑ آیا تھا۔ اُس کے اندازے کے مطابق اب تک وہ اپنی قیام گاہ پر پہنچ چکا ہوگا۔ یہ اندازہ بھی غلط نہیں نکلا تھا لیکن ساتھی کے سر پر پٹی بندھی نظر آئی۔ "یہ کیا ہوا....؟" اُس نے بے ساختہ کہا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے۔!" ساتھی نے کراہ کر کہا۔

"کس بات پر افسوس ظاہر کر رہے ہو....؟"

"سوٹ کیس مجھ سے چھین لیا گیا۔!"

"اوہ.... پرواہ مت کرو....!" وہ جلدی سے بولا۔ "لیکن یہ ہوا کیسے....؟"

"آپ کے جانے کے بعد وہ فوجی دو تین منٹ تک وہیں رکا رہا تھا۔ پھر میں نے قفل کے سوراخ سے دیکھا کہ وہ بھی وہاں سے ہٹ گیا ہے۔ اس کے بعد میں کمرے سے نکلا اور تیزی سے سنسان راہداری طے کرنے لگا۔ یقین کیجئے میں بے خبری میں مارا گیا تھا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اچانک کسی کمرے سے برآمد ہو کر میرا سر دیوار سے ٹکرا دے گا۔ میں اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ بے ہوش ہو گیا اور دوبارہ ہوش آنے پر معلوم ہوا کہ وہ اپنا کام کر گیا ہے۔ یعنی سوٹ کیس میرے قبضے سے نکل چکا تھا اور ہوٹل کے چند ملازمین میرے لئے فرسٹ ایڈ کی تیاریاں کر رہے تھے۔!"

"کیا تمہارا گیراج مقفل ہے۔!" اُس نے پوچھا۔

"نہیں....!" ساتھی نے جواب دیا۔

"اپنی گاڑی کی کنجی مجھے دو۔ میں اُسے کمپاؤنڈ میں نکال کر اپنی گاڑی گیراج میں کھڑی کروں گا۔!"

ساتھی نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا لیکن کچھ پوچھا نہیں تھا۔ کنجی نکال کر اس کے حوالے کی۔

"تم بے فکر رہو....!" اُس نے ساتھی سے کہا۔ "سوٹ کیس میں وہ چیز نہیں تھی جس کی انہیں تلاش ہے وہ تو میں نے اُنہیں چکر دینے کی کوشش کی تھی۔ وہ چیز میری گاڑی کے ڈکے میں محفوظ ہے۔!"

"اوہ....!" ساتھی بے اختیار مسکرا پڑا۔ پھر مسمسی صورت بنا کر اپنے سر کی چوٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

وہ کمپاؤنڈ میں آیا۔ گیراج سے ساتھی کی گاڑی نکالی اور اپنی گاڑی گیراج میں کھڑی کر کے ڈکے کھولنے کے لئے جھکا ہی تھا کہ کوئی سخت سی چیز کمر سے آلگی۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔!" ساتھ ہی تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔ اس بار آواز کچھ جانی پہچانی سی لگی تھی۔ اُس کے ہاتھ سے کنجی چھوٹ پڑی اور وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"دونوں ہاتھ سر پر رکھو....!" پھر کہا گیا۔

اُس نے خاموشی سے تعمیل کی اور کمر پر پڑنے والے دباؤ کے زیر اثر سرکتا ہوا دیوار سے جا لگا۔

"کیپٹن اس کی جامہ تلاشی لو۔!" اُس نے پھر وہی جانی پہچانی سی آواز سنی اور کسی نے اُسے نیچے

سے اوپر تک ٹٹول کر رکھ دیا۔ بغلی ہولسٹر میں ریوالور موجود تھا جس کو قبضے میں کر لینے کے بعد اُس کے شانے پکڑ کر تیزی سے مخالف سمت میں گھمادیا گیا اور سامنے کھڑے ہوئے آدمی نے اُسے آنکھ مار کر کہا۔

"کہو کیسی رہی دوست....! اُس رات تم نے میری دعوت میں رخنہ ڈال کر ساری رات بھوکے رہنے پر مجبور کیا تھا۔!"

"میں نہیں جانتا تم کون ہو اور کیا کہہ رہے ہو۔!" اُس نے کہا۔

"قصہ ختم کیجئے مسٹر عمران...!" بائیں جانب والے فوجی نے کہا۔ "یہ بلاشبہ میک ہاور ہے۔!"

"اور بڑی خوب صورت اردو بول سکتا ہے۔!" عمران بولا۔ "اور اس رات ڈاڑھی میں خود بھی بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔!"

"یہ کیا بکواس ہے۔!" اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ "کس قانون کے تحت تم لوگ میرے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہو۔ میں اٹلی کا ایک معزز تاجر ہوں۔ تمہاری حکومت کی درخواست پر یہاں آیا ہوں۔!"

"ہتھکڑیاں لگنے کے بعد بھی معزز ہی رہو گے۔" عمران نے کہا اور باہر کھڑے ہوئے فوجیوں میں سے ایک کو اندر آنے کا اشارہ کیا اور اُس نے کیپٹن برلاس کے حکم سے میک ہاور کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔

"یہ تو رہا میک ہاور....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اور پاؤلین بھی کچھ دیر بعد تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ اُس کے ساتھ ہی ایک ٹیپ ریکارڈر بھی ہوگا جس میں تمہیں پاؤلین یہ کہتی ہوئی سنائی دے گی کہ میک ہاور اُس کے توسط سے میجر فہیم کے بنگلے میں داخل ہوا تھا اور اُسی نے میجر فہیم کو قتل بھی کیا تھا۔!"

"لیکن پینٹنگ کہاں ہے....؟" کیپٹن برلاس نے سوال کیا۔

"کیوں بھئی کہاں ہے....؟" عمران نے میک ہاور سے پوچھا۔

"کیسی پینٹنگ میں کچھ نہیں جانتا اور تم لوگوں کو اس کے لئے پچھتانا پڑے گا۔!"

"ذرا اس گاڑی کی ڈکے تو کھولو۔!" عمران نے پیروں کے قریب پڑی ہوئی کنجیوں کے گچھے کو ٹھوکر مار کر کہا۔

"یہ قطعی غیر قانونی ہے۔!" میک ہاور حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ اگر دو ریوالور اس کی جانب نہ اٹھے

ہوئے ہوتے تو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہونے کے باوجود بھی شاید اُن پر ٹوٹ پڑتا۔ ایک فوجی نے کنجی اٹھا کر ڈکے کھولی۔

ڈکے میں ایک بڑا سا پارسل رکھا ہوا نظر آیا۔ غالباً پینٹنگ کو بڑی احتیاط سے واٹر پروف ملفوفات میں رکھا گیا تھا۔

"کیا خیال ہے۔!" عمران میک ہاور کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

لیکن میک ہاور کچھ نہ بولا۔ وہ دیوار سے لگا کھڑا اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے عنقریب پھیپھڑے جواب دینے والے ہوں۔ تصویر کی پیکنگ کھول ڈالی گئی لیکن اُس پر نظر پڑتے ہی میک ہاور اچھل پڑا۔ حیرت سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ کیونکہ فریم میں تصویر کی بجائے صرف سیاہ رنگ کا کینواس نظر آرہا تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا....؟" عمران نے میک ہاور سے پوچھا۔

"میں نے۔!" وہ چونک کر بولا۔ "مم.... میں نہیں جانتا کہ ایسا کیونکر ہوا۔"

"بکواس مت کرو....!" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "اس سلسلے میں تم نے پہلے بھی دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ وہ سوٹ کیس یاد کرو جو تمہارا ساتھی ہوٹل والے کمرے سے نکال کر لے چلا تھا۔!"

اچانک میک ہاور نے سنبھالا لیا اور زور سے ہنس کر بولا۔ "آخر تم لوگ میرے خلاف کیا ثابت کرنا چاہتے ہو۔ کیا ایک ایسا فریم جس میں سیاہ رنگ کا کینواس لگا ہوا ہے اپنی گاڑی کے ڈکے میں رکھنا جرم ہے....؟"

"قطعی نہیں...کیونکہ ہم بہت جلد معلوم کرلیں گے کہ اس سیاہ کوٹنگ کے نیچے کیا ہے۔!"

میک ہاور نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ عمران کی آنکھوں میں فکر مندی کے آثار تھے۔

سر سلطان فون پر آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل سے الجھ پڑے تھے۔ دوسری طرف سے بھی ناخوشگوار ہی لہجے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آخر سر سلطان نے کہا۔ "وہ پینٹنگ میرے محکمے کے کسی آدمی کی تحویل سے غائب نہیں ہوئی تھی۔ اس کے باوجود بھی میرے آدمی نے اُس کی بازیابی کے سلسلے میں تمہارے محکمے کی مدد کی۔ میجر فہیم کے قاتلوں کو پکڑ کر تمہارے حوالے کر دیا۔ اب

اور کیا کیا جائے۔!"

"لیکن پینٹنگ کہاں گئی....؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ شائد عمران بھی نہ بتا سکے۔!"

"پہلے خیال تھا کہ تصویر پر سیاہ رنگ پھیر دیا گیا ہے لیکن ماہر کی رائے ہے کہ اس کینواس پر سرے سے کبھی کوئی تصویر ہی نہیں بنائی گئی۔ صرف سیاہ رنگ پھیرا گیا ہے۔!"

"جس کے قبضے سے وہ فریم برآمد ہوا ہے.... اُس سے پوچھو....!"

"وہ کہتا ہے کہ اس نے گاڑی کے ڈکے میں پینٹنگ ہی رکھی تھی اور اُس کا خیال ہے کہ عمران نے پہلے ہی تصویر غائب کر کے دوسرا فریم ڈکے میں رکھ دیا ہوگا کیونکہ اس کی گاڑی انٹر کون کے شیڈ نمبر ستائیس میں کھڑی رہتی تھی۔!"

"عمران کیوں غائب کرنے لگا....؟"

"ملزم کا خیال ہے کہ عمران اُس سے لاکھوں ڈالر کما سکتا ہے۔!"

"بکواس.... کھلی ہوئی بکواس.... اگر عمران ایسا کر سکتا ہے تو میں بھی کر سکتا ہوں اور تم بھی کر سکتے ہو۔!"

"بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا ہو....؟"

"یہ خوش فہمی نہیں حقیقت ہے۔!"

"ملزم کا خیال ہے کہ جب تک عمران کا ٹکراؤ اس سے نہیں ہوا تھا اُسے پینٹنگ کی قدر و قیمت کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ وہ اُسے شیمر اس کی جھک سمجھتا رہا تھا۔!"

"اور میک ہاور نے اُسے پینٹنگ کی قدر و قیمت سے آگاہ کر دیا تھا۔!" سر سلطان نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ یہی کہتا ہے۔!"

"جھک مارتا ہے لیکن اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔!"

"پینٹنگ کی واپسی....!"

"ایک ملزم میرے ایک آدمی کے خلاف کوئی بیان دیتا ہے اور تم اُس پر یقین کر لیتے ہو۔ کیا ثبوت ہے تمہارے یا اس کے پاس کہ پینٹنگ عمران ہی نے غائب کی ہے۔!"

"بات نہ بڑھاؤ سلطان.... صرف تمہارے خیال سے دوستانہ انداز میں اس مسئلے کو طے کرنا

چاہتا ہوں۔ ورنہ براہِ راست بھی کارروائی کر سکتا تھا۔!"

"تو میں اسے دھمکی سمجھوں....؟"

"نہیں ڈیئر.... اس بات کا انداز بھی دوستانہ ہی ہے۔!"

"یعنی.... اب کیا چاہتے ہو....؟"

"بہت چالاک ہو۔!" دوسری طرف سے ہنسنے کی آواز آئی۔ پھر ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔ "عمران سے کہو کہ وہ فوٹو گراف ہی ہمارے حوالے کر دے۔!"

"کون سے فوٹو گراف....!"

"اُس پینٹنگ کے۔!"

"مجھے ایسے کسی فوٹو گراف کا علم نہیں ہے۔!"

"اُس سے پوچھو....!"

"اگر وہ کسی سے اس کا اعتراف کر چکا ہے تو مجھ سے بھی جھوٹ نہیں بولے گا۔!"

"وہ میک ہاور سے اس کا اعتراف کر چکا ہے۔!"

"پھر وہی میک ہاور....!" سر سلطان بھنا کر بولے۔

"تم عمران کو ٹٹولنے کی کوشش کرو....!"

"خیر میں دیکھوں گا۔ بائی بائی...." کہہ کر سر سلطان نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اُن کی آنکھوں پر تشویش کے آثار تھے لیکن انہوں نے عمران سے فون پر رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ اس کی بجائے اپنے پرسنل اسسٹنٹ کو اُس کی تلاش پر مامور کیا تھا۔ لہٰذا قریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ اُن کے ریٹائرنگ روم میں بیٹھا نظر آیا۔

سر سلطان اُسے اپنی اور آئی۔ ایس۔ آئی کے ڈائریکٹر جنرل کی گفتگو کے بارے میں بتا رہے تھے۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پینٹنگ جہاں بھی ہے محفوظ ہے۔!" عمران پُر تفکر لہجے میں بولا۔

"اگر کسی نے میک ہاور کے پاس سے بھی تصویر غائب کر دی ہے تو اُس کی جگہ اسی قسم کا دوسرا فریم رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔!" سر سلطان نے کہا۔

"اپنی اپنی افتادِ طبع ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر میں اُس پینٹنگ کو پار کرتا تو اُس کی جگہ ایک مردہ بطخ رکھ دیتا مقصد میک ہاور کو چڑھانے کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔!"

"تم پھر بہکنے لگے۔!"

"فی الحال یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ حرکت اُسے چڑھانے ہی کے لئے کی گئی تھی۔!"

"مغربی جرمنی کے کسی ایجنٹ کی حرکت ہو سکتی ہے....؟" سر سلطان نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"ساری دنیا کو اُس پینٹنگ سے دلچسپی ہو سکتی ہے کیونکہ اُسکا تعلق ہٹلر کے کلکشن سے تھا۔!"

"خیر.... ہاں تو اب تم فوٹو گراف کی بات کرو۔!"

"آپ بھی اِدھر اُدھر والوں کی باتوں میں آ گئے۔!"

"مجھ سے اڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے جب تم نے مجھے سردار گڈھ سے کال کر کے اس ہنگامے کے بارے میں بتاتے ہوئے اُس نامعلوم آدمی کے مطالبے کو دہرایا تھا۔ تو میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم اُس تصویر سے متعلق کسی نتیجے پر پہنچے ہو۔ اس کا جواب تم نے یہ دیا تھا کہ نتیجے کا علم تمہیں محکمے کی لیبارٹری تک پہنچے بغیر نہیں ہو سکتا۔ آخر کس بناء پر تم نے یہ بات کہی تھی۔ اور یہ جنگل پینٹنگ اُس وقت تمہارے قبضے میں تو نہیں تھی۔!"

"آپ تو میرے والد صاحب سے بھی زیادہ خوفناک ہوتے جا رہے ہیں۔!" عمران بے بسی سے بولا۔

"فوٹو گراف اپنے پاس رکھ کر کیا کرو گے....؟" سر سلطان نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"اُسے ٹرافی سمجھ کر رکھوں گا۔!"

"فضول بات....!"

"دیکھئے جناب! پینٹنگ کا معمہ حل کئے بغیر فوٹو گرافس کو آفیشل ریکارڈ میں بھی نہیں رکھوں گا۔ میں نے صرف آپ سے اعتراف کیا ہے کہ پینٹنگ کے فوٹو گراف میں نے لئے تھے۔!"

"آئی ایس آئی....؟"

"اس کی فکر نہ کیجئے۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اُن ہی کی غفلت کی بناء پر پینٹنگ بھی ہاتھ سے گئی۔!"

"کیا میک ہاور غلط کہتا ہے کہ تم نے اُس سے اعتراف کیا تھا۔!"

"بکواس کرتا ہے۔ دراصل میجر فہیم سے پینٹنگ حاصل کر لینے کے بعد ہی اُسے خیال آیا ہو گا

کہ کہیں میں نے اُس کے فوٹو گراف تو نہیں لئے۔!"

"ہاں یہ ممکن ہے۔!" سر سلطان نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر چونک کر بولے۔ "آخر یہ قصہ فارن پریس تک کیسے پہنچا تھا....؟"

"اس قصے کو اب ختم کر دیجئے تو بہتر ہی ہو گا۔!"

"کیوں....؟"

"یہ غلطی ایک ایسے فرد سے سرزد ہوئی تھی جس کو پینٹنگ کی اہمیت کا علم نہیں تھا۔!"

"کس کی بات کر رہے ہو....؟"

"شیمراں کی سیکریٹری میریا کی۔ اُس نے ایک غیر ملکی پریس کے نمائندے کو صرف یہ بتایا تھا کہ پینٹنگ کس قسم کی تھی اور حیرت ظاہر کی تھی کہ ایک گھٹیا سی پینٹنگ کے لئے اتنا ہنگامہ ہو گیا۔!"

"ٹھیک ہے تو اس سلسلے میں اب خاموشی ہی اختیار کرنی چاہئے۔!" سر سلطان سر ہلا کر بولے۔

"اب تو یہ دیکھنا ہے کہ تیسری پارٹی کون ہے جس نے میک ہاور کو بھی چوٹ دے دی۔!" عمران نے کہا۔

"اُوہ.... اُس کا کیا ہوا جس کے خلاف تم نے شبہہ ظاہر کیا تھا کہ وہ روزا یا لگریو کا آدمی بھی ہو سکتا ہے۔!"

"اُس پر بھی خاک ڈالئے۔ کوئی بہت اہم آدمی نہیں ہے۔ اُس نے مجھ سے اعتراف کر لیا ہے کہ وہ شیمراں کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے دراصل روزا ہی کے لئے کام کر رہا تھا اور مقصد اُسی پینٹنگ کی تلاش کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔!"

"تو اب تم تیسری پارٹی کے لئے کیا سوچ رہے ہو....؟"

"میرے خیال سے اب ہمیں تو آرام ہی کرنا چاہئے۔ آئی ایس آئی والوں ہی کو تیر مارنے دیجئے۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔!"

"تو پھر بتائیے کیا ہم تیسری پارٹی کے لئے تلاش گمشدہ کا اشتہار شائع کرائیں گے۔ ہاں اگر اُس تیسری پارٹی کے سر میں بھی فوٹو گراف کا سودا سمایا تو مجھ سے ضرور ٹکرائے گی۔ اُسی وقت دیکھا جائے گا۔!"

"یہ کوئی جاسوسی ناول نہیں تصنیف ہو رہا ہے۔ سمجھے۔!" سر سلطان آنکھیں نکال کر غرائے۔

"سمجھ گیا جناب.... لیکن آپ یہ تو دیکھئے کہ یہ قصہ کسی جاسوسی ناول ہی کی طرح شروع ہوا

ہے۔ ہونہہ.... گدھی.... اور اُس کا بچہ.... بہرام اور اُن کی خالہ۔!"

"اُس فوٹو گراف پر کب کام شروع کرو گے۔!"

"ذرا دم لینے دیجئے جناب....!"

سر سلطان اُسے گھورتے رہے کچھ بولے نہیں۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ "میجر نعیم
اُس پینٹنگ کے شیڈز میں کسی قسم کے نقشے کی جھلک نظر آئی تھی اسی لئے وہ اسے ذاتی تجربہ گاہ
میں لے گیا تھا۔!"

"کیا تمہارے لئے ہوئے فوٹو گراف میں بھی....؟"

"ابھی اُن کی بات نہ کیجئے۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"کیوں....؟" سر سلطان نے پھر آنکھیں نکالیں۔

"اُن کی بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اسپائی کیمرے سے مائیکرو فلم پر جلدی میں عکس
لئے تھے اور ہماری لیبارٹری میں فی الحال وہ سٹف موجود نہیں ہے جس کے ذریعے اُسے بھی
انلارجمنٹ کے قابل ڈیولپ کیا جا سکے۔!"

"اسٹف کہاں سے آئے گا۔!"

"آجائے گا بے فکر رہئے اور اگر کوئی آپ سے میرے بارے میں کچھ پوچھے تو اُس کا کوئی واضح
جواب ہرگز نہ دیجئے۔ اسی طرح میں تیسری پارٹی پر بھی ہاتھ ڈال سکوں گا۔!"

"تو میں جنرل سے کہہ دوں کہ تمہیں کسی فوٹو گراف کے وجود کا علم نہیں۔!"

"بالکل کہہ دیجئے۔!"

"اور اگر تم براہِ راست گھیرے گئے تو....؟"

"نتیجے کا خود ذمہ دار ہوں گا۔!"

"دشواری میں پڑ جاؤ گے۔!"

"بہت دنوں سے کسی خاص دشواری میں نہیں پڑا ہوں۔ اس لئے پڑنے کو جی چاہتا ہے۔!"

"اچھا اب دفع ہو جاؤ۔!" سر سلطان ہاتھ ہلا کر بولے اور عمران ڈھٹائی سے ہنستا ہوا اٹھ گیا۔

✡

ساحل سمندر کے ایک ویران اور دور افتادہ حصے میں بڑا سا الاؤ روشن تھا۔ جس کے گرد
سفید فام غیر ملکی ہپی بیٹھے گٹار بجا رہے تھے۔ اُن میں دو لڑکیاں تھیں اور تین مرد۔ چرس

سگریٹ بھی پھونکے جا رہے تھے۔ لڑکیاں خوش شکل اور تندرست تھیں۔ مرد بھی توانا اور جوان
العمر ہی تھے۔ عام ہپیوں کی طرح گندے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ بال ضرور بڑھا رکھے تھے لیکن
اُن کے لباس یا جسم میلے نہیں تھے۔

اُن میں سے ایک گٹار بجا رہا تھا اور دونوں لڑکیاں ہم آہنگ ہو کر کچھ گا رہی تھیں۔

دفعتاً کسی طرف سے ایک اور ہپی نمودار ہوا۔ جو ایک بڑا سا پارسل بغل میں دبائے ہوئے تھا۔
اُسے دیکھ کر لڑکیاں خاموش ہو گئیں اور گیٹار بھی تھم گیا۔

"کیا خبر ہے....؟" ایک ہپی نے نووارد سے سوال کیا۔

"سب ٹھیک ہے یہ دیکھو....!" اُس نے پارسل کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر انہیں دکھاتے
ہوئے کہا اور پھر اُس پر سے کاغذ کی تہیں اُتارنے لگا۔

اس کے بعد وہ اس پینٹنگ کو بڑی دلچسپی سے دیکھنے لگے تھے۔ جو کاغذ کی تہوں کے نیچے سے
برآمد ہوئی تھی۔

"کیا گدھی ہے اور کیا بچہ ہے.... واہ....!" ایک لڑکی چہکاری۔

"دیکھ چکے....؟" نووارد ہپی نے پوچھا۔

اور سب نے بیک آواز اثبات میں جواب دیا۔ پھر نووارد نے وہ پینٹنگ بھڑکتے ہوئے الاؤ میں
ڈال دی۔ شعلے کچھ اور بلند ہو گئے اور ایک لڑکی گدھی کی طرح رینکنے لگی۔ بقیہ افراد زور زور سے
قہقہے لگا رہے تھے.... شعلے بھڑکتے رہے اور لڑکی رینکتی رہی۔

"رینکے جاؤ۔!" ایک ہپی بولا۔ "لیکن ہم میں سے کوئی بھی تمہارا بچہ بننے پر تیار نہیں ہوگا۔!"

"تم سب میرے بچے ہو۔!" لڑکی نے جواب دیا۔

اور وہ خاموش ہو کر اُس پینٹنگ کو راکھ ہوتے دیکھتے رہے۔

"میک ہاور پکڑ لیا گیا۔!" نووارد ہپی نے اطلاع دی۔

"جہنم میں جائے۔!" دوسرے نے جواب دیا۔ "ہم نے قصہ ہی ختم کر دیا۔!"

"لیکن میرا خیال ہے کہ قصہ ختم نہیں ہوا....!"

"کیا مطلب....؟"

"میں نے سنا ہے کہ جس نے شیمراں کے یہاں سے پینٹنگ برآمد کی تھی اس نے اس کو
سرکاری تحویل میں دینے سے پہلے اُس کے فوٹو لے لئے تھے۔ اُس سے وہ فوٹو طلب کئے گئے اُس

نے سرے سے انکار کر دیا کہ اُس نے پینٹنگ کے فوٹو بھی لئے تھے۔!"

"پینٹنگ علی عمران نے بر آمد کی تھی۔!" دوسرا ہی بولا۔

"اسی لئے تو خدشہ ہے کہ فوٹو ضرور لئے گئے ہوں گے۔!"

"اُس سے بعید نہیں ہے۔!"

"اگر یہ بات ہے تو میں اس سے نپٹ لوں گی۔!" ایک لڑکی بولی۔

"تم اس کے قریب بھی نہیں جاؤ گی۔ مرسی ڈارلنگ!" نووارد ہی نے کہا۔

"کیوں....؟" اُس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"وہ ایک ریٹل اسنیک ہے۔ پہلے جھنجھنا بجا کر محظوظ کرتا ہے پھر اچانک ڈس لیتا ہے۔!"

"میں دیکھوں گی۔!"

"تمہاری مرضی.... میں نے آگاہ کر دیا۔!"

"یہ ضروری ہے کہ ہم اُسے فوٹوگراف سمیت فنا کر دیں۔!" دوسرا ہی بولا۔

"کوشش تو یہی ہونی چاہئے۔!" نووارد نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"بتاؤ وہ کہاں ملے گا۔!" لڑکی نے پُر عزم لہجے میں پوچھا۔

"یہی بتانا تو مشکل ہے کہ وہ کہاں ملے گا۔ وہ تمہارے بس کا نہیں ہے۔ مرسیانا....!"

"ابھی تک تو ایسا کوئی مرد میری نظر سے نہیں گزرا جو میرے بس کا نہ ہو۔!" مرسیانا فخریہ انداز میں بولی۔

"اچھی بات ہے۔ تو میں اُس کے فلیٹ کا پتا لکھ کر تمہیں دے رہا ہوں لیکن یاد رہے کہ یہ اپنی ذمہ داری پر کرو گی۔ ہمیں ہدایت کی گئی تھی کہ یہاں اپنے دوران قیام میں حتی الامکان اُس کا سامنا کرنے سے گریز کریں۔!"

"پھر فوٹوگراف کے حصول کی کیا صورت ہو گی....؟" مرسیانا نے پوچھا۔

"یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا میں سوچ رہا ہوں کہ اس سلسلے میں خصوصی ہدایات حاصل کئے بغیر کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔!"

"تم ہدایات حاصل کرتے رہو۔ میں تم سب سے بالکل الگ ہوئی جاتی ہوں اور اس دوران میں تم سے کوئی رابطہ نہیں رکھوں گی۔ اپنے طور پر کروں گی یہ کام....!"

کوئی کچھ نہ بولا۔

پھر مرسیانا نے اُس سے عمران کا پتا لیا اور اپنا تھیلا اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور وہاں سے چل پڑی۔

قریباً دو فرلانگ پیدل چل کر اُس جگہ پہنچی جہاں متعدد چوبی جھونپڑوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ ایک جھونپڑے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور کیروسین لیمپ روشن کر دیا۔ یہاں ایک بستر دو کرسیاں اور ایک چھوٹی سی میز پڑی ہوئی تھی۔ بستر کے نیچے ایک سوٹ کیس بھی نظر آرہا تھا۔

اُس نے ہپیوں والا لباس اُتار کر ڈھنگ کے کپڑے پہنے اور بالوں کو سلیقے سے سنوارنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد جھونپڑے سے بر آمد ہوئی۔ اس بار سوٹ کیس اُس کے ہاتھ میں تھا۔ پھر پیدل ہی چلتی ہوئی ساحلی تفریح گاہ کے اس حصے میں پہنچی جہاں گاڑیاں پارک کی جاتی تھیں۔ ایک لمبی سی گاڑی کے دروازے کا قفل کھولا اور سوٹ کیس پچھلی سیٹ پر رکھ دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ اُسی گاڑی کو ڈرائیو کرتی ہوئی شہر کی طرف لے جارہی تھی۔

عمران کو اب اس پارٹی کی تلاش تھی۔ جس نے میک ہاور کو بھی چوٹ دی تھی۔ لیکن یہ تلاش ایسی ہی تھی جیسے کوئی خلاء میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہو۔ تیسری پارٹی نے کوئی اپنا اتا پتا چھوڑا تھا کہ وہ جا کر کسی کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیتا۔ میک ہاور کی گاڑی کے ڈکے میں جو فریم چھوڑ گئے تھے اُس پر تو کسی کی انگلیوں کے نشانات تک بھی نہیں ملے تھے۔ لہٰذا اب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ عمران اُسی جگہ کے چکر لگاتا رہتا جہاں میک ہاور اپنی گاڑی پارک کرتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ فریموں کی تبدیلی کی کارروائی یہیں ہوئی ہو۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ فریم تبدیل کرنے والا بھی انٹر کون ہی میں مقیم رہا ہو۔

بہر حال اصول کے مطابق تفتیش کی ابتداء یہیں سے ہو سکتی تھی۔ لہٰذا جھک مارتا پھر رہا تھا۔ یعنی اس وقت خواہ مخواہ انٹر کون کے ریکریشن ہال میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے کوشش ہی کہنا چاہئے کیونکہ گیٹ پر خاصی بھیڑ تھی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے کسی مار دھاڑ سے بھرپور فلم شو پر چونی والوں نے رش کیا ہو۔ دراصل آج یہاں کیبرے یعنی نیم عریاں رقص کا پروگرام تھا۔

اسی بھیڑ بھاڑ میں اچانک کوئی پوری قوت سے آٹکرایا اور پھر اُس کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈال کر جھول بھی گیا۔ وہ تو سمجھا تھا کہ جھول گیا ہے لیکن آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ جھول گئی ہے۔ عمران کی گردن پر گرفت مضبوط تھی اور اُس کی آنکھیں بند تھیں گھنگھریالے خوش نما بال شانوں پر لہرا رہے تھے۔ کسی مغربی ملک کی معلوم ہوتی تھی۔

"کیا ہوا.... کیا ہوا....؟" چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں اور لوگ اُن کے قریب سے ہٹنے لگے۔

"ارے صاحب سنبھالئے.... ورنہ نیچے گر جائے گی۔!" کسی نے عمران کو للکارا.... اور وہ بچ احمقانہ انداز میں منہ پھاڑ کر اس غیر ملکی لڑکی کو دیکھنے لگا جو اُس کی گردن میں جھول کر بے ہوش ہو گئی تھی۔

"اوہ.... خدا کی پناہ.... آپ شائد بہت زیادہ نروس ہو گئے ہیں۔!" کسی نے قریب ہی سے کہا۔ "کمر میں ہاتھ دے کر سنبھالئے.... ورنہ وہ آئی نیچے۔!"

اور عمران نے بڑی سعادت مندی سے اس مشورے پر عمل کیا۔ بات بھی پلے پڑ گئی تھی۔ یعنی وہ لوگ اُس اجنبی لڑکی کو اُسی کی ساتھی سمجھ رہے تھے۔

"اسے ہاتھوں پر اٹھایئے جناب.... آپ تو بہت بھولے معلوم ہوتے ہیں۔!" کسی نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔

"اوہ جی ہاں....!" عمران بوکھلا کر بولا اور پھر اس مشورے پر بھی عمل کرنا ہی پڑا تھا۔

"کیا یونہی کھڑے رہیں گے۔!" اُس نے پھر ہمدرد کی آواز سنی اور لڑکی کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے اس کی طرف گھوم گیا۔

"میرا مطلب ہے کلینک کی طرف لے چلئے۔!" اُس نے کہا۔ یہ ایک معمر اور بے حد نفاست پسند آدمی تھا۔

"مم.... میں نہیں جانتا.... کدھر ہے۔!" عمران ہکلایا۔

"میرے ساتھ آیئے۔!"

اس دوران میں عمران بھانت بھانت کی بولیاں سنتا رہا تھا جیسے ہی وہ بوڑھے کے ساتھ چلنے کے لئے آگے بڑھا لوگ اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔

ہوٹل ہی کی عمارت میں واقع کلینک تک پہنچنے کے لئے زیادہ نہیں چلنا پڑا تھا۔ ڈاکٹر موجود تھا۔ عمران نے لڑکی کو معائنے کی میز پر لٹا دیا۔ معمر آدمی اب بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔

"کیا پہلے بھی ایسا کوئی دورہ پڑ چکا ہے....؟" ڈاکٹر نے عمران سے پوچھا۔

"پپ.... پتا نہیں....!" عمران نے ہونقوں کی طرح جواب دیا۔

"تم واقعی بہت نروس معلوم ہوتے ہو۔!" معمر آدمی نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔ "ورنہ

کوئی خاص بات نہیں.... کبھی کبھی بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے بھی ایسا ہو جاتا ہے۔!"

"اللہ جانے....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

ڈاکٹر لڑکی کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کر رہا تھا۔ ادھر بوڑھے کی نظر عمران کے چہرے پر تھی اور عمران کا چہرہ حماقتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔!

"کیا دوستی زیادہ پرانی نہیں ہے....؟" اچانک اس نے پوچھا۔

"میری تو عقل ہی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔!" عمران بولا۔

"گھبرانے کی بات نہیں ہے.... کہاں رہتے ہو....؟"

"بکرا منڈی میں....!"

"اوہ....!" بوڑھے کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر اُس نے سنبھل کر پوچھا۔ "کیا کرتے ہو؟"

"مویشیوں کی آڑھت....!"

"اس سے کیسے دوستی ہوئی تھی۔!"

"ہوش میں آ کر خود ہی بتائے گی۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ! شائد آپ بُرا مان گئے....؟"

"بُرا ماننے کی بات ہی ہے جناب....!" عمران نتھنے پھلا کر بولا۔ "اگر میں بکروں کی آڑھت کرتا ہوں تو آپ حیرت سے پوچھتے ہیں کہ اس سے کیسے دوستی ہوئی تھی۔ ارے کیا میں بکرے اپنے گلے میں لٹکائے پھرتا ہوں کہ دوستی نہ ہو سکتی۔!"

"واقعی آپ بُرا مان گئے....!" بوڑھا ہنس کر بولا۔

"بکرا میرا جذباتی مسئلہ ہے۔!"

"لیکن زندہ دل معلوم ہوتے ہیں....؟" بوڑھے نے کہا۔

"زندہ دل نہ ہوتا تو یہ اسی طرح گردن میں جھول جاتی۔!"

"میں نہیں سمجھا....؟"

"وہی ہوش میں آ کر سمجھائے گی۔!"

"بہت بہتر جناب میں چلا۔!" بوڑھے نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ "مجھے کیا....؟"

اُس کے ٹل جانے پر عمران نے طویل سانس لی اور ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا جو لڑکی کے بازو میں کوئی دوا انجکٹ کر رہا تھا۔

پھر وہ عمران کی طرف مڑ کر بولا۔ ”آپ بیٹھ جائیے.... کم از کم دس منٹ ضرور لگیں گے
میری دانست میں یہ نروس نس کا دورہ تھا۔!“

”پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔!“ عمران بولا۔ اب تو وہ گلے پڑ ہی گئی تھی۔ پھر وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ نامعلوم پارٹی بھی اُس میں دلچسپی لے سکتی ہے اور ہو سکتا ہے اُس نے بھی پینٹنگ کے فوٹو گراف کے بارے میں سوچا ہو۔ لہٰذا اس واقعے کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ دیکھنا چاہیے کہ ہوش میں آنے کے بعد لڑکی کا رویہ کیا ہوتا ہے۔!

”آپ واقعی بکروں کی آڑھت کرتے ہیں....؟“ ڈاکٹر نے تھوڑی دیر بعد عمران سے پوچھا۔

”ہرگز نہیں جناب وہ تو میں اُن بڑے میاں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ میرا فارورڈنگ اور کلیرنگ کا کاروبار ہے۔!“

”خوب....!“ ڈاکٹر مسکرا کر رہ گیا۔

اُدھر لڑکی کے جسم میں حرکت ہوئی تھی۔ پھر وہ اچانک کراہ کر اٹھ بیٹھی اور بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔ پھر میز سے اُترتی ہوئی چیخنے لگی۔ ”میرا بیگ.. میرا بیگ۔!“

”اُوہ.. ٹھہریئے.. بیٹھی رہیئے۔!“ ڈاکٹر آگے بڑھ کر بولا۔ ”آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔!“

”وہ میرا بیگ چھین لے گیا۔“

”کون....؟“ عمران نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”میں نہیں جانتی.... اُس نے میرا بازو پکڑا تھا.... اور بیگ چھین لیا تھا۔ بازو پکڑتے ہی ایسا لگا تھا جیسے بازو میں سوئی چبھ گئی ہو۔ پھر مجھے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا لیکن میرا بیگ؟“

”کس بازو کی بات کر رہی ہیں....؟“

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی۔ ”چبھن تو دونوں بازوؤں میں محسوس ہو رہی ہے۔!“

”اس بازو میں تو میں نے انجکشن دیا ہے.... دوسرا بازو کھولیئے۔!“

”میں کہتی ہوں میرا بیگ....؟“

”جس نے چھینا تھا وہ اب یہاں تو نہ ہوگا۔!“ عمران نے کہا۔

اور وہ عمران کو غور سے دیکھتی ہوئی اپنا دوسرا بازو کھولنے لگی۔

”ہاں.... یہاں کوئی چیز چبھی تھی۔!“ ڈاکٹر بازو پر ایک جگہ انگلی رکھ کر بولا۔

”میرا بیگ.... میری ساری رقم اُسی میں تھی۔!“

”اُوہ تو چلو پولیس کو اطلاع دیں ہم یہاں کیا کر رہے ہیں۔!“ عمران نے اپنا پرس نکالتے ہوئے کہا

ڈاکٹر کا بل ادا کر کے وہ کلینک سے نکلے اور لڑکی نے پوچھا۔ ”تم کون ہو....؟“

”کوئی بھی نہیں.... یعنی کہ وہ.... یعنی کہ تم بے ہوش ہو کر میری گردن میں جھول گئی تھیں۔ وہ لوگ سمجھے شائد تم میرے ساتھ ہو۔!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ اگر وہ ڈاکو پکڑا نہ گیا تو مجھے خود کو مفلس سمجھنا چاہیئے۔!“

”کیا وہیں اُسی بھیڑ میں تھا۔!“ عمران نے پوچھا۔

”وہیں اُسی بھیڑ میں تھا۔ خدا اُسے غارت کرے۔!“

”کیا کہیں باہر سے آئی ہو....؟“

”نیوزی لینڈ سے.... بغرض سیاحت.... ساری رقم اُسی بیگ میں تھی کچھ نقد اور کچھ ٹریولز چیک کی شکل میں۔ پورے دس ہزار ڈالر تھے۔!“

”کہاں قیام ہے....؟“

”رونیک میں.... اب کیا ہوگا....؟“

”فی الحال رپورٹ کر دینی چاہیئے۔!“

”اُس سے کیا ہوگا۔ کیا میری رقم فوری طور پر مل جائے گی۔!“

”کچھ حلیہ وغیرہ بتاؤ اُس آدمی کا....!“

”میں اُسے پوری طرح دیکھ ہی نہیں سکی تھی۔!“

”تب پھر پولیس بھی کچھ نہ کر سکے گی۔ لیکن رپورٹ تو کر ہی دینی چاہیئے۔!“

عمران نے قریبی پولیس اسٹیشن پر اس واقعے کی رپورٹ درج کرائی تھی اور لڑکی سے کہا تھا کہ وہ اُسے اُس کے ہوٹل تک چھوڑ آئے گا۔

”چلو.... لیکن اب میں کیا کروں گی.... بالکل مفلس ہو گئی ہوں۔!“

”تنہا آئی ہو....؟“

”بالکل....اور یہاں کسی کو جانتی بھی نہیں۔!“

”نیوزی لینڈ میں اپنے بینک سے رجوع کرو۔!“

”کسی کروڑ پتی کی بیٹی نہیں ہوں۔ ایک فرم میں ملازم ہوں۔ جو رقم پس انداز کی تھی ساری کی ساری نکلوا کر اس سفر پر نکل کھڑی ہوئی تھی۔!“

”فی الحال کچھ رقم مجھ سے لے لو....!“

"یہاں تم پہلے آدمی ہو جس سے مجبوراً اپنے نجی معاملات کے بارے میں گفتگو کر رہی ہوں۔!"

"کوئی بات نہیں.... آدمی کو آدمی کے کام آنا چاہیئے۔!" عمران نے کہا۔ "فی الحال میں تمہیں پانچ سو روپے دے سکتا ہوں۔ جو پچاس ڈالر کے برابر ہوں گے۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح تمہارا شکریہ ادا کروں۔!"

"اس کی ضرورت نہیں.... ٹکٹ تو واپسی ہی کا لیا ہوگا....؟"

"ہاں ٹورسٹس کو لینا ہی پڑتا ہے۔!"

"کہو تو اسی وقت واپسی کے لئے سیٹ بھی بک کرادوں....؟"

"نہیں.... میں رک کر کچھ انتظار کرنا چاہتی ہوں۔ شائد میری رقم واپس ہی مل جائے۔!"

"اُمید نہیں ہے.... ویسے اگر تم انٹر کون ہی میں مقیم ہوتیں تو ہوٹل کے کارکنوں کو تمہارے نقصان کا کچھ نہ کچھ ازالہ تو کرنا ہی پڑتا۔!"

"مجھے تمہارا ملک بہت پسند آیا تھا.... کچھ دن یہاں گزارنا چاہتی تھی۔ لیکن بڑا دھوکا کھایا... یہاں کی اخلاقی قدروں کے بارے میں پتا نہیں کیا کیا پڑھ رکھا تھا اور اُس پر ایمان لے آئی تھی۔!"

"تم نے بہت دیر کردی آنے میں.. مغرب کی کمینگیاں تم سے پہلے ہی یہاں پہنچ گئی تھیں۔!"

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو.... تمہارا اپنا اب کیا رہا ہے۔ صرف رنگت کا فرق ہے۔ ورنہ ساری دنیا میں لوگ ایک جیسے ہوگئے ہیں۔ سب مستقبل سے مایوس ہیں اور ایک دوسرے کا گلا کاٹتے رہتے ہیں۔!"

"بات اب معاشی سیاست کیطرف جارہی ہے۔ اسلئے میں معافی چاہتا ہوں۔ کوئی اور بات کرو۔!"

"حیرت ہے میں نے تو یہاں ہر چہار سمت سیاست ہی کی باتیں سُنی ہیں۔ تم کیوں ان سے بھاگ رہے ہو۔!"

"میں دوسری قسم کا آدمی ہوں.... الفاظ میرا پیٹ نہیں بھر سکتے۔!"

"خیر ختم کرو.... اوہ شائد ہم رونیک پہنچ گئے۔!"

"گاڑی رونیک کی کمپاؤنڈ میں داخل ہورہی تھی۔ عمران اُسے پارکنگ لاٹ کیطرف لیتا چلا گیا۔

"کچھ دیر ٹھہرو گے میرے ساتھ....!" لڑکی نے پوچھا۔

"کیا یہ ضروری ہے....؟"

لڑکی نے سر گھمایا اور اُسے غور سے دیکھنے لگی۔ عمران انجن کو ریز دے کر سوئچ آف کر

جارہا تھا۔

"اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو....!" اُس نے سوئچ آف کر کے پوچھا۔

"تم عجیب آدمی ہو.... نہ تم نے ابھی تک اپنا نام بتایا اور نہ میرا پوچھا۔!"

"تمہارا نام اُسی وقت معلوم ہوگیا تھا جب تم پولیس اسٹیشن پر رپورٹ درج کرا رہی تھیں۔ انہوں نے میرا نام اور پتا بھی معلوم کیا تھا تم نے بھی سن لیا ہوگا۔!"

"میں بہت پریشان تھی۔ مجھے تو اب یہ بھی یاد نہیں کہ کس طرح رپورٹ لکھوائی تھی۔!"

"میرا نام علی عمران ہے۔!"

"کیا کرتے ہو....؟"

"بکروں کی آڑھت....!"

"میں نہیں سمجھی....؟"

"مٹن کے لئے بکروں کی تجارت....!"

"اوہ کیٹل فارمنگ....!"

"ہاں یہی سمجھ لو....!"

"تو اُترو.... چلو میرے کمرے میں....!"

"میں تمہیں یہیں پانچ سو روپے دے کر بھاگ جانا چاہتا ہوں۔!"

"کیوں....؟ یہ کیا بات ہوئی....!"

"جتنی بھی اخلاقی قدریں یہاں باقی بچی ہیں انہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔!"

وہ زور سے ہنس پڑی اور پھر بولی۔ "تم وہاں پہنچ کر بھی شرافت کا مظاہرہ کرسکتے ہو۔!"

"تاکہ تم اپنے ملک میں جاکر کہہ سکو کہ اتنے بیہودہ لوگ ہیں کہ خوب صورتی سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔!"

"اوہ.... چلو بہت زیادہ چالاک بننے کی ضرورت نہیں....؟" وہ بے تکلفی سے اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی۔

عمران سوچ رہا تھا کہ آخر وہ اُسی کی گردن میں کیوں جھول گئی تھی۔ وہاں اور لوگ بھی تھے۔ بہر حال وہ اس حد تک غیر محتاط نہیں ہونا چاہتا تھا کہ اُس کے ساتھ اس کے کمرے تک چلا جاتا۔ لیکن وہ تو سر ہورہی تھی۔ اُس نے اپنے پرس سے پانچ سو کے نوٹ نکالے اور اُس طرف بڑھاتا

ہوا بولا۔ "لو یہ رکھو.... اور ساتھ ہی میرا کارڈ بھی ہے۔ نیوزی لینڈ پہنچ کر واپس کر دینا۔!"

"مجھے نہیں چاہئے.... میں بھکارن نہیں ہوں۔!" وہ بگڑ کر بولی۔ "اپنے سفارت خانے سے رجوع کروں گی اور میری مالی مشکلات رفع ہو جائیں گی۔!"

"پہلے تو تم نے میری اس پیش کش پر شکریہ ادا کیا تھا۔!"

"اب تم میری توہین کر رہے ہو.... میری پیش کش کو ٹھکرا رہے ہو۔!"

"میں مجبور ہوں.... مرسیانا.... میری ممی کو پتا چل گیا تو بہت ماریں گی۔!"

"یہ کیا بکواس ہے.....!" وہ بگڑ کر بولی۔

"یقین کرو.....!" عمران گھگھیایا۔ "مجھے بچپن سے سبق پڑھایا گیا ہے کہ کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملو۔ تم نے اس کے بارے میں پڑھا ہو گا کہ ہمارے یہاں مردوں اور عورتوں کے درمیان کم از کم ایک جوتے کا فاصلہ ضرور ہوتا ہے۔!"

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔!"

"اصل میں رات کو میری عقل خبط ہو جاتی ہے کل صبح کو میں تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔ تم یہ رقم رکھ لو۔ سفارتخانہ فوری طور پر تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔!"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے.... اچھی بات ہے کل ضرور آنا۔ میں دس بجے تمہارا انتظار کروں گی۔ کمرہ نمبر چوبیس ہے۔!"

وہ گاڑی سے اُتر کر ہوٹل کی عمارت میں داخل ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد عمران ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے صفدر کو مرسیانا سے متعلق ہدایات دے رہا تھا۔

"رونیک کے کمرہ نمبر چوبیس میں مقیم ہے۔ اسی وقت سے نگرانی شروع کر دو۔ تمہیں دیکھنا ہے کہ وہ تنہا ہی ہے یا کوئی اور بھی ہے اُس کے ساتھ۔ بہر حال ملنے جلنے والوں پر خصوصیت سے نظر رکھنی ہے۔!"

"آخر بات کیا ہے.....؟" دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔ "آپ مجھ سے صرف لڑکیوں کی نگرانی کرا رہے ہیں۔!"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا.... شائد تمہارے ستارے ہی گردش میں آگئے ہیں۔!"

"نگرانی میں کرتا ہوں اور آخر میں وہ آپ کے ساتھ بیٹھی نظر آتی ہیں۔!"

"خدا کا شکر ادا کرو کہ نتائج کے ذمہ دار خود نہیں ہوتے۔!"

"بہت بہتر میں دیکھوں گا۔!"

عمران نے رابطہ منقطع کر دیا اور بوتھ سے باہر نکلا ہی تھا کہ کسی نے سر کے پچھلے حصے پر زوردار ضرب لگائی۔ آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ اس کے باوجود بھی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے پلٹ پڑا لیکن دوسری ضرب شانے پر پڑی اور اندھیری رات پر مزید اندھیرا مسلط ہوتا چلا گیا۔

دوبارہ ہوش میں آتے ہی اس نے آنکھیں نہیں کھول دی تھیں کیونکہ شعور کی پہلی ہی لہر نے اس کے کانوں میں کچھ آوازیں پہنچائی تھیں۔ کوئی کسی سے کہہ رہا تھا۔ "تم جھوٹ بول رہی ہو۔ شیراس کی بیوہ کا رول تمہیں نے ادا کیا تھا۔!"

لہجہ غیر ملکی تھا اور یہ جملہ انگلش میں ادا کیا گیا تھا۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم لوگ کس قسم کی بکواس کر رہے ہو۔!"

یہ نسوانی آواز تھی۔ عمران کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ کیونکہ یہ تو اُسی لڑکی مرسیانا کی آواز تھی جسے وہ رونیک میں چھوڑ آیا تھا۔ وہ بدستور آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ آنکھیں کھولنے سے قبل ہی کسی حد تک حالات کا اندازہ کر لینا چاہتا تھا۔

"تم لوگ غیر قانونی طور پر مجھے یہاں لائے ہو۔!" مرسیانا کی آواز آئی۔ "تمہیں اس کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ پہلے میرا ہینڈ بیگ چھینا اور پھر ریوالور دکھا کر یہاں لے آئے آخر تم لوگ کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟"

"ذرا اسے ہوش آ لینے دو..... پھر ہم تمہیں سب کچھ بتائیں گے۔!" اسے جواب دیا گیا۔

"اس بیچارے نے تو میری مدد کی تھی۔!" مرسیانا بولی۔

"اب تم اس بیچارے کی مدد کر دینا۔ یاد رکھو اگر تم دونوں نے زبان نہ کھولی تو تمہیں مرنا پڑے گا۔!"

"خداوندا میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آرہا۔!" مرسیانا بے بسی سے بولی۔

"اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرو.....!" تیسری آواز سنائی دی.... اور اب عمران ہوش میں آنے کے لئے تیار ہو گیا۔ دو تین بار ہی گال تھپتھپائے گئے تھے کہ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ننگے فرش پر چت پڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک آنکھوں کو اس طرح سکوڑتا اور پھیلاتا رہا جیسے کچھ دکھائی ہی نہ دے رہا ہو۔ حالانکہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ مرسیانا ایک اسٹول پر بیٹھی ہوئی تھی اور تین سفید فام آدمی مختلف جگہوں پر کھڑے ہوئے تھے۔ ایک کے ہاتھوں میں ریوالور بھی دکھائی

دیا جس کا رخ اُسی کی جانب تھا۔

کچھ دیر بعد وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور ساتھ ہی ریوالور والے کو کہتے سنا۔ "بس جہاں ہو وہیں رہو۔ ورنہ کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔!"

عمران اپنے دکھتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ شانے میں بھی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔

"یہ کیا قصہ ہے....؟" دفعتاً مرسیانا نے اُس سے پوچھا۔

"میں کیا جانوں.... میں تو شائد.... شائد.... ارے تو کیا میں سو رہا تھا۔!" عمران احمقانہ انداز میں بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے صفدر سے مرسیانا کی نگرانی کرنے کو کہا تھا۔ اگر اُس کے یہاں لائے جانے سے پہلے ہی رونیک پہنچ گیا ہوگا تو شائد یہاں تک بھی ساتھ لگا چلا آیا ہو۔

"تم جب یہاں آئی ہو تو میں کہاں تھا....؟" عمران نے مرسیانا سے سوال کیا۔

"تم یہاں نہیں تھے۔ میرے بعد لائے گئے ہو۔!"

عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ شائد صفدر مناسب وقت پر نہ پہنچ سکا ہو۔ اُس نے سوچا اور سر کے دکھتے ہوئے حصے کو ٹٹولنے لگا۔

"ہاں.... بس ختم کرو۔!" ریوالور والے نے انہیں للکارا۔ "بتاؤ وہ پینٹنگ کہاں ہے؟ باؤل دے سوف....!"

"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میک ہاور کی تیرہ بختی نے اُس پر سیاہی پھیر دی۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"بکواس ہے.. وہ تمہاری حرکت تھی۔ تم اُسکی نگرانی کر رہے تھے۔ کیا تمہیں اس سے انکار ہے؟"

"قطعی نہیں....!"

"کیا تم نے اُس کی گاڑی کے ڈکے سے پینٹنگ ہٹا کر دوسرا فریم نہیں رکھ دیا تھا۔!"

"دوسرا فریم رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا میک ہاور سے میرا کوئی مذاق کا رشتہ تھا۔!"

"تم لوگوں کو متحیر کر دینے کے عادی ہو۔!"

"صرف دوستوں کو.. دشمنوں کو نہیں۔ مگر تم لوگ کون ہو اور تمہیں اس پینٹنگ سے کیا سروکار؟"

"میک ہاور تنہا تو نہیں تھا۔!"

"اوہ.... تو تم اُس کے ساتھی ہو....؟"

اُن میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔ کبھی وہ عمران کو دیکھتے تھے اور کبھی مرسیانا کو.... آخر ریوالور والے نے کہا۔ "کیا یہ وہی لڑکی نہیں ہے جس نے مسز شیمرن کا رول ادا کیا تھا۔!"

"ہرگز نہیں.... یہ بیچاری تو ایک مصیبت زدہ سیاح ہے جس سے چند گھنٹے پیشتر انٹر کون میں ملاقات ہوئی تھی۔ کوئی اس کا ہینڈ بیگ چھین لے گیا۔ جس میں دس ہزار ڈالر تھے۔!"

"پھر وہ کون تھی....؟"

"وہ بھی ایک بیچاری ہی تھی۔ اُس سے معقول معاوضے پر کام لیا گیا اور پھر چھٹی دے دی گئی تھی۔!"

"وہ اب کہاں ہے....؟"

"میں نہیں جانتا.... کہہ رہی تھی کہ جلد ہی سوئٹزر لینڈ چلی جاؤں گی۔ وہاں اُس کی خالہ نے مونچھ اگانے کا پلانٹ لگا رکھا ہے۔!"

"ہم تمہیں چھلنی کر کے رکھ دیں گے ورنہ وہ پینٹنگ ہمارے حوالے کر دو....!"

یک بیک عمران خوف زدہ نظر آنے لگا۔ مرسیانا ہونقوں کی طرح ایک ایک کی شکل تک رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے چند پاگلوں کے درمیان پھنس گئی ہو۔

"یقین کرو.... ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔!" ریوالور والا غرایا۔

"ٹھیک ہے تم مجھے گولی مار دو.... جس چیز کے لئے میں نے اتنی محنت کی ہے اُسے مفت تو نہیں دے سکتا۔!"

"اُوہ.... تو سودا کرو گے....؟"

"بالکل... وہ شیمرن کی ملکیت تھی۔ تمہاری نہیں کہ تم مجھ سے اس طرح وصول کر لو گے۔!"

"کیا قیمت لو گے....؟"

"کم از کم تیس ہزار ڈالر....!"

"یہ بہت زیادہ ہے۔!"

"اس سے کم پر میں بات کرنے کر تیار نہیں۔!"

"ہم دس ہزار ڈالر دے سکتے ہیں۔!"

"دس ہزار میں تو کتیا بھی دودھ پلانے پر نہ تیار ہوگی۔!"

"واقعی تمہاری موت آگئی ہے۔!"

"آنے دو....!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"آخر قصہ کیا ہے۔!" مرسیانا بولی۔ "یہ کیسی سودے بازی ہو رہی ہے اور میں کیوں بیچ میں گھسیٹی گئی ہوں۔!"

"تم خاموش رہو۔!" ایک غیر ملکی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"میں کیوں خاموش رہوں.... مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔!"

"اس کے ساتھ دیکھ کر غلط فہمی ہو گئی تھی۔ تمہیں واپس بھجوا دیا جائے گا۔!"

"تو کیا یہ کوئی بدمعاش آدمی ہے۔!" عمران کی طرف انگلی اٹھا کر اس نے پوچھا۔

"اول درجے کا....!" جواب ملا۔

"اوہ تب تو وہ اسی کا کوئی گرگا رہا ہوگا۔ جو میرا بیگ چھین لے گیا۔!"

"ہو سکتا ہے۔!"

عمران احمقانہ انداز میں کبھی مرسیانا کی شکل دیکھنے لگتا تھا اور کبھی اُس کے مخاطب کی۔

"کیا واقعی تم مرنا ہی چاہتے ہو....؟" ریوالور والے نے عمران سے کہا۔

"دس ہزار میں سودا کرنے سے تو مر جانا ہی بہتر ہوگا۔!" عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

پھر کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ وہ تینوں ہی کسی سوچ میں تھے۔ آخر اُن میں سے ایک بولا۔ "اگر ہم تمہاری منہ مانگی قیمت پر تیار ہی ہو جائیں تو کیا صورت ہوگی۔!"

"اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے۔!" عمران نے خوش ہو کر کہا۔

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ پہلے ہم تمہیں آزاد کر دیں پھر کہیں کسی جگہ یہ سودا ہو جائے۔!"

"ظاہر ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم چوٹ نہیں دے جاؤ گے۔!"

"کوئی ضمانت نہیں ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"ضامن تیسری پارٹی ہوتی ہے اور اتفاق سے کوئی تیسری پارٹی موجود نہیں ہے۔ غیر قانونی سودے آپس کے اعتماد پر طے پاتے ہیں۔!"

"ہمیں تم پر اعتماد نہیں ہے۔!"

"تب پھر سودا ہونے کی بھی کوئی صورت نہیں۔!"

"اوہ تم بھی کن باتوں میں پڑے ہو۔!" تیسرا آدمی غصیلے لہجے میں بولا۔ "تشدد کرو ابھی اگل دے گا۔ پینٹنگ اس نے کہاں چھپائی ہے۔!"

"یہ بھی بے حد معقول تجویز ہے۔!" عمران مسکرا کر بولا۔ "یہ دونوں تو بالکل گھامڑ معلوم

ہوتے ہیں۔ خواہ مخواہ اتنا وقت برباد کیا۔!"

وہ ابھی تک فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ دفعتاً تیسرے آدمی نے جھپٹ کر اسکے چہرے پر ٹھوکر رسید کرنی چاہی لیکن عمران غافل نہیں تھا۔ چھیڑ چھاڑ اسی لئے کی تھی کہ کچھ شروع ہو جائے۔

بائیں کروٹ گر کر اُس نے اُس کی اٹھی ہوئی ٹانگ تھامی اور اپنی ٹانگوں پر رکھ کر ریوالور والے کی طرف اچھال دیا۔ پلک جھپکتے ہی تیسرا آدمی ریوالور والے سے ٹکرایا۔ ریوالور چل گیا۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی کمرے کی محدود فضا میں ایک چیخ بھی گونجی تھی۔ مرسیانا اچھل کر ایک میز پر چڑھ گئی۔

اتنے میں عمران دوسرے آدمی پر ٹوٹ پڑا۔ ریوالور والا فرش سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اس بار عمران نے دوسرے آدمی کو بھی اُسی پر دے مارا۔

اِدھر یہ ہو رہا تھا اور اُدھر مرسیانا کی نظریں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ غالباً اُسے خدشہ تھا کہ کہیں کوئی چوتھا آدمی بھی نہ نمودار ہو جائے۔

لیکن ایسا نہ ہوا۔ اتنی دیر میں عمران کی کئی ٹھوکریں اُن دونوں کے سروں پر بھی پڑ چکی تھیں اور وہ بے حس و حرکت ہو گئے تھے۔

"اب بھاگو یہاں سے۔!" مرسیانا میز سے اُترتی ہوئی بولی۔

"کیا واقعی تم مجھے بدمعاش سمجھتی ہو....؟"

"بدمعاش سے بھی کچھ زیادہ.... تم نے اتنے کم وقت میں جو کچھ بھی کیا ہے میں نے آج تک مار دھاڑ کی کسی فلم میں بھی نہیں دیکھا۔!"

"میں ایک ذمہ دار آدمی ہوں....!" عمران نے کہا اور جیب سے رومال نکال کر فرش پر پڑے ہوئے ریوالور پر ڈال دیا۔ پھر اُسے احتیاط سے اٹھا کر رومال ہی میں لپیٹا اور جیب میں رکھ لیا۔

"اچھا بدمعاش نہیں ہو.... تب بھی یہاں سے نکلو۔!"

اُس کمرے سے نکل کر عمران نے دروازہ باہر سے بولٹ کر دیا۔ کمرے میں یہی ایک دروازہ تھا۔ دو کھڑکیاں بھی تھیں اور اُن میں گرل لگی ہوئی تھی۔ لہٰذا ہوش آنے پر بھی وہ دونوں کمرے سے نہیں نکل سکتے تھے۔ تیسرے آدمی کے سینے میں گولی لگی تھی اور وہ مر چکا تھا۔

"لل.... لیکن وہ.... ایک شائد مر چکا ہے۔!" مرسیانا نے کہا۔

"اپنے ساتھی ہی کی گولی سے مرا ہے۔!"

"لیکن اب یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔!"

"پوری عمارت کو دیکھ رہا ہوں۔ بہر حال کوئی چوتھا آدمی موجود نہیں ہے۔!"

"میرا خیال ہے کہ یہی صدر دروازہ ہے۔!" مرسیانا راہداری کے سرے پر رکتی ہوئی بولی۔

"ہاں.... اُسے بند رہنے دو.... اور اب آؤ میرے ساتھ۔!"

"پتا نہیں تم کیا کرتے پھر رہے ہو.....!"

"فکر نہ کرو.... اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔!"

"لیکن یہاں ہمارے ساتھ ایک لاش بھی ہے۔!"

"اُسی کا انتظام کرنے جا رہا ہوں!" عمران نے کہا اور پھر وہ اُس کمرے میں آرکے جہاں فون رکھا ہوا تھا۔

عمران نے اُس پر آئی ایس آئی کے کیپٹن برلاس کے نمبر ڈائیل کیئے اور گھڑی دیکھنے لگا۔ رات کے گیارہ بجے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے ریسیور اٹھنے کی آواز آئی۔

"ہیلو....!" نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ "برلاس اسپیکنگ....!"

"علی عمران.... اگر سوگئے تھے تو اٹھ جاؤ۔ میک ہاور کے تین ساتھی اور ہاتھ لگے ہیں اور ان میں سے ایک مر چکا ہے۔!"

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں....؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتا لیکن اس فون کے نمبر تمہیں بتاتا ہوں اُسی سے جگہ معلوم کرو اور پہنچ جاؤ۔ دروازے پر دستک دینی پڑے گی۔!"

"نمبر بتایئے۔!"

عمران نے جھک کر نمبر دیکھے اور اُسے بتانے لگا۔!

"میں پہنچ رہا ہوں۔!" دوسری طرف سے کہا گیا اور رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ عمران ریسیور رکھ کر مرسیانا کی طرف مڑا جو حیرت سے اُسے دیکھے جا رہی تھی۔

"تم کسے کال کر رہے تھے....؟" اُس نے پوچھا۔

"دوسرے ذمہ دار آدمی کو جو اُنہیں آکر سنبھالے گا۔!"

"کتنی دیر میں آئے گا.... یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"کچھ دیر اور صبر کرو۔ بیٹھ جاؤ.. میں کچن میں جا کر دیکھتا ہوں۔ شائد کچھ پینے پلانے کو مل جائے"

"میں بھی چلوں گی.... تنہا نہیں رہنا چاہتی۔!"

"چلو بھئی.... کیا ضروری تھا کہ یہ کم بخت تمہیں بھی پکڑ لاتے۔!"

"تمہیں کیوں پکڑ لائے تھے۔ کسی پینٹنگ کا قصہ تھا۔!"

اور عمران نہ جانے کس موڈ میں تھا کہ اُسے تصویر کا قصہ سنانے لگا۔ دونوں کچن میں آئے۔ عمران نے فریج کھولا.... اُس میں بیئر کی بوتلیں موجود تھیں۔!

مرسیانا کے لئے بیئر انڈیلی اور خود بیٹھا طرح طرح کے منہ بناتا رہا۔!

"کیا تم نہیں پیو گے۔!" اُس نے پوچھا۔

"میں صرف ٹھنڈا پانی پیتا ہوں اور فی الحال اُس کی بھی احتیاج نہیں ہے۔!"

"ہاں تو آخر وہ تصویر کیسی ہے۔ جس کے لئے یہ سارا ہنگامہ ہوگیا۔!"

"خدا جانے....!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اور وہ تصویر تمہارے قبضے میں ہے....؟"

"ہرگز نہیں! میں نہیں جانتا کہ اُسے کون لے گیا۔ وہ تو میں وقت گزاری کر رہا تھا کہ کسی مرحلے پر حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔!"

"تم حیرت انگیز طور پر پھرتیلے ہو۔!"

"کبھی کبھی سنک جاتا ہوں۔ ورنہ مجھ سے زیادہ ڈھیلا ڈھالا آدمی آج تک پیدا ہی نہیں ہوا۔!"

"بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے۔ کتنی معصومیت پائی جاتی ہے تمہاری آنکھوں میں۔!"

"زیادہ تعریف مت کرو.... ورنہ شرما جاؤں گا۔!" عمران نے کہا انداز سے ایسا ہی لگتا تھا جیسے سچ مچ شرم آرہی ہو۔

وہ اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی اور بیئر پیتی رہی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ پینٹنگ کیسی ہے....؟"

"گدھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے اُس پینٹنگ میں۔!"

"کسی بہت بڑے آرٹسٹ کی ہو گی۔!"

"خدا جانے.... آرٹسٹ نے لزارب دستخط کیئے ہیں۔ لیکن میں نے آج تک یہ نام نہیں سنا۔!"

"میں نے بھی نہیں سنا۔!" مرسیانا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "ہو سکتا ہے کوئی جرمن مصور ہو۔ جرمنوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔!"

"میں معلوم کر چکا ہوں۔ اس نام کا کوئی قابل ذکر مصور جرمنی میں کبھی نہیں تھا۔!"

دفعتاً کال بل کی آواز سے پوری عمارت گونج اٹھی اور عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "شائد وہ آ گئے" مرسیانا اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔ صدر دروازے کے قریب پہنچ کر عمران نے اونچی آواز میں پوچھا۔ "کون ہے....؟"

"کیپٹن برلاس....!" باہر سے آواز آئی اور عمران نے دروازہ کھول دیا۔

❖

سر سلطان اپنے بنگلے کے برآمدے میں بیٹھے شام کا ایک اخبار دیکھ رہے تھے کہ ایک میلا کچیلا سا لڑکا پھاٹک پر آکر کھڑا ہو گیا اور سنتری سے الجھ پڑا کہ وہ اندر جائے گا۔ سنتری اُسے دھمکا رہا تھا کہ سر سلطان کی نظر پڑ گئی اور انہوں نے سنتری کو اشارہ کیا کہ اسے اندر آنے دے۔ لڑکا بارہ تیرہ سال سے زیادہ کا نہ رہا ہو گا۔ وہ سر سلطان کی طرف بڑھتا چلا آیا اور قریب پہنچ کر اُن کی جانب ایک لفافہ بڑھاتا ہوا بولا۔ "صاحب نے کہا تھا کہ پانچ روپے ملیں گے۔!"

"کن صاحب نے....؟"

"میں نہیں جانتا....!"

سر سلطان نے لفافہ اس سے لے کر کسی ملازم کو آواز دی اور اس کے آنے پر لڑکے کو پانچ روپے دے دینے کو کہتے ہوئے اندر چلے آئے۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر لفافہ چاک کیا۔ یہ خط عمران کی طرف سے تھا۔ اُس نے لکھا تھا "اب تو فون پر بھی آپ سے گفتگو نہیں کر سکتا کہ ٹیپ کیا جا رہا ہے۔ آئی ایس آئی والے میری اور آپ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اس وقت بھی ایک آدمی آپ کے بنگلے کے قریب موجود ہے۔ بہر حال میں نے تیاری مکمل کر لی ہے۔ آپ شلوار سوٹ پہن کر کمپاؤنڈ کے عقبی دروازے سے دوسری طرف نکل جایئے۔ کچھ دور پیدل چلنے کے بعد شاہجہان روڈ پر پہنچیں گے۔ وہاں سے ایک ٹیکسی پکڑیئے اور مندرجہ ذیل پتہ پر پہنچ جایئے۔ فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا ملے گا۔!"

سر سلطان نے خط پڑھ کر بُرا سا منہ بنایا اور پھر انہیں آئی ایس آئی والوں پر غصہ آ گیا۔ انہوں نے سوچا عمران جو کچھ بھی کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے۔ بہر حال انہوں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔

قریباً نصف گھنٹے بعد الفردوس کے اٹھارویں فلیٹ میں داخل ہوئے۔ وہاں عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"کیوں میری مٹی پلید کر رہا ہے نالائق....!" وہ اُسے گھونسہ دکھا کر بولے۔

"شلوار سوٹ میں بھی شاندار لگتے ہیں۔!" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"چلو جلدی کرو.... کیا ہے....؟"

"میں نے تصویر کا سلائیڈ تیار کرا لیا ہے۔ سلائیڈ پروجیکٹر پر دکھاؤں گا۔!"

"جو کچھ کرنا ہے جلدی کرو.... آفس کے بعد مجھ میں بیٹھنے کی بھی سکت نہیں رہتی۔!"

عمران انہیں دوسرے کمرے میں لایا۔ یہاں ایک دیوار پر چھوٹا سا اسکرین لگا ہوا تھا اور اس کے سامنے ہی پروجیکٹر رکھا نظر آ رہا تھا۔

عمران نے پردے کھینچ کر کمرے میں اندھیرا کر دیا اور پروجیکٹر کی روشنی اسکرین پر پڑنے لگی۔

اُس نے سلائیڈ لگاتے ہوئے کہا۔ "درشن کیجئے گدھی اور اُس کے بچے کا۔!"

"ہوں....!" سر سلطان پُر تفکر لہجے میں بولے۔ "مجھے تو اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ بس سیدھی سادھی تصویر ہے۔!"

"اب میں اسی پر دوسرا اسلائیڈ لگانے جا رہا ہوں تاکہ اصل چیز سامنے آ جائے یعنی وہ سب کچھ جو شیڈز میں چھپا ہوا ہے۔"

"یہ کیا ہے....؟" سر سلطان چونک کر بولے۔

"نقشہ.... کہیں کا نقشہ.... بتایئے تو کہاں کا ہے.... بڑا نقشہ گدھی سے برآمد ہوا ہے اور اور چھوٹا نقشہ بچے سے۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتا.... کہاں کا نقشہ ہے۔!"

"برازیل کا.... تصویر پر جو لزارب لکھا ہوا ہے وہ مصور کے دستخط نہیں ہیں لزارب کو الٹ دیجئے برازیل ہو جائے گا۔!"

"خدا کی پناہ.... لیکن اس کا مطلب کیا ہے....؟"

"میں نے اصلیت آپ پر واضح کر دی۔ ابھی مطلب پر غور نہیں کیا۔ میرا خیال ہے کہ جو نقشہ بچے سے تعلق رکھتا ہے مطلب اُسی میں پوشیدہ ہو سکتا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"بچے والے نقشے پر سر کھپانا پڑے گا۔!"

"میں پھر نہیں سمجھا....؟"

"یہ بھی بہر حال نقشہ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ برازیل ہی کے کسی حصے کا ہوگا۔!"

"ہو سکتا ہے۔۔۔۔!"

"لیکن کس حصے کا۔۔۔۔ تفصیلی مطالعہ کرنا پڑے گا۔!"

"اس کے باوجود بھی بات آگے نہیں بڑھ سکتی۔ آخر مقصد کیا ہے ان نقشوں کا۔ انہیں اس تصویر میں کیوں چھپایا گیا ہے۔۔۔۔؟"

"میں نے عرض کیا نا کہ تفصیلی مطالعے ہی سے بات بنے گی۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر یہ بات سنی گئی تھی کہ برازیل میں بھی نازیوں کی ایک تنظیم مصروف عمل تھی۔ شائد وہاں سے ہٹلر شمالی امریکہ کے ممالک پر ضرب لگانا چاہتا تھا۔!"

"اوہ۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔ یاد آیا۔۔۔۔!"

"ڈھکی چھپی تنظیم تھی۔ جسے ہٹلر وسعت دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اسے وقت نہ مل سکا۔ اس سے پہلے ہی خودکشی کر لینی پڑی تھی۔ بہر حال شیمر اس پینٹنگ کو ہٹلر کے ایک مخصوص جنرل تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس کا یہی مطلب ہوا کہ ہٹلر نے اُس تنظیم کے وجود کو بے حد خفیہ رکھا تھا۔ حتیٰ کہ اُس کے جنرلوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا۔ تبھی تو یہ نقشہ اتنی رازداری سے ایک جنرل تک پہنچایا جانے والا تھا۔ ہٹلر چاہتا تھا کہ نازی تنظیم اس کے بعد بھی زندہ رہے۔!"

"تم نے بڑا کام کیا۔۔۔؟" سر سلطان طویل سانس لے کر بولے۔ "اب میں سوچوں گا۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔!"

"لیکن اصل تصویر ہمارے قبضے میں نہیں ہے۔!" عمران بولا۔ "جس کے پاس بھی ہے شاید وہ ہم سے پہلے ہی کچھ کر گزرے۔!"

"ضروری تو نہیں ہے کہ وہ بھی اس معمے کو حل کر لینے میں کامیاب ہو جائے۔!"

"اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔۔۔۔!"

"سوال یہ ہے کہ اگر ہم نے یہ معمہ حل کر لیا تو اس سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا۔!"

"اب آپ نے بات کی ہے سرکاری نقطۂ نظر سے۔!"

"نہیں تم خود بتاؤ۔ آخر ہم اپنی انرجی کیوں ضائع کریں۔ تصویر ہمارے قبضے میں آکر نکل گئی جس کے بھی ہاتھ لگی ہو۔!"

"دراصل اب یہ میری ذاتی دلچسپی کی چیز بن گئی ہے۔!"

"لہٰذا اب تم اس پر سرکاری وقت اور سرکاری رقم ضائع نہیں کرو گے۔!"

"آپ کو یہی کہنا چاہئے۔!"

"لیکن تم اس کے برخلاف سوچ رہے ہو۔۔۔۔!" سر سلطان غرائے۔

"میں تو فی الحال کچھ بھی نہیں سوچ رہا۔!"

"میرا تو یہ وقت بھی ضائع ہوا۔۔۔۔!" سر سلطان اٹھتے ہوئے بولے۔

"میں نے تو آپ کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ آپ وہ تصویر دیکھنا چاہتے تھے سو دکھا دی گئی آپ کو۔!"

"اب ختم کرو اس قصے کو اور یہ سلائیڈ آئی ایس آئی والوں کے حوالے کر دو۔!"

"صرف سلائیڈ۔۔۔۔ سلائیڈ کو کارآمد بنانے والے ذرائع میری اپنی محنت کا نتیجہ ہیں اور میں انہیں قطعی یہ نہیں بتا سکتا کہ میں نے اس تصویر میں کیا دیکھا ہے۔!"

"وہ اس راستے پر پہلے ہی لگ گئے تھے۔ ورنہ پینٹنگ میجر فہیم کی ذاتی تجربہ گاہ تک کیسے پہنچتی۔!"

"خیر ہو گا کچھ۔۔۔۔ میں اس سلسلے میں انہیں کچھ بھی نہیں بتاؤں گا۔۔۔۔ خود ہی سر ماریں۔!"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔ میں اس پر زور نہیں دوں گا۔!"

سر سلطان چلے گئے اور عمران فلیٹ ہی میں بیٹھا کسی سوچ میں گم رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد فون پر اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے سلیمان کی آواز آئی تھی۔

"میری کوئی کال تو نہیں آئی۔!" عمران نے پوچھا۔

"ذرا ہی دیر پہلے کاچاک تھانے کے انچارج کی کال آئی تھی۔ اُس نے آپ کو تھانے میں بلایا ہے۔ کسی کی کوئی چیز مل گئی ہے جو آپ کی موجودگی میں اُسے دی جائے گی۔!"

"اوہ اچھا۔۔۔۔!" عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے طویل سانس لی۔ پچھلی شام اُس نے مرسیانا کا بیگ چھینے جانے کی رپورٹ کاچاک ہی کے تھانے میں درج کرائی تھی۔ اس نے پروجیکٹر سلائیڈس سمیت ایک سوٹ کیس میں رکھا اور فلیٹ کو مقفل کر کے سوٹ کیس اٹھائے ہوئے گاڑی کے قریب آیا۔ سوٹ کیس کوڈ کے میں مقفل کر کے ادھر ادھر نظر دوڑائی اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا۔ تھانے تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ مرسیانا یہاں موجود تھی۔ اُسے بھی طلب کر لیا گیا تھا۔

"ٹریولز چیک محفوظ ہیں۔!" اُس نے پرمسرت لہجے میں عمران کو اطلاع دی۔ "وہ بیگ کے خفیہ خانے میں رکھے ہوئے تھے۔ البتہ چار ہزار کیش غائب ہے۔!"

"مطلب یہ کہ چھ ہزار مل گئے۔!"

"ہاں.... میں بہت خوش ہوں۔!"

انچارج نے بتایا کہ بیگ انٹر کون ہی کے پائیں باغ ہی کے ایک حصے میں پڑا ہوا ملا تھا۔ عمران کی موجودگی میں بیگ مرسیانا کے حوالے کر دیا گیا۔

"اب تم میرے ساتھ چلو.....!" مرسیانا نے عمران سے کہا۔ "کچھ دیر خوشی منائیں گے۔!"

"میرے پاس خوشی منانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔!"

"پھر بے تکی باتیں شروع کر دیں۔ ہاں اُن لوگوں کا کیا ہوا جن سے کل تمہارا ٹکراؤ ہوا تھا۔!"

"پتا نہیں! وہ لوگ جانیں جن کے سپرد انہیں کر آیا تھا۔!"

"تمہارا کیا عہدہ ہے۔!"

"میں کمیشن ایجنٹ ہوں۔ میرا کوئی عہدہ نہیں۔ وہ لوگ مجھ سے کام لیتے ہیں اور معاوضہ ادا کر دیتے ہیں۔!"

"فضول بات ہے...؟" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاؤ.... مجھے کیا...؟"

"ہاں تو ہم یہ خوشی کہاں منائیں گے۔!"

"میرے ہوٹل چلو....!"

اور عمران بالآخر اس پر تیار ہو گیا تھا۔ وہ رونیک پہنچے اور مرسیانا نے روم سروس کو فون کر کے کمرے ہی میں کافی طلب کی۔

"تم آخر شراب کیوں نہیں پیتے....؟" مرسیانا نے عمران سے پوچھا۔

"میرا بس چلے تو ساری دنیا میں کسی کو بھی نہ پینے دوں۔!"

"آخر کیوں....؟"

"خدا نے انگور اس لئے پیدا کئے ہیں کہ ہم انہیں کھا کر جان بنائیں لیکن ہم اُن سے بلڈ پریشر اور السر کشید کرنے لگتے ہیں۔ ہے نااول درجے کی بے وقوفی۔!"

"اپنی باتیں تم ہی سمجھو.... میرے پلے تو نہیں پڑتیں۔!"

اتنے میں روم سروس ویٹر کافی لے آیا تھا۔ مرسیانا کافی بنانے لگی اور عمران آرام کرسی پر پڑا اونگھتا رہا۔ کئی راتوں سے نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔

"ارے کیا سو گئے....؟" مرسیانا نے اونچی آواز میں اُسے مخاطب کیا اور وہ چونک پڑا۔

"کافی پیو.....!" وہ اُس کی طرف پیالی بڑھاتی ہوئی بولی۔

"او.... ہاں.... واقعی شائد سو ہی گیا تھا۔!"

"اُف فوہ.... شائد میں بھی سو ہی رہی ہوں۔ یہ کھانے کا وقت تھا۔ میں نے کافی منگوالی۔!" مرسیانا نے کہا۔

"ابھی تو آٹھ ہی بجے ہیں۔ میں رات کو کھانا گیارہ بجے سے پہلے نہیں کھاتا۔ ابھی کافی ہی چلے گی۔!"

دونوں کافی پیتے رہے۔ دفعتاً عمران چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ سر بُری طرح چکرانے لگا تھا۔ پھر اُس نے دیکھا کہ مرسیانا کے ہاتھ سے کافی کی پیالی چھوٹ کر فرش پر آ رہی اور خود وہ کرسی کے بائیں ہتھے پر جھول گئی ہے۔

"ارے.... ارے....!" کہتا ہوا آگے بڑھا اور لڑکھڑا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ بس اچانک ذہن اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

پھر ہوش آیا تو مرسیانا ہی اُسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر آوازیں دے رہی تھی۔

"میں اب ہرگز ہوش میں نہیں آؤں گا۔!" عمران آنکھیں کھولے بغیر دہاڑا۔ "جب سے تم ملی ہو ہسٹریا کا مریض ہو گیا ہوں۔!"

"خدا کے لئے اٹھو.... آخر یہ سب کیا ہے....؟"

"ہو گا کچھ جہنم میں جائے۔!" اُس نے کہا اور ہاتھ پیر سکوڑ کر بائیں کروٹ پڑ رہا۔

"اُف.... فوہ آنکھیں تو کھولو.... اس وقت ہم ایک ایسے کمرے میں ہیں جس میں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں ہے۔!"

"بہت اچھی بات ہے بھاگ نہیں سکیں گے۔!" عمران نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا۔ "تم بھی چپ چاپ سو جاؤ۔!"

"تم عجیب آدمی ہو۔ میں مذاق نہیں کر رہی۔ پتا نہیں کون ہمیں یہاں اٹھا لایا ہے۔!"

"ہو گا کوئی مخبوط الحواس.... فکر نہ کرو۔!"

"میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گی.... ورنہ کھولو آنکھیں۔!"

پھر عمران اس طرح بوکھلا کر اٹھ بیٹھا جیسے سچ مچ اُس کی دھمکی پر یقین آ گیا ہو۔!

حیران حیران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا تھوک نگل کر بولا۔ "واقعی کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں ہے۔ پھر یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کہاں سے آ رہی ہے۔!"

"ایئر کنڈیشنر لگا ہوا ہے۔!"

"بہت سمجھدار لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!"

"کون لوگ....؟"

"ہوں گے کوئی....!"

"تمہیں فکر نہیں ہے....؟"

"فکر مندی عقل والوں کا وطیرہ ہے۔ میں تو ہوں ہی عقل سے پیدل۔ ویسے خدا غارت کرے اُس گدھی اور اس کے بچے کو۔ اسی سے متعلق کوئی نیا چکر ہو گا۔!"

"لیکن ہم تو ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے ہوئے کافی پی رہے تھے کیا اس کافی میں کچھ تھا۔!"

"میرے خیال سے بہت کچھ تھا اور شاید ہم اب بھی ہوش میں نہیں ہیں۔ ہوش میں ہوتے تو کم از کم اس کمرے کا دروازہ تو ضرور دکھائی دیتا۔!"

"تمہارے ساتھ میں بھی مصیبت میں پڑتی ہوں۔!"

"اسی لئے میں خوشی منانے کا قائل نہیں ہوں اور پھر کسی لڑکی کے کمرے میں۔!" عمران کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "خدا کی پناہ....!"

"ان باتوں سے کیا فائدہ....!"

"بہت فائدہ ہے.. اگر پولیس اسٹیشن سے تم اپنی راہ لگتیں اور میں اپنی تو اس حال کو نہ پہنچتے۔!"

"خیر ہو گئی غلطی....اب کچھ سوچو....!"

"کیا سوچوں.... سوچنے کے لئے نہ کوئی کھڑکی ہے اور نہ دروازہ۔ ویسے تم اس وقت بہت حسین لگ رہی ہو۔!"

"پھر فضول باتیں شروع کر دیں۔!"

"شائد پہلی بار یہ فضول بات کی ہے۔!"

دفعتاً عجیب سی آواز کمرے میں گونجی اور بائیں جانب والی دیوار میں ایک دریچہ سا بن گیا دونوں سنبھل کر بیٹھ گئے اور عمران آہستہ سے بولا۔ "اٹھو.... شائد اب نشہ کچھ کم ہو رہا ہے۔!"

"یہ کیا ہے....؟"

"شائد دروازہ ہے جو نشے کی زیادتی کی وجہ سے پہلے نہیں دکھائی دیا تھا۔!"

"ہرگز نہیں.... یہ پہلے تھا ہی نہیں۔!"

"نہیں تھا تو اب کہاں سے ہو گیا ہے۔ میں کہتا ہوں اٹھو اور نکل چلو۔!"

وہ ہچکچاہٹ کے ساتھ اٹھ گئی لیکن مضطربانہ انداز میں عمران کا بازو تھام لیا تھا۔

دریچے سے گزر کر ایک بڑے سے ہال میں پہنچے جہاں بہت ہی عمدہ قسم کا فرنیچر نظر آ رہا تھا۔ لیکن عمران کی نظر تو اپنے پروجیکٹر پر جم کر رہ گئی تھی۔ جس پر اُس نے سر سلطان کو باؤل دے سوف کی سلائیڈز دکھائی تھیں۔

پھر قدموں کی چاپ سنائی دی اور ایک دیوہیکل نیگرو اُن سے تھوڑے ہی فاصلے پر آ رکا۔ چاروں دروازوں پر بھی ایک ایک مسلح نیگرو موجود تھا اور چاروں کی اسٹین گنیں انہی کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

"میرا نام مائیکل ہے۔!" قریب کھڑا ہوا نیگرو مسکرا کر بولا۔

"اور میرا عمران....!" عمران خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ "اور یہ مرسیانا ہیں۔!"

"تم اس سے کس نتیجے پر پہنچے ہو مسٹر عمران....!" مائیکل نے پروجیکٹر کی طرف اشارہ کیا۔

"ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔!"

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور ہاں ہمیں اس کا نگیٹو بھی چاہئے۔!"

"سلائیڈز تیار کرتے وقت نگیٹو ضائع ہو گیا تھا۔!"

"مسٹر عمران....!"

"چیخو نہیں.... میں سن رہا ہوں۔!"

"نگیٹو کے بغیر تمہاری گلو خلاصی نہیں ہو سکے گی۔ ہمیں بتاؤ کہ وہ کہاں ہے۔ ہم خود ہی حاصل کر لیں گے۔!"

"جل کر ہوا میں مل گیا.... حاصل کر لو....!"

"ہم میک ہاور یا اُس کے ساتھی نہیں ہیں۔ تم کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔!"

"میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ تم اُن سے مختلف ہو۔!"

"آخر تم اس مصیبت سے اپنا پیچھا کیوں نہیں چھڑاتے۔!" مرسیانا آہستہ سے بولی۔ لیکن عمران اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر نیگرو کو گھورتا رہا۔

"باؤل دے سوف کا انجام دیکھو گے....؟" نیگرو نے سوال کیا۔

"کیسا انجام....؟"

"ابھی دکھاتا ہوں۔!" اُس نے کہا اور قریب ہی رکھے ہوئے ایک ٹیلی ویژن سیٹ کا سوئچ آن کر دیا۔

اسکرین روشن ہوا۔۔۔ اور پھر ساحل سمندر کا دھندلا سا منظر دکھائی دیا۔ کیمرہ ساحل پر گھومتا ہوا ایسی جگہ رک گیا جہاں ایک بڑا سا الاؤ روشن تھا اور جس کے گرد پانچ ہپی بیٹھے ہوئے تھے ان کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ وہ کچھ گا رہے تھے لیکن اُن کی شکلیں واضح نہیں تھیں۔ پھر چھٹا ہپی دکھائی دیا وہ کہیں سے آیا تھا اور اُس کی بغل میں ایک بڑا پارسل دبا ہوا تھا۔ اس نے اس پارسل کو کھولنا شروع کیا۔ آخر کار وہ پینٹنگ برآمد ہوئی۔ پینٹنگ کا کلوز اپ دکھایا گیا۔ بلا شبہ وہی پینٹنگ تھی۔ باؤل دے سوف اور پھر اُسے الاؤ میں ڈال دیا گیا۔ شعلے بلند ہوئے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے نذر آتش ہو گئی۔ نیگرو نے ہاتھ بڑھا کر ٹی وی کا سوئچ آف کر دیا۔

"کیا خیال ہے۔۔۔؟" وہ عمران کی طرف مڑ کر بولا۔

"خس کم جہاں پاک۔۔۔ تم لوگوں نے بہت اچھا کیا۔ لیکن یہ کس پارٹی کے لوگ تھے۔!"

"ہماری پارٹی کے۔۔۔!"

"سفید فام اُس گدھی پر جان دیئے دیتے تھے اور تم سیاہ فاموں نے اُسے آگ میں جھونک دیا۔!"

"ہم تمہیں بھی آگ میں جھونک دیں گے اگر نگیٹو ہمیں نہ ملا۔!"

"وہ پہلے ہی نذر آتش ہو چکا ہے یقین کرو۔۔۔!"

"لڑکی تم ہی اسے سمجھاؤ۔!" نیگرو نے مرسیانا سے کہا۔

"مجھے سمجھانے کے لئے یہ ابھی بہت کم عمر ہیں۔!" عمران نے مرسیانا کی طرف دیکھتے ہوئے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ تو پھر نہیں کہا جا سکتا کہ تمہاری قید کی مدت کتنی طویل ہو گی۔!"

"ان ساری باتوں کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ اس پینٹنگ کی اہمیت سے واقف ہو۔!" عمران نے کہا

"ہم واقف ہیں اسی لئے اُسے ضائع کر دیا گیا۔ اگر نگیٹو بھی ہمیں نہ ملا تو یہاں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔!"

"یہاں سے مراد یہ ہال ہے یا تم میرے ملک کی بات کر رہے ہو۔۔۔؟"

"میں تمہارے ملک کی بات کر رہا ہوں مسٹر عمران۔۔۔!"

"تب تو دوسرا نگیٹو پیدا کرنا پڑے گا۔!"

"بات نہ بڑھاؤ۔۔۔ یقین کرو نگیٹو ملنے کے بعد ہم تمہیں رہا کر دیں گے۔!"

"کیا تم سوچنے کے لئے کچھ وقت نہیں دے سکتے۔!" مرسیانا بول پڑی اور عمران چونک کر

اُسے دیکھنے لگا۔

"ممکن ہے۔۔۔ جتنا وقت چاہو لے لو۔۔۔!" نیگرو نے دریچے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"وہیں جاؤ اور بیٹھ کر سوچو۔۔۔!"

عمران دریچے کی طرف بڑھا اور پھر بڑی پھرتی سے ایک چھوٹی گول میز اٹھائی اور اس بڑے سے گلوب پر کھینچ ماری جو ہال کے وسط میں روشن تھا۔ زبردست دھماکے کے ساتھ ہال میں اندھیرا چھا گیا۔

اس کے بعد وہ دیوار سے لگا ہوا قریبی دروازے کی طرف جھپٹا تھا۔

"خبردار۔۔۔ خبردار۔۔۔ جہاں ہو وہیں ٹھہرو۔!" نیگرو دہاڑا "ورنہ فائرنگ شروع کر دی جائیگی۔!"

دروازے کے قریب کھڑے ہوئے مسلح نیگرو کا سر دیوار سے ٹکرایا تھا اور اُس کی اسٹین گن اچھل کر عمران کے سینے سے ٹکرائی تھی لیکن عمران نے اُسے فرش پر نہ گرنے دیا پھر دوسرے ہی لمحے میں دروازے سے نکل چکا تھا۔

مرسیانا کی ہذیانی سی چیخیں اندھیرے میں گونجتی رہیں۔ اسی دوران میں اسٹین گنوں سے دو تین برسٹ بھی مارے گئے تھے۔ لیکن شائد اُن کی نالیں چھت کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

عمران تاریک راہداری میں دیوار سے لگا ہوا تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک تیز قسم کی روشنی میں نہا گیا۔ آنکھیں اس طرح چندھیا گئیں کہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ بڑی قوت والی سرچ لائٹ کا سامنا ہوا تھا۔ پھر اُس کے ہاتھ سے اسٹین گن بھی چھین لی گئی۔ پتا نہیں کیسی زہریلی روشنی تھی کہ آنکھیں ہی نہیں کھل رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دو جلتی ہوئی سلاخیں آنکھوں میں اُترتی چلی گئی ہوں۔ اس کی جگہ اور کوئی ہوتا تو جانوروں کی طرح چیخنے لگتا۔ اتنی ہی شدید تکلیف آنکھوں میں ہو رہی تھی۔ پھر وہ تکلیف پورے جسم میں پھیل گئی اور اتنی بڑھی کہ تکلیف کا احساس ہی ختم ہو گیا۔ ہر قسم کا احساس فنا ہو گیا تھا۔

لیکن ٹھنڈی ہوا کے جھونکے یا تو تھپک تھپک کر سلاتے ہیں یا اتنے تیز ہو جاتے ہیں کہ بہت گہری نیند بھی اچانک ٹوٹ جاتی ہے۔!

اُس کے ساتھ یہی ہوا چہرے پر یلغار کرنے والی تیز اور ٹھنڈی ہوا نے اُسے جگا دیا۔ سامنے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور وہ اپنی ہی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر قابل اعتراض حالت میں پڑا ہوا تھا۔ قابل اعتراض یوں کہ اسکے برابر ہی مرسیانا بھی پڑی ہوئی تھی۔ بوکھلا کر دروازہ کھولا اور گاڑی سے اُتر آیا۔

گاڑی کے پہیئے ساحل سمندر کی ریت میں دھنسے ہوئے تھے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں

طرف دیکھنے لگا۔ لیکن اس ویران ساحل پر اپنے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا۔

پتا نہیں کہاں لا پھینکا تھا کم بختوں نے۔ معلوم نہیں کون تھے؟ وہ پھر مرسیانا کی طرف متوجہ ہو گیا اور اب اس لفافے پر نظر پڑی جو مرسیانا کے قریب ہی سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ کچھ دیر تک اُس پر نظر جمائے کھڑا رہا۔ پھر آگے بڑھ کر اٹھا لیا۔ لفافے سے برآمد ہونے والے پرچے پر تحریر تھا۔

"غالباً تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم کیسے لوگ ہیں۔ تمہیں جب یا جہاں سے چاہیں گے اٹھالیں گے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اب اس نگیٹو کو ہر وقت جیب ہی میں رکھو۔!"

عمران جبڑے بھینچ کر تیزی سے سر سہلانے لگا۔ کنکھیوں سے مرسیانا کیطرف بھی دیکھے جا رہا تھا۔ اچانک اس کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور سب سے پہلے شائد عمران ہی نظر آیا تھا۔ گرتی پڑتی گاڑی سے اُتر آئی اور عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر پاگلوں کے سے انداز میں پوچھا۔ "یہ سب کیا ہے؟"

"خود میری سمجھ میں بھی آ گیا تو ضرور بتا دوں گا۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"ہم یہاں کیسے پہنچے....؟"

"یہ بتانا بھی دشوار ہے۔ لیکن تم آسانی سے بتا سکو گی کہ پھر کس طرح میرے سر پر مسلط ہو گئیں۔ میں تو تمہیں وہیں چھوڑ بھاگا تھا۔!"

"اندھیرا ہوتے ہی جب فائرنگ شروع ہوئی تھی تو کسی نے میرا گلا گھونٹ دیا تھا۔ اُس کے بعد کیا ہوا۔ میں نہیں جانتی۔!"

"گاڑی کے پہیئے دیکھ رہی ہو۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں....!"

"کوشش کرو کہ یہ ریت سے نکل جائیں۔!"

"مم.... میں کیسے کوشش کروں....؟"

"تو پھر صبر کرو.... اس گاڑی کو کوئی کرین ہی ریت سے نکال سکے گا۔!"

مرسیانا ریت پر بیٹھ کر اس طرح ہانپنے لگی جیسے اب تک دوڑتی رہی ہو۔!

"تمہیں بھی کرین ہی اٹھائے گا۔!" عمران نے کہا اور آگے پانی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران سیریز نمبر 107

چٹانوں کا راز

(تیسرا حصہ)

پیشرس

سب سے پہلے تو یہ عرض کر دوں کہ اس کتاب کا نام "چٹانوں کے راز" نہیں بلکہ "چٹانوں کا راز" ہے۔ اشتہار میں غلطی سے "چٹانوں کے راز" چل گیا تھا اور میں نے توجہ نہیں دی تھی۔

بہت چاہا کہ قیمت نہ بڑھاؤں لیکن ممکن نہ ہوا۔ کاغذ کے جہاز بھی آگئے ہیں۔ روز ہی اطلاع ملتی ہے کہ کاغذ اتر رہا ہے جہاز سے لیکن قیمت اترنے کا نام نہیں لیتی۔ لہٰذا میں بھی اسلامی نظام کے نفاذ سے پہلے کروڑ پتی بن جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ بقیہ زندگی یاد الٰہی میں گزار سکوں۔ اٹھایئے فاتحہ کے لئے ہاتھ۔

کل ایک صاحبزادے تشریف لائے کہنے لگے کہ آپ صرف کہانیوں کے لئے کہانیاں نہیں لکھتے بلکہ اُن میں اصلاحی پہلو بھی ہوتے ہیں۔ تو پھر کتنی زندگیاں سدھریں آپ کی تحریروں سے۔ میں نے پوچھا میاں میری تحریریں قرآن شریف اور احادیث مکرم کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ کہنے لگے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ میں نے کہا تو پھر یہ بتایئے کہ یہ دونوں نعمتیں آپ کی زندگی پر کس حد تک اثر انداز ہوئی ہیں۔ بغلیں جھانکنے لگے۔ میں نے کہا تحریریں اور تقریریں صرف "واہ واہ" کے لئے ہوتی ہیں.... ہو سکتا ہے پہلے کبھی انہوں نے کردار سازی کا حق ادا کیا ہو لیکن اس دور "جاہلیت" میں صرف ذہنی عیاشی کے کام آرہی ہیں یا پھر انہیں تیر و تفنگ کا منصب سونپ دیا جاتا ہے یعنی آپس کے جھگڑوں میں کام آتی ہیں۔

اُف فوہ کہاں کی باتیں لے بیٹھا یہ بیچارہ ناول نویس۔ وہ بھی اس بناء پر کہ کاغذ کے دام چڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ یعنی وہی بات ہوئی نا کہ کسی ذاتی دشواری میں پڑ کر بات قرآن و حدیث تک پہنچا دی۔ اللہ مجھے عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

ساحل کی طرف بڑھ جانا اضطراری فعل تھا۔ اس لئے وہ پھر گاڑی کی جانب پلٹ آیا۔ سوچ رہا تھا کہ گاڑی اسٹارٹ کر کے دیکھے شائد وہ اُسے آگے بڑھانے میں کامیاب ہی ہو جائے لیکن جیسے ہی اُس نے انجن کو گیئر میں ڈالا پہیئے ریت میں گھوم کر رہ گئے اور گاڑی آگے نہ بڑھ سکی۔

مرسیانا دور کھڑی دیکھتی رہی۔ اُس کی بڑی بڑی نیلی آنکھوں میں تشویش کے سائے لہرا رہے تھے۔ عمران نے پھر کوشش کی۔ لیکن نتیجہ وہی صفر آخر اس نے انجن بند کیا اور گاڑی سے اتر آیا۔

مرسیانا قریب آکر آہستہ سے بولی۔ "اب کیا ہوگا۔!"

"گاڑی یہیں چھوڑ دینی پڑے گی.... لیکن....!" عمران نے چاروں طرف دیکھ کر کہا۔

"لیکن کیا....؟"

"یہ ساحل میرے شہر کا تو نہیں معلوم ہوتا۔!"

"یہ دوسری ہوئی۔!" وہ بھنا کر بولی۔

"یقین کرو.... ہم پتہ نہیں کہاں ہیں۔!"

"تم کوئی بدروح ہو....!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"میں کوئی بھی ہوں.... لیکن اپنی پریشانیوں کی ذمہ دار تم خود ہو۔ زبردستی مجھے اپنے کمرے میں لے گئی تھیں۔ پہلے بھی ایک تلخ تجربہ ہو جانے کے بعد تمہیں مجھ سے دور ہی رہنا چاہئے تھا۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران کے چہرے سے نظر ہٹا کر غالباً سمندر کی لہریں گننے لگی تھی۔ آخر تھوڑی دیر بعد اُس نے عمران کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔!"

"اس سے بھی حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔!" عمران بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے... لہٰذا اب ہمیں سمندر میں چھلانگ لگا دینی چاہئے۔!" وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

عمران خاموشی سے گاڑی کے عقب میں آیا اور ڈکے کا قفل کھولنے لگا۔ ڈکے میں وہ سوٹ کیس موجود تھا جس میں عمران نے سلائیڈز اور پروجیکٹر رکھے تھے اور سوٹ کیس کھولنے پر معلوم ہوا کہ پروجیکٹر تو موجود ہے لیکن سلائیڈز غائب ہو گئے ہیں۔

ٹھیک اُسی وقت اُسکی نظر کلائی کی گھڑی پر بھی پڑی اور تاریخ والے خانے پر جمی کی جمی رہ گئی۔

دفعتاً اس نے مرسیانا سے پوچھا۔ "آج کون سی تاریخ ہے....؟"

"گیارہ اکتوبر....!" اُس نے جواب دیا۔

"یعنی کل اکتوبر کی دسویں تاریخ تھی جب میں تمہارے کمرے میں کافی پی رہا تھا۔!"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔!" وہ جھلا کر بولی۔ "آج گیارہ ہے تو کل لازمی طور پر دس رہی ہوگی۔!"

"لیکن میری گھڑی تو آج سولہ تاریخ بتا رہی ہے۔!"

"تمہاری طرح تمہاری گھڑی بھی اوٹ پٹانگ معلوم ہوتی ہے۔!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی اور عمران شانے سکوڑ کر رہ گیا۔

آخر تھوڑی دیر بعد مرسیانا اُس کے قریب پہنچی اور جھک کر گھڑی دیکھنے لگی۔

"یہ الیکٹرانک واچ ہے۔!" عمران نے کہا۔ "بیٹری اگز ہاسٹ ہو جانے پر سست ہو سکتی ہے سرپٹ نہیں دوڑ سکتی۔ یقین کرو کہ ہم چھ دن سے غائب ہیں۔!"

"تو کیا ہم واقعی بدارواح کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔!"

"ضرور پڑ گئے ہوتے لیکن یہ بیسویں صدی ہے۔!"

"میں بدارواح میں یقین رکھتی ہوں۔!"

"تمہاری شکل ہی سے ظاہر ہے۔!"

"اوہ ختم کرو.... اب کیا ہوگا۔!"

"اسی جگہ کھڑے کھڑے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔!"

"جائیں بھی تو کدھر....؟"

"بس جدھر بھی منہ اٹھ جائے۔ کہیں نہ کہیں تو کوئی تیسرا بھی دکھائی دے گا۔!"

وہ خاموش کھڑی رہی اور عمران اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔ دفعتاً اُس نے سر اٹھا کر عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم انہیں کسی طرح بھی یقین نہیں دلا سکو گے کہ نگیٹو تمہارے پاس نہیں ہیں۔!"

"بس تو پھر گھر پہنچنا محال ہے۔!" عمران مایوسانہ انداز میں بولا۔

"صورت ہی سے نہیں لگتے بلکہ سچ مچ بیوقوف ہو۔!"

"کیا بات ہوئی۔!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"تم انہیں چکر دے سکتے تھے۔!"

"کیا مطلب....؟" عمران کے چہرے پر چھائی ہوئی حماقت کچھ اور گہری ہوگئی۔!

"تمہیں پہلے ہی یہ نہ کہنا چاہئے تھا کہ نگیٹو ضائع ہو گیا ہے۔!"

"انہیں میری بات پر یقین کب آیا ہے۔!"

"پھر بھی تمہیں اتنا عقلمند تو ہونا ہی چاہئے کہ ایسے مواقع پر سچی بات ظاہر کر دینے کا مطلب موت ہوتا ہے۔ سچی بات ظاہر ہو جانے کے بعد تم اُن کے لئے بے مصرف ہو گئے۔ پھر وہ تمہیں گھر واپس بھجوانے کا تکلف کیوں کرنے لگے۔!"

"لیکن انہوں نے کسی حد تک تکلف ضرور کیا ہے۔ وہیں رکھتے جہاں ہم تھے یہاں کیوں پھکوادیا ہے۔!"

"کیا کہنا چاہتے ہو....؟"

"یہی کہ انہیں میری بات پر یقین نہیں آیا.... اُن کا خیال ہے کہ نگیٹو میرے پاس محفوظ ہے اور کچھ پریشان ہونے کے بعد میں اُسے ان کے حوالے کر دوں گا۔!"

وہ اُسے غور سے دیکھتی رہی پھر سر ہلا کر بولی۔ "تمہارے متعلق یقین سے کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا اور میں تو خواہ مخواہ ایک مصیبت میں پڑی ہوئی ہوں۔ کہاں نیوزی لینڈ اور کہاں یہ افتاد۔!"

"افتاد نہیں بلکہ گدھی اور اُس کا بچہ....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"لیکن یہ کالے اُن سفید فاموں سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔ جنھوں نے تمہیں پکڑا تھا۔ اُوہ وہ کمرہ یاد ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔!"

"کہیں ہم الائیس کے ونڈر لینڈ میں تو نہیں پہنچ گئے ہیں۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا

"پھر بیوقوفی کی باتیں شروع کر دیں۔!"

"اور نہیں تو پھر کیا خواب دیکھ رہے ہیں۔!"

"یہی تو میں سوچ رہی ہوں کہ کہیں خواب ہی نہ ہو۔ بھلا کیا بات ہوئی۔ اتنی دشواریوں سے تمہیں قابو میں کیا اور پھر اس طرح آزاد بھی کر دیا۔"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"یہ آزادی ہے....؟" اُس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں سوال کیا۔

"پتا نہیں کیا ہے؟ میری تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا....!"

"لہٰذا خاموش رہو۔!"

"اس سے کیا ہوگا....!"

"خواہ مخواہ زبان تو نہ تھکے گی۔!"

"اور ہم اسی طرح یہاں کھڑے رہیں گے۔!"

"آزاد تو ہیں۔!" عمران نے شانے سکوڑ کر کہا۔

"کوئی ڈھنگ کی بات سوچو....!"

"کہہ تو رہا ہوں کہ بس کسی طرف چل پڑنا چاہئے۔!"

"یہ تو ایک طرح سے جوا ہوگا۔ اچھی بات ہے تو پھر جوئے ہی کے سے انداز میں قسمت کیوں نہ آزمائی جائے....؟"

"وہ کس طرح....!"

"مغرب کی طرف سمندر ہے۔!" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "لہٰذا تین سمتوں کیلئے قرعہ اندازی کرلی جائے۔!"

"کرلو....!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

مرسیانا اپنی تین انگلیاں اُس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ "میں نے اپنے ذہن میں تعین کرلیا ہے کہ کون سی انگلی کس سمت سے تعلق رکھتی ہے تم اپنی انگلی ان میں سے کسی ایک پر رکھ دو۔!"

"ایسی بے وقوفی شاید ہی پہلے کبھی سرزد ہوئی ہو۔!" عمران نے اُس کی بیچ کی انگلی چھوتے ہوئے کہا۔

"جنوب....!" مرسیانا بولی۔

پھر عمران نے گاڑی لاک کی تھی اور وہ جنوب کی طرف چل پڑے تھے۔ دور دور تک کوئی آدمی نہیں دکھائی دیتا تھا۔!

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔!" عمران چلتے چلتے رک کر بولا۔

"کون سی بات....؟"

"کیا میری گاڑی یہاں آسمان سے ٹپکی تھی....؟"

”کیا مطلب....؟“

”دور دور تک ٹائروں کے نشانات نہیں دکھائی دیتے۔ آخر یہ یہاں تک پہنچی کس طرح...!“

”اوہ.... واقعی حیرت انگیز....!“ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

”یہاں ہوا بھی زمین سے لگ کر نہیں چل رہی کہ ریت اڑ اڑ کر نشانات پر بیٹھ گئی ہو۔ پھر کہیں اڑ رہی ہے ریت۔!“

”اس وقت تو نہیں اڑ رہی ہے۔!“

”اور پھر دوسری بات.... یہاں دور دور تک اسی طرح ریت بچھی ہوئی ہے۔ اسی جگہ کیوں پھنسی ریت میں کہیں اور کیوں نہیں پھنسی....!“

”اب ان سب باتوں سے کیا فائدہ... ہوا ہوگا کچھ....!“

”نہیں.... یہ سوچنے کی بات ہے۔!“

”اچھا تو تم سوچو....!“ وہ چڑ کر بولی۔ ”میں آگے جا رہی ہوں۔!“

”ٹھہرو... ٹھہرو... کہیں تم بھی ریت میں نہ دھنس جانا!“ عمران ہاتھ ہلاتا ہوا اُس کے پیچھے لپکا۔

❖

عمران کے ماتحت باری باری سے مرسیانا کی نگرانی کرتے رہے تھے اور اُس شام کو جب عمران اس کے ساتھ ہوٹل رونیک والے کمرے میں داخل ہوا تھا تو یہ واقعہ سارجنٹ نعمانی کے علم میں آگیا تھا کیونکہ اُس دن وہ صبح ہی سے مرسیانا کی نگرانی کرتا رہا تھا۔ لہٰذا جب وہ کاچاک کے تھانے میں طلب کی گئی تو وہ اُس کا تعاقب کرتا ہوا وہاں تک پہنچا تھا اور پھر جب وہ عمران کے ساتھ تھانے سے برآمد ہوئی تو نعمانی تعاقب کے سلسلے میں اور زیادہ محتاط ہو گیا۔ یعنی اب اُس کی کوشش اسی کے لئے تھی کہ کم از کم عمران کی نظر اُس پر نہ پڑنے پائے اور اُسے یقین تھا کہ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا ہے۔

بہرحال کمرے کے بند دروازے پر اُس کی نظر جمی ہوئی تھی۔ دو گھنٹے گزر گئے لیکن کوئی بات نہ ہوا۔ پھر اُسے ایک سیاہ فام غیر ملکی دکھائی دیا جس نے دروازے پر دستک دی تھی۔ نعمانی نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ جب سے مرسیانا کی نگرانی شروع ہوئی تھی یہ پہلا آدمی تھا جس نے اُس کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی اور اُس کے لئے دروازہ کھول بھی دیا گیا تھا۔ اُس کے داخل ہو جانے پر دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ اسی طرح مزید ایک گھنٹہ گزر گیا اور پھر

دوسرے اچنبھے سے دوچار ہونا پڑا۔ کسی ہسپتال کا ایک ڈاکٹر دو ایسے افراد کے ساتھ اُسی دروازے پر آرکا جنہوں نے ایک اسٹریچر بھی اٹھا رکھا تھا۔ ڈاکٹر نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلا اور وہ تینوں اسٹریچر سمیت اندر چلے گئے۔ کچھ وقت اور گزرا۔ اب کے دروازہ کھلا تو ڈاکٹر کے دونوں ساتھی کسی کو اسٹریچر پر اٹھائے ہوئے برآمد ہوئے۔ بوڑھا آدمی تھا۔ چہرے پر گھنی سفید ڈاڑھی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ سر پر اس طرح پٹیاں باندھی گئی تھیں جیسے سر زخمی ہو۔ مرسیانا اور سیاہ فام غیر ملکی بھی باہر آگئے تھے۔ ڈاکٹر اسٹریچر کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور مرسیانا دروازہ مقفل کرنے لگی۔ لیکن عمران کہاں تھا؟ اگر وہ اُسی کمرے میں تھا تو دروازہ کیوں مقفل کیا جا رہا تھا۔ اوہ تو کیا.... وہ بوڑھا مریض؟ نعمانی کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔

دروازہ مقفل کر دینے کے بعد وہ دونوں بھی مریض کے اسٹریچر کی طرف لپکے تھے نعمانی ہچکچاہٹ کے ساتھ آگے بڑھا اور سڑک پر پہنچ کر اُس نے دیکھا کہ مریض کے اسٹریچر کو ایک ایمبولینس گاڑی پر چڑھایا جا رہا ہے۔ وہ اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب اس کا وقت نہیں تھا کہ وہ جولیانا فٹنر واٹر کو فون پر اس وقوعے کی اطلاع دیتا۔ بس ایمبولینس گاڑی کے تعاقب کی ٹھان لی۔

گاڑی بھی عجیب وضع کی تھی۔ اس سے قبل اس قسم کی بناوٹ والی گاڑی اُس کی نظر سے نہیں گزری تھی۔

اگر اس پر سرخ صلیب کا نشان بھی موجود نہ ہوتا تو اُسے ایمبولینس گاڑی ہی تسلیم کرنے کو دل نہ چاہتا۔

بہرحال اُس نے اُس گاڑی کا تعاقب شروع کر دیا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد سوچنا پڑا کہ شہر کی آبادی سے باہر کون سا ہسپتال ہو سکتا ہے۔ کیونکہ گاڑی شہر کے باہر جا رہی تھی۔ نعمانی سوچ رہا تھا کہ اس سے زبردست غلطی ہوئی۔ اگر موٹر سائیکل کی بجائے وہ سائیکو مینشن کی کوئی کار لے آیا ہوتا تو اس وقت اس دشواری میں نہ پڑتا۔ سائیکو مینشن کی ساری گاڑیوں پر ٹرانس میٹر لگے ہوئے تھے۔ وہ بہ آسانی اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر سکتا۔

ایمبولینس گاڑی شہر سے کئی میل دور نکل آئی تھی۔ یہی نہیں بلکہ اب اُس کی رفتار بھی بہت بڑھ گئی تھی۔ نعمانی سوچ رہا تھا کہ اب اگر کہیں وہ کسی کچے راستے پر مڑ گئی تو ان لوگوں کو تعاقب کا علم بھی ہو جائے گا۔

کچھ دیر بعد یہی ہوا بھی.... گاڑی مغرب کی جانب ایک کچے راستے پر مڑ گئی لیکن تعاقب جاری رہا۔ البتہ نعمانی بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ موٹر سائیکل کا وہ نہ صرف ایکسپرٹ تھا بلکہ کئی

طرح کی رائیڈنگ کے کرتب بھی دکھا سکتا تھا۔ فوجی زندگی کے دوران میں اس نے کئی اعزازات بھی حاصل کئے تھے۔ اس سلسلے میں اس وقت وہی مہارت اُس کے کام آرہی تھی۔ ورنہ یہ راستہ ایسا نہیں تھا جس پر موٹر سائیکل تیز رفتاری سے چلائی جا سکتی۔ البتہ اُسے اُس ایمبولینس گاڑی کی نوعیت پر حیرت تھی۔ کیونکہ وہ اس ناہموار راستے پر بھی اسی طرح چل رہی تھی جیسے سمندر کی سطح پر تیر رہی ہو۔ دراصل اُس کے پہیئے زمین سے لگ ہی نہیں رہے تھے۔ زمین کی سطح سے قریباً ایک یا ڈیڑھ فٹ کی بلندی پر گویا پرواز کر رہی تھی۔

نعمانی کو یقین تھا کہ اب انہیں علم ہو گیا ہو گا کہ اُن کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اُس کی دانست میں شائد اُن لوگوں نے یہی معلوم کرنے کے لئے گاڑی کچے راستے پر موڑی تھی کہ تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ بہر حال وہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔

اچانک ریتیلی زمین شروع ہو گئی اور اُسے کچھ اور محتاط ہو جانا پڑا۔ لیکن ایمبولینس گاڑی یہاں بھی زمین کی سطح سے کسی قدر بلندی پر تیر رہی تھی اور پھر ایک جگہ موٹر سائیکل نے آگے بڑھنے سے انکار ہی کر دیا۔ اگلا پہیہ ریت میں دھنس گیا تھا۔

نعمانی نے بے بسی سے دونوں پیر ریت پر ٹکا دیئے۔ ایمبولینس گاڑی برابر آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ موٹر سائیکل کے ہیڈ لیمپ کی روشنی اس کے پچھلے حصے پر پڑ رہی تھی۔ نعمانی بے بس و بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔

سمندر یہاں سے دور نہیں تھا اور پھر وہ اچھل پڑا۔ ایمبولینس گاڑی سمندر کی پر شور لہروں میں گھستی چلی گئی تھی اور.... اور نعمانی نے اُسے پانی میں غرق ہوتے دیکھا۔ بوکھلا کر ہیڈ لیمپ کی روشنی تیز کر دی۔ ایمبولینس گاڑی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ موٹر سائیکل سے اتر کر وہ ساحل کی جانب دوڑتا چلا گیا۔ موٹر سائیکل ریت پر گر گئی اور اس کا انجن چلتا رہا۔

ایمبولینس گاڑی سچ مچ غرق ہو گئی تھی۔ یہ فریب نظر نہیں تھا۔ نعمانی کے جسم سے ٹھنڈا پسینہ چھوٹتا رہا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب اُس جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکے گا۔ پتا نہیں کتنی دیر تک اسی طرح کھڑا رہا۔

پھر چونک کر موٹر سائیکل کی طرف دوڑ لگائی۔ اُس کا انجن بدستور اسٹارٹ تھا۔ پھر اسے بدقت ریت سے نکالا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔ آندھی اور طوفان کی طرح شہر کی طرف روانہ ہوئی تھی۔ پھر اُسے ہوش نہیں کہ کتنی دیر میں شہر پہنچا تھا اور کب جولیانا فٹنر واٹر کو اس واقعے کی اطلاع دی تھی۔ ان دنوں پھر جولیا ان کے اور ایکس ٹو کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنی ہوئی تھی۔

بس پھر ایکس ٹو کی پوری ٹیم حرکت میں آگئی۔ بلیک زیرو تک رانا پیلس سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت ایک مخصوص وضع کی گاڑی اُس کے استعمال میں تھی جس کے لاسلکی مواصلاتی نظام کے تحت وہ ایکس ٹو کے ماتحتوں سے رابطہ رکھ سکتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے ایکس ٹو کی آواز میں جولیا سے رابطہ قائم کیا۔

”یس سر....!“ ٹرانس میٹر کے ریسیور سے جولیا کی کپکپاتی ہوئی سی آواز آئی۔

”نعمانی اُس جگہ کی صحیح نشاندہی کر سکا ہے یا نہیں جہاں وہ ایمبولینس گاڑی غرق ہوئی تھی۔“

”مجھے علم نہیں جناب.... میں تو عمران کی وہ گاڑی تلاش کر رہی ہوں جو اس نے رونیک ہوٹل کے پارکنگ لاٹ پر کھڑی کی تھی۔!“

”اوہ تو کیا وہ بھی غائب ہے۔!“

”جی ہاں....!“

”رونیک کا وہ کمرہ دیکھا گیا یا نہیں جس میں مرسیانا مقیم تھی۔!“

”دیکھ لیا گیا جناب.... وہاں سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے جا رہے ہیں۔ مرسیانا ہوٹل کا حساب بے باق کر کے گئی ہے۔!“

”نعمانی کہاں ہے....؟“

”ساحل کی طرف جانے والی پارٹی کے ساتھ ہے۔!“ جولیا کی آواز آئی۔

”کیا نعمانی اُن چاروں کو شناخت کر سکے گا....؟“

”جی ہاں.... اُسے ان کی شکلیں یاد ہیں۔!“

”ٹھیک ہے.... عمران کی گاڑی کا سراغ ملنے پر مجھے اطلاع دینا۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

”اوور.... اینڈ آل....!“ کہہ کر بلیک زیرو نے سوئچ آف کر دیا۔

عمران کے ماتحت اُسے رانا پیلس کے منتظم کی حیثیت سے جانتے تھے۔ اور وہ ”طاہر صاحب“ کہلاتا تھا۔ لہٰذا وہ اس بھاگ دوڑ میں اُن کا شریک تو نہ ہو سکتا۔ لیکن اُسے بہر حال تشویش تھی۔ کیونکہ وہ عمران کی اصل حیثیت سے واقف تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے سر سلطان کو بھی اس واقعے کی اطلاع دی پھر سر سلطان ہی کے توسط سے یہ خبر آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل تک پہنچی۔

”بڑی عجیب بات ہے....!“ فون پر دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”بڑی عجیب بات ہے۔ جس علاقے کی تم بات کر رہے ہو وہاں نیوی کی ایک ٹیم پہلے ہی سے سرگرم عمل ہے۔!“

"کیوں....؟" سر سلطان نے پوچھا۔

"نیوی کے آلات نے کسی نامعلوم سب میرین کی نقل و حرکت ریکارڈ کی ہے اور نقل و حرکت کا علاقہ وہی ہے جس کا تم نے ابھی ذکر کیا ہے۔!"

"واقعی بڑی عجیب بات ہے۔!"

"اگر وہاں کوئی ایمبولینس غرق ہوئی ہوتی تو اس تگ و دو کے دوران میں نیوی کی پارٹی نے اس کا سراغ ضرور پالیا ہوتا۔!"

"لیکن ایک بات قابل غور ہے۔!" سر سلطان نے کہا۔ "ایمبولینس گاڑی نیوی کی پارٹی کے حرکت میں آنے سے قبل غرق ہوئی یا بعد میں۔!"

"میں نہیں سمجھا....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میرے جس آدمی نے گاڑی کو سمندر میں غرق ہوتے دیکھا ہے اس کے بیان کے مطابق اُس وقت وہاں دور دور تک سناٹا تھا۔ دور دور تک کوئی ایسی پارٹی موجود نہیں تھی جس کا ذکر ابھی تم نے کیا ہے۔!"

"کیا تمہارا آدمی گاڑی کے غرق ہونے کے وقت کا تعین کر سکے گا۔!"

"قطعی.... اُس وقت دس بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔!"

"گڈ گاڈ....!" دوسری طرف سے حیرت زدہ سی آواز میں کہا گیا۔ "ٹھیک یہی وقت نیوی والوں نے بھی ریکارڈ کیا ہے۔!"

"تو پھر وہ سڑک پر دوڑنے والی چیز حقیقتاً سب میرین ہی رہی ہوگی۔!" سر سلطان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو.... میں نے یہ تو نہیں کہا۔!" دوسری طرف سے جنرل کی غراہٹ سنائی دی۔

سر سلطان نے ہنس کر کہا۔ "آپے سے باہر ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہو سکتا ہے اس وقت ایئر فورس والے ریڈیو مریخ کی نشریات ریکارڈ کر رہے ہوں۔!"

دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

بہر حال صبح تک اُس ایمبولینس گاڑی کی تلاش جاری رہی لیکن اُس کا سراغ نہ مل سکا۔

پھر ایکس ٹو کے ماتحت سائیکو مینشن کی طرف پلٹ آئے۔ نیند سے اُن کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔

جولیا نے فون پر ایکس ٹو (بلیک زیرو) کو رپورٹ دی۔ اُس کی عدم موجودگی میں اُس نے سائیکو مینشن کے آپریٹر کو اپنے اُس فون کے نمبر لکھوا دیئے تھے جس پر جولیا کو رپورٹ دینی تھی۔

"کوئی سراغ نہیں مل سکا جناب۔!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔ "کئی میل تک سمندر کی تہہ چھانی گئی ہے۔ نیوی کی ایک ٹیم وہاں پہلے ہی سے سرگرم عمل تھی۔"

"نعمانی کہاں ہے....؟"

"آئیڈنٹی کاسٹ ایکوپمنٹ کے انچارج کو اُن چاروں کے حلیئے بتا رہا ہے۔!"

"اگر وہ غرق ہو چکے ہیں تو پھر کیا فائدہ....؟"

"وہ اس ایمبولینس گاڑی کا تعاقب کر چکا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ وہ غرق نہیں ہو سکتی۔!" جولیا نے کہا۔

"تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"اُس کا بیان ہے کہ پختہ سڑک چھوڑ دینے کے بعد وہ سطح زمین سے قریباً ایک فٹ اونچی چلتی رہی تھی۔!"

"یہ اُس کا واہمہ بھی ہو سکتا ہے۔!"

"کچھ بھی ہو.... عمران نہیں مر سکتا۔ ہرگز نہیں۔!" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ نہ جانے کیوں وہ ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر اُسے یقین دلانا چاہتی تھی کہ عمران نہیں مر سکتا۔

دوسری طرف سے مزید کچھ کہے بغیر رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

وہ چند لمحے ریسیور کو ہاتھ میں لئے گھورتی رہی پھر کریڈل پر رکھ کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔ عجیب سا طوفان سینے سے اٹھ اٹھ کر حلق میں گھٹ رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور لڑکھڑاتی ہوئی کرسی کی طرف بڑھی۔ حلق میں گھٹ گھٹ کر رہ جانے والا طوفان اب ہچکیوں اور سسکیوں کی شکل میں اُمنڈ پڑا تھا۔

پھر اُسے ہوش نہیں وہ کتنی دیر تک میز پر سر ٹکائے روتی رہی تھی۔

دوسری طرف سے آئیڈنٹی کاسٹ کے ماہرین اُن چاروں کی تصاویر مکمل کرنے کی کوشش کر رہے تھے جن کے حلیئے نعمانی نے بتائے تھے۔ بہر حال سائیکو مینشن اس وقت ایک ایسی بہت بڑی مشین معلوم ہو رہی تھی جس کا ہر پرزہ اپنی اپنی جگہ سرگرم عمل تھا۔

وہ ساحل سے قریباً ایک میل تک آگے بڑھ آئے تھے۔ لیکن کہیں کوئی تیسرا آدمی نہ دکھائی دیا۔ ریتلی زمین کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور یہاں سے چڑھائی شروع ہوئی تھی اور یہ چڑھائی نہایت سر سبز تھی۔ اوپر پام کے درختوں کی ایک قطار بھی دکھائی دے رہی تھی۔

"کیا ہم پاگل ہو گئے ہیں۔!" دفعتاً مرسیانا رک کر بولی۔

"نہیں صرف... اس حد تک بگڑے ہیں کہ اظہار کیلئے مناسب الفاظ نہیں منتخب کر سکتے۔"

"کیا مطلب.... !" مرسیانا اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"پاگل نہیں ہوئے.... بلکہ بھوکے ہیں۔!" عمران کراہا۔

"مجھ میں تو اب چلنے کی سکت نہیں رہی۔!"

"تو پھر تم یہیں بیٹھو.. میں اوپر جا رہا ہوں۔!" عمران چڑھائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"ہرگز نہیں تم مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔!"

"تمہیں کاندھے پر بٹھا کر بھی نہیں چل سکتا۔!"

پھر وہ احتجاج ہی کرتی رہ گئی اور عمران چھلانگیں مارتا ہوا اوپر چڑھنے لگا تھا۔

ناریل کے درختوں کے جھنڈ کے قریب رک کر مڑا۔ مرسیانا یہاں سے صاف دکھائی دے رہی تھی۔ عمران نے دونوں ہاتھ ہلا کر اُسے اپنی تقلید کا اشارہ کیا لیکن وہ جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

عمران پھر دوسری طرف مڑ گیا۔ یہاں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آ رہا تھا۔ لیکن روئیدگی گھنی نہیں تھی۔ پھر بھی آگے بڑھنے کے لئے اُسے کسی پگڈنڈی کی تلاش تھی لہٰذا وہ بائیں جانب مڑا اور ناریل کے درختوں کے درمیان کنارے ہی کنارے چلنے لگا اور پھر جلد ہی اُسے ایک پگڈنڈی بھی مل گئی جس کا مطلب یہ تھا کہ آس پاس کوئی آبادی ضرور موجود ہے۔ لیکن عمران اس پگڈنڈی پر چل پڑنے کی بجائے اُسی راستے پر آگے بڑھتا رہا تھوڑی ہی دیر بعد ایک اور دوسری پگڈنڈی دکھائی دی۔ اُس پگڈنڈی کی سیدھ میں وہ ساحل کی طرف مڑا۔ پگڈنڈی نشیب میں اترتی چلی گئی اور ساحل یہاں سے اتنا دور نہیں تھا جتنا اُس جگہ سے تھا جہاں سے وہ چڑھائی پر آیا تھا۔ اس پگڈنڈی کی سیدھ والا ساحلی حصہ اسے ویران اور بے کار نہیں لگ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے استعمال کیا جاتا ہو۔ ہر چند کہ اس وقت وہاں کوئی کشتی بھی موجود نہیں تھی لیکن نہ جانے

کیوں اُسے ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی کشتی نے ساحل چھوڑا ہو۔ اپنے اس تاثر کی تصدیق کرنے کے لئے وہ پھر نیچے اترنے لگا۔ اس حصے سے اُسے مرسیانا نہیں دکھائی دی تھی۔ ریت کا کوئی قطعہ پار کئے بغیر وہ ساحل تک پہنچ گیا.... اور پھر اُسے اس کا ثبوت بھی مل گیا کہ اس حصے کو استعمال کیا جاتا ہے۔ بیئر کے تین خالی ڈبے اور سگریٹوں کے جلے ہوئے ٹکڑے وہاں آدمی کی موجودگی کا اعلان کر رہے تھے۔

وہ پھر چڑھائی کی طرف مڑا اور ٹھٹک کر رہ گیا۔ جہاں سے نیچے اُترا تھا۔ ٹھیک اُسی جگہ کوئی کھڑا دکھائی دیا۔ عمران نے تیزی سے قدم بڑھائے تھے۔ لیکن کچھ دور چلنے کے بعد سخت مایوسی ہوئی۔ کیونکہ یہاں سے وہ اُسے اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ وہ مرسیانا تھی جواب ہاتھ بھی ہلا رہی تھی۔

"بالآخر تمہیں آنا ہی پڑا.... !" عمران اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

"تم یہ سب کیا کرتے پھر رہے ہو۔!"

"سمندر سے تلی ہوئی مچھلیاں حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔!"

"تم مجھے چھوڑ بھاگنے کے چکر میں ہو۔ میں خوب سمجھتی ہوں۔!"

"تم سے تو خدا ہی سمجھے گا۔ کیا نیوزی لینڈ میں مجھ جیسے نہیں پائے جاتے۔!"

"بکثرت پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ تمہاری طرح دلآویز نہیں ہوتے۔!"

"دلآویز بھی شرط ہے بیوقوفی کے لئے۔!" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"میں کہتی ہوں.... کھانے کے لئے کچھ تلاش کرو۔!"

"چلو.... !" عمران نے پگڈنڈی کی طرف اشارہ کیا۔

"اگر کسی اور مصیبت میں پھنس گئے تو....؟" اس نے عمران کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"ابھی تک تم سے بڑی کوئی مصیبت مجھ پر نہیں پڑی۔!"

"میں مصیبت ہوں۔!"

"تم آخر میری ہی گردن میں کیوں جھول گئی تھیں وہاں اور لوگ بھی تو تھے۔!"

"جس معاملے کا مجھے ہوش نہیں تھا۔ اُس کے بارے میں کچھ نہ کہو۔!"

"بہت بہتر.... آگے بڑھو.... !" اُس نے اُسے پگڈنڈی کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

مرسیانا کے انداز سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے طوعاً و کرہاً چل پڑی ہو۔

"پتا نہیں اب کہاں جا پھنسیں.... !" وہ کچھ دیر بعد بولی۔

"میرا خیال ہے کہ اب زیادہ عقلمند بننے کی ضرورت نہیں۔!"

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ مجھے یہ دن ہمیشہ یاد رہیں گے۔!"

"یعنی ابھی تمہیں امید ہے کہ تم نیوزی لینڈ واپس پہنچ جاؤ گی۔!"

"خدا جانے۔!"

"بس ہوشیاری سے چلتی رہو۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم بھی پُر امید ہو۔!"

"مشینیں پُر امید ہونا نہیں جانتیں۔ وہ یا تو چلتی ہیں یا چپ چاپ کھڑی رہتی ہیں۔!"

"تمہارے پاس الفاظ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔!"

"مشینیں بے آواز نہیں چلتیں۔!"

"تم واقعی پاگل معلوم ہوتے ہو۔!"

"معلوم ہونا اور بات ہے اور ہونا اور بات۔ میں صرف اول درجے کا بیوقوف ہوں۔!"

"میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ خود کو بیوقوف کہنے والے بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔!"

"اُن بزرگوں کے زمانے میں ہوتے ہوں گے۔ آج کل کے بیوقوف خالص بیوقوف ہوتے ہیں۔!"

"پگڈنڈی کی دونوں جانب ایک یا ڈیڑھ فٹ اونچی روئیدگی کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان ناریل کے درختوں کے علاوہ اور کوئی درخت ابھی تک نہیں دکھائی دیا تھا۔ وہ چلتے رہے۔ پگڈنڈی اتنی کشادہ نہیں تھی کہ برابر سے چل سکتے مرسیانا آگے تھی۔

"آخر کب تک اور کہاں تک چلیں گے۔" وہ رک کر عمران کی طرف مڑتی ہوئی بولی اور عمران اُس سے ایک فٹ کے فاصلے پر رک گیا۔ اُس کی آنکھوں میں فکر مندی کے آثار پائے جاتے تھے۔

"مم... میں...!" وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"یہ خواب نہیں معلوم ہوتا۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا مطلب...؟"

"شروع ہی سے سوچتا رہا ہوں کہ کسی مرحلے پر بوکھلا کر آنکھ کھل جائے گی... لل لیکن اب یہ خواب نہیں معلوم ہوتا۔!"

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اچانک عمران پر مسرت لہجے میں بولا۔ "وہ دیکھو... ادھر...!"

اور پھر مرسیانا ادھر مڑی ہی تھی کہ بے اختیار چیخ پڑی۔ بائیں جانب تھوڑے ہی فاصلے پر عجیب الخلقت آدمی ہاتھوں میں وزنی موگریاں لئے کھڑے تھے۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے

بھی ناریل کے درختوں ہی کی طرح زمین سے اُگ آئے ہوں۔

مرسیانا دوسری چیخ کے ساتھ ہی عمران سے لپٹ گئی تھی۔

"مجھے تو یہ ماقبل تاریخ کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ بالکل گوریلوں کی طرح کمریں جھکائے کھڑے ہیں۔!" عمران آہستہ سے بولا۔

"بھاگو...!" مرسیانا نے اُسے جھنجھوڑ کر کہا۔ "وہ اسی طرف آرہے ہیں۔!"

"آنے دو... میں انہیں قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر آدم خور بھی ہوئے تو تمہاری اچھی قیمت ادا کریں گے۔!"

"خدا کے لئے بھاگو...!" وہ گھگھیائی۔

لیکن عمران پر اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر وہ اسے دھکا دے کر خود اُسی جانب بھاگ کھڑی ہوئی جدھر سے آئی تھی۔

شائد عمران اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ لڑکھڑا کر دائیں جانب جا گرا اور پھر اُس نے دیکھا کہ وہ دونوں اُس کی طرف توجہ دینے کی بجائے مرسیانا کے پیچھے دوڑے جارہے ہیں۔ عمران اٹھ کر اُن کے پیچھے دوڑنے لگا۔ پھر اُس نے محسوس کیا کہ وہ دونوں زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتے تھے ویسے بھی وہ خاصے بھاری بھرکم تھے۔ عمران ذرا ہی سی دیر میں اُن کے قریب پہنچ گیا۔ مرسیانا اُن سے بہت دور دوڑی جارہی تھی۔

عمران نے پیچھے والے کی ٹانگوں میں اپنی ٹانگ الجھائی ہی تھی کہ وہ دھڑام سے اوندھے منہ نیچے جا پڑا۔ اس نے اُس کے اوپر سے جست لگا کر دوسرے کو بھی جالیا جو اپنے ساتھی کے حشر سے بے خبر مرسیانا کے پیچھے دوڑا جارہا تھا۔ عمران نے اُس کے ساتھ بھی وہی حرکت کی اور وہ بھی اپنے ساتھی ہی کے حال کو پہنچ گیا۔ وہ اُسے بھی پھلانگتا ہوا مرسیانا کے پیچھے دوڑنے لگا اور جلد ہی اُس تک پہنچ گیا کیونکہ وہ بہرحال اُس سے زیادہ تیز تو نہیں دوڑ سکتی تھی۔

"ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ یہ کیا بدحواسی ہے۔" اس نے کہا اور مرسیانا رک کر اُس کی طرف مڑی۔ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

"کک... کیا ہوا...!"

"وہ خاصے پیچھے رہ گئے ہیں۔"

"کک... کیسے...؟" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"مجھے نظرانداز کر کے دونوں تمہارے پیچھے دوڑ پڑے تھے۔ ٹانگیں مار مار کر انہیں گرا آیا ہوں۔"

"ساحل ہی کی طرف نکل چلو۔ پتا نہیں اور کتنے ہوں۔" مرسیانا گھگھیائی۔

اچانک عقب سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کچھ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہوں۔

دونوں چونک کر آوازوں کی سمت متوجہ ہو گئے۔ یہ آوازیں اُدھر ہی سے آ رہی تھیں جدھر سے وہ دوڑتے ہوئے آئے تھے۔ اور یہ آوازیں مردانہ تھیں اور اتنی بھاری تھیں جیسے بھینسوں نے آدمیوں کی طرح رونا شروع کر دیا ہو۔ مرسیانا حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھے جا رہی تھی۔

"مجھے تو وہی دونوں معلوم ہوتے ہیں چلو دیکھیں۔!"

"دماغ تو نہیں چل گیا.... اب میں ادھر واپس جاؤں گی۔!"

"وہ زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتے۔ بالکل گوریلوں کی طرح ٹانگیں خمیدہ کر کے چلتے ہیں۔!"

"وہ دو ہی تو نہ ہوں گے....؟"

"تو پھر تم تنہا کہاں جاؤ گی۔!"

"اس کا مطلب ہوا کہ تم میرا کہنا نہیں مانو گے۔!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہر نئی چیز کے لئے میری بے تابی بڑھ جاتی ہے۔ ماقبل تاریخ کے ان آدمیوں کو قریب سے ضرور دیکھوں گا۔!"

"اگر آدم خور ہوئے تو....؟"

"تب تو یہ بھی دیکھ سکوں گا کہ وہ آدمی کا گوشت کس طرح کھاتے ہیں۔!"

"خدا کے لئے نیچے چلو.... میں تمہیں ایک خاص بات بتاؤں گی۔ مم.... میں تصور [illegible] نہیں کر سکتی تھی۔!"

"کیا مطلب.... کون سی خاص بات....!" عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"نیچے چلو....!" وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر نشیب کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔

"بھوک کے مارے میرا دم نکل رہا ہے۔!"

"میری بھوک مر گئی ہے۔ پہلے میری بات سن لو....!"

"چلو....!" عمران مردہ سی آواز میں بولا اور اُس کے ساتھ گویا گھسٹنے لگا۔ اس طرح وہ ساحل تک آگئے اور مرسیانا ایک جگہ بیٹھ گئی۔ عمران کھڑا اُسے مستفسرانہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

"میں نیوزی لینڈ کی باشندہ نہیں ہوں۔!" وہ کچھ دیر بعد اُس سے نظر ملائے بغیر بولی۔

"یہ بات تم مجھے اوپر ہی بتا سکتی تھیں بھلا مجھے اس سے کیا سروکار کہ تم نیوزی لینڈ کی ہو یا سوازی لینڈ کی۔!"

"مطلب یہ کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھتے ہو۔!"

"میں ابھی تک کچھ سمجھا ہی نہیں ہوں۔!"

"میں تمہاری دشمن ہوں....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"وہ بھی ظاہر ہے۔!" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "ورنہ اس ویرانے میں بھی میرا دماغ کیوں چاٹ رہی ہوتیں۔!"

"تم سمجھتے کیوں نہیں۔!"

"سمجھ گیا۔!"

"کیا سمجھ گئے....؟"

"یہی کہ تم میری دشمن ہو اسی لئے مجھے بھوکا مار دینا چاہتی ہو۔!"

"اوپر تم خود کھا لئے جاتے۔!"

"بھوک اسی اسٹیج پر پہنچ گئی ہے کہ اگر کھانا نہیں ملتا تو کوئی خود مجھے ہی کھا جائے۔!"

"یہاں شائد اُن ہی لوگوں کی آبادی ہے۔!"

"اور وہ بیئر اور سگریٹ بھی پیتے ہیں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اٹھو.... ادھر آؤ.... اور یہ دیکھو....!"

عمران نے اُسے بیئر کے خالی ڈبے اور سگریٹوں کے ٹکڑے دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ بیئر اور سگریٹ ہم دونوں نے نہیں پئے تھے۔!"

"خدا جانے کیا چکر ہے لیکن میں بڑے جنجال میں پھنس گئی ہوں۔!"

"وہ تو ظاہر ہے۔!"

"آخر تم خود کو سمجھتے کیا ہو....؟" وہ پھر جھنجھلا گئی۔

"تم نے ابھی تک سمجھانے کی کوشش ہی نہیں کی۔!"

"میں دعویٰ کر کے آئی تھی کہ تم سے تصویر کا نگیٹو حاصل کر لوں گی اور اپنے طور پر کام کر رہی تھی۔!"

"تم دعویٰ کر کے کہاں سے آئی تھی۔!"

"تمہارے ہی شہر سے۔!"

"اچھا تو پھر....!"

"اسی لئے تمہاری گردن میں جھول گئی تھی۔!"

"تو وہ سب کچھ محض ڈرامہ تھا۔!"

"یہی سمجھ لو....!"

"اب کچھ سمجھنے یا نہ سمجھنے سے کیا فائدہ....!"

"پھر بھی میں تمہیں سب کچھ بتا دینا چاہتی ہوں۔!"

"جتنی جلد ممکن ہو بتا دو....!"

"شائد تم یقین نہ کرو....!"

"تم اس کی پرواہ مت کرو....!"

"میں نہیں جانتی کہ یہ سیاہ فام لوگ کون ہیں جنہوں نے ہمیں پکڑا تھا۔!"

"بات وہاں سے شروع ہونی چاہئے جہاں ہم کافی پی کر بے ہوش ہوئے تھے۔!" عمران نے کہا۔

"چلو یونہی سہی.... کافی میں بے ہوشی کی دوا میں نے ڈالی تھی اور پوز کیا تھا کہ مجھ پر بھی بے ہوشی طاری ہو رہی ہے۔!"

"ہاں.... میں نے دیکھا تھا پہلے تم ہی بے ہوش ہوئی تھیں اور میں تمہاری خبر لینے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ خود بھی گر پڑا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔!"

"بہر حال میں بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ بے ہوشی پوز کی تھی۔ ساتھیوں کو پہلے ہی سے علم تھا کہ ایسا ہونا ہے۔ تمہارے بے ہوش ہو جانے کے بعد میں نے انہیں فون پر اطلاع دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک سیاہ فام آدمی آیا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بے ہوشی ہی کی حالت میں اس نے تم پر ایک بوڑھے آدمی کا میک اپ کیا۔ پھر ایک ڈاکٹر دو آدمیوں سمیت وہاں پہنچا۔ تم اسٹریچر پر ڈالے گئے اور ہم سب کمرے سے نکل کر ایک ایمبولینس گاڑی تک آئے۔ تمہارا اسٹریچر اس پر رکھ دیا گیا۔ مجھ سے بھی اسی گاڑی میں بیٹھنے کو کہا گیا تھا۔ گاڑی روانہ ہو گئی اور تھوڑی دور چلنے کے بعد دو آدمیوں نے مجھے بے دست و پا کر دیا اور تیسرا کوئی سیال میرے بازو میں انجکٹ کرنے لگا۔ میں بوکھلا گئی اور بے ہوش ہونے سے قبل مجھے احساس ہو گیا کہ میرے ساتھیوں کی بجائے کسی اور نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا ہے۔!"

"تمہیں تو اسی وقت ہوشیار ہو جانا چاہئے تھا جب ایک سیاہ فام آدمی تمہارے کمرے میں داخل ہوا تھا۔!" عمران نے کہا۔

"اوہ لیکن اس نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ وہ بھی ہمی لوگوں سے متعلق ہے۔ اجنبی چہرہ دیکھ کر مجھے شک و شبہے میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔!"

"خیر تو پھر کیا ہوا....!"

"پھر جو کچھ بھی ہوا اس سے تم واقف ہی ہو۔ بس اتنا ہے کہ میں تم سے پہلے ہوش میں آئی تھی اور پھر تمہیں بھی جگانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ بہر حال میں قطعی نہیں جانتی کہ یہ سیاہ فام لوگ کون ہیں۔!"

"ہو سکتا ہے تمہارے ایسے ساتھی ہوں جنہیں تم نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو۔!"

"ناممکن! اگر میرے ساتھی ہوتے تو مجھے کیوں بے ہوش کرتے۔!"

"اگر تم سچ بول رہی ہو تو ایسا ہی ہوگا۔!"

"لیکن ٹھہرو....!" وہ کچھ سوچتی ہوئی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "تم نے ٹی وی پر وہ فلم دیکھی تھی جس میں چند ہپیوں نے باؤل دے سوف والی پینٹنگ آگ میں جھونک دی تھی۔!"

"ہاں مجھے یاد ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں بھی ان ہپیوں میں شامل تھی۔!"

"تم....!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی اور وہ اسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔

"ہاں اور وہ پینٹنگ میری موجودگی ہی میں جل کر بھسم ہو گئی تھی لیکن میں قطعی نہیں جانتی کہ اس واقعے کی تصویر کشی کب ہوئی اور کس نے کی۔!"

"بڑی عجیب کہانی سنائی ہے تم نے لیکن ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تم لوگ خود کیا بلا ہو؟"

"دیکھو میں شروع سے بتاتی ہوں۔!" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "ہپیوں کے ایک ٹولے سمیت تمہارے پڑوسی ملک میں آئی تھی۔ وہاں پولیس نے ہمارا تعاقب شروع کر دیا اور ہم غیر قانونی طور پر تمہارے ملک میں داخل ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ میں تنہا رہ گئی تھی۔ تمہارے ملک میں ایک آئرش وان بروف نامی سے ملاقات ہوئی اور وہ میری کفالت کرنے لگا۔ یہ بھی ہپی ہی ہے اور ہپیوں کا ایک گروہ اس کے گرد جمع رہتا ہے۔ ان میں عورتیں بھی ہیں اور وان بروف انہیں اس بات کی ٹریننگ دیتا ہے کہ وہ کس طرح سرکاری افسروں سے مراسم بڑھا کر ان سے سرکاری راز حاصل کریں۔ لیکن تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس تمہاری تصویر موجود ہے۔!"

"اچھا....!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "تب تو میں بڑا خوش نصیب ہوں۔!"

"پوری بات سنو....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"سس سناؤ....!" عمران ہکلا کر رہ گیا۔

"خواہ مخواہ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے متعلق سب کچھ جانتی ہوں اور تمہاری تصویر ہمارے پاس اس لئے موجود رہتی ہے کہ ہم تمہیں پہچان کر تم سے دور ہی رہیں۔!"

"افسوس صد افسوس.... دور رہنے کے لئے تصویر رکھ چھوڑی ہے میری....!"

"ہمیں بتایا گیا تھا کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو۔ بہر حال وان بروف نے بادل والی پینٹنگ میک ہاور کے پاس سے اڑائی تھی.... اور اُسے آگ میں جھونک دیا تھا۔ پھر ہمیں اطلاع دی تھی کہ تمہارے پاس اس پینٹنگ کے فوٹو گراف اور نگیٹو بھی ہیں انہیں بھی کسی طرح حاصل کر کے ضائع کر دینا چاہئے۔ میں نے فوٹو گراف اور نگیٹو حاصل کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا اور اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گئی تھی۔ یہ ہے میری کہانی اور اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔!"

"تم لوگوں نے وہ پینٹنگ ضائع کیوں کر دی۔!"

"میں نہیں جانتی اس کا علم شائد وان بروف کو ہو گا۔!"

"تو تم یہ بھی نہیں جانتیں کہ اس پینٹنگ کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی تھی۔!"

"یقیناً.... میں یہ نہیں جانتی۔!"

"بے حد عجیب کہانی سنائی ہے تم نے.... لیکن تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ وحشی لوگ تمہارے ہی گروہ سے تعلق نہیں رکھتے۔!"

"سامنے کی بات ہے۔ اگر میرے گروہ سے متعلق ہوتے تو میں اس حال کو کیوں پہنچتی۔!"

"بہت نادان ہو.... ایسے گروہوں کے افراد محض آلہ کار ہوتے ہیں۔ اگر تم مر بھی جاؤ تو ان کے کاز کو کیا نقصان پہنچے گا۔!"

"کچھ بھی نہیں۔!" وہ چونک کر بولی اور خوف زدہ آنکھوں سے اُسے دیکھنے لگی۔

"لہٰذا یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بھی تمہارے گروہ سے متعلق نہیں ہیں۔ خیر تم مجھے وان بروف کے بارے میں بتاؤ۔!"

"وہ ساجد پیٹرسن انٹر پرائزز کا جنرل منیجر ہے۔!"

"آئرش ہے۔!"

"ہاں.... اُس نے مجھے یہی بتایا تھا۔!"

"وہ خود کس ملک کے لئے کام کر رہا ہے۔!"

"یہ بھی شائد ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔!"

"تمہارے گروہ میں کتنے افراد شامل ہیں۔!"

"غالباً بیس یا بائیس....!"

"سوال یہ ہے کہ تم نے مجھے یہ کہانی سنائی ہی کیوں....؟"

"میں بہت خوف زدہ ہوں۔ صحیح معنوں میں تمہاری ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ خود مجھے ایسے حالات سے گزرنا پڑے گا۔!"

"تم نے اب تک کتنے سرکاری افسروں سے رابطہ قائم کیا ہے۔!"

"کسی سے بھی نہیں.... وان بروف خود ہی کسی کو کسی کے پیچھے لگاتا ہے۔!"

"تو تم ابھی اناڑی ہو۔!"

"خدا جانے میں کیا ہوں اور کیا نہیں ہوں....؟"

"خیر.... تو اب تیار ہو جاؤ۔ ہم پھر اوپر چل رہے ہیں۔!"

"پھر وہی.... میں کہتی ہوں آخر تم سمجھتے کیوں نہیں۔ پتا نہیں یہ لوگ کون ہیں۔!"

"وہی لوگ ہمیں یہاں لائے ہیں اور کسی مقصد کے تحت لائے ہیں لہٰذا ہمیں خود ہی دیکھنا چاہئے کہ مقصد کیا ہے۔ تاکہ ہم بے خبری میں سچ مچ ہی نہ مارے جائیں۔!"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ ان خطرناک وحشیوں کی تعداد صرف دو ہی ہو گی....؟"

"یہاں بیٹھے بیٹھے تو کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔!"

"ہم صرف اس لئے بچ گئے کہ وہ تیز نہیں دوڑ سکتے۔!"

"دراصل مجھے اُن پر ترس آرہا ہے۔ اپنی ناکامی پر کس بُری طرح رو رہے تھے بیچارے۔!"

"ہو سکتا ہے ہماری ہی طرح وہ بھی بھوکے ہوں۔!" مرسیانا جل کر بولی۔

"اسی لئے تو کہتا ہوں کہ کسی کی بھی تو بھوک مٹے.... چلو اٹھو....!"

"میں تو ہرگز نہیں جاؤں گی۔ بھوکی مر جاؤں گی لیکن آدم خوروں کا نوالہ نہیں بنوں گی۔!"

"ہو سکتا ہے وہ سبزی خور ہوں.... اور انہیں محض کمپنی کی تلاش ہو۔!"

"تم جھک مارو جا کر میں نہیں جاؤں گی۔!"

"اور اگر یہاں آسمان سے کوئی نازل ہو گیا تو....؟"

"میں اب کچھ نہیں بولوں گی۔!"

دفعتاً عمران نے ہاتھ اٹھا کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کسی آواز کی طرف کان لگا دیئے۔

"کوئی موٹر بوٹ معلوم ہوتی ہے۔!" وہ آہستہ سے بولا۔

"کہاں....؟" وہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "میں نے تو آواز نہیں سنی۔!"

"ابھی دور ہے....!" عمران نے کہا اور چاروں طرف نظر دوڑانے لگا۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا بولا۔ "یہاں تو ہم دیکھ لئے جائیں گے۔!"

"میں اوپر نہیں جاؤں گی۔!"

"دیکھو پچھتاؤ گی۔ اگر خود انہی لوگوں نے ہمیں گھیر گھار کر آدم خوروں کے حوالے کر دیا تو ہم کہیں چھپ بھی سکیں گے۔ یہاں اس چٹیل میدان میں دور سے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔!"

وہ طوعاً و کرہاً اس کے ساتھ گھسٹنے لگی۔

عمران مڑ مڑ کر دیکھے بھی جا رہا تھا لیکن موٹر بوٹ ابھی تک نہیں دکھائی دی تھی۔ البتہ ساحل کے پرسکون ہونے کی وجہ سے اب مرسیانا نے بھی اُس کی آواز سن لی تھی۔ وہ چڑھائی تک پہنچ گئے اور اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

"اُوہ.... ٹھہرو.... ادھر چلو....!" عمران بائیں جانب مڑتا ہوا بولا۔

یہاں کسی غار کا چھوٹا سا دہانہ نظر آیا تھا۔ دوسری طرف ایک چھوٹی سی چٹان سر اٹھائے کھڑی تھی۔ جس کی اوٹ میں آ جانے کے بعد وہ ساحل سے نہیں دیکھے جا سکتے تھے۔

غار میں اُترنا مخدوش بھی ہو سکتا تھا لیکن اس چٹان کی اوٹ لے کر سینے کے بل لیٹ جاتے تو چڑھائی پر آنے والوں کی نظریں بھی نہ پڑ سکتیں۔

"چلو.... ادھر لیٹ جاؤ۔!" عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

"کک.... کیا مصیبت ہے۔ اگر اوپر سے وہ دونوں آ گئے تو....!" وہ منمنائی۔

"یہ سب دیکھنا میرا کام ہے.... تم فکر نہ کرو۔!"

اب موٹر بوٹ کے انجن کا شور واضح طور پر سنائی دے رہا تھا۔ لیکن وہ ایسی پوزیشن میں تھے کہ ساحل کی طرف نہیں دیکھ سکتے تھے۔ پھر انجن کا شور تھم گیا۔ گویا بوٹ لنگر انداز ہو چکی تھی۔

"اسی طرح چپ چاپ پڑی رہو۔!" عمران آہستہ سے بولا۔ "سر بھی نہ اٹھانا۔!"

وہ بھی اُس کے قریب ہی زمین پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔

"اوپر کا بھی دھیان رکھنا....!" وہ خوف زدہ آواز میں بولی۔

"میں ہوشیار ہوں۔!"

پھر وہ دم سادھے پڑے رہے تھے اور کچھ دیر بعد انہوں نے چڑھائی پر قدموں کی آہٹ سنی تھی۔ عمران کے اندازے کے مطابق وہ دو افراد کے پیروں کی چاپ تھی اور پھر جب وہ اسی قد

اونچائی پر پہنچ گئے تو اس نے انہیں بھی دیکھ لیا۔ انہوں نے اپنے کاندھوں پر وزنی تھیلے لاد رکھے تھے۔ وزن کا احساس ان کی چال سے ہوتا تھا۔ دونوں سیاہ فام تھے لیکن وہ سنگی گرز برداروں کی طرح ماقبل تاریخ کے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ کیونکہ ان کے جسموں پر جدید ترین ملبوسات تھے۔

دفعتاً عمران کو نئی سوجھی۔ ہاتھ بڑھا کر مرسیانا کا شانہ دبوچ لیا۔ وہ سسکاری لے کر پلٹی لیکن کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھلے کے کھلے رہ گئے اور آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ عمران نے شانے کی وہ مخصوص رگ دبائی تھی جس پر دباؤ پڑنے سے حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ پھر اُس نے اُسے بحالت بے ہوشی اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور انہی دونوں کے پیچھے پیچھے چڑھائی پر چلنے لگا۔ وہ ایسی پوزیشن میں نہیں تھے کہ مڑ کر اس کی طرف دیکھ سکتے۔ لیکن اُس کے پیروں کی چاپ سن کر کسی قدر ٹھٹکے ضرور تھے۔ ادھر عمران کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بھی انہی کا ساتھی ہو۔

اوپر پہنچ کر دونوں اُس کی جانب مڑے اور پھر حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ عمران بھی احمقوں کی طرح اُن کی شکلیں تکتا رہا۔ لیکن وہ اُس سے کچھ کہے بغیر اُسی پگڈنڈی پر مڑ گئے جس پر سے عمران کچھ دیر قبل گزرا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہی دونوں گرز بردار وحشی پھر دکھائی دیئے۔ ہم سفر سیاہ فاموں نے بھی انہیں دیکھا لیکن بدستور چلتے رہے۔ عمران کنکھیوں سے انہیں دیکھے جا رہا تھا۔ اس بار وہ دونوں ان کی طرف بڑھے نہیں تھے۔ جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے۔

دونوں سیاہ فام خاموشی سے چل رہے تھے اور عمران نے بھی ابھی تک انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ڈھلان شروع ہو گئی۔ یہ ایک عجیب سی پیالہ نما وادی تھی۔ اونچے درختوں میں صرف ناریل کے درخت چاروں طرف بکھرے نظر آ رہے تھے۔ دوسری روئیدگی دو ڈھائی فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ وہ نشیب میں اُترتے رہے۔ پھر اچانک عمران نے محسوس کیا کہ مرسیانا ہوش میں آ رہی ہے۔

"ارے.... ارے.... یہ کیا۔!" اس نے اُسے بڑبڑاتے سنا۔ لیکن خود خاموشی سے چلتا رہا۔

"ارے.... ارے.... اتارو مجھے۔!" وہ مچلنے لگی۔

"دونوں منہ کے بل گریں گے اور لڑھکتے چلے جائیں گے۔!" عمران نے کہا۔

"میں کہتی ہوں اتارو....!"

"اس کے لئے رکنا پڑے گا۔ رکے اور گرے۔ پتا نہیں کس طرح سنبھال رکھا ہے تمہیں۔!"

"تت.... تم نے.... میرا شانہ دبایا تھا۔!"

"بے ہوش کرنے کے لئے تاکہ تمہاری نقل وحمل میں دشواری پیش نہ آئے۔!"

"تو تم مجھے کہاں لے جارہے ہو....؟"

"آدم خوروں کے درمیان۔!"

دفعتاً وہ بُری طرح چیخنے لگی۔ "چھوڑو مجھے چھوڑو مجھے۔!"

ساتھ ہی مچل بھی رہی تھی۔ آگے چلنے والے دونوں سیاہ فام رک گئے۔ یہاں کسی قدر ہموار زمین تھی اور وہ قدم جما سکتے تھے۔ عمران بھی رک گیا اور مرسیانا کو کاندھے ہی پر سنبھالے رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"یہ کیا ہے.... مسٹر....!" اُن میں سے ایک نے عمران سے سوال کیا۔

"تمہارے شانوں پر کیا ہے....؟" عمران نے بھی سوال ہی جڑ دیا۔

"یہ کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔!"

"یہ بھی میرے کھانے پینے کی چیز ہے۔!" عمران بولا۔

"تم اسے زبردستی کہیں سے اٹھالائے ہو۔!" دوسرے سیاہ فام نے پوچھا۔

"سیدھی طرح کون آتی ہے۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"تم نے غلطی کی ہے۔ ہم یہاں کسی عورت کا وجود برداشت نہیں کرسکتے۔!"

"کیا تم لوگ آسمان سے ٹپکے ہو....؟"

"کیا مطلب....؟"

"مطلب صاف ہے۔!"

"نہیں ہم مطلب ضرور پوچھیں گے۔!" ایک نے کہا اور اپنے شانے کا بوجھ اُتار پھینک دیا۔ دوسرے نے بھی اُس کی تقلید کی۔!

"لیکن میں اپنا بوجھ نہیں اُتار سکتا۔!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں....؟"

"بھاگ جائے گی۔!"

"اے مسٹر.... تم وہی کرو گے جو ہم کہیں گے۔!" ایک سیاہ فام نتھنے پھلا کر بولا۔

"کہہ کر دیکھو....!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"اسے اتارو....!"

مرسیانا نے بھی اب دم سادھ لیا تھا۔

"کیا میں تمہیں اُتار دوں....؟" عمران نے مرسیانا کی پشت پر زور سے ہاتھ مار کر پوچھا۔

"ن.... نہیں....!" وہ بوکھلا کر بولی۔ اُترنے کے لئے وہ اُسی وقت تک ہاتھ پیر مارتی رہی تھی جب تک اُن دونوں کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔

عمران اُن دونوں کو گھورتا ہوا بولا۔ "سن لیا تم نے۔!"

"ہم خود پوچھیں گے۔!" ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔

"لیکن نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے۔!"

"کیا مطلب....؟" وہ رک گیا۔

"منہ نوچ لیتی ہے۔!"

"تم کیوں محفوظ ہو....؟"

"آج تک کسی سوار نے گھوڑے کا منہ نوچا ہو تو بتاؤ۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"میں اس کا گھوڑا ہوں.... کبھی پیدل نہیں چلتی۔!"

"اوہ.... میں سمجھا تھا شائد زبردستی کہیں سے اٹھالائے ہو۔!"

"اور پھر ہمیں کیا پڑی ہے کہ دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کرتے پھریں۔!" دوسرا بولا۔ "چلو اٹھاؤ اپنا تھیلا۔!"

"ذرا ٹھہرو....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "گھوڑا اور سوار دونوں بہت بھوکے ہیں۔ تم نے کہا تھا کہ ان تھیلوں میں کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔!"

"تم نے بھی تو کہا تھا کہ تمہارے کھانے کی چیز تمہارے کاندھے پر لدی ہوئی ہے۔!"

"لیکن اتفاق سے اس چیز کو بھی بھوک لگتی ہے۔!"

"پھر بھی ہمیں افسوس ہے کہ ہم تمہیں اس میں سے کچھ بھی نہیں دے سکیں گے۔ ویسے اگر تم چاہو تو ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔ جس کی یہ چیزیں ہیں اُسی سے مانگ لینا۔!"

"چلو میں تیار ہوں....!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔

"نہیں.... نہیں.... میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔!" مرسیانا نے کہا۔

"تو پھر گھوڑا گھاس کھائے گا اور تم صبر کرنا۔!"

"خداوندا کس جنجال میں پڑ گئی ہوں۔!" وہ منمنائی۔

"دونوں سیاہ فام اپنے اپنے تھیلے کاندھے پر ڈال کر آگے بڑھ گئے تھے۔

"نہیں ان کے پیچھے نہ چلو۔!" مرسیانا نے پھر ہاتھ پیر مارے۔

"اچھا تو پھر اترو میرے کاندھے سے۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ بھی ناممکن ہے کیونکہ بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔!"

"ارے تو کیا واقعی میں تمہارا گھوڑا ہوں۔!"

"تم جانو..... میں نے تو نہیں کہا تھا۔!"

"سنو اگر تم تھوڑی سی مدد کرو تو ان سے تھیلے چھینے لیتے ہیں۔!"

"ک ک..... کیا مطلب.....!"

"انہیں آواز دے کر روکو اور باتوں میں لگالو۔!"

"اسی طرح آواز دوں.....!"

"نہیں ٹھہرو..... میں تمہیں اتارے دیتا ہوں۔ تم بچاؤ بچاؤ چیختی ہوئی ان کی طرف دوڑ لگاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔!" وہ کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ بولی۔ "لیکن اگر وہ دونوں آدم خور کی طرف سے نمودار ہو گئے تو۔!"

"تم اس کی فکر نہ کرو..... میں تمہارے پیچھے رہوں گا۔!" عمران نے کہتے ہوئے اُسے کاندھے سے اتار دیا اور وہ "بچاؤ بچاؤ" چلاتی ہوئی دونوں کالوں کے پیچھے دوڑی۔ لیکن انہوں نے رک کر اس کی طرف مڑنے کی بجائے خود بھی دوڑنا شروع کر دیا اور وہ بھی اس کی طرح "بچاؤ بچاؤ" کی ہانک لگا رہے تھے۔ وہ جھلا کر رک گئی اور مڑ کر عمران کو اسی طرح گھورنے لگی جیسے کچا ہی چبا جائے گی۔

عمران ہکا بکا کھڑا تھا۔ ایسا ہی لگتا تھا جیسے کوئی سر بازار چپت رسید کر کے بھاگ گیا ہو۔

"اب بتاؤ" وہ دانت پیس کر بولی۔

"مجھ سے بھی زیادہ احمق معلوم ہوتے ہیں۔!" عمران بے بسی سے بولا۔

دونوں کالے اب بھی اسی طرح چیختے ہوئے دوڑے جا رہے تھے۔ عمران نے مرسیانا کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"ہرگز نہیں۔!" وہ سر جھٹک کر بولی۔ "پیدل نہیں چلوں گی۔!"

"کیا.....؟" عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"گھوڑے کی عادی ہو گئی ہوں۔!"

"ہنہنانا شروع کر دوں گا۔!"

"کچھ بھی کرو..... میں پیدل ہرگز نہیں چلوں گی۔!"

"یہ بات ہے۔!" عمران نے آنکھیں نکالیں اور اُسے ایک طرف ہٹا کر خود بھی کالوں ہی کی طرح "بچاؤ بچاؤ" کی ہانک بھی لگاتا ہوا بھاگ نکلا۔

مرسیانا "ارے ارے" کہتی ہوئی اس کے پیچھے دوڑی۔

"ٹھہرو..... ٹھہرو..... سنو میں خوف زدہ ہوں..... خدا کے لئے..... میں مذاق کر رہی تھی۔ ٹھہر جاؤ۔!" وہ گرتی پڑتی اُس کے پیچھے دوڑتی رہی۔

عمران بالآخر رک گیا اور اس کے قریب پہنچ کر ہانپتی ہوئی بولی۔ "تم درندے ہو۔!"

"عورتیں آج تک میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ اگر میں تمہیں اپنے کاندھے سے اتار دوں تو تم مجھے درندہ کہو گی۔!"

"کیا میں نے تم سے کہا تھا مجھے اپنے کاندھے پر لاد لو۔!"

"چلو میں نے معاف کیا۔ اب شرافت سے پیدل چلتی رہو۔!"

"کب تک اور کہاں تک.....؟"

"ظاہر ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔!"

"یہ کالے آدمی تو بالکل ہی سمجھ میں نہیں آئے۔!" مرسیانا نے کہا اور عمران کچھ کہے بغیر پھر چلنے لگا۔ دونوں کالے آدمی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔

پگڈنڈی سیدھی نہیں تھی بلکہ نشیب میں کسی قدر پُر پیچ ہو گئی تھی۔ دونوں سیاہ فام کبھی کسی موڑ پر گم ہو جاتے اور کبھی دکھائی دینے لگتے۔ ویسے وہ اب دوڑ نہیں رہے تھے لیکن رفتار خاصی تیز تھی۔

وہ پیالہ نما وادی کی تہہ سے قریب ہوتے رہے اور انہیں سبزے کے درمیان کہیں کہیں جھونپڑے بھی دکھائی دے جاتے تھے۔

"کہیں یہ جگہ ہمارے لئے قید خانہ ہی نہ ثابت ہو۔!" مرسیانا تھوڑی دیر بعد بولی۔

"کچھ بھی ہو..... اب تو پھنس ہی گئے ہیں۔!" عمران نے طویل سانس لے کر کہا اور اپنی رفتار کی قدر تیز کر دی۔ اُسی کی مناسبت سے مرسیانا نے بھی قدم بڑھائے تھے وہ اپنے اور اُس کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں رکھنا چاہتی تھی۔

وادی میں پہنچ کر عمران رک گیا۔ اُن دونوں سیاہ فاموں کا کہیں پتا نہیں تھا۔

"وہ کہاں غائب ہو گئے۔!" مرسیانا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"اوہ..... ہاں خیر دیکھا جائے گا۔ تم وہ جھونپڑا دیکھ رہی ہو۔!"

"دیکھ رہی ہوں۔ ویران معلوم ہوتا ہے۔!"

"بس تو اُسی سے ابتدا کرتے ہیں۔!" عمران بولا۔

"کیا کرو گے....؟"

"گھس چلیں....!"

"اور مارے جائیں....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"بھوکوں مرنے سے بہتر ہوگا۔!"

"اگر ان جھونپڑوں میں وہی آدم خور ہوئے تو....؟"

"آدم خور اتنے نفیس جھونپڑے نہیں بنا سکتے۔ ذرا دیکھو کتنی خوب صورتی سے ناریل کے تنوں کو جوڑ جوڑ کر دیواریں بنائی گئی ہیں۔!"

"میرا دل نہیں چاہتا کہ اس جھونپڑے میں قدم رکھوں۔!"

ٹھیک اسی وقت دونوں کالے اُس جھونپڑے سے برآمد ہو کر اُن کے سامنے آکھڑے ہوئے۔

"کیا خبر ہے....؟" عمران نے اُن سے سوال کیا۔

"کیسی خبر....؟" الٹا سوال کیا گیا۔

"مطلب یہ کہ اس جھونپڑے میں کون ہے....؟"

"کوئی بھی نہیں....!" ایک نے جواب دیا۔

"وہ سامان کہاں ہے جو تم اٹھائے ہوئے تھے....؟"

"جھونپڑے میں....!"

"کس کے لئے ہے........؟"

"ہم نہیں جانتے.... جب بھی آتے ہیں سامان یہیں چھوڑ جاتے ہیں۔!"

"کہاں سے آتے ہو....؟"

"گھر سے۔!"

"گھر کہاں ہے....؟"

"اس کے گھر کے قریب....!" اُس نے دوسرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اس کا گھر کہاں ہے....؟"

"میرے گھر کے قریب....!"

"تم دونوں کے گھر کہاں ہیں....؟"

"آس پاس....!"

"اچھی بات ہے۔!" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "اب جلدی سے اپنے گھر واپس جاؤ۔!"

"بہت اچھا....!" کہہ کر اُس نے چڑھائی کی طرف دوڑ لگائی اور دوسرا بھی اس کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگا۔

"کیا یہ دونوں پاگل ہی ہیں۔!"

"پہلے اُن کے بیان کی تصدیق کر لو.... پھر کوئی رائے قائم کرنا۔!" عمران نے جھونپڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیا کر رہے ہو.... ٹھہرو....!" مرسیانا نے اُس کا بازو پکڑ کر روکنے کی کوشش کی لیکن وہ ہاتھ جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

مرسیانا اُسے جھونپڑے میں داخل ہوتے دیکھتی رہی لیکن خود اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران پھر باہر آیا اور ہاتھ ہلا کر بولا۔ "آجاؤ.... وہ غلط نہیں کہہ رہے تھے۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔!"

وہ ہچکچاہٹ کے ساتھ آگے بڑھی اور جھونپڑے میں داخل ہوگئی۔ پہلے ہی جس چیز پر نظر پڑی وہ ایک بڑی میز تھی اور اس پر وہ سارا سامان بکھرا پڑا تھا جو اُن کے ہم سفر سیاہ فام لائے تھے۔ خوراک کے سربند ڈبوں.... شراب کی بوتلوں اور روز مرہ کے استعمال کی دوسری اشیاء پر مشتمل یہ سامان جن تھیلیوں میں لایا گیا تھا وہ بھی فرش پر پڑے نظر آئے۔

"ارے کوئی اور بھی ہے یہاں....!" عمران نے اونچی آواز میں پوچھا لیکن کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ جھونپڑا کئی کمروں پر مشتمل معلوم ہوتا تھا۔

پھر عمران نے جھپٹ کر وہ لفافہ اٹھایا جو اسی کے میز کے ایک گوشے پر رکھا ہوا تھا۔ مرسیانا بھی آگے بڑھ آئی اور لفافے پر جھکتی ہوئی بولی۔ "اوہو.... اس پر تو تمہارا ہی نام تحریر ہے۔!"

"ہے تو....!" عمران نے پر تشویش لہجے میں کہتے ہوئے لفافہ چاک کیا۔ اس سے برآمد ہونے والے پرچے پر تحریر تھا۔

"تم دونوں اس خوف ناک جزیرے میں بظاہر تنہا ہو لیکن اس پر خوش ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم بھی نہیں جانتے کہ یہ آدم خور کہاں سے آتے ہیں اور کہاں غائب ہو جاتے ہیں۔ انہی کی وجہ سے ہم نے جزیرہ خالی کر دیا ہے۔ سارے جھونپڑے ویران ہیں۔!"

مرسیانا نے بھی یہ تحریر دیکھی اور جھپٹ کر جھونپڑے کا دروازہ بند کر دیا۔

عمران شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "عقلمند لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"انہوں نے سوچا ہوگا کہ آدم خوروں کا نوالہ بننے سے پہلے کہیں ہم دبلے نہ ہو جائیں۔ اس لئے کھانے پینے کا سامان بھی بھجوادیا ہے۔ لہٰذا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہمارے ہمدرد ہیں یا آدم خوروں کے۔!"

"کہاں کی بات نکال بیٹھے ہو۔!" وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔ "نگیٹوان کے حوالے کر کے پیچھا چھڑاؤ۔!"

"میرا خیال ہے کہ تم اب بھی اُن ہی کی نوکری میں ہو۔!"

"نہیں یہ وان بروف کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔ ہرگز نہیں۔ میک ہاور بھی تو ہم میں سے نہیں تھا۔!"

"سب جائیں جہنم میں۔!" عمران سر جھٹک کر بولا۔ "یہاں کچن بھی ضرور ہوگا... آؤ دیکھیں۔!"

"جھونپڑا تین کمروں.... ایک کچن اور ایک باتھ روم پر مشتمل تھا۔ کچن میں کیروسین کے چولہے تھے جن میں ایندھن بھی موجود تھا۔

"میں بینز اور بیف کے ڈبے اٹھائے لاتا ہوں۔!" عمران نے کہا اور مرسیانا کو کچن ہی میں چھوڑ کر بڑے کمرے میں واپس آگیا۔

ایکس ٹو کی پوری ٹیم حرکت میں آگئی تھی اور بلیک زیرو نے فیلڈ ورکرز کو ہدایت کردی تھی کہ وہ فی الحال سائیکو مینشن سے دور رہیں.... اور اپنی قیام گاہوں تک محدود رہ کر اس کے احکامات کے منتظر رہیں۔ جوزف کو رانا پیلس طلب کر کے اُس سیاہ فام آدمی کی تصویر دکھائی جو نعمانی کے بتائے ہوئے حلیئے کے مطابق سائیکو مینشن کے آئیڈنٹی کاسٹ یونٹ نے تیار کی تھی۔

"میں اسے تلاش کروں گا۔!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "لیکن میں کسی طرح بھی یقین نہیں کر سکتا کہ میرا باس کسی بے بس چوہے کی طرح سمندر میں غرق ہو گیا ہوگا۔!"

"یقین تو مجھے بھی نہیں ہے۔!" بلیک زیرو نے کہا۔

"یقیناً اُن لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی تھی جو اُس ایمبولینس گاڑی کا تعاقب کر رہے تھے۔!"

"خدا جانے....!"

"بس تو پھر اس آدمی کی تلاش تمہارے ذمے۔!"

"کیا یہ بھی اُسی ایمبولینس گاڑی میں تھا۔!"

"ہاں.... یہی اطلاع ہے اگر وہ گاڑی غرق بھی ہوگئی ہے۔!"

"بس مسٹر طاہر....!" جوزف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بار بار غرقابی کی بات نہ کرو۔!"

"اچھی بات ہے۔!" بلیک زیرو طویل سانس لے کر بولا۔

پھر جوزف وہاں سے سیدھا اُس علاقے میں پہنچا جہاں زیادہ تر غیر ملکی سیاہ فام لوگ آباد تھے۔ اُن میں سے متعدد افراد سے اس کی شناسائی بھی تھی۔ اُسے علم تھا کہ کہاں سے صحیح معلومات حاصل ہو سکیں گی۔

سلور اسٹر یک بار کی مالکہ کاؤنٹر ہی پر موجود تھی۔ جوزف کو دیکھ کر مسکرائی۔

"آؤ بلانوش.... تم اتنے دنوں کہاں رہے۔!"

جوزف نے دانت نکال دیئے اور وہ بولی۔ "کسی قدر تندرست بھی نظر آ رہے ہو۔ کیا یورپ گھوم کر آئے ہو۔!"

"اس سال تو ابھی تک نہیں جا سکا۔!" جوزف کاؤنٹر کے قریب والے ایک اسٹول پر بیٹھتا ہوا بولا۔ اس وقت یہاں معدودے چند گاہک دکھائی دے رہے تھے کاؤنٹر کے قریب کے سارے اسٹول خالی تھے۔!"

"کیا پیو گے....!"

"لارج وہسکی....!"

"بیک وقت کئی گلاس تیار کردوں۔!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"اتنی فرصت ہوتی تو سربند بوتل طلب کر لیتا۔!"

وہ اس کے لئے گلاس بنانے لگی اور جوزف نے اُن تین سیاہ فاموں کا جائزہ لیا جو ایک ہی میز کے گرد بیٹھے بیئر پی رہے تھے۔

"اور سناؤ۔!" جوزف نے طویل سانس لے کر کہا۔ "کیا آج کل بزنس ٹھنڈا ہی جا رہا ہے۔!"

"نہیں تو... جب سے شراب پر پابندی عائد کی گئی ہے بزنس پہلے سے بھی زیادہ چمک اٹھا ہے۔!"

"وہ کس طرح....!" جوزف نے حیرت سے پوچھا۔

"جو لوگ اسے گھٹیا بار سمجھ کر اس میں جھانکنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اب جوق در جوق ادھر ہی کا رخ کرتے ہیں۔ شرافت اللہ اب شرافت مسیح ہوگئے ہیں اور اسی نام سے جعلی شناختی

کارڈ بھی بنوالیا ہے۔!"

"شراب ایسی ہی لعنت ہے۔!" جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"ہائیں.... تم بھی لعنت ہی کہہ رہے ہو۔!"

"اس کے باوجود بھی اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔!" جوزف نے کہا اور آدھے سے زیادہ گلاس ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔

"کیا قصہ ہے.... بہت زیادہ شریف ہو رہے ہو۔!"

"قصہ نہیں ٹریجڈی ہے۔ میں ایک ایسے آدمی کا ملازم ہوں کہ اگر چاہے تو روزانہ شراب سے غسل کر سکتا ہے لیکن وہ اس کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتا۔!"

"کچھ لوگ ڈرپوک ہوتے ہیں۔ اسی خیال سے ہاتھ نہیں لگاتے کہ کہیں وہ شراب سے ہار نہ جائیں۔!"

"وہ بھی مجھ سے اچھے ہوتے ہیں۔!" جوزف نے کہا اور گلاس خالی کر دیا۔

"اور بناؤں....!" عورت نے پوچھا۔

"نہیں.... اس وقت جلدی میں ہوں.... اور مجھے ایک آدمی کی تلاش ہے۔!"

"نام بتاؤ شائد میں تمہاری مدد کر سکوں۔!"

"نام ہی تو نہیں معلوم.... دراصل وہ میرے باس کے ساتھ فراڈ کر کے روپوش ہو گیا ہے۔ میرے باس نے ایک آرٹسٹ کو اُس کا حلیہ بتا کر اپنی نگرانی میں وہ تصویر تیار کرائی ہے۔!"

"مجھے دکھاؤ.... تصویر.... شاید میں پہچان سکوں۔!"

جوزف نے جیب سے تصویر نکال کر اسکے سامنے رکھ دی اور بغور اُسے دیکھنے لگا۔ سب سے پہلے اُس نے اُس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار دیکھے۔ پھر آہستہ آہستہ چہرہ بالکل سپاٹ ہو گیا۔ جوزف سے نظر ملتے ہی اس نے اپنے سر کو منفی جنبش دی۔

"میرے لئے بالکل نیا چہرہ ہے۔!"

"اسے جہنم میں جھونکو....!" جوزف غرایا۔ "لیکن تم خوف زدہ کیوں نظر آنے لگی ہو۔!"

"خوف زدہ نہیں تو....!" وہ زبردستی ہنس پڑی۔

"نہ بتاؤ....!" جوزف لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دے کر بولا۔ "اگر تم جانتی ہو تو دوسرے بھی جانتے ہوں گے۔!"

"جوزف مگونڈا.... میں تمہیں یہ اطلاع ضرور دوں گی کہ یہاں لوگوں کے بارے میں پوچھ

کچھ کرتے پھرنا کبھی کبھی خطرناک بھی ثابت ہوتا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"یہ اسمگلروں اور منشیات فروشوں کی بستی ہے۔!"

"تم اس کی پرواہ نہ کرو.... اگر جانتی ہو تو بتا دو....!"

"میں نہیں جانتی.... اور اب اس تصویر کو جیب میں رکھ لو۔ اپنے باس سے کہہ دینا کہ اگر کسی نے اُس سے فراڈ کیا ہے تو وہ باقاعدہ طور پر پولیس کی مدد حاصل کرے۔ بیچارے نجی ملازم کی گردن کیوں کٹوا رہا ہے۔!"

"فیمی.... میں تم سے پوچھ رہا ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔!"

"میں نے کہہ دیا نا کہ میں نہیں جانتی۔!"

"اچھی بات ہے۔!" جوزف تصویر اٹھاتا ہوا بولا۔ "دوسرا گلاس تیار کرو۔!"

وہ شرابوں کے ریک کی طرف مڑ گئی۔ جوزف اُسے پُر تشویش نظروں سے دیکھتا رہا۔ گلاس تیار کر کے جوزف کے سامنے رکھتی ہوئی بولی۔ "میں تمہاری دوست ہوں۔ دشمن نہیں۔!"

"بات ختم ہو گئی فیمی۔!" جوزف نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اگر تمہارا باس پولیس سے مدد نہیں لینا چاہتا تو پھر وہ بھی کسی غیر قانونی کام میں ملوث ہو گا۔!"

"وہ میرا باس ہے۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جاننا چاہتا۔!"

"تب پھر دوسری بات ہے۔ میں کیوں کوئی الزام اپنے سر لوں۔!" فیمی نے کہا اور دوسری طرف مڑ گئی۔ ریک سے بوتلیں اتار اتار کر انہیں جھاڑن سے صاف کرنے لگی۔

جوزف نے اس بار گلاس دو ہی سانسوں میں خالی نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ فیمی کو پُر تفکر نظروں سے دیکھتا ہوا چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیتا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر مڑی اور آہستہ سے بولی۔ "پتا نہیں کیا معاملہ ہے بہر حال کوئی ایسی ہی بات معلوم ہوتی ہے کہ تم جان ہتھیلی پر لئے پھر رہے ہو۔!"

"ایسی ہزار جانیں بھی اپنے باس پر قربان کر سکتا ہوں۔!"

"میں تو ابھی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔!"

"تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟ کیا میں کسی مرحلے پر بھی تمہارا نام لے سکتا ہوں۔!"

"اچھا تو سنو.... فش ہاربر کے قریب سی فوڈ پریزورز نام کا ایک ادارہ ہے۔ وہیں چلے جاؤ کسی سے بھی امگانا کو پوچھ لینا۔ لیکن پھر تاکید کرتی ہوں کہ میرا نام نہ آنے پائے۔!"

"بے فکر رہو.... مگونڈا کا بیٹا جوزف سب کچھ ہو سکتا ہے۔ وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا۔!"

پھر اُن دونوں نے خاموشی اختیار کرلی تھی اور جوزف آہستہ آہستہ گلاس خالی کر رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں سامنے والی ریک پر جمی ہوئی تھیں۔

عمران آدم خوروں کے خوف سے اُسی جھونپڑے تک تو محدود نہیں رہ سکتا تھا۔ پیٹ بھرنے کے بعد تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کئے کینواس کی فولڈنگ آرام کرسی پر پڑا رہا تھا۔ پھر اٹھا تھا اور ہٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔

مرسیانا کھانے کے بعد اُس کمرے میں چلی گئی جسے خواب گاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہوگا۔ اُس کی حقیقت ظاہر ہو جانے کے بعد سے عمران کو اُس کی اتنی زیادہ پرواہ بھی نہیں رہی تھی۔

وہ کچھ دیر تک اُسی جگہ کھڑا چاروں طرف نظر دوڑاتا رہا۔ پھر دروازہ بند کر کے اُسے باہر سے مقفل کردیا۔ اُس دروازے کی کنجی بھی اُسی میز ہی پر پڑی ملی تھی۔ جسے اُس نے بہت احتیاط سے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا تھا۔

کھانے پینے کے سامان کے ساتھ جو خط ملا تھا وہ بھی جیب میں محفوظ تھا اور دراصل وہ اُسی خط کی صداقت کو آزمانے کے لئے ہٹ سے نکلا تھا۔ کیوں نہ پہلے خالی ہٹ ہی دیکھ لئے جائیں۔ اُس نے سوچا اور قریب ترین ہٹ کی طرف چل پڑا۔ سامنے پہنچ کر دروازے کو دھکا دیا تھا لیکن دروازہ کھول لینے میں کامیابی نہ ہوئی ہٹ مقفل تھا۔

پھر وہ چلتا رہا اور جتنے بھی ہٹ دکھائی دیئے اُن کے دروازے کھولنے کی بھی کوشش کی۔

اسی دوران میں قریباً ڈیڑھ گز لمبا لوہے کا ایک وزنی پائپ بھی ہاتھ آگیا اور وہ وہیں بیٹھ کر اُس کا زنگ چھڑانے لگا۔ داشت آید بکار۔ وقت ضرورت اپنے تحفظ کے لئے بھی تو کچھ نہ کچھ ہونا ہی چاہئے۔ اچانک اُسے قریب کی جھاڑیوں میں سرسراہٹ سنائی دی اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لوہے کا پائپ ہاتھ میں تھا اور اُس کی نگاہ اُن ہی جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھی جن میں ذرا دیر پہلے حرکت ہوئی تھی لیکن اب سناٹا تھا.... البتہ جھاڑیاں ہوا سے ہل رہی تھیں۔

پھر اُس نے قدموں کی چاپ سنی لیکن فوری طور پر سمت کا تعین نہ کر سکا۔ نظر اب بھی اُن ہی جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھی۔ قدموں کی چاپ پھر سنائی دی اور اس بار اُس نے اندازہ لگا لیا کہ کوئی ہٹ کی دوسری طرف چل رہا ہے۔ جھاڑیوں کی طرف کنکھیوں سے دیکھتا ہوا وہ جھپٹ کر آواز کی

طرف پہنچا لیکن ہٹ کے عقب میں کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ اس نے سوچا بہت زیادہ بے وقوف بننے سے کیا فائدہ.... اب اپنے ہی ہٹ کی طرف واپس چلنا چاہئے۔ وہ اُسے کسی نہ کسی طرح خوف زدہ کر کے نگیٹو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسی کے لئے اتنا کھڑاگ کیا تھا۔ لیکن کیا وہ اُسے مرعوب کر لینے میں کامیاب ہوئے تھے۔ فی الحال خود عمران کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ تیزی سے اس ہٹ کی طرف چل پڑا جس میں مرسیانا کو سوتی چھوڑ آیا تھا۔

دروازہ کے قفل میں کنجی لگا ہی رہا تھا کہ اُسے یہاں بھی قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر ایسی آواز آئی جیسے کوئی بہت وزنی چیز زمین پر گری ہو۔

اُس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دروازہ کھول کر ہٹ میں داخل ہو گیا.... اور پھر دروازے کو اندر سے مقفل کر ہی رہا تھا کہ دوسرے کمرے سے مرسیانا کی ہکلاہٹ سنائی دی۔ "کک کون ہے۔!"

شائد اُسکی عدم موجودگی ہی میں وہ جاگ پڑی تھی اور بقیہ وقت خوف زدگی کے عالم میں گزرا تھا۔

"میں ہوں....!" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے۔!" وہ کمرے سے نکل آئی۔

چہرہ زرد تھا اور سانس پھول رہی تھی۔

"کیا بات ہے۔!" عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا۔!"

"میں یہاں مر جاؤں گی۔ تم دیکھ لینا۔!" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"کیا واقعی کسی بھوت کا سامنا ہو گیا تھا۔!" عمران نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا اور وہ بے اختیار رو پڑی۔

"ارے.... ارے.... اوہ.... پلیز.... خاموش رہو۔!"

"تم درندے ہو۔!"

عمران بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا اور وہ روتی رہی۔ دفعتاً کسی نے ہٹ کا دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔

"کون ہے....؟" عمران نے اونچی آواز میں پوچھا۔ لیکن جواب ملنے کی بجائے صرف دروازہ پیٹا جاتا رہا۔

"کون ہے۔!" عمران پھر دھاڑا اور باہر سے آواز آئی۔ "خدا کیلئے جلدی کرو... ورنہ میں بھی۔!"

"تم کون ہو....؟" عمران نے دروازے کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"کیا اتنی جلدی بھول گئے۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے ہم تمہارے لئے کھانے پینے کا سامان لائے تھے۔!"

"اب کیالائے ہو۔!"

"اوہ... کھولو جلدی... میرا ساتھی مرچکا ہے اور میں بھی... وہ میرا تعاقب کررہے ہیں۔!"

"کون تعاقب کررہے ہیں....؟"

"عجیب سے وحشی لوگ ہیں۔ پتھر کے وزنی گرز ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ ارے جلدی کرو.... شاید وہ تیز نہیں دوڑ سکتے لیکن یہاں پہنچ ہی جائیں گے۔!"

عمران نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ وہ بدحواسی کے عالم میں اندر آگرا اور زور سے چیخا۔ "بند کردو.... دروازہ بند کردو....!"

عمران دروازہ بند کر کے اُس کی طرف مڑا یہ ان ہی دونوں سیاہ فاموں میں سے ایک تھا اس کے کپڑے کئی جگہ سے پھٹ گئے تھے اور چہرے پر بھی خراشیں تھیں۔

مرسیانا خاموش کھڑی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کا جسم روح سے خالی ہو چکا ہو۔ پلکیں تک نہیں جھپکا رہی تھی۔ عمران نے سیاہ فام آدمی کا بازو پکڑ کر فرش سے اٹھایا اور آرام کرسی پر بٹھادیا اُس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جارہی تھیں اور پھر وہ بالکل ہی بے حس و حرکت ہوگیا۔

"کک.... کیا....؟" مرسیانا ایک قدم آگے بڑھ کر ہکلائی۔

"اُس کمرے میں جاؤ۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"کک.... کیوں....؟"

"بحث مت کرو....!"

اُس کے لہجے میں کچھ ایسی ہی بات تھی کہ وہ چپ چاپ دوسرے کمرے میں چلی گئی اور عمران جھک کر بے ہوش سیاہ فام کو دیکھنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بیہوشی کی مدت طویل ہو جائے گی۔ وہ اُس کی جیبیں ٹٹولنے لگا.... اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک پرس برآمد کیا جس میں کچھ روپیوں کے نوٹوں کے علاوہ ایک شناختی کارڈ بھی تھا۔ کارڈ پر اس کی تصویر موجود تھی۔ نام بھی باز تحریر تھا۔ گویا مقامی ہی تھا لیکن انگلش خاصی بول لیتا تھا اور لہجہ بھی ایسا ہی اختیار کرتا تھا جیسے غیر ملکی ہو۔ شناختی کارڈ پر اُس ادارے کی مہر بھی تھی جس سے وہ متعلق تھا۔ یعنی سی فوڈ پراڈکٹس لمیٹڈ فش ہاربر۔ اوہ تو گویا اس کا تعلق خود اُسی کے شہر سے تھا اور یہ ادارہ بھی سی فوڈز کے سلسلے میں خاصا شہرت یافتہ تھا۔ تو پھر کیا وہ اپنی بندرگاہ سے زیادہ دور نہیں تھے۔ یعنی آس پاس ہی کوئی جزیرہ ہو سکتا ہے۔ پھر اُس کا ذہن ناریل کے درختوں کی طرف منتقل ہوگیا تھا۔ ناریل کی پیداوار نہیں تھی لیکن عمران اس سے واقف تھا کہ ادھر ناریل کے درخت اگائے جاتے ہیں

اور ان سے خاصی پیداوار بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اگر یہ بندرگاہ کے آس پاس ہی کا کوئی جزیرہ ہے تو اُسے نہ صرف سرسبز بنانے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ ناریل کے درخت لگا کر یہ تصور بھی دیا گیا ہے کہ یہ جنوبی سمندر کا کوئی جزیرہ ہے۔

اُس نے شناختی کارڈ اور پرس اُس کے جیب میں دوبارہ رکھ دیئے اور دوسری کرسی پر بیٹھ کر اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگا۔

"ایک بات سن لو......!" مرسیانا کی منمناتی ہوئی سی آواز آئی......اور وہ دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"خدا کے لئے....!" وہ گھگھیائی اور عمران اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔

اور اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔ "کیا کہہ رہا تھا۔!"

"کچھ سمجھ ہی میں نہیں آسکا۔ بات پوری طرح واضح کرنے سے پہلے ہی بے ہوش ہوگیا۔ تم چین سے بیٹھو کیوں مری جارہی ہو۔!"

"وہ کس کے بارے میں کہہ رہا تھا مار ڈالا گیا....!"

"غالباً اپنے ساتھی کے بارے میں....!"

"کس نے مار ڈالا....!"

"اوہ.... ختم بھی کرو.... وہ وضاحت نہیں کرسکا تھا۔ ہوش میں آنے دو۔ سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔!"

"م.... میں کیا کروں....!"

"مجھ سے پوچھو کہ نگیٹو کہاں محفوظ ہیں اور انہیں اطلاع دے دو۔!"

"یقین کرو۔ یہ وان بروف کے آدمی نہیں ہیں۔ ورنہ کم از کم میرے ساتھ اُن کا یہ برتاؤ نہ ہوتا۔!"

"یہ کس کا آدمی ہے....؟" عمران نے بے ہوش آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔

"ان کا ہی ہو سکتا ہے۔!"

"اور تم اس کا حشر دیکھ رہی ہو۔!"

وہ خالی خالی آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"یہی کہ اس بے چارے کو علم نہیں تھا کہ مجھے عبرت پکڑوانے کے لئے وہ لوگ اُسے کس سمت جھونک دیں گے۔!"

"م.... میں اب بھی نہیں سمجھی۔!"

"اگر اسے یا اسکے ساتھی کو علم ہوتا کہ یہاں آدم خور بھی ہیں تو کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کرتے۔"

"خدایا....!" وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فرش پر اکڑوں بیٹھ گئی۔

"اس طرح مت بیٹھو زکام ہو جائے گا۔!"

"مم.... میرا مذاق مت اڑاؤ۔!"

"میں کافی کی طلب محسوس کر رہا ہوں اور تم بھی ایک بوتل کھول کر غم غلط کرو۔!"

"ہاں.... شاید مجھے اس کی ضرورت ہے۔!"

عمران نے میز پر سے ایک بوتل اٹھا کر اُس کے حوالے کر دی اور وہ لڑکھڑاتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی۔

تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر دروازے کو اندر سے مقفل کر کے خود بھی کچن کی طرف بڑھ گیا۔

مرسیانا نے اُس کے لئے کافی کا پانی آئیل اسٹوو پر رکھ دیا تھا اور خود بوتل کھولے بیٹھی تھی۔

"اگر یہ سب وان بروف ہی کے آدمی ہیں تو اُن پر لعنت ہے۔!" وہ کسی قدر کڑے لہجے میں بولی۔ وہسکی نے اپنا اثر دکھانے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

"اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا....!"

"میں بھی کتیا کی بچی ہوں....!"

"بہر حال انہیں تم سے توقع ہو گی کہ تم خوف زدہ ہو کر مجھے مجبور کرو گی کہ میں ٹلیٹوان کے حوالے کر دوں۔!"

"کیا ایسے حالات میں اسکے خلاف بھی کچھ کر سکتی ہوں۔!" اُس نے عمران پر آنکھیں نکالیں۔

"اور میں اتنا ہی گدھا ہوں کہ تمہیں نگیٹو کے بارے میں بتا دوں گا۔!"

"تمہارا اپنا اندازِ فکر ہے۔!" اُس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور خالی ہو جانے والے گلاس میں اور انڈیلنے لگی۔

"اتنی بھی نہ پی لینا کہ خود ہی آدم خور ہو جاؤ۔!" عمران نے کہا اور اٹھ کر اسٹوو کی طرف گیا کیونکہ پانی ابلنے لگا تھا۔ کافی کا کپ تیار کر کے پھر میز کی طرف پلٹ آیا۔

اتنے میں دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ارے تم لوگ کہاں ہو.... میں مر رہا ہوں۔ تھوڑا سا پانی۔!"

عمران نے کافی کا کپ میز پر رکھ دیا اور وہسکی کی بوتل اٹھا کر کچن سے نکل آیا۔

بے ہوش آدمی نے آنکھیں کھول دی تھیں اور آرام کرسی پر پڑا کراہ رہا تھا۔

"کیا تم پیتے بھی ہو۔!" عمران نے بوتل اُس کے چہرے کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔

"دو گھونٹ.... صرف دو گھونٹ میں مر رہا ہوں۔!"

"نیٹ لو گے۔!"

سیاہ فام نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران نے بوتل اُس کے منہ سے لگا دی اور وہ تین لمبے لمبے گھونٹ لے کر ہانپنے لگا۔

"اور....!" عمران نے بڑے پیار سے پوچھا۔

اُس نے ہاتھ اٹھا کر سر کو منفی جنبش دی اور عمران اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ "تم یہاں قطعی محفوظ ہو۔!"

اس نے آنکھیں بند کر لیں اور بدستور ہانپتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔ "کیا تمہارا ساتھی سچ مچ مر گیا۔!"

"میں نہیں جانتا... وہ گرا تھا اور پھر نہیں اٹھ سکا تھا آج اُن خبیثوں کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا۔!"

"کن کی بات کر رہے ہو۔!"

"کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا تھا۔!" سیاہ فام نے آنکھیں کھول کر پوچھا۔

"اوہو.... وہ دونوں جنگلی.... جن کے ہاتھوں میں پتھر کے زمانے کے گرز تھے۔!"

"ہاں وہی....؟"

"وہ کون لوگ ہیں۔!"

"ایک ایسی نسل جس تک ارتقا کے قدم نہیں پہنچے۔!"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ قدیم بندر نما انسانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔!"

"ہمیں یہی بتایا گیا تھا اور اطمینان دلایا گیا تھا کہ اگر اُن سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے تو وہ کسی سے نہیں الجھتے۔!"

"اچھا تو پھر کیا ہوا....!"

"جب ہم آ رہے تھے تب بھی وہ دکھائی دیئے تھے۔ تم نے بھی دیکھا ہو گا اور شاید تم انہیں دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے تھے۔!"

"قدرتی بات ہے۔!"

"لیکن انہوں نے ہم پر حملہ نہیں کیا تھا۔!"

"میرا خیال ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں تھے۔!" عمران نے کہا۔

"لیکن واپسی پر انہوں نے ہم دونوں پر حملہ کر دیا۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ہم قریباً دو سال سے یہاں کے مہمانوں کے لئے سپلائی کرتے رہے ہیں۔!"

"کیا وہ دو ہی ہیں....؟"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تعداد میں کتنے ہیں۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم دو سے زیادہ بھی دیکھ چکے ہو۔!"

"میں دو سے زیادہ بھی دیکھ چکا ہوں۔!"

"تب پھر تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ وہ رہتے کہاں ہیں۔!"

"نہیں.... کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں۔!"

"لیکن یہ تو بتا ہی سکو گے کہ ہم کس کے مہمان ہیں۔!"

"اس کے بارے میں ہمیں زبان بند رکھنے کو کہا گیا ہے۔!"

"زبان بندی کس نے کی ہے۔ یہی بتا دو....!"

"مجھے افسوس ہے کہ میں یہ بھی نہ بتا سکوں گا۔!"

"دیکھو دوست.... تم ہوش کی باتیں نہیں کر رہے۔ ابھی تم نے مجھے یاد دلایا تھا کہ وہ دونوں وحشی یہاں آتے وقت راستے میں ہمیں دکھائی دیئے تھے لیکن جب تم دروازہ پیٹ پیٹ کر ان کا ذکر کر رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تم نے پہلی بار انہیں دیکھا ہو۔!"

"مجھے یاد نہیں کہ میں نے بدحواسی میں کیا کہا تھا۔!"

"مجھے تو یاد ہے... تمہارے بیان سے ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے تم نے انہیں پہلی بار دیکھا ہو۔!"

"ہو سکتا ہے میں ہوش ہی میں کب تھا۔!"

"اتنے ہوش میں تو تھے کہ تمہیں یہاں پناہ لینے کی سوجھی تھی۔ تم جانتے تھے کہ اس ہٹ کے علاوہ اور سارے ہٹ غیر آباد اور مقفل ہیں۔!"

"میں کیوں نہ جانتا جبکہ یہاں آتا ہی رہتا ہوں۔!"

"کس قسم کے مہمان یہاں رکھے جاتے ہیں۔!"

"یہ میں نہیں جانتا۔!"

"چلو.... میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔!"

"کہاں....؟" اس نے بوکھلا کر پوچھا۔

"وہیں.... جہاں تمہارا ساتھی گرا تھا۔!"

"کیا وہ اپنا شکار وہیں چھوڑ گئے ہوں گے۔ مجھے وہ ہمیشہ آدم خور معلوم ہوئے ہیں۔!"

"پھر بھی دیکھنا تو چاہئے۔!"

"تم خود جا کر دیکھ لو.... میں نہیں جاؤں گا۔!"

"اس موٹر بوٹ پر اور کون ہے....؟"

"کوئی بھی نہیں.... ہمی دونوں تھے۔!"

"تو وہ اب بھی ساحل پر لنگر انداز ہو گی۔!"

"یقیناً....!" وہ سر ہلا کر بولا۔

"فش ہاربر یہاں سے کتنی دور ہے۔!"

"کیا مطلب....!" وہ چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"تم سی فورڈ پریزرورز لمیٹڈ کے ملازم ہو۔!"

یک بیک وہ اٹھ کر پیچھے ہٹنے لگا۔

"بیٹھ جاؤ....!" عمران غرایا۔

لیکن وہ بدستور تنا کھڑا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب عمران پر ٹوٹ ہی پڑے گا۔ آنکھوں سے وحشت جھانکنے لگی تھی۔

"یہ کام وہاں کے کس آدمی کے لئے کرتے ہو۔!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔

مرسیانا بھی دروازے میں آ کھڑی ہوئی تھی اور انہیں حیرت سے دیکھے جا رہی تھی۔

"میں تمہارے ٹکڑے اڑا دوں گا ورنہ میرے سوالات کے جواب دو۔!" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

سیاہ فام ہنس پڑا اور بولا۔ "میں غیر مسلح ضرور ہوں لیکن تمہارے لئے کافی ہوں۔ میری طرف ایک قدم بڑھا کر دیکھو۔!"

"نہیں جھگڑا نہیں ہو گا۔!" مرسیانا دونوں ہاتھ اٹھا کر اُن کے درمیان آتی ہوئی بولی۔ پھر سیاہ فام کی طرف مڑ کر کہا۔ "تم پہلے ہی سے کسی پریشانی میں مبتلا ہو۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔ صرف منہ چلا کر رہ گیا۔

"ہم سب ایک ہی سے حالات کے شکار ہیں لہٰذا ہمیں آپس میں جھگڑا نہیں کرنا چاہئے۔!" وہ پھر بولی۔

"سن لیا تم نے بلاول باز۔!" عمران نے سیاہ فام کو مخاطب کیا۔

"اوہ.... تو تم میرا نام بھی جانتے ہو۔!"

"ہر چند کہ تم یہی جتانے کی کوشش کرتے رہے ہو کہ تمہارا میرے ملک سے کوئی تعلق نہیں لیکن میں تمہاری حقیقت سے آگاہ ہو گیا ہوں۔!"

"اوہ.... شناختی کارڈ....!" وہ اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوا بڑبڑایا۔

"وہ تمہاری جیب ہی میں محفوظ ہے۔ اب سچی بات اگل دو۔ میں یہاں ان حالات میں بھی جھگڑے سے نہیں ڈرتا۔!"

"ہاں میرا نام بلاول باز ہے.... لیکن میں تمہیں یہ ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ کس کے لئے کام کرتا ہوں۔!"

"چلو یہی بتادو کہ یہ کون سی جگہ کہلاتی ہے۔!"

"جمائی کے جزیروں میں سے ایک ہے۔!"

"فش ہاربر پچیس میل اور موبار سے چھ میل دور۔!"

"ٹھیک ہے.... تم سمجھ گئے۔!" وہ سر ہلا کر بولا۔ "لیکن یہاں سے فرار تمہارے لئے ناممکن ہوگا تم اُس موٹر بوٹ کو ساحل سے ہٹانے کی کوشش کرو گے تو وہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ تباہ ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے تم بھی فنا ہو جاؤ۔!"

"میں اسے جھوٹ نہیں سمجھتا۔!"

"خدا کا شکر ہے کہ بات جلد ہی تمہاری سمجھ میں آگئی۔!"

"لیکن تم خود کیسے واپس جاؤ گے۔!"

"وہ دوسری بات ہے.... لیکن اگر میں یہاں مر گیا تو تمہیں بھی بھوک سے ایڑیاں رگڑ کر مر جانا پڑے گا۔ ہم دونوں کے علاوہ اور کسی کو یہاں نہیں بھیجا جا سکتا....؟ کیونکہ باس ہمارے علاوہ اور کسی پر اتنا اعتماد نہیں کر سکتا۔!"

"تمہارا ساتھی تو مر گیا۔!"

"خدا جانے کیا قصہ ہے۔!"

"جہنم میں جاؤ.... وہ مجھے یہاں قید نہیں رکھ سکتے۔!"

"پھر آگاہ کردوں کہ موٹر بوٹ کے بارے میں تمہیں بالکل صحیح اطلاع دے چکا ہوں۔ اسے حرکت میں لانے کی کوشش اُسے تباہ کردے گی۔!"

"گویا صحیح طریقے سے صرف تم ہی اُسے ہینڈل کر سکتے ہو۔!"

"یہی بات ہے۔!"

"تو پھر تم ہی ہمیں موبار تک لے چلو گے۔!"

"ناممکن.... مار بھی ڈالو تو یہ نہیں ہو سکے گا۔!"

"میں کیوں نہ تمہیں یہاں سے نکال باہر کروں۔!"

"یہ صورت بھی ہم دونوں میں سے کسی ایک کی موت کا باعث بن سکتی ہے۔"

"تم آدمی ہو یا گلاب جامن....!"

"کک.... کیا.... مطلب....!"

"اب میں ہی تمہیں کھا جاؤں گا۔!"

"خدا کے لئے کچھ دیر خاموش رہو۔!" مرسیانا ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"تو میں کب جھگڑا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے اُس فرد کا نام پوچھا تھا جس کے لئے یہ اس قسم کی خدمات انجام دیتا ہے۔!"

"یہ میں نہیں بتاؤں گا۔!" سیاہ فام آدمی نے پرزور لہجے میں کہا۔

"حالانکہ تم اب بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہو۔!"

"میں کسی بھی مصیبت میں نہیں پڑا۔ تمہارا وہم ہے۔!" سیاہ فام آدمی نے کہا۔ "کسی وجہ سے اُن وحشیوں کے دماغ الٹ گئے ہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔!"

"خیر.... خیر.... بیٹھ جاؤ.... میں سکون سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔!"

"میں پھر کہہ دوں کہ اگر تم نے مجھ پر دھوکے سے حملہ کیا تو سچ مچ یہاں مرنا ہی پڑے گا۔!"

"دھوکے سے حملہ.... تم پر....!" عمران مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنس پڑا۔

"کیا تم مجھے کوئی کمزور آدمی سمجھتے ہو۔!" سیاہ فام آنکھیں نکال کر بولا۔ "ہاتھی سے ٹکرا سکتا ہوں۔!"

اور ٹھیک اُسی وقت کوئی بہت وزنی چیز دروازے سے ٹکرائی اور وہ چونک پڑے۔ سیاہ فام تو اٹھ کر دوسرے دروازے کی طرف بھاگا تھا۔ اُس نے مرسیانا کو دھکا دے کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ مرسیانا عمران سے آٹکرائی تھی۔ باہر سے دروازے پر دوسری ضرب پڑی اور عمران نے جھپٹ کر لوہے کا وہ پائپ اٹھا لیا جو ایک ہٹ کے باہر پڑا ملا تھا۔

دوسری ضرب سے دروازہ ہل کر رہ گیا۔ تیسری ضرب شائد اُسے چوکھٹ ہی سے نکال دیتی۔ عمران نے مرسیانا کو سامنے سے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ اُس کی حالت بہت ابتر نظر آ رہی تھی۔

کمرے کے ایک گوشے سے لگ کر کانپنے لگی۔ عمران دروازے کی بائیں جانب ہو کر لوہے کا پائپ ہاتھوں میں تول رہا تھا۔

تیسری ضرب کے ساتھ ہی دروازہ اکھڑ کر کمرے میں آ رہا اور پھر جیسے ہی وہ خوفناک چہرہ دروازے کے خلا سے اندر آیا عمران نے پوری قوت سے لوہے کا پائپ اُس پر رسید کر دیا۔ بڑی بھیانک چیخ سناٹے میں گونجی تھی اور پھر اُس وزنی جسم کے گرنے کی آواز آئی تھی۔

"کک.... کیا ہوا....؟" مرسیانا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"چپ چاپ وہیں کھڑی رہو۔!" عمران غرایا۔

تھوڑی دیر تک سناٹا رہا.... پھر وزنی قدموں کی چاپ سنائی دی کوئی اور بھی ہٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمران نے پھر لوہے کے پائپ کو مضبوطی سے گرفت میں لے لیا۔

دو چار قدم چلنے کے بعد ہی شائد وہ رک گیا تھا۔ عمران جس پوزیشن میں تھا اُسی میں رہا دوسرا شائد رک کر اپنے ساتھی کا حشر دیکھنے لگا تھا۔ دو تین منٹ اسی طرح گزر گئے۔

دفعتاً عمران چونک پڑا۔ ایک نئے خیال نے ذہن میں سر ابھارا تھا۔ کہیں واقعی اُن کی تعداد زیادہ نہ ہو اور وہ ہٹ کو گھیرنے کی کوشش نہ کر رہے ہوں لہٰذا اس حد تک بے خبری کے عالم میں رہنا مناسب نہیں۔

مرسیانا کی طرف مڑ کر ایک بار پھر اُس نے اُسے وہیں ٹھہرے رہنے کا اشارہ کیا اور خود یک لخت دروازے کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر اگر بڑی پھرتی سے بیٹھ نہ گیا ہوتا تو اس وزنی سنگی گرز نے اُس کا قلع قمع ہی کر دیا ہوتا جو باہر سے اُس پر پھینکا گیا تھا۔

پچھلی دیوار چیخ گئی اور گرز نے فرش پر گر کر زوردار دھماکا پیدا کیا۔

پھر دوسرا وحشی اپنے گرے ہوئے ساتھی کا گرز بھی اٹھانے کے لئے جھکا ہی تھا کہ عمران جھپٹ کر باہر نکلا اور اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی اُس کی گردن پر پائپ سے وار کر دیا۔ بھیانک قسم کی کراہ کے ساتھ وہ اوندھے منہ ڈھیر ہو گیا تھا۔ پھر عمران اُسے دوبارہ سر اٹھانے کی مہلت کہاں دینے والا تھا۔ پے در پے کئی وار اُس کے سر پر کئے اور وہ چیختے چیختے اچانک خاموش ہو گیا۔ اُس کا ساتھی پہلے ہی بے حس و حرکت پڑا تھا۔

عمران نے دوڑتے ہوئے ہٹ کے گرد ایک چکر لگایا جس کا مقصد یہ دیکھنا تھا کہ کوئی تیسرا بھی تو آس پاس موجود نہیں ہے۔ وہ پھر انہی کی طرف واپس آ گیا۔ دونوں بے حس و حرکت پڑے تھے۔ عمران نے مرسیانا کو آواز دی۔ وہ فوراً ہی سامنے نہیں آئی تھی۔

"اس کلوٹے کو بھی نکال لاؤ۔!" عمران نے دوبارہ اونچی آواز میں کہا۔

"کیا ہوا....!" مرسیانا نے پوچھا۔ ڈرتے ڈرتے دروازے کے قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔

"آؤ.... میں تمہیں دکھاؤں کہ یہ کتنی قدیم نسل ہے۔!" عمران نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"کک.... کیا مر گئے۔!"

"نہیں.... ابھی تو سانس لے رہے ہیں۔ اُس کلوٹے کو بھی بلاؤ۔!"

اور وہ کلوٹا بڑی مشکل سے باہر نکلا تھا۔ اُن دونوں کو اس حال میں دیکھ کر بالکل کسی بندر کے سے انداز میں اچھلنے کودنے لگا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کی سمجھ میں ہی نہ آ رہا ہو کہ اس موقعے پر اُسے کیا کرنا چاہئے۔

"ختم کرو....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ادھر آؤ....!"

"لیکن تم نے انہیں مارا کیسے۔!" وہ دور ہی سے بولا۔

"میں اسی طرح مارتا ہوں کہ پٹنے والوں کو بھی پتا نہیں چلتا۔!"

مرسیانا قریب آ گئی تھی۔ عمران جھک کر ایک زخمی کا چہرہ ٹٹولنے لگا۔ پھر گردن کے نیچے ہاتھ ڈال کر کوئی چیز پکڑی تھی اور زور سے جھٹکا دیا تھا۔ بے ہوش جنگلی کے چہرے سے ایک غلاف سا اُترتا چلا آیا اور اُس غلاف کے نیچے سے اچھی بھلی شکل نکل آئی لیکن یہ کسی سفید فام آدمی کا چہرہ تھا۔

"کیا خیال ہے۔!" عمران نے مرسیانا سے پوچھا۔

"خدا کی پناہ.... ماسک.... تت.... تو یہ سب ڈھونگ تھا۔!"

"ہر شخص ماقبل تاریخ کا آدمی ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے مقصد کے حصول کے لئے درندہ بن سکتا ہے۔ آؤ تم بھی دیکھ لو....!" عمران نے بلاول باز کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔

لیکن وہ اس کی طرف آنے کی بجائے دوسرے آدمی کے چہرے سے ماسک اتارنے لگا تھا۔ پھر اُس نے کسی نامعلوم آدمی کو گندی گندی گالیاں دی تھیں۔ بہرحال دونوں ہی بہروپئے ثابت ہوئے تھے۔

"پتا نہیں میرے ساتھی کا کیا بنا....!" بلاول نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"ابھی دیکھے لیتے ہیں۔!"

"کہیں یہ اٹھ کر بھاگ نہ جائیں۔!" مرسیانا بولی۔

"مشکل ہی ہے۔ ایک کا جبڑا ٹوٹ گیا ہے اور دوسرے کی گردن کی ہڈی پر ضرب شدید آئی

ہے۔ ہوش میں آئے بھی تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکیں گے۔!"

"اب میں سمجھا.... خدا تمہیں غارت کرے۔!" بلاول بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔!"

"کیا ٹھیک کہہ رہا تھا۔!"

"یہی کہ میرے باس کو ہمارے مرنے جینے کی پرواہ نہیں ہو سکتی۔ چلو خدا کے لئے میرے ساتھ چلو.... میں دیکھوں کہ اُس بیچارے پر کیا گزری۔!"

"اگر راستے میں کچھ اور بھی مل گئے....؟"

"میں نے ان دونوں کے علاوہ کبھی اور کسی کو نہیں دیکھا۔!"

"سچ بولنا کیوں شروع کر دیا ہے۔!"

"اگر یہ دونوں واقعی جنگلی ہی ہوتے تو ہرگز سچ نہ بولتا۔ اب پوری بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔!"

"اچھا چلو دیکھیں تمہارے ساتھی کو بھی۔!" عمران بولا اور مرسیانا کی طرف مڑ کر کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو تو بہتر ہے۔!"

"ہرگز نہیں.... میں ساتھ چلوں گی۔!"

"بڑی مشکل ہے۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "خیر چلو۔!"

چڑھائی پر ایک جگہ رک کر بلاول چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "یہیں اُن سے مڈبھیڑ ہوئی تھی اور یہیں وہ گرا تھا۔!"

"وہ اُدھر دیکھو... خون کی لکیر۔!" عمران نے بائیں جانب اشارہ کیا۔ بلاول جھک کر دیکھنے لگا۔

"شاید اُسے یہاں سے گھسیٹ کر لے جایا گیا ہے۔ وہ دیکھو.... وہ اُدھر خون کا دھبہ.... پھر دوسری لکیر۔ یہ لکیر ذرا لمبی ہے۔ بس اسی نشان کے ساتھ چلتے رہو۔!"

"خداوندا....!" اچانک بلاول رک گیا۔

وہ آنکھیں پھاڑے اپنے ساتھی کی لاش کو دیکھے جا رہا تھا۔ جو سامنے والے گڑھے میں اوندھی پڑی تھی۔ عمران نے گڑھے میں اُتر کر سیدھا کیا اور نبض ٹٹولنے لگا۔ پھر بلاول کی طرف دیکھ کر سر کو مایوسانہ انداز میں جنبش دی۔

بلاول زور زور سے روتا اور گالیاں بکتا رہا۔

"صبر کرو.... اب اس سے کیا فائدہ۔!" عمران اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرم لہجے میں بولا۔ "سب سے بڑا درندہ وہ ہے جس کے لئے کام کر رہے ہو۔!"

"ہاں وہی ہے.... اُس پر ہزار بار لعنت لیکن کیا اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہے گی۔!"

"فی الحال اُسے یونہی رہنے دو۔!"

"نہیں.... میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔!"

"خیر.... ابھی تو واپس چلو....!"

وہ پھر ہٹ کی طرف چل پڑے اور قریب پہنچ کر اُس زخمی کو جان کنی میں مبتلا دیکھا جس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ اُس کا جسم رہ رہ کر جھٹکے لے رہا تھا۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ دوسرے کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور قرائن سے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ جلد ہی ہوش میں آسکے گا۔!

"اور تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔!" مرسیانا عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"زیادہ اچھا خیال نہیں ہے۔!" عمران لاپرواہی سے بولا۔

"اسے بھی ختم کئے دیتا ہوں۔!" بلاول دوسرے زخمی کی طرف بڑھا۔

"نہیں....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"انہوں نے میرے ساتھی کو کتنی بے دردی سے مارا تھا۔!"

"مجھے مرعوب کرنے کے لئے انہیں اس قسم کی ہدایت ملی ہوگی جس طرح تم باس کا حکم مانتے ہو۔ اُسی طرح یہ بھی مانتے تھے۔!"

بلاول کراہت سے زمین پر تھوک کر بولا۔ "لعنت ہے ایسے باس پر....!"

"ہم دو وقت کی روٹیوں کے لئے اسی طرح خوار ہوتے رہتے ہیں۔ آدمیت کی سطح سے گرتے رہتے ہیں۔!"

بلاول کچھ نہ بولا۔

"واپسی کی سوچو.... ورنہ کہیں اور کوئی مصیبت نہ نازل ہو جائے۔!" مرسیانا بولی۔

"میں اب اس شخص سے کچھ بھی نہیں کہوں گا۔!" عمران نے بلاول کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"بے فکر رہو.... اب میں تمہیں واپس لے چلوں گا۔ لیکن اپنے ساتھی کی لاش یہاں نہیں چھوڑوں گا۔ سب کچھ سمجھ چکا ہوں۔!"

"کیا سمجھ چکے ہو۔!"

"یہاں ایسے لوگ رکھے جاتے ہیں جن سے کسی قسم کا اعتراف کرانا ہوتا ہے۔ اب تک کئی افراد کو ہم دیکھ چکے ہیں۔ وہ یہاں آتے تھے اور آدم خوروں کے خوف سے سب کچھ اگل دیتے

تھے اور پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مجھ پر یا میرے ساتھی پر حملہ ہوا ہو۔!"

"وہ جانتا ہے کہ میں بہت سخت جان ہوں.... لہٰذا میرے خوف میں اضافہ کرنے کے لئے یہ ڈرامہ بھی کرنا پڑا۔!"

"تم اسے ڈرامہ کہتے ہو۔!" بلاول آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "ارے میرا ایک ساتھی مار ڈالا گیا۔"

"تمہارے سنگ دل باس کے لئے یہ حادثہ ایک ڈرامے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ غالباً وہ بھی کوئی سفید فام ہی ہوگا۔!"

"ہاں.... وہ سفید فام ہی ہے۔ وان بروف سور کا بچہ۔!"

"وان بروف....!" مرسیانا اچھل پڑی۔

"ہاں وان بروف.... کیا تم اُسے جانتی ہو۔!"

"ساجد پیٹرسن کا جنرل منیجر....!"

"ہاں وہی....!"

مرسیانا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر ہٹ کی دیوار سے جا لگی اور بلاول نے سوالیہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔

"اس کا ماما لگتا ہے۔!" عمران نے اردو میں کہا۔ "بہر حال تم میں سے ایک ہی کو مارا جانا تھا تاکہ تم بھاگ کر مجھ تک پہنچو اور میں بوکھلا کر تمہیں وہ بات بتادوں جسے معلوم کرنے کے لئے مجھے یہاں بھیجا گیا تھا۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔!"

"اُف فوہ.... کیوں دیر کر رہے ہو.... نکل چلو یہاں سے۔!" مرسیانا بولی۔

"اگر یہ وان بروف کی کوئی رشتہ دار ہے تو میں پہلے اسی کو کیوں نہ ختم کردوں۔!" بلاول نے اردو میں کہا۔

"ہر گز نہیں.... کیونکہ یہ میرے ساتھ ہے.... اور ہم دونوں پر یکساں عذاب نازل ہوا ہے۔ اگر وہ اس کا دوست ہوتا تو یہ یہاں میرے ساتھ کیسے نظر آتی۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔!"

"اگر میرا ساتھ نہیں دیتے تو واپسی پر مار ڈالے جاؤ گے۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے لیکن تمہارا ساتھ دینے سے کیا فائدہ تم تو خود بھی بے بس ہو رہے ہو۔"

"یہاں سے نکل کر ہی بتا سکوں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔!"

"تم اگر کچھ کر سکتے ہوتے تو یہاں کیوں نظر آتے۔!" بلاول نے تلخ لہجے میں کہا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو....!" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا۔!" وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں اُس زخمی کے جسم میں جنبش ہوئی جس کا جبڑا ٹوٹ گیا تھا۔ پھر وہ چنگھاڑتا ہوا اٹھ بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"چلو اندر چلو....!" عمران نے مرسیانا کا بازو پکڑ کر کہا.... اور وہ بڑی تیزی سے دروازے کی طرف گھوم گئی پھر اندر پہنچ کر بولی۔ "آخر تمہیں ہوا کیا ہے۔ یہاں سے نکل جانے میں جلدی کرنے کی بجائے ادھر اُدھر کی باتوں میں الجھ کر رہ گئے ہو۔!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ زخمی کی چیخیں تیز ہوگئیں اور ساتھ ہی دھما دھم کی آوازیں بھی آنے لگیں۔

"یہ.... یہ کیا ہونے لگا۔!" مرسیانا دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ لیکن عمران نے اُس کا بازو پکڑ لیا اور آہستہ سے بولا۔ "اپنے کام سے کام رکھو۔!"

"کک.... کیا مطلب....؟"

"ہاں تو تم کیا کہہ رہی تھیں۔!" عمران نے پوچھا اور پھر اچانک سناٹا چھا گیا۔ نہ زخمی کی چیخیں ہی سنائی دے رہی تھیں اور نہ دھما دھم کی آوازیں۔

"یعنی کہ.... یعنی کہ....!" مرسیانا عمران کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"سب ٹھیک ہے۔!" عمران نے کہا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

بلاول ہانپتا ہوا اندر آیا اور آرام کرسی پر گر پڑا۔ مرسیانا نے خوف زدہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا اور پھر بلاول کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"اس کے لئے ایک گلاس بناؤ....!" عمران نے مرسیانا سے کہا۔

"کک.... کیا اس نے دوسرے کو بھی ختم کر دیا۔!"

"اور نہیں تو کیا اس کی مرہم پٹی کرتا۔!" بلاول پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"میں سمجھ گئی۔!" اس نے عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔ "تم اسی لئے اندر آگئے تھے کہ وہ اُسے ختم کردے۔!"

"اس کا اپنا ذاتی معاملہ تھا.... مجھے کیا....؟"

"تم بھی درندے ہو....!"

"چونکہ وہ حقیقتاً ماقبل تاریخ کی کسی نسل کا کوئی فرد نہیں تھا بلکہ تمہاری اپنی نسل سے تعلق

رکھتا تھا اس لئے تم مجھے درندہ کہہ رہی ہو۔ آدمیت کا معیار بھی رنگ و نسل کی نذر ہو گیا ہے۔ خدا کی پناہ۔!"

"میں یہ نہیں کہہ رہی۔!"

"پھر کیا کہنا چاہتی ہو۔!"

"کچھ نہیں.... میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا۔ اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔!" کہتی ہوئی باہر کی طرف چلی گئی۔ عمران تھوڑی دیر خاموش رہ کر بلاول سے بولا۔ "تم کچھ پر سکون ہوئے یا نہیں۔!"

"اب سکون کا کیا سوال....!" اس نے طویل سانس لے کر کہا۔ "واپسی پر شائد میں بھی زندہ نہ رہوں.... وان بروف مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔!"

"وان بروف تمہاری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ بس کسی طرح جزیرہ موبار کی طرف نکل چلو۔ وہاں سے چارج میرے ہاتھ میں ہو گا اور پھر تم وان بروف کا حشر دیکھ لو گے۔!"

بلاول کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بلاول کے لئے شراب کا گلاس لے آئی۔ عمران نے گلاس اُس کے ہاتھ سے لے کر بلاول سے کہا۔ "یہ لو طبیعت سنبھل جائے گی۔!" ساتھ ہی اُس نے مرسیانا کو دوسرے کمرے میں چلے جانے کا اشارہ کیا تھا۔ اس نے بے چوں و چرا تعمیل کی۔

بلاول نے جنم جنم کے پیاسے کی طرح گلاس خالی کر دیا اور عمران کا شکریہ ادا کر کے بولا۔ "وہ کہتا ہے کہ وہ پُر اسرار قوتوں کا مالک ہے۔ لیکن میں نے سب کچھ دیکھ لیا۔!"

"کون کہتا ہے۔!"

"وان بروف... کہتا تھا کہ وہ آدم خور اُسکے تسخیر کردہ ہیں۔ جب چاہے وہ کیچوؤں کی طرح بے ضرر ہو جائیں اور جب چاہے انہیں بے حد خوفناک بنا دے۔ لیکن بالآخر پول کھل گئی۔!"

عمران کچھ نہ بولا اور کہتا رہا۔ "آدم خوروں کا راز تم نے افشاء کر دیا اور یہ دیکھو....!" وہ جیب سے ہاتھ ڈال کر کچھ نکالتا ہوا بولا۔ "یہ گھاس کی اُس جھالر کے نیچے سے برآمد ہوا تھا جو اُس نے اپنی کمر کے گرد لپیٹ رکھی تھی۔!"

عمران اُسے ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگا۔ یہ ایک پاکٹ سائز ٹرانس میٹر تھا۔

"اسی کے ذریعے وہ احکامات حاصل کر کے عمل کرتے تھے۔!" بلاول نے کہا۔

"لیکن اب تم دیر کیوں کر رہے ہو۔ ہمیں موبار کی طرف نکل چلنا چاہئے۔!" عمران نے کہا۔

"تو تم میرے تحفظ کی ذمے داری لیتے ہو....؟"

"حتی الامکان تمہیں بچانے کی کوشش کروں گا۔!"

"اور میرے ساتھی کی لاش کا کیا بنے گا۔!"

"میرا مشورہ ہے کہ اُسے یہیں دفن کر دیا جائے.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ تم لاش سمیت خود کو اُن کی نظروں سے پوشیدہ نہ رکھ سکو۔!"

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔!"

"اور دونوں لاشوں کو یہیں جھونپڑے میں چھوڑ جائیں گے۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔

جوزف نے فون پر بلیک زیرو کو اطلاع دی۔ "میں نے اُسے تلاش کر لیا ہے مسٹر طاہر۔!"

"کہاں ہے....؟"

"فوڈ پریزرورز لمیٹڈ کے لئے کام کرتا ہے۔ نگانا اُس کا نام ہے۔ اب تک اس کی ہڈیاں بھی توڑ چکا ہوتا لیکن پھر سوچا کہ پہلے تمہیں آگاہ کر دوں۔!"

"تم نے بہت اچھا کیا۔!" بلیک زیرو طویل سانس لے کر بولا۔ "تم کہاں سے بول رہے ہو۔!"

"موبار کے جزیرے سے.... وہ کمپنی کے ایک فشنگ ٹرالر پر کام کرتا ہے.... اور یہ ٹرالر موبار کے ساحل پر لنگر انداز ہے۔!"

"میرے آدمی تم سے کس جگہ ملیں۔!"

"ساحل پر مونا کوبار ہے۔ وہیں سے میں ٹرالر پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔!"

"بس نگرانی ہی کرتے رہو۔ چھیڑ چھاڑ مت کرنا۔!"

"میرا خون کھول رہا ہے۔ مسٹر طاہر....!"

"خود کو قابو میں رکھو.... ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔!"

"آخر کرو گے کیا....!"

"اُسے چپ چاپ اٹھا لینا ہے۔!"

"میں سمجھ گیا۔!"

بلیک زیرو نے رابطہ منقطع کر کے ایکس ٹو کے ماتحتوں کو چوکس کرنا شروع کیا۔ اس کی اسکیم کے مطابق صفدر کو جوزف سے رابطہ قائم کر کے اپنے تین ساتھیوں سمیت نگانا کی نگرانی کرنی تھی اور موقع ملتے ہی اٹھا کر سائیکو مینشن پہنچا دینا تھا۔

صفدر چوہان، خاور اور نعمانی موبار کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کی لانچ مخصوص وضع کی تھی یعنی ضرورت پڑنے پر اُسے جنگی کشتی کی حیثیت بھی دی جاسکتی تھی۔ طویل فاصلے کے رابطوں کا ٹرانس میٹر بھی اس پر نصب تھا۔

موبار پہنچ کر انہوں نے اپنی لانچ مونا کوبار سے قریباً دوڑھائی فرلانگ کے فاصلے پر لنگر انداز کی اور مونا کوبار کی طرف چل پڑے۔

"جوزف سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔!" کیپٹن خاور نے کہا۔

"اسی لئے ایکس ٹو نے خصوصیت سے نعمانی کو اس ٹیم میں شامل کیا ہے۔!" صفدر بولا "یہ تصدیق کر سکیں گے۔!"

"کیوں بھئی کیا تمہیں یقین ہے کہ تم تصدیق کر سکو گے۔!" خاور نے نعمانی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"اگر میں اپنی یادداشت کے سہارے اُس کی تصویر بنوا سکتا ہوں تو شناخت بھی کر سکوں گا۔!"

"اندازاً کتنی دیر وہ تمہاری نظروں میں رہا تھا۔!" خاور نے پوچھا۔

"مجھے یاد نہیں۔!"

"کتنے فاصلے سے دیکھا تھا۔!"

"یہ بھی یاد نہیں۔!" نعمانی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ "لیکن تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"میں کہنا چاہتا ہوں بسا اوقات خواب بھی حقیقت معلوم ہوتے ہیں۔!"

"یعنی تمہارا مطلب ہے کہ میں نے کوئی خواب دیکھا تھا۔!"

"شاید.... کیونکہ تمہارے بیان کے مطابق وہ ایمبولینس گاڑی سمندر میں غرق ہو گئی تھی اور وہ سیاہ فام آدمی اُس وقت اسی میں موجود تھا۔ پھر وہ جوزف کو جیتا جاگتا مل جاتا ہے۔!"

"غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرے ساتھ ہی ایکس ٹو بھی پاگل ہو گیا ہے۔!"

"یارو.... اس بحث سے کیا فائدہ....!" صفدر بول پڑا۔ "جو کام ہمیں سونپا گیا ہے ہمیں صرف اُسی سے غرض ہونی چاہئے۔!"

"سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر راہگیروں پر بھونکنے اور جھپٹنے کو بھی کام کہا جا سکتا ہے۔!" خاور ناخوش گوار لہجے میں بولا۔

"یار تم میں تنویر کی جھلکیاں کیوں نظر آنے لگی ہیں۔!" صفدر ہنس کر بولا۔

خاور کچھ کہنے کی بجائے بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

مونا کوبار پہنچ کر جوزف سے ملاقات ہوئی۔ وہ بہت زیادہ پُرجوش نظر آ رہا تھا۔

"وہ اس وقت بھی ٹرالر میں موجود ہے۔!" اس نے صفدر کو اطلاع دی۔ صفدر کے علاوہ اور کسی سے بھی گفتگو نہیں کرتا تھا۔

"اس پر تو کوئی بھی سیاہ فام نہیں دکھائی دیتا۔!" خاور بولا۔

"بہت دیر سے اندر ہے۔!"

"کیا تم نے قریب سے دیکھا تھا۔!"

"گیارہ بج کر پچاس منٹ پر وہ یہیں اسی بار میں بیٹھا پی رہا تھا۔ میں نے اُسے بہت قریب سے دیکھا تھا۔!"

"لہٰذا جب تک وہ دوبارہ یہاں نہیں آتا ہم اُسے قریب سے نہیں دیکھ سکیں گے۔!" خاور مسکرا کر بولا۔

"جوزف نے اُس کے لہجے میں پائے جانے والے طنز کو بڑی شدت سے محسوس کیا اور خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ لیکن اُس نے صفدر کی طرف شکایت آمیز نظروں سے ضرور دیکھا تھا۔

"جلدی کیا ہے.... دیکھ ہی لیں گے۔!" صفدر بولا۔

"لیکن ہم یہاں بیٹھ کر کیا کریں۔ ہم میں سے کوئی پیتا بھی نہیں۔!" خاور نے کہا۔

"دودھ بھی مل جائے گا۔!" جوزف نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ سب خاور کی طرف دیکھ کر ہنس پڑے۔

"میں نے تم سے جواب نہیں مانگا تھا۔!" خاور نے جوزف کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا تم مجھے اظہار خیال کی آزادی سے محروم کر دینا چاہتے ہو مسٹر....؟"

"اپنے کام سے کام رکھو.... بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔!"

"ہاں تو مسٹر صفدر....!" جوزف دوسری طرف مڑتا ہوا بولا۔ "کیا تمہارا ابھی یہی خیال ہے کہ میں نے شناخت کرنے میں غلطی کی ہو گی۔!"

"ہمارے ساتھ وہ آدمی بھی موجود ہے جس نے اُسے دیکھا تھا۔!" صفدر نے نعمانی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ بہت اچھی بات ہے۔!" جوزف اٹھتا ہوا بولا۔ "میں جا کر اُسے ڈیک پر لانے کی کوشش کرتا ہوں۔!"

"نہیں بیٹھو....!" صفدر اُس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھاتا ہوا بولا۔ "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم

انتظار کرلیں گے۔ تمہاری کوشش اسے ہوشیار کرسکتی ہے۔!"

"یار شائد تم سب بہک گئے ہو۔!" خاور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"وہ دیکھو.... وہ رہا۔!" دفعتاً جوزف بولا۔

وہ سب ٹرالر کی طرف متوجہ ہوگئے اور نعمانی نے کہا۔ "تم اُسے قریب سے دیکھ چکے ہو
لیکن اس فاصلے سے میں شناخت نہیں کرسکوں گا۔!"

"ٹہلتے ہوئے قریب چلے جاؤ....!" صفدر بولا۔

نعمانی اٹھ گیا تھا اور انہوں نے ٹرالر کی طرف سے توجہ ہٹالی تھی۔ صفدر نے ویٹر کو بلا کر
جوس طلب کیا اور جوزف سے پوچھا کہ وہ کیا پیئے گا۔

"میرے لئے ملک شیک لاؤ۔!" جوزف نے ویٹر سے کہا۔

"تم تکلف نہ کرو.... اپنے لئے وہی منگواؤ جو پینا چاہتے ہو۔!" صفدر نے کہا۔

"شرفاء کے درمیان آنے میں وہ اپنی توہین محسوس کرے گی مسٹر.. اسلئے ملک شیک ہی چلنے دو۔!"

خاور نے پھر اُسے خونخوار نظروں سے دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔!

وہ مشروبات سے شغل کرتے رہے۔ اتنے میں نعمانی واپس آگیا۔

"خدا کی قسم وہی ہے۔!" اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔

وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور نعمانی ہاتھ ہلا کر بولا۔

"لیکن شائد ٹرالر ساحل چھوڑ رہا ہے۔ لنگر اٹھایا جارہا تھا۔!"

"تو پھر ہم یہاں بیٹھے کیا کررہے ہیں۔!" صفدر اٹھتا ہوا بولا۔

وہ باہر نکلے اور اپنی لانچ کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ٹرالر نے ساحل چھوڑ دیا۔

"اُس کے ڈائرکشن پر نظر رکھو....!" صفدر نے کہا۔

بہت تیزی سے وہ اپنی لانچ کی طرف بڑھ رہے تھے اور خاور اس طرح ہنستا جارہا تھا جیسے اپنے
ساتھیوں کو اول درجے کے احمق سمجھ رہا ہو۔

لانچ میں پہنچ کر اُس نے کہا۔ "دیکھ لینا شرمندگی کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔!"

کوئی کچھ نہ بولا۔ اُن کی لانچ بھی اب اُدھر ہی جارہی تھی۔ جدھر ٹرالر گیا تھا۔

عمران اور بلاول باز نے کھانے پینے کی اشیاء کے تھیلے اپنے کاندھوں پر اٹھائے تھے اور ساحل

کی طرف چل پڑے تھے۔ مرسیانا بُری طرح خائف تھی۔ ہر چند کہ ماقبل تاریخ کے وحشیوں کا
راز افشاء ہوچکا تھا لیکن پھر بھی اس کا دھڑکا تو لگا ہی ہوا تھا کہ کہیں ویسے ہی دو چار اور بھی موجود نہ
ہوں اور بے خبری میں حملہ نہ کر بیٹھیں۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں کیا کررہا ہوں۔!" بلاول چلتے چلتے بولا اور عمران بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

ساحل کی جانب والی ڈھلان سے اُترتے وقت اس نے کہا۔ "تم وان بروف کی پر اسرار
قوتوں کا ذکر کررہے تھے۔!"

"ہاں... وہ کہتا ہے کہ اس کیلئے کام کرنیوالوں کی کوئی حرکت اُس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔!"

"کیا ایسی کوئی شہادت تمہاری نظروں سے گزری ہے۔!"

"کیوں نہیں.... بارہا ایسا ہوا ہے کہ اس نے اپنے آدمیوں کو سزائیں دی ہیں۔ ایسی باتوں پر
کہ جن کا علم اُن کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔!"

"کس قسم کی سزائیں۔!"

"ایسی سزائیں کہ وہ پھر کبھی نظر نہیں آئے۔!"

"کیا مطلب....!"

"انہیں متحرک چٹانوں پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔!"

"متحرک چٹانیں۔!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں.... اُن چٹانوں کی صحیح پوزیشن کا اندازہ لگانا مشکل ہے کبھی نظر آتی ہیں اور کبھی غائب
ہوجاتی ہیں اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جگہ بدلتی رہتی ہیں۔!"

"کیا تمہارا ذہن قابو میں نہیں ہے....؟" عمران نے پوچھا۔

"کیوں....؟ نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔!"

"پھر یہ چٹانیں کہاں سے نکل پڑیں۔!"

"اُف فوہ.... کیا تم میری باتوں میں بے ربطی محسوس کررہے ہو۔!"

"بہت زیادہ کیونکہ تم نے یہی نہیں بتایا کہ یہ چٹانیں کہاں اُگتی ہیں.... زمین پر ہیں یا فضا میں
پرواز کرتی رہتی ہیں۔!"

"ارے بھائی سمندر میں ہیں۔!"

"کس طرف....!"

"فش ہاربر سے بیس میل کے فاصلے پر میں نے انہیں ایک بار دیکھا تھا۔ پھر دوسری بار یہاں

اسی جزیرے کے قریب دکھائی دی تھیں۔!"

"اور سزا یاب لوگ اُن چٹانوں پر پھکوا دیئے جاتے ہیں۔!"

"ہاں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔!"

وہ ساحل پر پہنچ کر موٹر بوٹ میں بیٹھ گئے اور بلاول نے اُن دونوں سے کہا۔"تم دونوں کیبن سے باہر مت نکلنا اور میں دن کے اجالے میں موبار کے ساحل پر نہیں جاسکوں گا۔!"

"تو اتنا وقت کہاں گزرے گا۔!" عمران نے پوچھا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو۔!"

"بہت اچھا....!" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دے کر کہا اور مرسیانا کو لے کر کیبن کے اندر چلا آیا۔

"موٹر بوٹ کے انجن کا شور فضا میں گونجنے لگا تھا۔ پھر وہ حرکت میں آگئی کچھ دیر بعد انجن کا شور کسی قدر کم ہوا تو مرسیانا آہستہ سے بولی۔"تم نے اُس پر اس حد تک اعتماد کیسے کر لیا۔!"

"تو پھر کیا کرتا۔!"

"میرا مطلب تھا کہ تم بھی کیبن میں کیوں آبیٹھے۔ پتہ نہیں کس طرف لے جائے۔!"

"کیا تمہیں اُس کی باتوں پر یقین نہیں آیا۔!" عمران نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں.... میں تو سمجھتی ہوں کہ اُس نے وان بروف کا نام بھی یونہی لے لیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ وان بروف کو جانتے ہوں اور یہ بھی جانتے ہوں کہ میں وان بروف کے لئے کام کرتی ہوں۔!"

"کچھ بھی ہو.... وہ اپنے باس سے برگشتہ ہو چکا ہے۔!"

"یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو۔!"

"اگر ایسا نہ ہوتا تو دوسرے زخمی کو اس بے دردی سے نہ مار ڈالتا۔!"

"اس کا الزام وہ تمہارے سر رکھ کر اپنے باس سے سرخرو بھی ہو سکتا ہے۔ اُسے دوسری کہانی سنا کر کہہ سکتا ہے کہ اس طرح تمہیں اس نے قابو میں رکھا اور فرار نہیں ہونے دیا۔!"

"او ہو.... اس وقت تو بے حد عقلمندی کی باتیں کر رہی ہو۔!" عمران نے حیرت سے کہا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔"یقیناً ایسا بھی ہو سکتا ہے۔!"

"تمہاری گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ جزیرے کا نام سنتے ہی تم سمجھ گئے تھے کہ اپنے شہر سے کتنی دور ہو۔!"

"ہاں میں سمجھ گیا تھا....!"

"تو پھر کیوں نہ موٹر بوٹ پر تم خود قبضہ کر لو۔ کمپاس کی مدد سے تم اپنے شہر کے ساحل تک پہنچ سکو گے۔!"

"ہاں یہ بھی ممکن ہے لیکن میں تو اس کے باس تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ اپنے شہر کے ساحل تک پہنچ کر کیا کروں گا۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"اپنے شہر سے میں اکتا گیا ہوں۔!"

"آخر ہو نا تم بھی درندے ہی۔!"

"درندوں سے بچاؤ کی صرف یہی صورت ہے کہ آدمی خود بھی درندہ ہو جائے۔!" عمران نے کہا اور کیبن سے اُس حصے میں جھانکنے لگا جہاں بلاول بیٹھا موٹر بوٹ چلا رہا تھا۔

"تم پچھتاؤ گے اگر میری بات نہیں سنو گے۔!" مرسیانا عقب سے بولی۔

"مجھے سوچنے دو....!" عمران نے جھنجھلا کر کہا۔

ٹھیک اُسی وقت عمران نے اچانک بلاول کو موٹر بوٹ کا رخ بدلتے دیکھا۔ گویا جدھر سے چلے تھے پھر اُدھر ہی واپس ہو رہی تھی۔ رخ اتنی تیزی سے بدلا گیا تھا کہ مرسیانا لڑکھڑا کر عمران پر آگری۔

"یہ کیا ہو رہا ہے....!" وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بولی۔

"اُس نے تیزی سے کورس بدلا ہے اور شائد ہم پھر اسی جزیرے کیطرف واپس ہو رہے ہیں۔!"

"تم نے دیکھا....!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بلاول کی آواز آئی۔"میری کمپنی کا ایک فشنگ ٹرالر ادھر آرہا ہے۔!"

"تو پھر کیا صورت ہوگی۔!" عمران نے پوچھا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔!"

"تب پھر چارج مجھے دو اور تم کیبن میں آرام کرو۔!"

"نہیں مجھے مرہی جانا چاہئے.... کسی طرح بھی نہیں بچ سکوں گا۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو میں باہر آرہا ہوں تم کیبن میں آؤ۔!"

"لیکن تمہاری وجہ سے اور زیادہ جلدی مارے جائیں گے۔ اگر انہوں نے تمہیں دیکھ لیا۔!"

"کیا پوری کمپنی وان بروف کے لئے کام کرتی ہے۔!"

"نہیں.... ہر ٹرالر پر اُس کا ایک خاص آدمی ضرور ہوتا ہے۔!"

عمران دوسرے ہی لمحے میں کیبن سے نکل کر سینے کے بل رینگتا ہوا بلاول کی طرف بڑھ رہا
تھا۔ قریب پہنچ کر اُس نے اُس کی گردن دبوچ لی۔ وہ بُری طرح مچلا لیکن پھر ڈھیلا پڑ گیا۔ کیونکہ
دباؤ گردن سے زیادہ بائیں شانے کی ایک رگ پر تھا۔

عمران نے اُسے ایک طرف ڈال کر اسٹیئرنگ خود سنبھال لیا۔ پھر مرسیانا کو آواز دی۔

"آجاؤ... کسی خاص احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ ڈر کے مارے...!"

وہ باہر نکل آئی اور بلاول کو ایک طرف پڑا دیکھ کر بولی۔ "بالآخر تمہیں وہی کرنا پڑا جو میں پہلے
کہہ رہی تھی۔!"

"خواہ مخواہ... ڈر رہا تھا۔ یہ ایک عام سی موٹر بوٹ ہے اور اس پر کوئی شناختی نشان یا کسی ادارے
کا نام بھی نہیں ہے۔ لیکن ٹھہرو کیبن میں ایک ترپال پڑا ہوا ہے۔ اٹھا لاؤ اور اس پر ڈال دو...!"

"وہ تو میں ڈال دوں گی لیکن تم ابھی تک اُسی بدلے ہوئے کورس پر چل رہے ہو۔!"

"ہاں میں چاہتا ہوں کہ پیچھے والا ٹرالر آگے نکل جائے۔ پھر دوبارہ اسے راستے پر لگاؤں گا۔ تم
پیچھے جا کر اندازہ لگاؤ کہ ہمارے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔!"

مرسیانا دوسری طرف چلی گئی اور عمران نے موٹر بوٹ کی رفتار برقرار رکھی کبھی کبھی وہ بلاول
کی طرف بھی دیکھ لیتا جس پر ترپال پڑی ہوئی تھی۔ وہ پہلے ہی کی طرح بے حس و حرکت تھا۔

مرسیانا نے واپس آ کر اطلاع دی کہ محض ٹرالر ہی نہیں ہے بلکہ اُس سے کسی قدر فاصلے سے
ایک لانچ بھی ادھر ہی آ رہی ہے۔

"کیا اتنا فاصلہ نہیں ہے کہ ہم اُن سے ٹکرائے بغیر اپنی کشتی پھر دوسری سمت موڑ لیں۔!"

"نہیں اتنا فاصلہ نہیں ہے۔ خواہ تم کتنا ہی بڑا دائرہ کیوں نہ بناؤ مڑنے کے لئے کسی ایک سے
ضرور ٹکراؤ گے۔!"

"تو پھر یہی مناسب ہوگا کہ آگے ہی بڑھتے رہیں۔!"

"حتیٰ کہ ایندھن ختم ہو جائے۔!" مرسیانا طنزیہ لہجے میں بولی۔

"ایندھن کی فکر نہ کرو.... میں نے دیکھا ہے کیبن میں خاصا فالتو ایندھن موجود ہے۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران نے موٹر بوٹ کی رفتار کچھ اور بڑھا دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اُسے
جزیرے کا ساحل نظر آنے لگا۔ جس سے وہ فرار ہوئے تھے۔

"کیا پھر یہیں رکو گے....؟" مرسیانا نے پوچھا۔

"فی الحال آگے ہی بڑھتے رہنے کا ارادہ ہے۔!"

"اوہ.... دیکھو شائد وہ ہوش میں آ رہا ہے۔!" مرسیانا بولی۔

ترپال میں جنبش ہو رہی تھی۔ اچانک بلاول نے ہاتھ مار کر ترپال کا گوشہ اپنے چہرے سے ہٹا
دیا اور اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے وہ بینائی سے محروم ہو گیا ہو۔

"اس کے ہاتھ پیر باندھ دو.... ورنہ دشواری میں ڈالے گا۔!" مرسیانا نے کہا اور عمران سر کو
جنبش دے کر رہ گیا۔

اب موٹر بوٹ اُس جزیرے سے کسی قدر آگے نکل آئی تھی۔ دفعتاً بلاول اٹھ بیٹھا اور خاموشی
سے عمران کو دیکھتا رہا۔ اُدھر عمران کا یہ عالم تھا جیسے اُسے اُس کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔

"ہم کدھر جا رہے ہیں۔!" کچھ دیر بعد بلاول نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ٹرالر کے آگے لیکن اُدھر سے ابھی تک کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی جس کی بناء پر یہ سمجھا
جا سکے کہ ہم خطرے میں ہیں۔!"

ٹھیک اُسی وقت فائروں کی آوازیں سنائی دیں اور بلاول بوکھلا کر بولا۔ "دیکھا تم نے دیکھا۔!"

"آوازیں دور کی ہیں۔ اچھی بات ہے اب تم پھر میری جگہ بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔!"

"جہنم میں جائے۔!" بلاول نے کہا اور لیٹ کر ترپال اپنے اوپر کھینچ لی۔

عمران نے بُرا سا منہ بنا کر مرسیانا کی طرف دیکھا اور وہ شانے سکوڑ کر رہ گئی۔

"تم دیکھو وہ ٹرالر اب بھی نظر آ رہا ہے یا نہیں۔!" اُس نے مرسیانا سے کہا۔

"اگر گولی لگ گئی تو....!"

"اچھا تو تم میری جگہ بیٹھو.... اتنا تو کر سکو گی۔!"

"میں موٹر بوٹ کو ہینڈل کر سکتی ہوں۔!"

"تم نے اچھی خبر سنائی.... اب میں دیکھ لوں گا اور بلاول باز تم یونہی چپکے پڑے رہو گے۔!"

"مجھے پریشان مت کرو....!" ترپال کے نیچے سے آواز آئی۔ "مجھے نیند آ رہی ہے۔!"

"یہ اور بھی اچھا ہے۔!" عمران کہتا ہوا اٹھ گیا۔ مرسیانا نے اُس کی جگہ سنبھال لی اور وہ بوٹ
کے عقبی حصے میں آیا۔

ٹرالر اور لانچ نظر نہیں آ رہے تھے لیکن فائروں کی آوازیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔

عمران تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اگلے حصے کی طرف پلٹ آیا۔ لانچ یا ٹرالر کے نظر
نہ آنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ انہیں بہت پیچھے چھوڑ آیا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی کشتی کو دوبارہ مخالف سمت
میں اس طرح موڑ سکتا تھا کہ کسی سے بھی ٹکراؤ کا خدشہ باقی نہ رہتا۔

"اب ہٹ جاؤ۔!" عمران نے مرسیانا سے کہا اور اُس کے ہٹتے ہی خود اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ لمبا چکر لے کر اس نے کشتی موڑی تھی۔ مرسیانا کی نظر بلاول پر جمی ہوئی تھی اُس نے عمران کے کان میں کہا۔ "عجیب آدمی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے سچ مچ سو رہا ہو۔!"

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور بدستور سامنے ہی نظر جمائے رہا۔

فائروں کی آوازیں لحظہ بہ لحظہ قریب ہوتی جا رہی تھیں۔

"یہ کدھر جا رہے ہو.....؟" دفعتاً مرسیانا اُس کا شانہ جھنجھوڑ کر بولی۔

"موت کے منہ میں.... تمہیں کوئی اعتراض ہے۔!" عمران نے کہا۔

"ہاں مجھے اعتراض ہے۔!"

"تو سمندر میں چھلانگ لگا دو.... مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو.....!"

"مجھے تو اُدھر ہی جانا ہے۔ ہر حال میں جاؤں گا۔ تم کیبن میں جا کر پیٹ کے بل لیٹ جاؤ۔"

اس نے ایسا ہی منہ بنایا تھا جیسے کہہ رہی ہو۔ "جہنم میں جاؤ۔!" اور کیبن میں چلی گئی تھی۔

"بھائی یہ فائرنگ کی آوازیں کیسی ہیں۔!" بلاول نے ترپال سے منہ نکالے بغیر پوچھا۔

"بھائی تم بھی چپ چاپ پڑے رہو۔ ورنہ اٹھا کر پانی میں پھینک دوں گا۔!"

"مجھے لاعلم نہ رکھو.... ورنہ مارے جاؤ گے۔!" بلاول نے کہا۔

"ترپال کے نیچے پہنچتے پہنچتے خبریں باسی ہو جائیں گی۔ اس لئے کوئی فائدہ نہیں۔!"

جزیرے کا ساحل نظر آنے لگا تھا۔ عمران نے کشتی کچھ اور کاٹی تاکہ ساحل کے سامنے سے گزرتے وقت فاصلہ زیادہ رہے۔

اور پھر اُس نے دیکھا کہ لانچ اور ٹرالر کے درمیان فائرنگ ہو رہی تھی۔ دونوں ہی کسی قدر فاصلے سے ساحل پر لنگر انداز تھے۔ عمران نے اسٹیئرنگ کے نیچے رکھی ہوئی دوربین اٹھائی اور ساحل کی طرف دیکھنے لگا۔ پہلے ٹرالر کو فوکس میں لیا تھا۔ پھر لانچ کی طرف دوربین گھماتے ہی اچھل پڑا کیونکہ لانچ اُسی کے محکمے کی تھی۔

"کیوں بھائی کیا قصہ ہے۔!" دفعتاً بلاول نے پھر سوال کیا۔

"تمہارے فشنگ ٹرالر اور ایک لانچ کے درمیان فائرنگ ہو رہی ہے۔!"

"کیا کسٹمز کی لانچ ہے۔!"

"پتا نہیں.....!"

"نکل چلو..... تیزی سے نکل چلو.....!"

"کیا اس موٹر بوٹ پر اسلحہ موجود نہیں ہے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"گویا تم دونوں کے تحفظ کا سرے سے کوئی انتظام ہی نہیں تھا۔!"

"اس جزیرے کے قیدی نہتے کر کے یہاں بھیجے جاتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے لئے اُن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔!"

عمران نے بوٹ کو کچھ آگے بڑھا کر پھر جزیرے کی طرف موڑا اور ایسے کنارے کی طرف لے جانے لگا جہاں سے صرف لانچ نظر آ رہی تھی۔ ٹرالر نہیں دکھائی دیتا تھا۔

فائرنگ کی آوازیں یہاں بھی پہنچ رہی تھیں۔ عمران نے انجن بند کر کے لنگر کنارے پھینک دیا۔

"یہ کہاں رک رہے ہو۔!" بلاول نے بوکھلا کر ترپال چہرے سے ہٹا دی۔ مرسیانا بھی کیبن سے نکل آئی۔

"اوہ.... دیوانے یہ تم کیا کر رہے ہو.....!" وہ دانت پیس کر بولی۔

"ہائیں تم زندہ ہو.....!" عمران نے حیرت سے کہا اور دوربین اٹھا کر لانچ کا جائزہ لینے لگا۔ اپنے ایک ایک ماتحت کو پہچانا۔ وہ پوزیشن لئے فائرنگ کر رہے تھے۔ پھر شائد جوزف کی نظر موٹر بوٹ پر پڑ گئی اور رائفل سنبھالے اُس کی طرف پلٹ پڑا۔ لیکن قبل اس کے کہ فائر کرتا عمران نے زبان کے نیچے دو انگلیاں دے کر مخصوص انداز میں تیز سیٹی بجائی اور پھر اُس نے دیکھا کہ جوزف نے رائفل پھینک کر سمندر میں چھلانگ لگا دی ہے ساتھ ہی اُس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا بھی تھا۔

"وہ دیکھو.....!" مرسیانا مضطربانہ انداز میں بولی۔ "وہ کالا آدمی تیرتا ہوا ادھر ہی آ رہا ہے۔!"

"کک.... کون کالا آدمی۔!" بلاول بوکھلاہٹ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ جوزف پانی پر لمبے لمبے ہاتھ مارتا ہوا تیزی سے بڑھا آ رہا تھا۔

"اُف.... فوہ.....!" بلاول بڑبڑایا۔ "اب مارے گئے۔ لیکن اگر وہ اس لانچ سے کودا ہے تو ارے ٹرالر کہاں ہے۔!"

"چپ چاپ بیٹھ جاؤ.....!" عمران غرایا۔

"باس.....!" جوزف کسی قدر قریب پہنچ کر چیخا۔

"ہاں ٹھیک ہے چلے آؤ۔!" عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

"تت.... تو تم.... اُسے جانتے ہو۔!" مرسیانا بولی۔

"میرا باڈی گارڈ ہے اور اس لانچ پر میرے ہی آدمی ہیں۔!"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔!" بلاول ہنس پڑا لیکن عجیب خوف زدہ سی ہنسی تھی۔

جوزف بوٹ پر چڑھ آیا اور عمران کے سامنے دوزانو بیٹھ کر اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور انہیں چومنے لگا۔ آنکھوں سے لگانے لگا۔ پھر بولا۔ "وہ سارے خبیث یہی کہہ رہے تھے باس کہ تم ایمبولینس گاڑی سمیت غرق ہو گئے لیکن مجھے یقین نہیں تھا۔ پھر میں نے اُس کالے کو تلاش کیا جو ایمبولینس گاڑی میں تمہارے ساتھ تھا۔!"

جوزف نے جلدی جلدی پوری کہانی دہرائی تھی.... اور بلاول پُر تشویش انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "بے شک نگانا ہی ہوگا۔ وان بروف کے بے حد خاص آدمیوں میں سے اور ہم سب سے زیادہ جانتا ہے۔!"

دفعتاً لانچ سے مائیک پر کہا گیا۔ "بہتر یہی ہے کہ تم نہتے ہو کر ساحل پر اتر جاؤ۔ ورنہ ہمارے پاس ہلکی توپ بھی ہے۔ ٹرالر کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ دس تک گننے کے بعد ہم توپ سے فائر کریں گے۔ ایک.... دو.... تین.... چار.... پانچ.... چھ.... سات.... آٹھ.... نو.... دس۔!"

اور پھر سناٹا چھا گیا۔

"کیا ہو رہا ہے.... یہ کیا ہو رہا ہے۔!" مرسیانا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"بے فکر ہو جاؤ.... میرے ساتھیوں نے انہیں قابو میں کر لیا ہے۔!" عمران نے کہا اور جوزف سے بولا۔ "دیکھو کیا پوزیشن ہے۔!"

"تم اس پر خوش ہو رہے ہو کہ تمہارے ساتھیوں نے ان پر قابو پا لیا ہے۔!" بلاول نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"کیا مجھے خوش نہ ہونا چاہئے۔!"

"انہوں نے ٹرالر سے خطرے کا سگنل دے دیا ہوگا اور اسے نوٹ کرو کہ تم لوگ کسی بڑی دشواری میں پڑنے والے ہو۔!"

"ہو سکتا ہے۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"ارے تم تو نکل چلو.... تمہارے ساتھی بعد میں آتے رہیں گے۔!" مرسیانا بولی۔

عمران نے لنگر اٹھایا اور آؤٹ بورڈ پر اسٹارٹر کا بٹن دباتا ہوا مرسیانا سے بولا۔ "اب رات اس جزیرے پر بسر ہوگی۔" موٹر بوٹ کو اپنے محکمے کی لانچ کی طرف بڑھا لے گیا۔

دوسری طرف فشنگ ٹرالر کے لوگ نہتے ہو کر ساحل پر اُتر گئے تھے اور عمران کے ساتھیوں نے انہیں باندھ لیا تھا۔ وہ تعداد میں آٹھ تھے۔ جن میں نگانا بھی شامل تھا.... اور وہ سب مسلسل پوچھے جا رہے تھے کہ آخر اُن کا قصور کیا ہے اور وہ کون ہیں اور کس استحقاق کی بناء پر انہوں نے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے۔

ٹھیک اُسی وقت عمران کی بوٹ وہاں پہنچ گئی اور اس پر نظر پڑتے ہی نگانا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

مرسیانا نے اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ہاں یہی تھا۔!"

"کیا مطلب.... میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہی ہو۔ میں نہیں جانتا تم کون ہو۔!" نگانا نے دلیر بننے کی کوشش کی۔

"میں تمہیں نہیں بھول سکتی۔ تم ہی نے اس پر ایک بوڑھے مریض کا میک اپ کیا تھا۔!" مرسیانا نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تمہاری یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔!" نگانا نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

نعمانی کبھی مرسیانا کو دیکھتا تھا اور کبھی نگانا کو۔

ٹھیک اسی وقت انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی اور وہ چونک کر مڑے بلاول باز نے موٹر بوٹ کا لنگر اٹھا دیا تھا اور جتنی دیر میں عمران اس تک پہنچتا وہ تیر کی طرح کھلے سمندر میں نکلی چلی گئی۔ غلطی عمران ہی سے سرزد ہوئی تھی کہ اُس نے بلاول کو موٹر بوٹ میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔

"کیا میں لانچ میں اُس کا تعاقب کروں باس....!" جوزف نے عمران سے پوچھا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ وہ آزادی سے مرنا چاہتا ہے۔ لیکن اب ہمیں یہاں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ صرف نگانا کو ساتھ لے چلو.... بقیہ لوگوں کو یہیں باندھ کر ڈال دو۔!"

"اور تمہاری گاڑی کا کیا ہوگا۔ وہ بھی تو یہیں ہے غالباً اُس طرف....!" مرسیانا نے مشرق کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اُسے بھی یہیں چھوڑو.... پھر دیکھا جائے گا۔!"

کچھ دیر بعد لانچ وہاں سے روانہ ہو گئی۔ اسی دوران میں نعمانی عمران کو اس کے اغواء کی داستان سناتا رہا تھا۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہ ایمبولینس گاڑی غرق ہو گئی تھی....؟" عمران نے سوال کیا۔

"اُسی طرح جیسے اس پر یقین ہے کہ اس وقت تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔!"

عمران نے مرسیانا کی طرف دیکھا۔

"میں کیا بتاؤں... مجھے بھی انہوں نے راستے ہی میں بے ہوش کر دیا تھا۔ تمہیں بتا چکی ہوں۔!"

"اب تم اپنی زبان کھولو....!" عمران نگانا کی طرف مڑ کر بولا۔

اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ فرش پر دوزانو بیٹھا ہوا تھا۔

"میں کیا بولوں میری سمجھ ہی میں نہیں آ رہیں تمہاری باتیں۔!"

"تم کس کے لئے کام کرتے ہو....!"

"سی فورڈ پریزرورز لمیٹڈ کا ملازم ہوں۔!"

"وہ تو دکھاوے کا پیشہ ہے اصل میں کس کے لئے کام کرتے ہو۔!"

"اس کے علاوہ اور کسی کے لئے کام نہیں کرتا۔!"

"تمہارے خلاف دو شاہد موجود ہیں۔!"

"میں سمجھا....!" وہ سر ہلا کر بولا۔ "مجھے کسی مقدمے میں پھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں ان دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا۔!"

"یہ جھوٹا ہے.... پہلے بھی آیا تھا.... میرے کمرے میں۔!" مرسیانا پیر پٹخ کر بولی۔

"آخر تم لوگ ہو کون....!" نگانا آنکھیں نکال کر بولا۔

"او ہو.... تو واقعی تم مجھے نہیں پہچانتے۔!" عمران مسکرا کر بولا۔

"میں اب تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ پتا نہیں تم لوگ کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو۔!"

"اُس کا نکل جانا اچھا نہیں ہوا باس....!" جوزف آہستہ سے بولا۔ "بے حد افسوس ہوا۔!"

"فکر مت کرو۔"

کیپٹن خاور عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "بے حد افسوس ہوا۔"

"مجھے زندہ دیکھ کر....؟" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"لڑکی دلآویز ہے۔!" چوہان نے کہا۔

"شکریہ....!" عمران نے اُس کی طرف مڑ کر بائیں آنکھ دبائی۔

"لیکن اس بھوت کا کیا کریں....!" صفدر نے نگانا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تمہارا مہمان رہے گا۔!" عمران نے کہا اور پھر مرسیانا سے بولا۔ "تم تو اپنے بیان پر قائم رہو گی۔"

"وان بروف کے بارے میں جتنا جانتی ہوں تمہیں بتا چکی ہوں اور یقین کرو کہ اس سے کسی

بھی مرحلے پر انحراف نہیں کروں گی۔!"

نگانا اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اگر ہاتھ کھلے ہوتے تو بے اختیار اُس پر جھپٹ پڑتا۔

"ماری گئی بیچاری....!" خاور ٹھنڈی سانس لے کر اردو میں بولا۔

"تدفین تمہارے ذمے....!" عمران نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میں یہ عورتیں کیا دیکھتی ہیں۔!" خاور نے نہایت سنجیدگی سے سوال کیا۔

"کلی پھندنے.... لیکن تم اس پریشانی میں کیوں مبتلا ہو گئے ہو۔!"

"اس لئے کہ ہمیں خواہ مخواہ دوڑ دھوپ کرنی پڑی ہے۔!"

دفعتاً بلاول والی موٹر بوٹ پھر نظر آئی۔ جدھر گئی تھی اُدھر سے پھر اُسی سمت پلٹ آئی جس طرف لانچ جا رہی تھی۔ وہ ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ کہہ بھی رہا تھا۔

دفعتاً نگانا نے قہقہہ لگایا لیکن عمران اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر مائیک کی طرف جھپٹا اور جلدی جلدی کہنے لگا۔ "ٹھہرو.... ٹھہر جاؤ.... بلاول اسی میں تمہاری بھلائی ہے تم نے دیکھا کہ ہم تمہارے پیچھے نہیں آئے تھے... ٹھہرو... بلاول لانچ پر آ جاؤ.... موٹر بوٹ چھوڑ دو....!"

لیکن بلاول نے ایک نہ سنی۔ نگانا قہقہے لگاتا رہا۔ عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر مائیک رکھ دیا۔

"شائد تم پر بہت زیادہ بدحواسی طاری ہے۔!" خاور نے ہنس کر کہا۔

"یہ شخص مفت میں مارا جائے گا۔!" عمران بولا۔

موٹر بوٹ لانچ سے آگے نکل کر نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

بلاول پر بدحواسی طاری تھی۔ اُس نے کشتی اُسی سمت موڑ لی تھی جدھر لانچ جا رہی تھی اور ہاتھ ہلا ہلا کر کہا تھا۔ "بھاگو.... اپنی جانیں بچاؤ....!" وہ کشتی کو لانچ سے آگے نکال لے گیا تھا۔ لیکن اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جان بچانے کے لئے جائے گا کدھر؟ کیا وہ متحرک چٹانیں اس کا پیچھا چھوڑ دیں گی جنہیں اس نے سطح سمندر پر ابھر کر اپنی راہ میں حائل ہوتے دیکھا تھا۔ بہر حال اُس نے اپنی کشتی تیزی سے گھمائی تھی اور پھر اُسی سمت بھاگ نکلا تھا جہاں سے کشتی لے کر

فرار ہوا تھا۔ پھر لانچ پر نظر پڑی تھی اور اس نے فاصلہ برقرار رکھ کر کشتی کو لانچ کے متوازی کر دیا تھا۔ مائیک پر عمران کی وارننگ بھی سنی تھی لیکن سب لاحاصل.... اُس پر تو اضطراری کیفیت طاری تھی۔ کشتی کی رفتار بڑھاتا رہا۔ پھر لانچ اتنی پیچھے رہ گئی کہ اس کا نظر آنا بند ہو گیا۔

اچانک بائیں جانب نگاہ اٹھی اور اُس کے حلق سے بے ساختہ قسم کی چیخ نکل گئی۔ بہت دور ایک سیاہ دھبہ حرکت کرتا نظر آرہا تھا۔ گویا وہ چٹانیں اس کے متوازی ہی حرکت کر رہی تھیں۔ لیکن اس بار وہ کشتی کا رخ نہ بدل سکا۔ کیونکہ وہ اس متحرک دھبے پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔ رخ بدلتا تو دھبہ عقب میں چلا جاتا اور دونوں کے درمیان کشتی کا کیبن حائل ہو جاتا۔

خدا خدا کر کے موبار کا ساحل دکھائی دیا۔ اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ وہ کشتی کو ساحل کے اُس حصے کی طرف لیتا چلا گیا جو زیادہ تر ویران ہی رہتا تھا۔

بدحواسی کے عالم میں لنگر خشکی پر پھینکا اور کشتی سے چھلانگ لگا دی۔

اب وہ اندھا دھند دوڑ رہا تھا۔ جانتا تھا کہ موبار میں کہاں پناہ لے سکے گا۔ چٹانوں کا خوف اب دل سے نکل گیا تھا۔ وہ دوڑتا رہا۔ لیکن آبادی میں پہنچ کر اُسے اپنی رفتار سست کرنی پڑی تھی اور روشن حصے میں آتے ہی معمول کے مطابق چلنے لگا۔ اپنی منزل سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ذرا ہی سی دیر میں اپنے ایک رشتے دار کے مکان تک پہنچ جاتا لیکن جیسے ہی ایک ویران گلی میں داخل ہوا کوئی ٹھنڈی سی چیز کنپٹی سے آلگی۔ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ بالکل ایسا ہی لگا جیسے شریانوں میں خون منجمد ہو گیا ہو۔ سارے جسم میں ٹھنڈی ٹھنڈی لہریں دوڑنے لگیں۔

"بائیں طرف مڑ جاؤ۔!" کسی نے سرگوشی کی اور کنپٹی پر ٹھنڈے لوہے کا دباؤ بڑھ گیا۔

اب وہ چل نہیں گھسٹ رہا تھا۔ سارے احساسات دھواں ہو کر رہ گئے تھے۔ اُسے ہوش نہیں تھا کہ کتنی دور چل کر ایک عمارت میں داخل ہوا تھا اور پھر روشنی میں پہنچتے ہی ایسا لگا جیسے ذہن میں دھماکا سا ہوا ہو۔ لیکن یہ دھماکا اس پستول سے نہیں ہوا تھا جس کی نال اس کی کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی۔ اسے ایک طرح سے بصارت ہی کا دھماکا کہا جا سکتا تھا کیونکہ اُس کی نگاہ بھاری جبڑوں اور خونخوار آنکھوں والے وان بروف پر پڑی تھی۔ وہ اسے چند لمحے گھورتا رہا۔ پھر غیر متوقع طور پر بے حد نرم لہجے میں بولا۔ "بیٹھ جاؤ۔!"

اُس کمرے میں وہ تنہا تھا اور سامنے کئی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ خود آتشدان کے قریب کھڑا تھا۔ پھر اُس نے اس آدمی کو چلے جانے کا اشارہ کیا جو بلاول کو یہاں تک لایا تھا۔

"میں نے کہا تھا کہ بیٹھ جاؤ۔!" اس نے پھر بلاول سے کہا۔

"شش.... شکریہ.... باس....!" بلاول ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ لیکن اُس کا پورا جسم بُری طرح کانپ رہا تھا۔

"مجھے سب کچھ معلوم ہے۔!" وان بروف نے کہا اس کے لہجے کی نرمی اب بھی برقرار تھی۔

"مم.... میں کیا کرتا باس....!"

"ہاں تم مجبور تھے۔ تمہیں اُن آدم خوروں کی اصلیت نہیں بتائی گئی تھی۔!"

"یہی بات تھی باس....!"

"تمہاری گفتگو کا ایک ایک لفظ مجھ تک پہنچتا رہا تھا۔ جزیرے میں بھی اور کشتی میں بھی۔!"

"میں بہت خوفزدہ تھا باس....!"

"قدرتی بات ہے۔!"

"تو مجھے معاف کر دیا گیا۔!"

"ابھی نہیں....!"

"پپ.... پھر....!"

"تم نے اُسے متحرک چٹانوں کے بارے میں بھی بتایا تھا۔!"

"مجھے کچھ ہوش نہیں باس....!"

بلاول ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے اُسے دیکھتا رہا کچھ بولا نہیں۔

"تم اب بھی میرے لئے کام کر رہے ہو۔!" وان بروف نے کہا۔

"شش شکریہ باس....!"

"لیکن تم چھپ چھپ کر اُس سے ملتے رہو گے۔!"

"مم.... میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔!"

"تمہیں اس سے آگاہ کر دیا جائے گا۔!"

"میں آپ کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دوں گا اور باس اُن لوگوں نے ٹرالر کے سارے آدمی پکڑ لئے ہیں۔!"

"صرف نگانا کو لے گئے ہیں۔!" وان بروف نے پر سکون لہجے میں کہا۔

"تو پھر.... تو پھر....!" وہ ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"تو پھر کچھ بھی نہیں.... تم صرف اپنے کام سے کام رکھو۔!"

"بہت بہتر باس....!"

"بس تو پھر سکون سے اپنے گھر جاؤ.... تمہیں ہدایات ملتی رہیں گی لیکن اُس پر تمہیں یہ ظاہر کرنا پڑے گا کہ مجھ سے چھپتے پھر رہے ہو۔!"

"ایسا ہی ہوگا باس....!"

وان بروف نے ہاتھ ہلا کر ملاقات ختم کر دی۔

بحری فوج حرکت میں آگئی تھی ناریل کے درختوں والے جزیرے پر اب اس کا قبضہ تھا۔ عمران کی کار وہاں سے اٹھوا کر ایک ٹرالر پر بار کرائی گئی تھی اور اُسے عمران تک پہنچا دیا گیا تھا۔ مرسیانا عمران ہی کے ساتھ تھی لیکن وان بروف کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ مرسیانا کے ساتھ کئی ہپی گرفتار کر لئے گئے تھے اور ان کے ذریعے بہت کچھ انکشاف ہوا تھا۔ لیکن عمران کو تو وان بروف کی تلاش تھی۔ مرسیانا کو وہ اپنے ساتھ فلیٹ ہی میں لے آیا تھا اور جولیانا فٹنر واٹر ہر وقت اُس کے سر پر مسلط رہنے کی کوشش کرتی تھی۔

ادھر گلرخ اور سلیمان کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ گلرخ کو مرسیانا کا وجود کھل رہا تھا اور سلیمان کا قول تھا کہ جولیا اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ صاحب کے لئے مرسیانا ہی مناسب رہے گی اور "صاحب" کا یہ حال تھا کہ دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ پیٹ کر انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتا کہ وہ اُن دونوں میں سے کسی کے بھی قابل نہیں ہے۔

"یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔!" سلیمان بولا۔

"اچھا بے۔!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔ "کیوں نہیں ہو سکتا۔!"

"میری مرضی....!" سلیمان سر جھٹک کر بولا۔

"کیا.... کیا.... کیا.... تیری مرضی۔!"

"آپ نے میری ایک شادی کرائی تھی۔ میں بطور احسانمندی آپکی کئی شادیاں کراؤں گا۔!"

"ایک آدھ میری قبر میں ٹھونس دیجیو۔!"

"اسے بکنے دیجئے صاحب مجھے مس جولیا بہت اچھی لگتی ہیں۔!" گلرخ بولی۔

"ٹم ڈونو پاگل ہے۔!" جوزف غرایا۔

"تو چپکا رہ بے۔!" سلیمان نے اُسے جھڑک دیا۔

"باس شادی نہیں کرے گا۔!"

"کرے گا کیسے نہیں....!"

عمران وہاں سے نکل بھاگنے کے لئے پلٹا ہی تھا کہ کسی نے باہر سے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔

"دیکھو....!" عمران نے جوزف کی طرف مڑ کر کہا۔

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ واپس آیا تو عجیب سی شکل ہو رہی تھی۔

"ک.... کیوں.... کیا بات ہے۔!" عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ایک عورت ہے باس....!"

"تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔!"

"یہ لوگ میری شادی کی بات کرنے لگیں گے۔!"

"تیرا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"وہ عورت میری ہی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔!"

"اوہ.... ہو کوئی سیاہ فام عورت....!"

"ہاں باس....!" جوزف دردناک لہجے میں بولا۔

"اُسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ میں آرہا ہوں۔!"

"اُن دونوں کو اُدھر نہ آنے دینا باس....!" کہتا ہوا جوزف چلا گیا۔

"یہ روئے کیوں دے رہا تھا۔!" سلیمان نے پوچھا۔

"اُس کا بھی جوڑا آگیا ہے شائد....!" گلرخ نے کہا۔ میٹرک پاس تھی۔ تھوڑی بہت انگلش تو سمجھ ہی سکتی تھی۔

"اب تم دونوں خاموش ہو جاؤ۔!" عمران انہیں گھونسہ دکھا کر بولا۔ "ورنہ قیمہ کر کے رکھ دونگا۔!"

"ناغے کا دن ہے کباب ہی ہو جائیں گے۔!" گلرخ سلیمان کی طرف دیکھ کر بولی اور عمران ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ سچ مچ ایک سیاہ فام عورت ڈرائنگ روم میں بیٹھی نظر آئی لیکن جوزف کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ شائد باہر چلا گیا تھا۔ عورت اسے دیکھ کر اٹھ گئی اور عمران اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا۔

دفعتاً وہ عورت بھاری آواز میں بولی۔ "میں بلادل باز ہوں۔!"

"ہائیں.... تو کیا ڈر کے مارے عورت ہو گئے ہو۔!" عمران نے حیرت سے کہا۔

اور بلاول گلوگیر آواز میں بولا۔ "میرا مذاق مت اڑاؤ.. میں اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں۔!"

"لپ اسٹک تو بڑے سلیقے سے لگائی ہے۔!"

"مسٹر مجھ پر رحم کرو.....!"

"لیکن تمہیں میرا پتہ کیسے معلوم ہوا۔!"

"بس کسی طرح ڈھونڈ نکالا۔!"

"ذریعہ معلوم کئے بغیر میں بات آگے نہیں بڑھنے دوں گا۔!"

"تمہارے سیاہ فام باڈی گارڈ کی تصویر میں نے ایک عورت کے پاس دیکھی تھی۔!"

"جوزف کی.....!"

"ہاں...اُسی کی اور میں اُس عورت کا پتہ بھی بتا سکتا ہوں۔ تم مسٹر جوزف سے تصدیق کر لینا۔!"

"ضرور بتاؤ پتا..... میں ضرور تصدیق کروں گا۔!"

"سلور اسٹریک بار کی مالکہ فیمی.....!"

"کیا وہ بھی سیاہ فام ہے۔!"

"ہاں اور مسٹر جوزف کی گہری دوستوں میں سے ہے۔!"

"جوزف.....!" عمران نے آواز دی۔

لیکن جواب نہ ملا۔ شاید آس پاس موجود ہی نہیں تھا۔

"کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔!"

"تمہیں بھی نہیں ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ورنہ اس طرح میرا ساتھ نہ چھوڑ بھاگتے۔!"

"میں بہت خائف تھا مسٹر.....!"

"چائے پیو گے یا کافی.....!"

"کچھ بھی نہیں... بس تم مجھے ایسی جگہ چھپا دو... جہاں وان بروف کے ہاتھ نہ پہنچ سکیں۔!"

"وان بروف..... وہ تو خود بھاگا پھر رہا ہے۔ ابھی تک ہاتھ نہیں لگ سکا۔ ساجد پیٹرسن والے کہتے ہیں کہ یورپ کے دورے پر نکل گیا ہے۔!"

"اس کے اصل ٹھکانے سے کوئی بھی واقف نہیں ہے۔!"

"تم کتنے ٹھکانوں سے واقف ہو۔!"

"مم..... میں..... کسی سے بھی نہیں.....!"

"لیکن تم فرار ہونے کے بعد پھر ہماری ہی طرف کیوں پلٹ آئے تھے۔!"

"اُوہ... میرے خدا.....!" اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ سارا جسم کانپنے لگا تھا۔

"ذرا احتیاط سے کہیں..... لپ اسٹک پھیل نہ جائے۔!" عمران نے کہا۔

"اُوہ..... مسٹر..... مجھ پر رحم کرو.....!" وہ بدستور کانپتا ہوا بولا۔ "میں نے وہ متحرک چٹانیں اپنی راہ میں حائل ہوتی دیکھی تھیں اور پھر اُسی طرف پلٹ آیا تھا۔ پھر پتا نہیں کس طرح موبار تک پہنچا تھا۔"

"میں نے تمہیں روکنے کی کوشش کی تھی۔!"

"اور میں نے تم سے کہا تھا کہ بھاگو..... موت پیچھا کر رہی ہے۔!"

"لیکن ہمیں تو وہ متحرک چٹانیں نہیں دکھائی دی تھیں۔!" عمران نے کہا۔

"بہت فاصلے پر تھیں۔ مشرق کی جانب..... ایک متحرک سیاہ دھبے کی شکل میں۔!"

"جب تک اُن کو خود نہ دیکھ لوں..... ایسی چٹانوں کے وجود پر یقین نہیں کر سکتا۔!"

"مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے مسٹر.....!"

"اور میں بھی اسے سچ کیوں سمجھ لوں.....!"

"تمہاری مرضی..... میں تو صرف زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ ٹرالر والوں کو تم نے پکڑ لیا تھا۔ اُن میں نگانا بھی تھا جو وان بروف کے بہت ہی خاص آدمیوں میں سے ہے۔ تم چٹانوں کے بارے میں اس سے تصدیق کر سکتے ہو۔!"

"وہ اب اس دنیا میں کہاں کہ اُس سے تصدیق کر لوں گا۔!"

"کیوں کیا تم نے اُسے مار ڈالا.....؟"

"نہیں اُس نے خودکشی کر لی..... کسی قسم کا زہر تھا اُس کے پاس.....!"

"خدا کی پناہ.....!"

"وان بروف کو تم نے آخری بار کہاں دیکھا تھا۔!"

"سی بریز والی ساحلی تفریح گاہ میں۔ اسے بھی تین چار ماہ ہو گئے۔ ہدایات فون پر ملتی ہیں۔!"

"تم نے یہ شہر ہی چھوڑ دینے کی کوشش کیوں نہیں کی۔!"

"میں کہیں نہ بچ سکوں گا..... اور شائد تمہارے علاوہ اور کوئی مجھے بچا بھی نہ سکے۔!"

"اس یقین اور اعتماد کی وجہ.....!"

"بغیر کسی وجہ اور دلیل کے یہ خیال میرے ذہن میں جم گیا ہے۔!"

"مجھ سے آنکھ ملا کر بات کرو بلاول.....!" عمران سانپ کی طرح پھپھکارا۔

"مم..... مم..... کیا مطلب.....!"

"تمہارے چہرے پر جھوٹ لکھا ہوا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"اُس نے تجھے کسی شرط پر زندگی کی بھیک دی ہے۔!"

"کک.... کیا بات ہوئی۔!"

"سچی بات.... بلاول....!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کس طرح یقین دلاؤں تم ہر معاملے میں مجھے جھوٹا سمجھ گئے۔ نگانا بھی مر گیا۔ ورنہ وہ میرے ہر بیان کی تصدیق کر دیتا۔!"

"لیکن میں اس سلسلے میں مطمئن ہوں۔!"

"کس سلسلے میں۔!"

"اسی سلسلے میں کہ تمہیں زندہ دیکھ رہا ہوں۔!"

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں مر جاؤں۔!" وہ گلوگیر آواز میں بولا۔

ٹھیک اُسی وقت مرسیانا کمرے میں داخل ہوئی۔ پھر کچھ فاصلے ہی پر ٹھٹھک کر رہ گئی۔

"آؤ.... آؤ....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

وہ بلاول کو غور سے دیکھتی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اتنے میں جوزف کے قدموں کی چاپ سن کر عمران نے اُسے بھی آواز دی۔ وہ آیا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"کیا تم سلور اسٹریک بار کی مالکہ کو جانتے ہو۔!" عمران نے اُس سے پوچھا۔

"جانتا ہوں باس....!"

"کیا اُس کے پاس تمہاری کوئی تصویر بھی ہے۔!"

"ہو سکتی ہے باس... کیونکہ وہ میری ہم وطن ہے اور میں اُسے بہت دنوں سے جانتا ہوں۔!"

"اور وہ تمہارا پتا بھی جانتی ہے۔!"

"میرے سارے جاننے والوں کو علم ہے کہ تم میرے باس ہو۔!"

"یہ تمہارے ساتھ تمہارے کمرے میں رہے گا۔!" عمران نے بلاول کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"کک.... کیوں باس....!" وہ بوکھلا کر بولا۔

"لل.... لیکن باس....!"

"چلو.... لے جاؤ.... اُسے اپنے ساتھ....!"

"مم.... میں اس کا کیا کروں گا باس....!"

"میں نے کہا ہے کہ اس کا قیام تمہارے ساتھ ہوگا.... اور بس جاؤ....!"

"چلو..!" جوزف نے کھسیانے انداز میں کہا۔ اُسکا بایاں گال پھڑکنے لگا تھا اور پھڑکے ہی جا رہا تھا۔

مرسیانا اس کی شکل دیکھ کر ہنس پڑی۔ اُدھر جوزف جیسے ہی اُسے ساتھ لے کر دوسرے کمرے میں پہنچا۔ گلرخ اور سلیمان کے قہقہوں سے چھت اڑ گئی۔

اور پھر انہوں نے دیکھا کہ بلاول بھاگتا ہوا صدر دروازے کی طرف جا رہا ہے۔ جوزف اُس کے پیچھے "ارے ارے" کرتا بڑھ رہا تھا۔

"جانے دے۔!" عمران نے اُسے للکارا اور جوزف جہاں تھا وہیں رک گیا۔ بلاول دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

"ابے یہ کون تھی....؟" سلیمان جوزف کی کمر پر ہاتھ مار کر بولا۔

"چوپ راؤ....!" جوزف پلٹ کر دہاڑا اور سلیمان بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"اس عورت کی آواز کتنی بھاری تھی۔!" مرسیانا نے کہا۔

"عورت....!" عمران چونک کر بولا۔ "کس عورت کی بات کر رہی ہو۔!"

"وہ جو یہاں بیٹھی ہوئی تھی۔!" مرسیانا نے جھلا کر کہا۔

"اوہ....!" عمران نے جوزف کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ادھر آ" وہ مردہ سی چال چلتا ہوا قریب پہنچا۔

"کیا وہ عورت تھی۔!"

"میں کیا جانوں باس تم کہتے ہو تو عورت ہی ہو گی۔!" جوزف بیزاری سے بولا۔ "میں نہیں سمجھ سکا کہ تم مجھ سے اس قسم کا مذاق کیوں کرنا چاہتے تھے۔!"

"دیکھا تم نے....!" عمران مرسیانا سے بولا۔ "وہ عورت نہیں تھی۔!"

"یعنی کہ کوئی مرد تھا....؟" مرسیانا نے حیرت سے کہا۔

"اوہ.... میرے خدا....!" دفعتاً جوزف چونک کر بولا۔ "اب مجھے یاد آیا باس کیا وہی تو نہیں تھا جو موٹر بوٹ لے بھاگا تھا۔!"

"وہی تھا بلاول....!"

"صورت تو مجھے بھی کچھ جانی پہچانی سی لگی تھی۔!" مرسیانا خفیف ہو کر بولی۔ "لیکن وہ اس طرح کیوں آیا تھا....!"

"وان بروف کے گروہ سے چھپتا پھر رہا ہے۔ یہاں پناہ لینے آیا تھا لیکن تم سبھوں کے قہقہوں سے بور ہو کر بھاگ گیا۔!"

"اور تم یہی چاہتے تھے باس....!" جوزف مسکرا کر بولا۔

"تیرا خیال درست ہے....؟" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اب تجھے سلور اسٹار بار کی مالکہ سے مل کر معلوم کرنا ہے کہ کیا اُسی نے میرا اپتا بتایا تھا۔!"

"ابھی دیکھتا ہوں باس....!" جوزف مستعدی سے بولا۔

"ہوشیاری سے کیونکہ تم بھی اُن کی نظروں میں آچکے ہو۔!"

"بے فکر رہو باس.... شکاری کتے جانتے ہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے۔!"

جوزف کے چلے جانے کے بعد عمران نے فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ "کیا خبر ہے۔!"

"صفدر نے اطلاع دی ہے کہ وہ آپ کے فلیٹ سے برآمد ہونے والی ایک سیاہ فام عورت کا تعاقب کر رہا ہے۔!" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"او کے.... بس یہی معلوم کرنا تھا۔!"

"اُس سے رپورٹ ملنے پر مطلع کروں گا....!"

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

مرسیانا طویل سانس لے کر بولی۔ "سارا جھگڑا اُس نگیٹو کا ہے۔ کیا سچ مچ وہ ضائع ہو گیا تھا؟"

"تمہیں اس سے کیا سروکار....!"

"یہ خوب رہی.... ارے میں بھی تو اُسی کے لئے خوار ہوئی ہوں۔!"

"اور اب بھی اسی تاک میں ہو کہ اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو نو دو گیارہ ہو جاؤ۔!"

"تم صرف ایک بے جگر آدمی ہو۔ نازک احساسات کو پرکھنے کا سلیقہ تم میں نہیں ہے۔!"

"اس جملے کا مطلب....؟"

"بالکل ہی پتھر ہو....!"

"کٹ....!" عمران ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ "اب دوسرے شاٹ کی ریہرسل ہوگی۔!"

مرسیانا بُرا سامنہ بنا کر اٹھی اور وہاں سے چلی گئی۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد جوزف کی کال آئی۔

"نہیں باس.... فیمی کہتی ہے کہ اُس کے پاس میری کوئی تصویر نہیں ہے اور نہ اُس سے کسی نے میرے یا تمہارے بارے میں کسی قسم کی پوچھ گچھ ہی کی تھی۔ اب کیا کہتے ہو۔!"

"واپس آجاؤ....!" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

پانچ بجے شام کو پھر فون کی گھنٹی بجی۔ اس بار بلیک زیرو تھا۔ عمران کے استفسار پر بولا۔ "موبار تم اُس عورت کا تعاقب کیا گیا۔ وہ لاتوش ولا میں داخل ہوئی ہے اور اس وقت تک دوبارہ برآمد نہیں ہوئی۔!"

"کیا صفدر اب تک وہیں ہے۔!" عمران نے سوال کیا۔

"جی ہاں اور معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اب اُسے کیا کرنا ہے۔!"

"لاتوش ولا کی نگرانی جاری رکھے۔ تاوقتیکہ کوئی دوسرا اُس سے چارج نہ لے۔ اُسے ریلیز کرنے کے لئے صدیقی کو بھیجو۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"اور اس دوران میں تمہیں یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ لاتوش ولا آج کل کس کی ملکیت ہے اور کس کے قبضے میں ہے۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

سورج غروب ہوتے ہی وہ جوزف کو ساتھ لے کر ساحل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب بلیک زیرو سے اُس کا رابطہ ٹرانس میٹر پر تھا۔

"باس وہ عورت ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔!" جوزف نے کہا۔

"کس عورت کی بات کر رہے ہو۔!"

"مرسیانا کی....!"

"میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔!"

"اگر اس بنا پر اس پر اعتماد کر رہے ہو کہ اُس نے تمہیں وان بروف کے بارے میں بتا دیا تھا تو؟"

"مجھے اس پر اعتماد نہیں ہے۔ خوف کے تحت بلاول نے بھی مجھے سب کچھ بتا دیا تھا۔ لیکن وہ اب بھی اُن ہی لوگوں کے لئے کام کر رہا ہے۔!"

"کیا نہیں یقین ہے کہ تم بلاول کے کہنے میں آجاؤ گے۔!"

"اگر یقین نہیں ہے تب بھی میں انہیں یقین دلا دینا چاہتا ہوں کہ بلاول کی باتوں میں آگیا ہوں۔!"

"اس کا کیا فائدہ ہوگا....!"

"ایک بار پھر اُن سے دوبدو ہونے کا موقع مل جائے گا۔ ہو سکتا ہے اس طرح اس بار وان بروف کا سامنا بھی ہو جائے۔!"

"گویا دیدہ دانستہ خطرہ مول لے رہے ہو۔!"

"اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔ دو دن سے وان بروف کی تلاش جاری ہے۔ ہمیں بھی اور آئی ایس آئی والوں کو بھی۔ آئی ایس آئی والے لامحدود ہیں اس کے باوجود بھی وہ ابھی تک وان بروف پر ہاتھ نہیں ڈال سکے۔!"

"ٹھیک ہے میں پوری طرح چوکس رہوں گا۔ لیکن کیا مہم پر صرف ہمی دونوں نکلے ہیں۔!"

"نہیں ایسا بھی نہیں ہے۔ اپنے ساتھ صرف تمہیں رکھوں گا۔!"

"میں یہی چاہتا ہوں باس۔ دوسرے لوگ تو کام کے وقت بھی بحث کرنے لگتے ہیں۔ تمہارے خیال سے خاموش رہنا پڑتا ہے۔ ورنہ کیپٹن خاور میرے ہاتھ سے ضرور پٹ جاتا۔!"

"خود کو قابو میں رکھنا.... ہو سکتا ہے کسی مرحلے پر وہ سب بھی ہم سے آملیں۔!"

"میں خیال رکھوں گا باس....!"

سی بریز اوپن ایئر ریستوران کے قریب عمران نے گاڑی روکی ہی تھی کہ جیبی ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا بلیک زیرو اُسے کال کر رہا تھا۔ خبر موبار کے لاتوش ولا سے متعلق تھی۔ جس کے مطابق ٹھیک سات بج کر دس منٹ پر لاتوش ولا سے دو سفید فام مرد اُسی سیاہ فام عورت کے ساتھ برآمد ہوئے تھے۔ جس کا تعاقب کرتا ہوا صفدر موبار تک پہنچا تھا۔ وہ تینوں ساحل پر آئے تھے اور ایک بڑی موٹر بوٹ پر بیٹھ کر مشرق کی جانب کھلے سمندر میں نکل گئے تھے۔ ٹھیک اسی وقت ٹرانس میٹر سے تیسری آواز آئی۔ "ہیلو.... عمران.... صدیقی کمس ان.... موبار سے دو میل کے فاصلے پر وہ موٹر بوٹ خواہ مخواہ چکر لگا رہی ہے.... اوور....!"

"اور تم کیا کر رہے ہو.... اوور....!"

"میں بھی تھوڑے ہی فاصلے پر اپنی کشتی ٹہلا رہا ہوں.... اوور....!"

"موبار.... واپس جاؤ.... اور دیکھو کہ وہ کشتی تمہارے پیچھے تو نہیں آرہی۔ اُس کے بعد براہِ راست مجھ سے رابطہ رکھنا اوور اینڈ آل....!"

اس کے بعد اُس نے بلیک زیرو کو کال کر کے کچھ ہدایات دی تھیں اور سوئچ آف کر کے گاڑی سے اُتر آیا تھا۔

"کیا خبر ہے باس....!" جوزف نے پوچھا۔

"مجھے گھیرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"وہ میری مصروفیات سے پوری طرح باخبر ہیں۔!"

"تو پھر اب کیا کرو گے۔!"

"مجھے جلد از جلد وان بروف پر ہاتھ ڈالنا ہے۔ اس کے لئے جو کچھ بھی کرنا پڑا آنکھیں بند کر کے کر گزروں گا۔!"

"ٹھیک ہے باس.... لیکن تمہاری باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم نے وان بروف کو دیکھا بھی نہ ہو۔!"

"میں نے اُس کی تصویر دیکھی ہے۔ اس کے آفس میں.... مرسیانا کے بیان کے مطابق وہ کبھی کبھی وگ اور نقلی ڈاڑھی لگا کر ہپی بھی بن جاتا ہے۔!"

"یہ بھی میری سمجھ میں نہیں آتا....!"

"کیوں....؟ کیا سمجھ میں نہیں آتا....!"

عمران نے اپنی گاڑی لاک کر دی تھی اور اب وہ ساحل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جوزف کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "کیا ہپی بن جانے کے بعد بھی وہ وان بروف ہی رہتا ہے۔!"

"بعض لوگوں کے لئے نہیں رہتا۔!"

"اور یہ مرسیانا اس کی دونوں حیثیتوں سے واقف ہے۔!"

"اس کا تو یہی بیان ہے۔!"

"تو پھر وہ کسی خاص حیثیت کی مالک ہو گی۔!"

"میں کہہ چکا ہوں کہ اُس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔!"

"پھر اُسے فلیٹ میں کیوں رکھا ہے۔!"

"اُس پر یہی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اُس پر اعتماد ہے۔!"

"اس سے فائدہ باس....!"

"آج تو بہت باتیں کر رہا ہے۔!"

"پتا نہیں کیوں باس، مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تم کوئی بہت بڑی غلطی کرنے والے ہو۔!"

"ہو سکتا ہے.... جو کچھ بھی ہونا ہے ہو کر رہے گا۔!"

"رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شاہین کو سانپ نے اپنے بلوں میں جکڑ رکھا ہے۔!"

"ساتھ میں بیک گراؤنڈ میوزک بھی تھا یا نہیں۔!" عمران نے خوش ہو کر پوچھا۔

"باس....! خدا کے لئے جو کچھ بھی سوچو سنجیدگی سے سوچو....!"

”مجھ سے جو کچھ وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اُسے حاصل کئے بغیر مجھے قتل نہیں کریں گے۔ پھر میں اپنی اس حیثیت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیوں نہ کروں۔ اگر تجھے خوف محسوس ہو رہا ہے تو یہیں سے واپس ہو جا....!“

”یس باس....!“ جوزف چلتے چلتے رک کر بولا۔ ”اگر ایسی باتیں کرو گے تو میں یہیں اپنے پیٹ میں چھرا گھونپ لوں گا۔!“

”بس تو پھر خاموشی سے چلتا رہ۔!“

”مجھے اب واقعی مر جانا چاہئے۔!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تم میری نیت پر شبہ کرنے لگے ہو باس....!“

عمران کچھ نہ بولا۔ ساحل پر پہنچ کر وہ اُس حصے کی طرف بڑھا جہاں سرکاری کشتیاں لنگر انداز رہتی تھیں لیکن اُن پر کسی قسم کے نشانات نہیں ہوتے تھے اور انہیں عام طور پر نجی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ ان میں عمران کی اپنی ایک مخصوص کشتی بھی تھی۔

”فی الحال موبار کی طرف....!“ عمران نے کشتی پر قدم رکھتے ہوئے کہا۔ جوزف اُس کے پیچھے تھا۔ خاموشی سے وہ بھی کشتی پر چڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد کشتی کھلے سمندر کی طرف حرکت کر رہی تھی۔!

”یہاں غوطہ خوری کے کئی سوٹ موجود ہیں۔!“ عمران نے جوزف سے کہا۔

”اپنے سائز کا تلاش کر لو....!“

”بہت اچھا باس....!“

”اس کے بعد تم آؤٹ بورڈ پر آؤ گے اور میں تیار ہو جاؤں گا۔!“

اس طرح پہلے جوزف نے تیار ہو کر کشتی کا کنٹرول سنبھالا تھا اور عمران غوطہ خوری کا لباس پہننے لگا تھا.... کشتی تیز رفتاری سے موبار کی طرف جا رہی تھی۔ عمران نے مڑ کر دیکھا اس کی کشتی سے کچھ فاصلے پر تین کشتیوں کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ یہ تینوں کشتیاں نصف دائرے کی شکل میں اس کی کشتی کا تعاقب کر رہی تھیں۔

”ایک اسٹین گن تیرے پیروں کے پاس رکھی ہوئی ہے۔!“ عمران نے جوزف کو اطلاع دی۔

”مجھے معلوم ہے باس....!“

”ہمارا تعاقب شروع ہو گیا ہے۔!“

”فکر نہ کرو باس....!“ جوزف نے جواب دیا۔

”لائف بیلٹ بھی ساتھ رکھنا....!“

”اوکے.... باس....!“

تھوڑی دیر بعد عمران نے محسوس کیا کہ دائیں اور بائیں جانب والی کشتیاں آہستہ آہستہ دباؤ ڈال کر اس کی کشتی کا کورس بدلوانے کی کوشش کر رہی ہیں۔

عمران بڑی پھرتی سے جوزف کے قریب پہنچ کر بولا۔ ”دونوں کشتیاں ہم سے اپنا فاصلہ بتدریج کم کرتی جا رہی ہیں۔!“

”میں دیکھ رہا ہوں باس اور اسکا مطلب بھی سمجھ رہا ہوں۔ وہ ہمیں بائیں جانب موڑنا چاہتے ہیں۔!“

”ٹھیک سمجھے.... بس تم کشتی پر نظر رکھو میں انہیں دیکھوں گا۔!“

”میرا خیال ہے کہ میں آہستہ آہستہ دائیں جانب کشتی کو دباؤں۔!“ جوزف نے کہا۔ ”زیادہ سے زیادہ دائیں جانب والی سے ٹکراؤ ہی تو ہو گا۔ کشتی الٹ گئی تو ہم تیراکی کے لئے پہلے ہی سے تیار ہیں۔ پتا نہیں وہ ہمیں بائیں جانب کیوں لے جانا چاہتے ہیں۔!“

”ٹھیک ہے کوشش کرو.... لیکن دھیان رہے کہ کشتی الٹتے وقت اسٹین گن تمہارے قبضے میں ہونی چاہئے۔!“

”اوکے باس....!“ جوزف نے کہا اور کشتی کو آہستہ آہستہ دائیں جانب دبانا شروع کیا۔ پھر ایک مرحلے پر ایسا معلوم ہوا جیسے دائیں جانب والی کشتی سے ٹکراؤ ہو جائے گا۔ لیکن وہ بڑی تیزی سے دوسری طرف مڑی اور عمران کی کشتی آگے نکلی چلی گئی۔

”بہت اچھے۔!“ عمران نے جوزف کی مہارت کی داد دی۔ لیکن وہ پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے باس....!“

”کیا ہو رہا ہے۔!“

”کشتی میرے کنٹرول میں نہیں ہے۔ میں اب اسے کسی طرف بھی نہیں موڑ سکتا۔!“

”ہٹو.... میں دیکھوں....!“

جوزف دوسری طرف کھسک گیا اور عمران جھک کر اسٹیئرنگ کا جائزہ لینے لگا جو نہایت آسانی سے دونوں جانب گھوم رہا تھا لیکن اُس کے ساتھ ہی کشتی کا رخ نہیں بدل رہا تھا۔ اُس نے اسٹیئرنگ کے میکنزم کا جائزہ لیا لیکن اُس میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوئی تھی۔

دفعتاً جوزف چیخا۔ ”باس... یہ پانی پر نہیں چل رہی..“ وہ کشتی کی لگر پر جھکا ہوا نیچے دیکھ رہا تھا۔ عمران دوسری جانب جھک پڑا کشتی پانی کی سطح سے قریباً دو ڈھائی فٹ کی بلندی پر حرکت

کر رہی تھی۔

پھر اُس نے مڑ کر دیکھا۔ اُسے گھیرنے والی تینوں کشتیاں بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔

"یہ کیا چکر ہے باس....!" جوزف اُس کی طرف جھک کر بولا۔

"ایسا لگتا ہے جیسے کسی آہنی پنجے نے کشتی کو اپنی گرفت میں لیکر پانی کی سطح سے اوپر اٹھا دیا ہو۔"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تمہاری لاعلمی میں کشتی کا اصل انجن نکال کر کسی دوسری قسم کا انجن فٹ کر دیا گیا ہو۔"

"اسے بھی دیکھے لیتے ہیں.... انجن بند کر دو....!"

"سوچ لو.... باس....!"

"اگر تمہارا خیال صحیح ہوا تو انجن بند ہوتے ہی کشتی دوبارہ پانی کی سطح پر آ جائے گی۔"

"ہاں.... یہ تو ہے....!" کہہ کر جوزف نے انجن بند کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی کشتی کی پوزیشن میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہ بدستور پانی کی سطح پر ڈھائی فٹ کی بلندی پر پرواز کرتی رہی۔

"تم نے دیکھا....!" عمران نے جوزف سے کہا۔ "بالآخر ہم الو بن ہی گئے۔ وہ کشتیاں ہمیں اسی لئے بائیں جانب دبا رہی تھیں کہ ہمارا ردعمل اس کے خلاف ہو۔ یعنی دائیں جانب گھوم کر ہم خود بخود اس جال میں جا پھنسیں۔ اگر بائیں ہی جانب ہم بھی دباؤ رکھتے تو شاید اتنی جلدی ان کے جال میں نہ پھنستے۔!"

"کیا خیال ہے چھلانگ لگائیں۔!" جوزف نے اسٹین گن اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں پہلے مجھے دیکھنے دو کہ چکر کیا ہے.... اوہ.... یہ دیکھو میں نے کہا تھا کہ کوئی آہنی پنجہ...." وہ کشتی کی گگر پر ہاتھ پھیرتے پھیرتے رک گیا اور جھک کر دیکھنے لگا۔ پھر اُسی کی سیدھ میں دوسری طرف جھپٹا۔ ادھر بھی ویسا ہی بڑا سا لوہے کا حلقہ موجود تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کشتی کسی بہت بڑے آہنی زنبور کی گرفت میں ہو۔ اُس نے جیبی ٹرانس میٹر پر اپنے ماتحتوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن ہوا کے شور کے علاوہ اور کچھ نہ سن سکا۔ گویا ٹرانس میٹر بھی ناکارہ ہو کر رہ گیا تھا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم چھلانگ لگا دیں۔!" جوزف نے کہا۔

"ایسی حالت میں اس سے بڑی حماقت اور کوئی نہ ہو گی۔!" عمران نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔ جوزف پر تشویش نظروں سے چاروں طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"یہ لو....!" عمران نے چیونگم کا ایک پیس اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا ہے باس....؟"

"چبو گم....!"

"باس....!" جوزف کے لہجے میں حیرت تھی۔

"رکھ لے منہ میں اور اوپر دیکھ چاند کتنا حسین لگ رہا ہے۔!"

"تمہارا یہی انداز تو مجھے تمہارا غلام بنائے ہوئے ہے۔!" جوزف ہنس کر بولا اور اس سے چیونگم کا پیس لے کر منہ میں ڈال لیا۔

"اپنی جوانی کا کوئی کارنامہ سنا....!" عمران چاند پر نظر جمائے ہوئے بولا۔

"جوانی....!" وہ کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "جوانی سے اب تک شراب کی بوتلوں کے علاوہ اور کیا رہا ہے میری زندگی میں۔ یہی سب سے بڑا کارنامہ ہے کہ زندہ ہوں اب تک اور مرنے سے کبھی نہیں ڈرا....!"

دفعتاً کشتی بائیں جانب جھکنے لگی اور انہوں نے جھپٹ کر دائیں جانب والی گگر پر دباؤ ڈالنا شروع کیا لیکن لاحاصل انتہائی زور صرف کرنے کے باوجود کشتی ترچھی ہی ہوتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ دونوں پانی میں جا پڑے اور جوزف نے پھرتی سے عمران کا بازو پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے لائف بیلٹ کی ڈوری کھینچی تھی اُس میں گیس بھرنے لگی۔ عمران نے بھی بڑی پھرتی سے لائف بیلٹ کو کارآمد بنا لیا تھا۔ دونوں سطح پر تیرنے لگے۔ جوزف اُس کا بازو گھسیٹتا ہوا بولا۔ نکل چلو باس کہیں نہ کہیں کوئی فشنگ ٹرالر مل ہی جائے گا۔!"

ٹھیک اُسی وقت اُن کے پیر کسی ٹھوس چیز سے ٹکرائے اور وہ ایک بار پھر پانی کی سطح سے اوپر اٹھتے چلے گئے۔

"چچ.... چچ.... چٹانیں باس....!" جوزف ہکلایا۔

"ہاں.... ہم واقعی پھنس گئے ہیں۔!"

"تم سے بلاول نے انہی چٹانوں کا ذکر کیا تھا....؟"

"اور میں جھوٹ سمجھا تھا....!"

"اور یہ چٹانیں اب کسی بحری جہاز کی طرح سمندر میں تیرتی چلی جا رہی تھیں۔ وہ ایسی جگہ کھڑے تھے جہاں مضبوطی سے قدم جما سکتے تھے۔

"تو اس کا یہ مطلب کہ بلاول ہی نے ہمیں الجھا کر ان چٹانوں تک پہنچایا ہے۔!"

اچانک ایک طرف ہلکی سی روشنی دکھائی دی۔ جوزف نے عمران کی توجہ اُس طرف منعطف کرائی۔

"فی الحال یہیں ٹھہرو۔!" عمران آہستہ سے بولا۔ "وہ مردود نگانا زبان کھولنے سے پہلے ہی مر گیا تھا۔ ورنہ میں بہت محتاط ہو کر کوئی قدم اٹھاتا۔ بلاول کی طرف سے میں مطمئن نہیں تھا۔!"

"اسٹین گنیں بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل گئیں۔!" جوزف نے کہا پھر عمران کے کان میں آہستہ سے بولا۔ "تم فکر نہ کرو باس.... میرے دونوں ریوالوروں میں بارہ گولیاں ہیں۔!"

"مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ ایک چیونگم اور لو.....!"

اب وہ ایسی جگہ تھے جہاں بڑی لہریں چٹانوں کے نچلے حصے سے ٹکرا رہی تھیں۔ بعض جگہ تو یہ ٹکراؤ اتنا زبردست ہوتا کہ پانی کی پھواریں ان کے جسموں سے ٹکراتیں۔

دفعتاً کسی جانب سے آواز آئی۔ "تم دونوں بہت تھک گئے ہو۔ روشنی کی طرف چلے آؤ.... ادھر تمہارے لئے بہت کچھ ہے۔!"

آواز ایسی ہی تھی جیسے اُسے اُن تک پہنچانے کے لئے مائیکروفون استعمال کیا گیا ہو۔

"کیا خیال ہے باس.....!" جوزف نے آہستہ سے پوچھا۔

"غنیمت ہے کسی آدمی کی آواز تو سنائی دی۔!" عمران نے کہا اور روشنی کی طرف چل پڑا۔ انہیں چلنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ بالآخر وہ اس جگہ پہنچ ہی گئے جہاں روشنی ہو رہی تھی اور یہ روشنی ایک بڑی سی مشعل کی تھی۔ جسے ایک تنگ سی دراڑ میں نصب کر دیا گیا تھا اور اُس کے قریب ہی ایک میز پر شراب کی چند بوتلوں سمیت کھانے کی کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ جوزف حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔

"تیری تو تقدیر کھل گئی۔!" عمران اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اسکاچ کی بوتلیں معلوم ہوتی ہیں۔!"

"وہی ہیں باس.....!" جوزف کی باچھیں کھل گئیں۔

"پھر منہ کیا دیکھ رہا ہے..... جھپٹ پڑ۔!"

"پتا نہیں کیا چکر ہے باس.....!" جوزف نے پُر تشویش لہجے میں کہا تھا۔

"دیکھا جائے گا۔!"

"بے فکر رہو..... یہ چیزیں زہر آلود نہیں ہیں۔!" آواز پھر آئی۔

عمران نے خاموشی سے ایک پوٹیٹو چاپ اٹھایا اور کھانے لگا۔ جوزف نے ہچکچاہٹ کے ساتھ ایک بوتل اٹھالی۔ یہاں چٹانوں کی بناوٹ کچھ ایسی تھی کہ پانی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک چھوٹا سا قد آدم سے بھی اونچی چٹانوں سے گھرا ہوا تھا۔ وہ نہایت اطمینان سے کھاتے پیتے رہے۔

اچانک انہوں نے محسوس کیا جیسے وہ حصہ نیچے دھنس رہا ہو۔

"کک کہیں مجھے..... نن..... نشہ تت تو نہیں ہو گیا ہے باس.....!" جوزف دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ملتا ہوا بولا۔

"تب تو آلو اور انگور میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔!"

"کک..... کیا مطلب.....!"

"میں نے صرف آلو کے کباب کھائے ہیں اور تجھ سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کہیں مجھے بھی تو نشہ نہیں ہو گیا ہے۔!"

وہ بدستور نیچے جا رہے تھے۔ اُن کے اطراف میں اتنی گہری تاریکی تھی کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اچانک وہ آپس میں ٹکرا کر گرے اور اندھیرے میں لڑھکتے چلے گئے۔ دونوں ہی نے سنبھلنے کی لاکھ کوشش کی تھی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے اُن کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ پھر دفعتاً کسی جگہ رک گئے لیکن اپنے پیروں پر کھڑے نہیں تھے بلکہ اوندھے پڑے ہوئے تھے۔

آہستہ آہستہ عمران اٹھا اور آنکھیں کھول دیں لیکن پھر فوراً ہی بند کر لینی پڑیں۔ کیونکہ بہت تیز قسم کی روشنی سے سابقہ پڑا تھا۔ لیکن جب تھوڑی دیر بعد آنکھوں کو روشنی کی سہار ہوئی تو وہ متحیر رہ گیا کیونکہ یہ تو وہی بڑا سا ہال تھا جہاں سے فرار ہونے کے لئے اُس نے چند سیاہ فاموں سے جنگ کی تھی لیکن بالآخر سر پر ضرب لگنے سے بے ہوش ہو گیا تھا اور دوبارہ ہوش آنے پر خود کو ریانا سمیت اُس جزیرے میں پایا تھا جہاں بلاول باز سے ملاقات ہوئی تھی۔

جوزف تو حیرت کے مارے ایسا نظر آنے لگا تھا جیسے اُسے سکتہ ہو گیا ہو۔

"بب..... باس کیا ہم خبیث روحوں کے چنگل میں پڑ گئے ہیں۔!" وہ بالآخر خوف زدہ سی آواز میں بولا۔

"نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں۔!" عمران نے ہنس کر کہا۔

"تو پھر میرا سر چکرا رہا ہو گا۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ عمارت چل رہی ہو۔!"

"سو فی صد چل رہی ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"مم..... میں نہیں سمجھا.....!"

"یہ کوئی بہت بڑی آبدوز کشتی ہے جس کا بالائی حصہ چٹانوں کی شکل میں بنایا گیا ہے۔!"

"تم ٹھیک سمجھے ہو مسٹر عمران.....!" وہی آواز پھر سنائی دی جو انہوں نے چٹانوں کے

درمیان سنی تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔ آواز پھر آئی۔

"اس ایٹمی آبدوز کا جواب بڑی طاقتوں کے پاس بھی نہیں ہے۔ اتنی تیز رفتار آبدوز بنانے میں بڑی طاقتوں کو کم از کم پچاس سال لگیں گے۔ اس وقت یہ بہت معمولی رفتار سے چل رہی ہے۔ لطف تو اُس وقت آتا ہے جب یہ تمہاری بحری فوج کے اڈوں کے قریب پہنچ جاتی ہے اور تمہاری نیوی والے اپنے آلات پر اس کے اثرات دیکھ کر چونکے ہوتے ہیں اور جتنی دیر میں کچھ کر گزرنے کی صورت نکالتے ہیں یہ اطلاع فراہم کرنے والے آلات کے حلقہ اثر سے نکل جاتی ہے اور تمہاری جنگی کشتیاں ٹامک ٹوئیے مارتی رہ جاتی ہیں۔ اس وقت بے حد سست رفتاری سے چل رہی ہے۔!"

"کیا تم لوگ یہ سب کچھ محض اس لئے کر رہے ہو کہ مجھ سے باؤل دے سوف کے نمونے حاصل کر سکو.....!" عمران نے پوچھا۔

"سو فیصد یہی بات ہے مسٹر عمران.....!"

"تمہارا تعلق کس ملک سے ہے۔!" عمران نے سوال کیا۔

"ہمارا تعلق ہر ملک سے ہے ہم ساری دنیا کے شہری ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا.....!"

"حالانکہ یہاں ہمیں تم سے زیادہ اور کوئی نہیں سمجھتا۔!"

"تم لوگ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔!"

"یہ ناممکن ہے مسٹر عمران..... ہم شاذ ونادر ہی کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں۔!"

"میں ایک بار کہہ چکا کہ سلائیڈ بناتے وقت نگیٹو ضائع ہو گئے تھے۔!"

"مجھے یقین نہیں ہے۔!"

"نہ ہو۔" عمران نے شانے اُچکائے۔

"تم یوں باز نہیں آؤ گے۔!" غصیلے لہجے میں کہا گیا۔ "اب ہم تمہیں ایسی اذیتیں دیں گے کہ زندگی سے بیزار ہو جاؤ گے۔!"

پھر سناٹا چھا گیا..... آواز دوبارہ نہیں سنائی دی تھی۔ وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔!

عمران سیریز نمبر 108

ٹھنڈا سورج

(چوتھا حصہ)

پیشرس

"ٹھنڈا سورج" حاضر ہے۔ اس کہانی کا انداز ، اس سلسلے کی پچھلی کہانیوں سے مختلف ہے۔ امید ہے کہ آپ کو پسند آئے گا اور آپ یہی کہیں گے کہ کہانی تو اب شروع ہوئی تھی۔ اتنی جلدی کیوں ختم کردی گئی؟ جی ہاں پچھلی بار ایک غلطی ہوگئی تھی۔ اس سلسلے میں بھی درجنوں خطوط برائے جواب طلبی آگئے۔ غلطی یہ ہوئی کہ پچھلی کتاب "چٹانوں کا راز" کے پیشرس میں میرے دستخط نہیں تھے۔ اصرار ہے کہ آئندہ ایسا نہ ہونے پائے.... بہت بہتر جناب! اور یہ بھی درست ہے کہ کبھی کبھی سرورق کا ڈیزائن کہانی سے مطابقت نہیں رکھتا.... اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ لکھتے وقت کبھی کبھی مجھے یاد نہیں رہتا کہ ٹائٹل ڈیزائن کس قسم کا ہے.... بہر حال یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے.... ٹائیٹل ڈیزائن تو خریدار کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لئے ہوتا ہے۔ میں "نئے پھنسنے" والوں کی بات کررہا ہوں۔ ورنہ آپ تو مجھے جانتے ہی ہیں۔ مجھ سے ہرحال میں ملنا چاہتے ہیں۔ خواہ آپ کو بور کروں، خواہ خوش کردوں۔ اس لئے آپ کو اس کی قطعی پرواہ نہ ہونی چاہئے کہ ٹائیٹل ڈیزائن، کہانی سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔

ایک صاحب نے پھر اصرار کیا ہے کہ میں اپنی جدید ترین تصویر کتاب کی پشت پر چھاپوں۔ آخر "جوانی" کی تصویر کیوں چھاپ رہا ہوں؟ یہ کیا بات ہوئی؟ کیا آپ مجھے بوڑھا سمجھتے ہیں! کہ "جوانی" کی تصویر کا حوالہ دے رہے ہیں.... ویسے ایک بار وہی تصویر چھاپ دی تھی، جو شناختی کارڈ کے لئے کھنچوائی تھی۔ اس پر ایک صاحب نے لکھ بھیجا کہ یہ کسی مصنف کی تصویر ہے یا پنجاب کے خالص گھی کا اشتہار۔ تو بھئی تصویر کا مسئلہ نہ اٹھایئے، ورنہ پھر دشواری میں پڑجاؤں گا۔ البتہ آپ کی یہ تجویز ضرور قابل غور ہے کہ عمران کے اُس دور کی کہانیاں پھر لکھی جائیں، جب وہ ایکسٹو نہیں تھا اور کیپٹن فیاض سے اُس کی نوک جھونک خاصی دلچسپی کا باعث ہوا کرتی تھی۔

ایک اور صاحب رقم طراز ہیں کہ انہوں نے اسلام آباد میں کوئی "عمران کمیٹی" بنائی ہے اور یہ عمران کمیٹی مجھ سے جواب طلب کررہی ہے کہ آخر کتابیں لیٹ کیوں ہوجاتی ہیں؟ عرض ہے کہ جب میں خود ہی لیٹ ہوجاؤں گا تو کتابیں کیوں نہ لیٹ ہوں گی.... اور پھر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسروں کی وجہ سے بھی کتاب کی تیاری میں دیر ہوجاتی ہے۔ میں نے تو اپنا کام کرلیا لیکن کاتب بیمار ہوسکتا ہے، پریس کی مشین خراب ہوسکتی ہے، بائینڈر کو بھی کوئی دشواری پیش آسکتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

۱۲/دسمبر ۱۹۷۸ء

اُن کا تعلق چار بڑے ممالک سے تھا اور وہ خود کو قیدی سمجھنے پر مجبور تھے اور یہ بڑی عجیب بات تھی کہ چاروں اپنی اپنی حکومت کے محکمہ کار خاص سے تعلق رکھتے تھے۔

آئیون کارلوف اپنی حکومت کے خارجی اُمور برائے افریقہ و مشرق وسطٰی کے شعبے کا سربراہ تھا۔ روجر فرینکلن دوسری بڑی طاقت کے اتحادیوں کی "دیکھ بھال" کے محکمے کا انچارج تھا۔ تیسرا ژول روے اُس ملک سے تعلق رکھتا تھا جو دونوں کیمپوں کے حواریوں کے ہاتھ اپنا اسلحہ انتہائی لاتعلقی سے فروخت کر دینے کا ماہر سمجھا جاتا تھا اور چوتھا سر ٹامس ڈگبی اُس ملک کی سیکرٹ سروس کا سربراہ تھا جو نہایت امن پسندی کے ساتھ تیسری جنگ کا منتظر تھا لیکن ساتھ ہی اس کے لئے بھی کوشاں تھا کہ تیسری جنگ یورپ کی بجائے ایشیاء اور افریقہ میں لڑی جائے کیونکہ دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کے بیشتر حصے سے اس کی چودھراہٹ ختم ہو گئی تھی۔

بہر حال اب یہ چاروں قیدی تھے۔ مگر کس کے؟ اُن کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا۔

آئیون کارلوف اپنے ملک کے شمالی برفستان میں سفید ریچھوں کا شکار کھیل رہا تھا کہ اچانک اُس کی پارٹی کو برف کے طوفان نے آلیا۔ پارٹی کے لئے یہ کوئی ایسی انوکھی بات نہیں تھی۔ ان کے پاس ایسا سامان موجود تھا جس کی مدد سے وہ اس دشواری کا مقابلہ کر سکتے لیکن ہوا یہ کہ وہ سامان کو اپنے بچاؤ کے لئے استعمال ہی نہ کر سکے۔ جتنی دیر میں کچھ کرنے کے قابل ہو سکتے شاید تک برف میں دفن ہو چکے تھے۔

دوبارہ ہوش میں آنے پر آئیون کارلوف نے خود کو نیم گرم سی فضا میں محسوس کیا تھا۔ پارٹی کے بعض افراد کو آوازیں دیں تھیں لیکن پھر بستر کی نرمی کا احساس ہوتے ہی ... تھوڑی ہی دیر بعد اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اُس کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔

روجر فرینکلن تہہ دام آنے سے قبل اپنی ایک گرل فرینڈ کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا تھا۔

وہ ٹی وی کی اداکارہ تھی اور اُسے علم تھا کہ روجر فرینکلن شادی شدہ ہے۔ اس لئے وہ خود بھی محتاط رہتی تھی اور دونوں پبلک مقامات پر آپس میں بے تکلف نہیں ہوتے تھے۔ روجر فرینکلن نے یہ اپارٹمنٹ اسی لئے خریدا تھا کہ اپنے ماحول سے الگ رہ کر کچھ وقت گرل فرینڈ کے ساتھ گزار سکے۔ تو وہ اُس وقت جام پر جام لنڈھا رہا تھا اور اُس کی گرل فرینڈ بھی سرمستی کے عالم میں ناگفتہ بہ حالات سے گذر رہی تھی کہ کسی نے عقب سے روجر فرینکلن کی گردن پر ہاتھ مارا اور اُس کی آنکھوں میں پہلے ہی سے چھائی ہوئی دھندلاہٹیں گہری تاریکی میں تبدیل ہو گئیں اور جب دوبارہ ہوش آیا تو منظر بدل چکا تھا۔ نہ وہ اپارٹمنٹ تھا اور نہ محبوبہ دلنواز کا قرب.... گو بستر آرام دہ تھا۔ لیکن اُسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اب وہ کسی کا قیدی ہے۔

ژول روے کو اطلاع ملی تھی کہ اس کے ملک کے دارالحکومت میں آرٹسٹوں کی جو بھیڑ پائی جاتی ہے اُس میں کچھ غیر ملکی جاسوس گھس آئے ہیں اور انہوں نے وہاں کی سیاہ فام آبادی کو اپنی کارگاہ بنالیا ہے۔ پہلے تو ماتحتوں سے اس سلسلے میں کام لیا تھا لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ آرٹسٹوں کی اس بھیڑ میں کئی خوبصورت لڑکیاں بھی پائی جاتی ہیں تو پھر یہی مناسب سمجھا کہ خود ہی ان معاملات کو دیکھے اس طرح یہ مسئلہ "ٹاپ سیکرٹ" کے شعبے میں داخل ہو گیا۔

آرٹ کے دلدادہ ایک معزز آدمی کی حیثیت سے ان کے درمیان پہنچا کچھ تصویریں خریدیں اور پھر بعض آرٹسٹوں کے مداحوں کے حلقے میں شامل ہو گیا کہ یہ ساری آرٹسٹ لڑکیاں تھیں۔ ان ہی میں سے ایک نے ایک رات اُسے اتنی پلادی کہ ذہن کے کینواس پر سیاہی پھر گئی۔ اس کے بعد اجالا ہوا تو وہ بھی کسی کا قیدی تھا۔

سر ٹامس ڈگبی گھوڑوں کا شوقین تھا۔ لہٰذا ایک عدیم المثال گھوڑے کے چکر میں مارا گیا۔ اس وقت وہ اپنے ملک میں نہیں تھا بلکہ افریقہ کے ایک ملک میں گھوڑ دوڑ دیکھنے گیا تھا۔ وہاں ایک گھوڑا بے حد پسند آیا اور وہ اُسے ہر قیمت پر حاصل کر لینے کے چکر میں پڑ گیا۔ کچھ لوگ گھوڑے کے مالک سے معاملہ طے کرانے کے لئے کہیں لے گئے اور پھر اُسے اپنے ہوٹل واپس آنا نصیب نہ ہوا۔ وہ بھی کسی کا قیدی بن گیا تھا۔

یہ چاروں الگ الگ قیدی بنائے گئے اور پھر انہیں یکجا کر دیا گیا۔ چاروں ہی کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے سے واقف تھے۔ یکجا ہونے سے قبل ہر ایک یہی سوچتا رہا تھا کہ وہ مخالف کیمپ کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ لیکن یکجا ہوتے ہی یہ متحیر رہ گئے۔

سرٹامس نے کہا۔ ''کیا ہم پانچویں طاقت کے قیدی ہیں۔''

''پانچویں طاقت صرف میرے سلسلے میں اس حد تک جاسکتی ہے۔ تمہارے لئے نہیں۔'' آئیون کارلوف نے کہا۔

''اُوہ.... ہوگا کچھ..... دیکھا جائے گا۔'' روجر فرینکلن نے اپنی روائتی لاپرواہی کا اظہار کیا۔ لیکن ژول روم جو بہت زیادہ سنجیدہ نظر آرہا تھا سر کو منفی جنبش دے کر بولا۔ ''نہیں پانچویں طاقت سرد جنگ میں شامل نہیں ہے۔''

''یہ بھی درست ہے۔'' کارلوف نے پر تفکر لہجے میں کہا اور پھر اشتباہ آمیز نظروں سے روجر فرینکلن کی طرف دیکھنے لگا۔ فرینکلن نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ بھی درست ہے لیکن؟''

''میرے دوست جو کچھ میں سوچ رہا ہوں اُسے قبل از وقت زبان پر نہیں لانا چاہتا۔'' کارلوف پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''گویا ہمارے ہی بارے میں کچھ سوچ رہے ہو۔''

''کیا غلط سوچ رہا ہوں.... کیا تمہارا قدم درمیان ہو اور کسی ڈرامے کو خارج از امکان قرار دے دیا جائے۔'' کارلوف نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''نان سنس.....!''

''حماقتیں نان سنس ہی کہلاتی ہیں۔''

''کیا مطلب.....!''

''اب مطلب کیا بتاؤں .... تم لوگ سائنسدان تو اعلیٰ درجے کے پیدا کر رہے ہو لیکن ڈپلومیٹ تیسرے درجے کے پیدا کر رہے ہو اور ہم ہر جگہ تمہاری تھرڈ ریٹ ڈپلومیسی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یعنی اپنے احمقانہ منصوبوں پر انرجی اور کرنسی تم ضائع کرتے ہو اور میدان ہمارے ہاتھ رہتا ہے۔''

''اس کا اس معاملے سے کیا تعلق.....!'' روجر فرینکلن نے کسی قدر تیز ہو کر کہا۔

''یہ بھی کسی قسم کا احمقانہ منصوبہ ہی ہو سکتا ہے۔''

''یعنی تم کھلم کھلا ہمیں الزام دے رہے ہو۔'' روجر فرینکلن مٹھیاں بھینچ کر چیخا۔

''پلیز..... پلیز.....!'' سرٹامس دونوں ہاتھ اٹھا کر درویشانہ انداز میں بولا۔

''فی الحال جو کچھ بھی ہے پردے کے پیچھے ہے۔ قیاسات کو جھگڑے کا گھر بنانے سے کیا فائدہ۔''

''ٹھیک ہے ذاتیات میں نہ الجھنا چاہئے۔'' ژول روم بولا۔

''چاروں عمر کے لحاظ سے پچاس سے اوپر ہی رہے ہوں گے لیکن صحت کے معاملے میں جوانوں پر بھی سبقت لے گئے تھے۔

آئیون کارلوف خاموش تو ہو گیا تھا لیکن اُس کی آنکھوں میں ناگواری کا تاثر موجود تھا۔ روجر فرینکلن کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد چونک کر بولا۔ ''میں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

تینوں اُس کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرینکلن نے کارلوف کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ سارا سٹ اپ ہم نے کیا ہے۔''

''کیا یہ ناممکن ہے ڈیئر مسٹر فرینکلن.....!''

''سوال تو یہ ہے کہ ہم ایسا کیوں کریں گے۔''

''تمہارے اس سوال کا جواب دینے بیٹھا تو تمہیں ایک اسٹینو کی ضرورت محسوس ہونے لگے گی۔''

''اتنا طویل جواب ہوگا۔'' ژول روم نے ہنس کر پوچھا۔

''بہر حال اب تم آگاہ ہو گئے ہو۔'' فرینکلن نے سر جھٹک کر کہا۔ ''محتاط رہنا۔''

کارلوف صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

تھوڑی دیر بعد انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے وہ ہل کر رہ گئے ہوں اور پھر وہی کیفیت طاری ہوئی جیسے کسی لفٹ کے اوپر جاتے وقت اعصاب پر طاری ہوتی ہے۔

تو یہ بڑا سا بند کمرہ جس میں گھٹن کا احساس قطعی نہیں ہو رہا تھا کسی قسم کے میکنزم پر قائم تھا۔ وہ متفسرانہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور دفعتاً روجر فرینکلن نے آئیون کارلوف سے کہا۔ ''کہیں یہ سارا سٹ اپ تم ہی لوگوں سے تعلق نہ رکھتا ہو۔''

''ہاں یہ بھی ممکن ہے۔'' آئیون کارلوف نے پرسکون لہجے میں کہا۔ ''لیکن یہ بات میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میں اس سے لاعلم ہوں۔''

''تو پھر میری طرف سے بھی یہی عذر قبول کرو۔'' فرینکلن نے کہا۔

''معقول بات ہے۔'' سرٹامس سر ہلا کر بولا۔

''میری دانست میں یہی بہتر ہے کہ خاموشی سے حالات کا جائزہ لیا جائے۔'' ژول روم نے رائے دی۔

کمرے کی عمودی حرکت رکتے ہی جھٹکا لگا اور وہ دروازے کی طرف دیکھنے لگے کہ شائد اب

اُس کے کھلنے کی بھی باری آگئی ہو۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور پھر اچانک دوسرا جھٹکا لگا اور حرکت کا احساس ہونے لگا۔ اس بار حرکت افقی تھی۔

"خدا کی پناہ....!" سر ٹامس نے طویل سانس لے کر تینوں کے چہروں کا جائزہ لیا اور آہستہ سے بولا۔ "ہم شائد کسی سب میرین میں سفر کر رہے ہیں۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ ہر ایک کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ اسی طرح کئی منٹ گزر گئے۔ آخر سر ٹامس تھوک نگل کر بولا۔ "بڑی عجیب بات ہے کہ ابھی تک کسی ایسے فرد سے ملاقات نہیں ہوئی جو ان حالات کی ذمہ داری اپنے سر لے سکتا۔ اس سے پہلے مجھے جہاں جہاں رکھا گیا تھا وہاں بھی اپنے علاوہ اور کوئی نہیں دکھائی دیا۔ آخر بحالت لاعلمی اس سب میرین تک پہنچا اور تم تینوں سے ملاقات ہوئی۔"

"غالباً ہر ایک کی یہی کہانی ہے۔" ژول روے نے کہا اور بقیہ دونوں آدمیوں نے سر ہلا کر اس کی تائید کی۔

"کتنی عجیب بات ہے سر ٹامس....!" فرینکلن بولا۔

آئیون کارلوف خاموش تھا۔ آنکھوں میں گہرے تفکر کا تاثر پایا جاتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔

"اگر یہ سب میرین ہے تو غیر معمولی تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔"

"ہمیں دروازہ کھولنے کی کوشش کرنی چاہئے۔" ژول روے نے کہا۔

"میں اسکا مشورہ نہیں دوں گا۔" کارلوف نے کہا۔ "معاملے کی نوعیت کو سمجھنا پہلا قدم ہونا چاہئے۔"

"کارلوف کا مشورہ مناسب ہے۔" سر ٹامس ڈگی بولا۔

"لیکن ایسی صورت میں جبکہ ہم ایک دوسرے پر شبہ کر رہے ہیں اصل معاملے کی نوعیت تک کیسے پہنچ سکیں گے۔" روجر فرینکلن نے کہا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

"یہ بھی درست ہے....؟" سر ٹامس نے ٹھنڈی سانس لی۔

"بہر حال بات کسی طرح بھی آگے نہیں بڑھ سکتی۔" ژول روے بولا۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہم جہاں لے جائے جا رہے ہیں وہیں پہنچ کر کچھ معلوم کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔" کارلوف نے کہا۔

"اُوہ.... وہ دیکھو.... میز پر تاش کی گڈی بھی موجود ہے۔" دفعتاً روجر فرینکلن پر مسرت لہجے میں بولا۔ "وقت گذاری کے لئے اس سے بہتر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔"

"اور سائیڈ بورڈ میں شراب کی بوتلیں بھی موجود ہیں۔" ژول روے نے اس سے بھی زیادہ مسرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

سر ٹامس اور کارلوف سنجیدگی سے کچھ سوچے جا رہے تھے۔ فرینکلن اور ژول روے کے اصرار پر بھی اُن دونوں میں سے کوئی اس تضیع اوقات پر تیار نہ ہوا۔ آخر صرف وہی دونوں رمی کھیلنے بیٹھ گئے۔

سر ٹامس اور کارلوف دروازے کے قریب جا بیٹھے تھے اور اُن دونوں کو پر تشویش نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"کیا خیال ہے سر ٹامس....!" کارلوف نے آہستہ سے پوچھا۔

"اگر تم فرینکلن کی بات کر رہے ہو تو میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس وقت اپنی حماقت مآب قوم کی نمائندگی کر رہا ہے۔ اگر روئے سخن ژول روے کی جانب ہے تو وہ محض اپنی روائتی وضعداری کا اسیر ہے۔"

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ دونوں لاپرواہ ہونے کی اداکاری کر رہے ہیں۔"

"اسے میں ضرور تسلیم کرلوں گا۔" سر ٹامس نے طویل سانس لے کر کہا اور اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

وہ دونوں رمی کھیلنے میں محو ہو گئے تھے۔ اس حد تک کہ تھوڑی دیر بعد انہیں اپنے علاوہ اور کسی کا بھی ہوش نہ رہا۔ ژول روے نے سائیڈ بورڈ سے ایک بوتل دو گلاس اور سوڈے کا سائفن نکال لئے تھے۔ گھونٹ گھونٹ پیتے اور پتے پھینکتے جا رہے تھے۔ کبھی کبھی اپنی کسی کامیابی پر کوئی ہنس بھی پڑتا تھا۔

اچانک دروازہ سرکنے کی آواز آئی۔ سر ٹامس اور کارلوف چونک کر ادھر متوجہ ہو گئے۔

سلائیڈنگ ڈور سرک کر دیوار کے اندر چلا گیا تھا۔ پھر فرینکلن اور ژول روے بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

دروازے سے دوسرے کمرے کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دونوں بھی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے کے قریب آپہنچے۔

دوسری طرف کا کمرہ اس کمرے سے بہت بڑا تھا۔ فرینکلن نے آگے بڑھ کر دوسرے کمرے میں داخل ہونا چاہا لیکن کارلوف اُسے روکتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "ٹھہرو.... جلد بازی مناسب نہیں۔"

اچانک دوسری طرف سے ایک سیاہ فام آدمی اُن کے سامنے آکھڑا ہوا اور اُن کے کچھ کہنے

سے قبل ہی بولا۔ ”ابھی تم اندر نہیں آ سکتے۔ میرا باس عبادت کر رہا ہے۔“

”تم کون ہو....؟“ کارلوف نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

”جوزف مَلونڈا....!“

”تمہارا باس کون ہے....؟“

”کیا تم نہیں جانتے۔“ سیاہ فام نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”جانتے ہوتے تو پوچھتے کیوں....؟“ سر ٹامس نے کہا۔

”تو پھر یونہی خواہ مخواہ گرفتار کر لیا ہے۔“ سیاہ فام آدمی جھلا کر بولا۔

”گرفتار.... کیا مطلب....!“

”پتا نہیں تم لوگ کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو۔“ جوزف انہیں گھورتا ہوا بولا۔

”ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا اغواء کنندہ کون ہے۔“

”اغواء کنندہ....!“ جوزف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”ہاں.... اغواء کنندہ.... اور اس حرکت کا مقصد کیا ہے....؟“

”اچھا.... اچھا....!“ جوزف سر ہلا کر بولا۔ ”میں سمجھ گیا تم شائد مجھے یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ تم بھی قیدی ہو۔“

”محض باور ہی نہیں کرانا چاہتے بلکہ یہ حقیقت بھی ہے۔“

”تب تو بڑی اچھی بات ہے.... دو سے چھ ہوئے۔“ جوزف خوش ہو کر بولا۔

”اُوہ.... تو تم ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ تم بھی ہماری ہی طرح قیدی ہو۔“

”باور نہیں کرانا چاہتا مسٹر.... بلکہ یہ حقیقت ہے۔“

”کیا تمہارا باس کوئی اہم آدمی ہے۔“

”پتا نہیں....!“

”کیا نام ہے اور کس ملک سے تعلق رکھتا ہے۔“

”اگر وہ مناسب سمجھے گا تو خود ہی بتا دے گا۔“

”کتنی دیر میں عبادت کر چکے گا۔“

”اُس کے موڈ پر منحصر ہے۔“

اتنے میں فرنیکلن نے اپنے کھڑے ہونے کا زاویہ بدل کر کمرے میں جھانکا اور متحیرانہ انداز

میں پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔ پھر اُس نے دوسروں کو بھی اس جانب متوجہ کرانے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے ایک آدمی کو ایک گوشے میں سر کے بل کھڑے دیکھا۔

”باس....!“ جوزف نے آہستہ سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ”عبادت کر رہے ہیں۔“

”کس نسل اور مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔“ سر ٹامس نے پوچھا۔

”میں نے آج تک معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔“

”کس ملک سے تعلق ہے۔“

”میں تنزانیہ کا باشندہ ہوں اور باس اپنے بارے میں خود ہی بتائے گا۔“

”تم نہیں جانتے....!“

”خدا ہی جانے کہ میں کیا کیا نہیں جانتا۔“ جوزف نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر اچانک تیور بدل کر بولا۔ ”دیکھو مسٹر اگر ہم تم لوگوں کے قیدی ہیں تو ہمیں اپنا شکریہ ادا کرنے کا موقع دو!“

”کس بات کا شکریہ....!“

”ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ خصوصیت سے اس کا تو بہت بہت شکریہ کہ تم نے مجھے شراب کی تکلیف نہیں ہونے دی۔“

”کیوں بکواس کئے جا رہا ہے۔“ اسی گوشے سے آواز آئی۔ جہاں وہ آدمی سر کے بل کھڑا تھا۔ دفعتاً وہ سیدھا کھڑا ہو کر انہیں چندھیائی ہوئی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔

”کیا ہم اندر آ سکتے ہیں....؟“ سر ٹامس نے اُس سے پوچھا۔

”یقیناً.... ضرور.... مجھے بے حد خوشی ہو گی۔“ جواب ملا۔

وہ چاروں اُسے غور سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن انہیں اُس کے چہرے پر حماقت مآبی کے علاوہ اور کچھ بھی نہ دکھائی دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی لمحے بھی انہیں وہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہو گا۔

”تم کس طرح قیدی بنائے گئے تھے....؟“ سر ٹامس نے اُس سے پوچھا۔

”تم انگریز معلوم ہوتے ہو....!“ اجنبی نے کہا۔

”تمہارا خیال درست ہے۔“

”لیکن تم اپنی قومی روائت سے ہٹ گئے ہو۔“

”کیا مطلب....!“

”تعارف کے بغیر ہی گفتگو شروع کر دی۔“

اس جملے پر فرینکلن ہنس پڑا تھا۔

سر ٹامس نے خفیف ہو کر کہا۔ "میں ٹامس ڈگبی ہوں۔"

"میں عمران....!" اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا کر بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔

"اور یہ حضرات اگر مناسب سمجھیں گے تو خود ہی اپنا تعارف کرادیں گے۔" سر ٹامس نے کہا۔

"باتیں کرنے کے لئے ایک ہی آدمی کافی ہے۔" عمران احمقانہ انداز میں بولا۔

"تم مجھے جنوبی مشرقی ایشیاء کے کسی ملک کے باشندے معلوم ہوتے ہو۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔"

"تمہاری گرفتاری کی وجہ....!"

"غلط فہمی....!"

"کیا تم ہم سے بیٹھنے کو بھی نہ کہو گے۔" دفعتاً فرینکلن بولا۔ "میں ایسی قوم سے متعلق ہوں جو تعارف کے بغیر ہی سب کچھ کردیتی ہے۔"

"شکل ہی سے ظاہر ہے۔" عمران مسکرا کر بولا.... اور کرسیوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "جو جس جگہ چاہے بیٹھ جائے مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

وہ چاروں بیٹھ گئے اور سر ٹامس نے کہا۔ "تم کسی غلط فہمی کا ذکر کررہے تھے۔"

"غلط فہمی.... ہاں.... محض غلط فہمی کی بناء پر.... وہ چٹانیں نہیں تھیں جن کے قریب میں نے اپنی موٹر بوٹ روکنے کی کوشش کی تھی۔"

"تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" سر ٹامس بولا۔

"کشتی روک کر ہم اُن چٹانوں پر اتر گئے۔ کچھ دیر بیٹھے اور پھر چلنے کو ہوئے تو اُن چٹانوں نے تیرنا شروع کردیا۔"

"تیرنا شروع کردیا۔"

"ہاں بہت تیزی سے.... اور پھر ہم دونوں اُن چٹانوں سے لڑھکتے ہوئے ایک بہت بڑے ہال میں جا گرے۔ وہاں سے ہمیں اس کمرے میں منتقل کردیا گیا۔"

"بہت زیادہ نشے میں تو نہیں تھے۔" فرینکلن نے ہنس کر کہا۔

"یہ رہا ہوگا.... میں تو نہیں تھا۔ پیتا ہی نہیں۔" عمران نے جوزف کی طرف اشارہ کرکے بڑی معصومیت سے کہا۔

"خیر کسی طرح بھی ہوا ہو.... لیکن تم بہر حال قیدی ہو۔" سر ٹامس نے کہا۔

"لیکن قیدیوں سے اتنا اچھا سلوک تو نہیں کیا جاتا ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔" عمران نے کہا۔

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ قیدی نہیں بلکہ کسی کے مہمان ہو....؟" فرینکلن نے پوچھا۔

"مہمان ہی سمجھنے کو دل چاہتا ہے۔ بہر حال میزبان جو کوئی بھی ہو اُس نے مجھے زندگی کی اُلجھنوں سے نجات ضرور دلادی ہے۔ یہ کلوٹا میرا ملازم ہے۔ اس کے لئے روزانہ چھ بوتلیں فراہم کرنی پڑتی تھیں۔ لیکن اب اس فکر سے بھی نجات مل گئی۔"

"کبھی میزبانوں کا بھی کوئی آدمی نظر آیا۔" ژول روے نے پوچھا۔

"نہیں سب کچھ بٹن دبانے سے فراہم ہوجاتا ہے۔ ناشتے کے لئے بٹن دباؤ.... ناشتے کی ٹرے سرکتی چلی آرہی ہے۔ سب کچھ اسی طرح فراہم ہوجاتا ہے۔ سارے معاملات کے بٹن الگ الگ ہیں۔"

"لیکن تمہیں ان بٹنوں کا استعمال کیسے معلوم ہوا تھا۔" سر ٹامس نے پوچھا۔

"ایک غیبی آواز نے بتایا تھا۔"

"کہاں ہیں.... وہ بٹن....!"

"اُس طرف....!" عمران ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "چلو دکھاؤں۔"

دیوار پر ایک جگہ بڑے سے سوئچ بورڈ پر متعدد پش سوئچ نصب تھے۔

"یہ دیکھو.... اب میں ایک گلاس ٹھنڈا پانی طلب کرنے جارہا ہوں۔" عمران نے کہہ کر ایک پش سوئچ پر انگلی رکھ دی۔ ہلکی سی گھڑگھڑاہٹ سنائی دی اور اُسی دیوار کے ایک حصے سے ایک ٹرے برآمد ہوئی جس پر پانی کا گلاس رکھا ہوا تھا۔

"تم میں سے کسی کو ضرورت ہے.... ٹھنڈے پانی کی یا میں ہی پی جاؤں۔" عمران نے ایک ایک کا چہرہ دیکھ کر سوال کیا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ آخر وہ خود ہی گلاس اٹھا کر چڑھا گیا۔

"کیا تمہارے کمرے میں ایسے بٹن نہیں ہیں۔" جوزف نے سوال کیا۔

"نہیں....!" سر ٹامس بولا۔

"تب تو شاید تمہاری ضروریات ابھی اسی کمرے سے پوری ہوں گی۔"

"یقین نہیں آتا کہ تم ہمارے میزبان ہی کے آدمیوں میں سے نہیں ہو۔" آئیون کارلوف پہلی بار بولا۔

"سوال یہ ہے کہ تمہاری یہ رائے میرا کیا بگاڑ سکتی ہے۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔ "جو تمہارا دل چاہے سمجھتے رہو۔ مجھ پر جو گذری تھی کہہ سنائی۔"

"اور تمہیں اس سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔"

"پریشانی.... اُس وقت ہوتی جب یہ لوگ مجھ سے مزدوری کراتے اور دو وقت کی روٹیاں تھما دیتے۔ یہاں تو عیش ہی عیش ہے۔ خوب یاد آیا ایک بٹن نصیحتوں کا بھی ہے۔"

"اچھا....!" فرینکلن نے مضحکانہ اظہار تحیر کے ساتھ کہا۔ "ذرا دبانا تو.... وہ بٹن بھی۔"

عمران نے پھر ایک پش سوئچ پر انگلی رکھ دی۔ ہلکی سی گھڑ گھڑاہٹ کے بعد ایک بے حد سریلی نسوانی آواز سنائی دی۔ "صبح بخیر.... گیارہ بج کر سات منٹ ہوئے ہیں۔ آج کی نصیحت سنو.... بسا اوقات اپنے حواس بھی دھوکا دیتے ہیں۔ اس لئے اپنی صحیح پرکھ تم خود نہیں کر سکتے۔ بہتر یہی ہے کہ تم اسے آنے والی نسلوں پر چھوڑ دو۔ وہی اس کا فیصلہ کر سکیں گی کہ تم کھرے تھے یا کھوٹے.... خدا حافظ۔"

"تم نے دیکھا....!" عمران اُن کی طرف مڑ کر بولا۔

"کیوں بھائی.... عورت کا بھی کوئی بٹن ہے یا نہیں۔" ژول روے نے ہنس کر پوچھا۔

"یعنی کہ گرل فرینڈ کا....!"

"ہاں میں یہی پوچھ رہا ہوں کہ کوئی بٹن دبانے سے عورت بھی بر آمد ہو سکتی ہے یا نہیں۔"

"بالکل ہے....!" عمران سنجیدگی سے بولا۔ "لیکن میں نے اسے دبانے کی ہمت خود میں نہیں پائی تھی۔"

"کیوں....؟" فرینکلن نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"پتا نہیں کس قسم کی نکل پڑے۔"

"اچھا اب اس وقت میرے کہنے سے دباؤ۔" فرینکلن نے کہا۔

"ہرگز نہیں.... تم چاہتے ہو تو خود ہی دباؤ.... یہ رہا.... اس پر گرل فرینڈ لکھا ہوا ہے۔"

فرینکلن دیکھنے کے لئے آگے بڑھا اور پھر اُسی پش سوئچ پر انگلی رکھ دی جس کی طرف عمران نے اشارہ کیا تھا۔ فوراً ہی بائیں جانب دیوار میں ایک خلاء پیدا ہوا اور اُس سے ایک سیاہ فام عورت بر آمد ہوئی۔ جوان العمر اور خاصی توانا تھی۔

فرینکلن پش سوئچ سے انگلی بھی نہیں ہٹا پایا تھا کہ وہ اُسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "ہیلو۔"

ژول روے نے زوردار قہقہہ لگایا۔ فرینکلن نے بھی جھینپی ہوئی سی ہنسی کے ساتھ ہیلو کہا اور پیچھے ہٹ گیا۔

"اِدھر چلو....!" لڑکی نے دوسرے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا یہ ضروری ہے۔" فرینکلن گڑبڑا کر بولا۔

"پھر کیوں طلب کیا تھا....!"

"یونہی تجربے کے طور پر۔"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔" وہ آنکھیں نکال کر سخت لہجے میں بولی۔

"ایسی کوئی بات نہیں تم جا سکتی ہو۔"

"اب واپسی ناممکن ہے....!"

"کیا مطلب....؟"

"جب تک میں زندہ ہوں تمہیں میرے ساتھ رہنا ہوگا۔"

"وہ دراصل....!" سر ٹامس نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن وہ ڈپٹ کر بولی۔ "خاموش رہو۔"

سر ٹامس بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا اور وہ فرینکلن کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کمرے کیطرف کھینچنے لگی۔

"یہ نامناسب ہے....!" ژول روے تھوک نگل کر بولا۔

"تم بھی اپنے کام سے کام رکھو....!" لڑکی اُس پر الٹ پڑی۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔" فرینکلن اس سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"طاقت دکھاؤ گے....!" وہ اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت مزید مضبوط کرتی ہوئی بولی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔" ژول روے دونوں کے درمیان آنے کے لئے آگے بڑھا ہی تھا کہ جوزف جھپٹ کر راہ میں حائل ہو گیا۔

"کیا بات ہے....!" ژول روے اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"ایک عورت کے مقابلے میں دو مرد اچھے نہیں لگیں گے مسٹر....!"

"ہٹ جاؤ....!"

"وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ موسیو ژول روے....!" آئیون کارلوف بولا۔ "تم دخل مت دو۔"

ژول روے جوزف کو قہر آلود نظروں سے دیکھتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

اُن دونوں کے درمیان کش مکش جاری تھی۔ دفعتاً لڑکی نے فرینکلن کو کمر پر لاد کر پٹخ دیا۔

"یہ زیادتی ہے۔" سر ٹامس بول پڑا۔

"اس کے باوجود بھی کوئی آگے نہیں بڑھے گا۔" جوزف غرایا۔

عمران خاموش تھا لیکن اُسکی آنکھوں میں بالکل بچوں کی آنکھوں کی سی شوخی کی جھلکیاں تھیں۔

کارلوف تیزی سے عمران کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ "تم کہہ رہے تھے کہ تم اُن میں سے نہیں ہو۔ پھر تمہارا آدمی دخل اندازی کیوں کر رہا ہے۔"

"اس لئے کہ وہ لڑکی بھی اُسی کی طرح سیاہ فام ہے۔ تمہاری نسل والی ہوتی تو دخل نہ دیتا۔"

"دفعتاً فرینکلن چیخنے لگا کیونکہ اب وہ لڑکی اُسے اپنے سفید چمکیلے دانتوں سے جھنجھوڑ رہی تھی۔ وہ ایک بار گرا تھا تو پھر نہیں اٹھ سکا تھا اور وہ اُسے دبوچے ہوئے کبھی شانے پر منہ مارتی تھی اور کبھی بازو پر....!"

"حد ہوگئی۔" ژول رومے پھر دخل اندازی کے لئے بڑھا۔

ٹھیک اُسی وقت کمرے میں ایک بھاری بھرکم آواز گونجی۔ "ٹھہر جاؤ.... ورنہ پچھتاؤ گے۔ یہ لڑکی تم چاروں پر تنہا بھاری پڑے گی.... اور ہو سکتا ہے تم میں سے کسی کی موت بھی واقع ہو جائے۔ لہٰذا صرف اُسی کو محظوظ ہونے دو جس نے اُسے طلب کیا تھا۔"

"تم کون ہو سامنے آؤ....!" سر ٹامس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں صرف ایک آواز ہوں....!"

"یہ سب کیا ہے....؟ آخر ہمیں کیوں حبس بے جا میں رکھا گیا ہے۔"

"سب کچھ معلوم ہو جائے گا.... وقت آنے پر....!"

اُدھر فرینکلن بالکل خاموش اور بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ پتا نہیں سچ مچ بے ہوش ہو گیا تھا یا بے ہوشی کی اداکاری کر رہا تھا۔ لڑکی اُسے چھوڑ کر ہٹ گئی۔

"کیا مر گیا....؟" جوزف نے اُس سے پوچھا۔

"تم خود ہی دیکھ لو.... مجھے زندہ مردہ کی تمیز نہیں ہے۔" وہ لاپرواہی سے بولی اور پھر سب اس پر جھک پڑے۔ اس بار عمران بھی اُن میں شامل تھا۔

"سانس تو چل رہی ہے۔" جوزف نے کہا۔

"بازو اور شانے سے خون بہہ رہا ہے۔" ژول رومے غصیلی آواز میں بولا۔ لڑکی لاتعلقی سے کھڑی رہی۔

"اب تو جاؤ نا....!" جوزف نے اس سے کہا۔

"کیا وہ زندہ ہے۔" لڑکی نے اس سے کہا۔

"ہاں.... صرف بے ہوش ہو گیا ہے۔"

"تب پھر اس کی زندگی میں میری واپسی ناممکن ہے۔ یا وہ مر جائے یا میں مر جاؤں۔!"

"آخر اس زبردستی کی وجہ....!" عمران نے پہلی بار اس سے سوال کیا۔

"دھوکا دینے کیلئے اُس پش سوئچ پر گرل فرینڈ لکھ دیا گیا ہے۔ ورنہ حقیقتاً وہ شادی کا بٹن ہے۔"

"شادی کا بٹن....!" عمران نے خوف زدہ لہجے میں دہرایا۔

"ہاں جو بھی اُس بٹن کو دبائے گا اس کی شادی کسی نہ کسی سے ہو جائے گی۔"

"تو گویا تمہاری شادی مسٹر فرینکلن سے ہو گئی ہے۔"

"اُوہ تو اس کا نام فرینکلن ہے۔ بڑا پیارا نام ہے۔"

وہ سب فرینکلن کو چھوڑ کر مکالمے سننے لگے تھے۔

"میں نے پوچھا تھا کیا واقعی شادی ہو گئی ہے۔" عمران نے پھر اُسے مخاطب کیا۔

"ہاں.... واقعی شادی ہو گئی ہے۔"

"تو کیا شوہر کو اس طرح کاٹنا اور بھنبھوڑنا ضروری تھا۔"

"پھر اُسے کس طرح معلوم ہوتا کہ میں اُس کی بیوی ہوں۔ ہر ایک کو تو نہیں کاٹتی بھنبھوڑتی۔ یہ تو صرف بے تکلفی کا اظہار تھا۔"

"بجا ارشاد فرمایا۔"

"تم بھی بٹن دبا کر دیکھو....!" لڑکی نے عمران سے کہا۔

"ضرور!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن میں ایسے حالات میں نصیحت کا بٹن دبانا پسند کروں گا۔"

اس نے سچ مچ وہی بٹن دبا دیا تھا اور بائیں جانب سے آواز آنے لگی تھی۔

"تم ایک ایسے ریگستان میں کھڑے ہو جہاں تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ کیا تم بغیر سوچے سمجھے کسی طرف قدم بڑھا دو گے۔ ہرگز نہیں۔ ورنہ اپنی اسی کوتاہی کی بنا پر تم موت کے منہ میں جا سکتے ہو۔"

"سنا تم نے....!" عمران نے ان کی جانب مڑ کر کہا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ سیاہ فام لڑکی بیہوش فرینکلن کے پاس بیٹھ گئی تھی اور تینوں اُن کے گرد

کھڑے پر تشویش نظروں سے دونوں کو دیکھے جا رہے تھے۔

عمران اور جوزف کے اچانک اس طرح غائب ہو جانے کے بعد انہوں نے بلاول کو گھیر لیا۔ وہ اب بھی اُسی عمارت میں مقیم تھا۔ جس کی نگرانی صفدر اور صدیقی کر رہے تھے۔

بلاول اب پھر مردانہ لباس میں آ گیا تھا۔ لیکن اس کے آس پاس کوئی اور نظر نہیں آتا تھا۔

صفدر، صدیقی اور چوہان اچانک اُس عمارت میں گھس پڑے جس میں بلاول مقیم تھا۔ تینوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ بلاول نے انہیں دیکھا اور بے حد خائف نظر آنے لگا۔

"کک.... کون ہو.... تم لوگ....!"

"ہم صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ کہاں ہے جس کے پاس تم عورت بن کر گئے تھے۔" صفدر بولا۔

"خدا جانے کیسی بات کر رہے ہو۔ میں عورت کیوں بننے لگا۔"

"چلو یہی بتا دو.... کہ پرسوں رات کو تمہاری کشتی کھلے سمندر میں چکر کیوں کاٹ رہی تھی۔" صدیقی نے پوچھا۔

"اس میں کوئی خرابی واقع ہو گئی تھی۔"

"کتنی دیر تک واقع رہی تھی۔" صدیقی نے سوال کیا۔

"یہ تو یاد نہیں.... ہم تفریح کو گئے تھے کہ اچانک وہ واقعہ ہو گیا۔ اُس خرابی پر قابو پانے کے بعد ہم واپس آ گئے تھے۔ لیکن اس میں کون سی ایسی خاص بات تھی جس کے لئے تم نے مجھ پر ریوالور تان رکھے ہیں۔"

"تمہاری اس حرکت کی اطلاع عمران کو دی گئی تھی اور وہ جوزف کے ساتھ چل پڑا تمہاری خیریت دریافت کرنے۔" چوہان نے کہا۔

"میں کیا جانوں کہ تم کس عمران کی بات کر رہے ہو۔"

"اُسی عمران کی جس نے تمہیں وحشیوں سے بچایا تھا۔"

"کیسے وحشی کیسا عمران.... میں کچھ نہیں جانتا۔"

"اسے یہیں کیوں نہ ختم کر دیں۔ کہیں اور لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔" چوہان بولا۔

"لاش یہیں پڑی رہ جائے گی۔ بدبو پھیلے گی چاروں طرف۔" صدیقی نے کہا۔

"تت.... تم لوگ کیسی باتیں کر رہے ہو۔" بلاول گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔

"پچھلی رات تم نقلی ڈاڑھی لگا کر عمران کے فلیٹ کے آس پاس منڈلا رہے تھے۔" صفدر بولا۔

"اُف فوہ.... تو اس آدمی کی بات کر رہے ہو....!" دفعتاً بلاول نے پلٹا کھایا۔

"ہاں.... اُسی کی....!" صفدر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"میں کیسے یقین کر لوں....!"

"کس بات پر....؟"

"کہ تم لوگ اُسی کے آدمی ہو....!"

"میں نے پوچھا تھا کہ تم پچھلی رات اُس کے فلیٹ کے آس پاس کیوں منڈلا رہے تھے۔"

"یہ میں صرف اُسی کو بتاؤں گا۔ اگر تم اُس کے آدمی ہو تو مجھے اُس کے پاس لے چلو۔"

"کیا میں تمہارے دماغ میں کوئی نئی کھڑکی کھول دوں۔" چوہان آنکھیں نکال کر بولا۔ "ہم تم سے اُس کا پتہ پوچھنے آئے تھے اور تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں اُس کے پاس لے چلیں۔"

"تو کیا واقعی وہ غائب ہو گیا ہے۔"

وہ اسے صرف گھورتے رہے کچھ بولے نہیں۔

"یقین کرو....!" بلاول بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔"

"میں کہتا ہوں اسے گولی مار دو.... ہمارے پاس اور بھی ذرائع ہیں۔"

"ٹھہرو.... میری بات سنو....!" بلاول دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا تم لوگ اُس کے سارے معاملات سے واقف ہو....؟"

"ضروری نہیں ہے.... ہم اتنا ہی جانتے ہیں جتنا جاننا ہمارے لئے ضروری ہوتا ہے۔"

"کیا اُس نے تمہیں متحرک چٹانوں کے بارے میں بتایا تھا۔"

"اب اڑنے کی کوشش کر رہے ہو....!" صفدر نے آنکھیں نکالیں۔

"میری بات کا جواب دو....!"

"نہیں.... متحرک چٹانوں سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"سمندر میں کسی جگہ اچانک ابھرنے والی چٹانیں جو حرکت بھی کرتی ہیں۔"

"اب یہ پاگل پن کا ڈھونگ رچائے گا۔" چوہان بولا۔

"نہیں مسٹر میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے انہیں دیکھا تھا اور مسٹر عمران ان کی تلاش میں تھے۔"

"بکواس....!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ مجھے وہ بالکل تنہا چھوڑ گئے ہیں۔ اب کوئی بھی نہیں دکھائی دیتا۔"

"کن کی بات کر رہے ہو....!"

"جنہوں نے مجھے آلہ کار بنایا تھا۔"

"اُن میں سے کسی ایک کا نام بتاؤ تاکہ ہم تمہارے سچ یا جھوٹ کا اندازہ لگا سکیں۔"

"وان بروف کا نام سنا ہے۔"

"ہاں.... وہ کہاں ہے....؟" چوہان جلدی سے بولا۔

"اب وہ کہیں بھی نہیں ہے۔ وہ اور اُس کے دوسرے آدمی اب نہیں دکھائی دیتے۔"

"پہلے کہاں تھے۔"

"اسی عمارت میں.... وہ مجھے تنہا چھوڑ گئے ہیں۔"

"تو اسی نے تمہیں عورت کے روپ میں عمران کے پاس بھیجا تھا۔"

"ہاں اُسی نے بھیجا تھا۔ لیکن کل نہیں.... کل میں اپنے طور پر اُن کی تلاش میں گیا تھا۔"

"اور پرسوں رات کو اپنی کشتی کھلے سمندر میں کیوں لے گئے تھے....؟"

"وان بروف ہی نے بھیجا تھا۔ لیکن وجہ نہیں بتائی تھی اور جب کشتی چکر کاٹنے لگی تھی تو میں نے اُس کی وجہ پوچھی تھی لیکن ساتھیوں نے مشینی خرابی کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں بتائی تھی۔"

"وان بروف نے تمہیں عمران کے پاس کیوں بھیجا تھا....!"

"اُس نے کہا تھا کہ مسٹر عمران کو ہر حال میں متحرک چٹانوں تک پہنچنا ہے۔ تم جاؤ اور اس سے ملتے رہو۔ اُس پر یہ ظاہر کرنا کہ تم نے میرے خوف سے عورت کا بھیس بدلا ہے۔"

صفدر طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"کیا میری باتوں پر یقین نہیں آیا۔" بلاول کچھ دیر بعد بولا۔

"کسی حد تک....!" صفدر سر ہلا کر بولا۔

"اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔ لیکن یقین کرو کہ میں نے مسٹر عمران کو اپنے ساتھ کہیں چلنے کی دعوت ہرگز نہیں دی تھی۔"

"اور یہ بھی نہیں کیا تھا کہ اُسے سچی بات بتا دیتے۔"

"کیسے بتا دیتا.... مجھے بھی اپنی جان بچانی تھی.... اور پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر

ان بروف اور اس کے دوسرے ساتھی میری نظروں سے اوجھل نہ ہو گئے ہوتے تو اُس کے بارے میں اب بھی کچھ نہ کہتا۔ خواہ تم میری کھال ہی کیوں نہ اتار دیتے۔"

صفدر نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور وہ سر ہلا کر رہ گئے۔

"تو اب تم یہاں کیا کر رہے ہو....؟"

"تو پھر کہاں جاؤں.... ایک طرف وان بروف کا خوف ہے اور دوسری طرف تمہارا۔ میں تو کسی کے ساتھ بھی وفاداری نہ نبھا سکا۔"

"تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہے۔" صفدر نے کہا۔

"کہاں....؟"

"گھبراؤ نہیں تمہیں سلاخوں کے پیچھے نہیں رکھا جائیگا۔ جہاں بھی رہو گے آرام سے رہو گے۔"

"تم ذرا میری بات سننا....!" چوہان نے صفدر کو الگ چلنے کا اشارہ کر کے کہا۔

اور وہ دونوں کمرے کے دوسرے سرے تک آئے۔

"لیکن ہم اسے کہاں لے جائیں گے۔" چوہان نے اس سے سوال کیا۔

"عمران صاحب کے فلیٹ میں....!"

"ٹھیک ہے۔" چوہان سر ہلا کر بولا۔ "میں سمجھا تھا شائد سائیکو مینشن....!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" صفدر نے خشک لہجے میں کہا۔ "ان لوگوں کا طریق کار میری سمجھ میں آ گیا ہے۔"

"یعنی....!" چوہان نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بلاول کو محض چارے کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ عمران صاحب کو اُس کی باتوں پر یقین نہیں آئے گا اور وہ اُس کی نگرانی خود کریں گے یا دوسروں سے کرائیں گے۔ زیادہ امکان خود انہی کے دلچسپی لینے کا تھا اور یہی ہوا بھی۔ جیسے ہی صدیقی نے انہیں بلاول کے بارے میں اطلاع دی کہ وہ کھلے سمندر کی طرف گیا ہے وہ خود نکل کھڑے ہوئے اور پھر خدا جانے اُن پر کیا گذری۔"

"یعنی تمہارا خیال ہے کہ وہ لوگ ہماری نگرانی کر رہے ہیں اور اس کے لئے بلاول کو آلہ کار بنایا گیا ہے۔"

"نہ صرف میرا خیال بلکہ حقیقت بھی یہی ہے۔" صفدر نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔

"گویا انہیں ہمارے ہیڈ کوارٹر کی تلاش ہے۔"

"یقیناً.... کیونکہ یہ نہ بھولنا چاہئے وہ عمران صاحب سے باؤل دے سوف کے نگیٹو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ نگیٹو ہیڈ کوارٹر ہی میں محفوظ ہوں گے۔"

"تب تو ہم سبھی خطرے میں ہیں۔ وہ ہم میں سے کسی کو بھی پکڑ کر تھرڈ ڈگری استعمال کر سکتے ہیں۔"

"تمہارا خیال درست ہے.... اسی لئے....!" صفدر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"کیا بات ہے....!" چوہان اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"ہم سے اس عمارت میں داخل ہونے کی غلطی سرزد ہو چکی ہے۔"

"کیا مطلب....؟"

"اگر صحیح سلامت یہاں سے نکل سکے تو بڑی بات ہو گی۔"

"پہلے ہی کیوں نہیں سوچا تھا....!" چوہان بھنا کر بولا۔

"خیر دیکھا جائے گا.... آؤ....!" وہ پھر بلاول کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ صدیقی اب بھی اس پر ریوالور تانے کھڑا تھا۔

"اچھا دوست....!" صفدر بلاول کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "تو تم مسٹر عمران کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

بلاول نے خاموشی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"لہٰذا تمہیں ساتھ لے جانا بیکار ہے۔"

"نہیں.... خدا کے لئے مجھے یہاں سے لے چلو۔" وہ خوف زدہ لہجے میں بولا۔

"غیر ضروری ہے....!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ میں تو اُنکے ہاتھوں اپنی موت کا منتظر تھا۔"

"بس تو پھر انتظار کرتے رہو....!"

"اچھی بات ہے۔" بلاول تھوک نگل کر بولا۔ "میں تمہیں ایک اور خطرے سے آگاہ کرتا ہوں۔"

"سن لینے میں کوئی حرج نہیں کہو.... کیا کہتے ہو۔"

"مسٹر عمران کے ساتھ ایک سفید فام عورت بھی تھی۔ کیا وہ بھی غائب ہو گئی ہے۔"

"نہیں.... وہ فلیٹ میں موجود ہے۔"

"کیا مسٹر عمران نے تمہیں اُس کے بارے میں کچھ بتایا تھا۔"

"بس اتنا ہی کہ وہ بھی تمہی لوگوں میں سے ہے۔!"

"لیکن میں نے اس سے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ اس لئے یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ وان بروف کا کارخانہ بہت وسیع ہے۔ اس عورت کو یا تو جیل میں ڈال دو.... یا مسٹر عمران کے فلیٹ سے نکال باہر کرو۔ ورنہ وہ کوئی تباہی لائے گی۔!"

"اگر اسے تمہارے حوالے کر دیا جائے تو کیسی رہے۔!" صدیقی نے ہنس کر پوچھا۔

"سوال یہ ہے کہ کل تمہیں مسٹر عمران کی تلاش کیوں تھی....؟" صفدر نے سوال کیا۔

"اُس عورت کے سلسلے میں بات کرنا چاہتا تھا۔!"

"کیا بات کرنا چاہتے تھے۔!"

"یہی کہ وہ اسے اپنے فلیٹ میں نہ رکھیں۔!"

"کس بات کا خطرہ ہے اس سے۔!"

"خدا ہی جانے۔!" اُس نے بڑے بھولے پن سے کہا۔

چوہان دانت پیس کر رہ گیا۔ پتا نہیں کیوں شروع ہی سے اُس کا دل چاہتا رہا تھا کہ بلاول کے ہاتھ پیر توڑ کر رکھ دے۔

"تو چلو.... پھر دیر کیوں کر رہے ہو۔!" اُس نے صفدر سے کہا۔

"دیکھو....! مجھے یہاں تنہا نہ چھوڑو....!" بلاول گڑگڑایا۔

"تمہاری ذمہ داری ہم پر تو نہیں ہے۔!"

"اگر وان بروف نے مسٹر عمران پر قابو پالیا تو پھر اب وہ مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔!"

"اب تک کیوں چھوڑ رکھا تھا۔!"

"میں کچھ نہیں جانتا مسٹر....!" وہ اپنے سر پر دو ہتھڑ مار کر بولا۔ "شائد اب پاگل ہو جاؤں!"

صفدر نے اپنے ساتھیوں کو روانگی کا اشارہ کیا اور خود بھی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ تینوں عمارت سے نکلے چلے آئے تھے۔

"بڑی عجیب بات ہے۔!" صدیقی نے کہا۔ "ہمارے آس پاس کیا دور دور تک کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آ رہا جس پر نگرانی کرنے والے کا شبہ کیا جا سکے۔!"

"تم اس چکر میں نہ پڑو!" صفدر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اب ہم خلاء میں ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"انہوں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ ہماری اس سلسلے میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔!"

"تو پھر ہم کس سلسلے میں جھک مارتے پھر رہے ہیں۔!"

"وان بروف کی تلاش بہر حال جاری رکھنی ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ کہیں وہ حضرت اُس کے ہتھے تو نہیں چڑھ گئے۔!"

"اور تم نے بلاول کے بیان پر بھی یقین کر لیا۔!"

"دراصل ایکس ٹو کی طرف سے ایسی کوئی ہدایت نہیں ملی کہ ہم بلاول کو گرفتار کر لیں۔!"

صدیقی پھر کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دور پیدل چل کر وہ برائٹ پوائنٹ تک پہنچے تھے جہاں کے ایک ہٹ میں اُن کا قیام تھا۔ صفدر نے ٹیلی فون پر جولیا سے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔ جولیا جلے کٹے انداز میں کہہ رہی تھی۔ "مرسیانا عمران کے فلیٹ سے نکل کھڑی ہوئی ہے۔ نعمانی اسکی نگرانی کر رہا تھا۔ چار گھنٹے ہو گئے ہیں ابھی تک اُس کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔!"

"مرسیانا پر کوئی پابندی نہیں تھی۔!"

"سلیمان نے اطلاع دی ہے کہ پچھلی رات مرسیانا نے پورے فلیٹ کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔!"

"اس نے اُسے روکا نہیں۔۔۔!"

"دونوں سو رہے تھے۔ سلیمان کا خیال ہے کہ انہیں کسی نہ کسی طرح کوئی خواب آور چیز دی گئی تھی۔ ورنہ کم از کم اس وقت تو اُن کی آنکھ کھل جاتی جب وہ خود اُن کے کمرے کی چیزوں کو الٹ پلٹ رہی تھی۔ اُوہ۔۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔۔ ہولڈ کرو۔۔۔۔ ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا ہے۔!"

صفدر نے طویل سانس لی اور ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد پھر جولیا کی آواز آئی۔ "نعمانی نے اطلاع دی ہے کہ مرسیانا موبار میں ہے۔!"

"کہاں۔۔۔۔ میں بھی موبار ہی سے بول رہا ہوں۔!" صفدر نے کہا۔

"وہ روانو کے کمرہ نمبر بائیس میں مقیم ہے۔ کوئی آدھ گھنٹہ قبل اُس نے وہ کمرہ حاصل کیا ہے۔!"

"نعمانی کہاں ہے۔!"

"موبار ہی میں ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ کہاں ہے۔!" جولیا کی آواز آئی۔ "کیا خیال ہے تمہارا۔ کیا اُس نے باؤل دے سوف کے نگیٹو عمران کے فلیٹ سے برآمد کر لئے ہوں گے۔!"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ انہوں نے نگیٹو اپنے فلیٹ میں کہیں رکھے ہوں گے۔!"

"آخر کس بناء پر تم ایسا کہہ رہے ہو۔!"

"سامنے کی بات ہے۔۔۔ انہیں تلاش کرنیوالے سب سے پہلے فلیٹ ہی کا رخ کر سکتے ہیں۔!"

"ہاں یہ بات تو ہے۔!"

"لہٰذا انہیں فلیٹ میں رکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"تب پھر۔۔۔۔ وہ۔۔۔!"

"بس فون پر بات نہ بڑھاؤ۔۔۔۔!"

"اوہ۔۔۔۔ مجھے کیا۔۔۔۔؟" جولیا نے کہا اور پھر رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر صفدر نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"کیا یہ یونہی پڑا رہے گا۔!" تھوڑی دیر بعد ژول روے بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور وہ سب اُس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن سیاہ فام لڑکی کی تمام تر توجہ بے ہوش فرینکلن ہی پر مرکوز رہی۔

"اٹھالے جاؤ۔۔۔۔ اپنے کمرے میں۔!" جوزف بولا۔

"اس کمرے میں صرف ہم دونوں رہیں گے۔!" لڑکی اُن کی طرف دیکھ کر غرائی۔

وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر رہ گئے اور سر ٹامس آہستہ سے بولا۔ "میں اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ مسٹر فرینکلن کو اس کے ساتھ تنہا چھوڑا جائے۔!"

"ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔!" کارلوف نے طویل سانس لی۔

دفعتاً لڑکی نے بیہوش فرینکلن کو اپنے ہاتھوں پر اٹھالیا اور وہ تینوں حیرت سے منہ کھولے کھڑے رہ گئے۔

"خبردار۔۔۔۔ کوئی میری راہ میں حائل ہونے کی کوشش نہ کرے۔!" وہ انہیں خون خوار نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"کچھ کرو مسٹر اگر تم بھی انہی میں سے نہیں ہو۔!" ژول روے نے عمران کیطرف دیکھ کر کہا۔

"نصیحت کا بٹن دباؤں۔۔۔۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"میں کہتا ہوں۔۔۔۔ اس لڑکی کو روکو۔۔۔۔!"

"دراصل مجھے لڑکیوں سے شرم آتی ہے۔!" عمران نے جھک کر آہستہ سے اسکے کان میں کہا۔

لڑکی فرینکلن کو اٹھائے ہوئے دروازے کی طرف مڑ گئی۔

جوزف نے عمران کی طرف دیکھا جو چھت کو تکے جا رہا تھا۔ لڑکی دروازے سے گذرتی چلی گئی

اور پھر انہوں نے دروازے کو بھی بند ہونے کے لئے سرکتے دیکھا۔

"یہ بہت بُرا ہوا....!" سرٹامس اپنی ہتھیلی پر گھونسہ مار کر بولا۔

ژول روے کھڑا عمران کو گھورے جارہا تھا۔

"تم آخر ہو کیا چیز....!" بالآخر وہ اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"آج تک خود میری سمجھ میں یہ نہیں آیا۔!"

"تم ضرور انہی میں سے ہو۔!"

"جو دل چاہے سمجھتے رہو مسٹر....!" جوزف بول پڑا۔ "ویسے اگر ہمیں تم لوگوں کے ساتھ رہنا پڑا تو ہمارا سکون غارت ہو جائے گا۔!"

"جو کچھ بھی ہوگا.... وہ ہماری مرضی سے نہیں ہوگا۔!" کارلوف جوزف کو گھورتا ہوا بولا۔

سرٹامس نے کہا۔ "فضول باتوں میں الجھنے سے کیا فائدہ۔ فرینکلن کے لئے کچھ سوچو۔!" پھر عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا "سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔!"

"کمال ہے۔!" عمران سر جھٹک کر بولا۔ "کیا میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر انگلی بٹن پر رکھوائی تھی۔ میں نے تو صرف یہ بتایا تھا کہ گرل فرینڈ کا بٹن بھی موجود ہے اور یہ اطلاع بھی کسی کے پوچھنے پر دی تھی۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ مجھ سے عورت کے بٹن کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔!"

"خود تم نے کیوں نہیں کوشش کی تھی۔!" ژول روے نے پوچھا۔

"میں عورتوں سے الرجک ہوں.... اور یہی حال جوزف کا بھی ہے۔!"

"تم ہمیں کسی خطرے سے مطلع تو کر سکتے تھے۔!" ژول روے نے کہا۔

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ عورت کے بٹن کے بارے میں تمہی نے سوال کیا تھا لیکن پھنس گیا وہ بیچارہ!"

"اچھا تو پھر....!"

"میرا خیال ہے کہ کالی بھیڑ تمہی ہو۔!"

"کیا مطلب....؟" ژول روے نے آنکھیں نکالیں۔

"تم انہی لوگوں میں سے معلوم ہوتے ہو جنہوں نے ہمیں قیدی بنایا ہے۔!"

"یہ بکواس ہے....؟"

"ثابت کرو....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

ژول روے بغلیں جھانکنے لگا۔

اُدھر اب سرٹامس اور کارلوف نے بھی اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔

"یہ غلط ہے.... بالکل غلط.... میں تو تم لوگوں کے ساتھ۔!" ژول روے اُن کی نگاہوں کی تاب نہ لا کر ہکلایا۔

"ہم چاروں اس کمرے میں ایک دوسرے سے متعارف ہوئے تھے۔!" کارلوف نے دوسرے کمرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اچھا تو پھر....!"

"ظاہر ہے کہ ہم پہلے بھی اسکے امکان پر بحث کر چکے ہیں کہ ہمی میں سے کوئی کالی بھیڑ ہے۔!"

"یہ.... یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔!"

"میں بھی تم سے یہی پوچھوں گا کہ تمہیں عورت کی کیوں سوجھی تھی۔!"

"ارے بھئی محض مذاق تھا۔ مسٹر فرینکلن سنجیدہ ہوگئے۔!"

"بہر حال ہم میں سے کوئی ایک ضرور اُن لوگوں سے تعلق رکھتا ہے۔!" سرٹامس ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ اُس کی نظر عمران کے چہرے پر جمی ہوئی تھی۔

"تم دونوں یہاں کب سے ہو۔!" اُس نے اس سے سوال کیا۔

"شاید آج چوتھا دن ہے۔!" عمران نے رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"اگر تم اُن میں سے نہیں ہو تو پھر تمہاری کیا اہمیت ہے۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم لوگ اپنی کسی اہمیت کی بناء پر دھرے گئے ہو۔!"

"یہی سمجھ لو....!"

"میں ایک آوارہ گرد ہوں۔!" عمران نے کہا۔ "میری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یا پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب تک ہمارے میزبانوں کی اصلیت نہیں ظاہر ہوتی اپنی اہمیت خود پر کیسے منکشف ہو سکے گی۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ....!" کارلوف کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اچانک اُسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ سرٹامس کا ہاتھ پکڑ کر وہ دوسرے گوشے میں لے گیا.... اور آہستہ سے بولا۔ "یہ آبدوز نہ میرے ملک کی ہو سکتی ہے اور نہ فرینکلن کے ملک کی۔!"

"تو پھر....!" سرٹامس چونک کر اُسے بغور دیکھنے لگا۔

"ہر غیر معمولی آبدوز کا نقشہ ہمارے پاس موجود ہے۔ میرا مطلب ہے کہ ہم اس سے لاعلم نہیں ہیں کہ اس وقت دنیا میں کتنے غیر معمولی آبدوز جہاز موجود ہیں۔ لیکن میں دعوے کے

ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ آبدوز اُن میں سے نہیں ہے۔!"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔!"

"فی الحال اتنا ہی کہ اس بیوقوف آدمی کو ناراض نہ کیا جائے۔!"

"کیا بات ہوئی۔!"

"یہ یہاں ہم سے پہلے سے موجود ہے۔!"

"کھل کر کہو کہ اُس کی گرفتاری کی داستان جھوٹ کا پلندہ ہے۔!"

"یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ آخر ہم بھی تو حیرت انگیز طور پر یہاں پہنچے ہیں۔!"

"پھر بھی نہ جانے کیوں....؟"

"جن ممالک سے ان دونوں کا تعلق ہو سکتا ہے وہ اتنے ترقی یافتہ نہیں ہیں کہ ایسی آبدوزیں بنا سکیں۔!"

"سیاہ فام آدمی فرینکلن کے ملک کا باشندہ بھی ہو سکتا ہے۔!" سر ٹامس نے کہا۔

"ممکن ہے لیکن اس صورت میں فرینکلن کا یہ حشر نہ ہوتا۔!"

"یہ بھی درست ہے لیکن ہمیں کیا کرنا چاہئے۔!"

"اس بیوقوف آدمی کو کسی طرح راہ پر لانے کی کوشش کرو۔!" کارلوف نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ بیوقوف نہیں ہے۔ صرف شکل احمقوں جیسی ہے۔!" سر ٹامس نے کہا پھر یک بیک چونک کر عمران کو گھورنے لگا۔

"خدا کی پناہ....!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "یہی تو میں سوچ رہا تھا کہ آخر اسے پہلے کہاں اور کب دیکھا تھا۔ عمران.... عم.... ران....!"

"کیا مطلب.... کیا تم اسے پہچانتے ہو۔!"

"شائد.... آؤ....!" وہ عمران کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

عمران نے اسے اس انداز میں اپنی طرف آتے دیکھا تو کسی قدر بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"اوہ... گھبراؤ نہیں... ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔!" سر ٹامس نے بیحد رسیلے لہجے میں کہا۔

"نن.... نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں۔!" عمران نے سنبھالا لینے کی ایکٹنگ کی۔ "میرا خیال ہے کہ میں تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔!" سر ٹامس نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔!"

"کیا یہ غلط ہے کہ تم نے آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کی تھی۔!"

"قطعی غلط نہیں ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اور شائد ہماری ملاقات ونڈلمیئر کیسل میں ہوئی تھی۔ ڈچز آف ونڈلمیئر یاد ہے نا تمہیں۔!"

"اوہ.... بالکل اچھی طرح....!"

"کیا ڈچز آف ونڈلمیئر[1] نے ہمارا تعارف نہیں کرایا تھا۔!"

"غالباً کچھ کچھ یاد آرہا ہے۔!" عمران ہونقوں کی سی صورت بنا کر بولا۔

"تم میری والدہ لیڈی ڈگبی سے یوگا اور حبس دم کی مشقوں کی باتیں کرتے رہتے تھے۔!"

"اوہ.... میرے خدا....!" عمران اظہار مسرت کرتا ہوا بولا۔ "تو تم سر ٹامس ڈگبی ہو۔ اُف نوہ میری یادداشت کو کیا ہو گیا ہے۔!"

دونوں نے بے حد گرم جوشی کا اظہار کرتے ہوئے مصافحہ کیا۔ کارلوف اور ژولروے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ سر ٹامس ان کی طرف مڑ کر بولا۔ "خوشی کی بات ہے کہ ہم پرانے شناسا نکلے۔!"

دونوں صرف سر ہلا کر رہ گئے۔

"اور اب میں تم دونوں کو بتا سکوں گا کہ مسٹر عمران کی اس سلسلے میں کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔!"

"سر ٹامس.... پلیز.... میری کوئی اہمیت نہیں۔ میں ایک ایسے ملک کا باشندہ ہوں جو دوسروں کی امداد پر انحصار کرتا ہے۔ بھلا میری کیا حیثیت یا اہمیت ہو سکتی ہے۔!"

"خیر.... خیر....!" سر ٹامس سر ہلا کر بولا۔ "لیکن میں انہیں یہ ضرور بتاؤں گا کہ تم اُن لوگوں میں سے نہیں ہو سکتے جنہوں نے ہمیں اس طرح محبوس کیا ہے۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ اُن کا پتہ لگانے کی کیا صورت ہو گی۔!" ژولروے بولا۔

اس کا جواب کسی کے پاس بھی نہیں تھا۔

کارلوف نے دوسرے کمرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ہم شائد اُسے بھولے جا رہے ہیں۔!"

"ہرگز نہیں.... یہ سچویشن زندگی بھر یاد رہے گی۔!" عمران نے کہا۔

"آخر فرینکلن کے لئے ہم کیا کریں۔!" ژولروے بولا۔

عمران نے شانے سکوڑے اور جوزف کی طرف متوجہ ہو گیا اور بلند آواز میں بولا۔ "اب شائد

---

[1] ڈچز آف ونڈلمیئر کی کہانی "لاشوں کا بازار" میں ملاحظہ فرمائیے۔

ہمیں لنچ کرنا چاہئے۔!"

"آج بھی لنچ کرو گے باس.....!" جوزف نے حیرت سے کہا۔

"کیوں.... آج کون سی مصیبت آگئی ہے۔!"

"مسٹر فرینکلن کا حشر دیکھ کر میری بھوک مر گئی ہے۔!"

"میری تو زندہ ہے۔ چلو دباؤ لنچ کا بٹن.....!"

"تمہارے لئے دبائے دیتا ہوں۔ میں سچ مچ نہیں کھاؤں گا۔!"

"ذرا ہوشیاری سے کہیں عورت والا نہ دب جائے۔!"

ژول روے، سر ٹامس اور کارلوف پھر سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ عمران لنچ طلب کر کے ایک گوشے میں چلا گیا اور جوزف سوئچ بورڈ کے قریب کھڑا اُن تینوں کو اشتباہ آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

ژول روے سر ٹامس سے عمران کے بارے میں پوچھ رہا تھا اور سر ٹامس اُسے بتا رہا تھا کہ طالب علمی کے زمانے میں اُس نے کس طرح اُس گروہ کو توڑا تھا جو عرف عام میں مکلارنس کا گروہ کہلاتا تھا۔

"اور تم یہ کہہ رہے ہو کہ وہ اُن کا ساتھی نہیں ہو سکتا۔!" کارلوف بولا۔

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔!" سر ٹامس کے لہجے میں ناگواری تھی۔

"وہ ایک ایسے ملک سے تعلق رکھتا ہے جس نے فرینکلن کے ملک سے دفاعی معاہدے کر رکھے ہیں۔!"

"اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ اُس کا ایجنٹ ہو۔!" ژول روے بولا۔

"قیاسات کی بناء پر میں اُس شخص کے خلاف کچھ بھی سوچنے پر تیار نہیں ہوں۔!" سر ٹامس نے کہا۔

عمران لنچ کی ٹرے پر جھکا ہوا تھا اور جوزف نے کپ بورڈ سے ایک بوتل نکال لی تھی۔

ژول روے پش بٹن سوئچ بورڈ کے قریب آگیا اور مختلف بٹنوں کا جائزہ لینے لگا۔

"تم بھی کوئی حماقت نہ کر بیٹھنا.....!" عمران نے ہانک لگائی۔

"بے فکر رہو..... میں صرف نصیحت سننا چاہتا ہوں۔!"

"کوئی مضائقہ نہیں ہے۔!"

ژول روے نے ایک پش بٹن پر انگلی رکھ دی۔ ہلکی سی گھرگھراہٹ کے بعد نسوانی آواز آئی۔

"ایک بج کر گیارہ منٹ اور ستائیس سیکنڈ ہوئے ہیں بسا اوقات ہم غلط سوچتے اور غلط فیصلے کرتے ہیں۔ لہٰذا کسی فیصلے پر عمل کرنے سے پہلے دوبارہ ٹھنڈے دل سے اُس مسئلے پر غور کرنا چاہئے۔!"

"تمہاری آواز بھی سنو گی یا اپنی ہی سنائے جاؤ گے۔!" ژول روے بہت زور سے چیخا۔

"ضرور.. ضرور..!" کوئی مردانہ آواز کمرے کی محدود فضا میں گونجی۔ وہ سبھی چونک پڑے۔

ژول روے نے اونچی آواز میں کہا۔ "ہمیں اس طرح کیوں محبوس کیا گیا ہے۔!"

"تم بہت تھک گئے تھے..... اس لئے تھوڑی سی تفریح مہیا کی گئی ہے تمہارے لئے.... کیا یہ تبدیلی پسند نہیں آئی۔"

"آخر تم لوگ ہو کون....؟" کارلوف نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ہم ایک کائناتی صداقت ہیں۔" آواز آئی۔

"جواب غیر واضح ہے۔" کارلوف نے کہا۔

"آہستہ آہستہ تم پر یہ جواب واضح ہو جائے گا۔ ویسے اگر تمہیں یہاں کوئی تکلیف ہو تو ضرور بتاؤ۔"

ژول روے نے چیخ چیخ کر فرینکلن کی کہانی شروع کر دی اور جب خاموش ہوا تو آواز آئی۔

"اُنہوں نے جو خواہش کی تھی پوری کی۔ ہمارے یہاں عورت کھلونا نہیں سمجھی جاتی۔ اب وہ زندگی بھر مسٹر فرینکلن کے ساتھ رہے گی۔"

"یہ سراسر زیادتی ہے۔!" ژول روے بولا۔

"تمہارے نکتۂ نظر سے زیادتی ہی ہو گی لیکن یہاں ہمارا قانون چلے گا۔ اگر مسٹر فرینکلن پیچھے ہٹنے کی کوشش کریں گے تو وہ انہیں قتل بھی کر سکتی ہے۔"

"یہ زیادتی ہو گی۔!"

"قانون قانون ہے۔" آواز آئی۔

"ہم فوری طور پر جاننا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس طرح بے بس کر دینے کا کیا مقصد ہے۔" سر ٹامس نے کہا۔

"ہم تمہیں اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں۔" آواز آئی۔ "اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہے۔"

"تمہیں اس کا بھی علم ہو گا کہ ہم مخالف کیمپوں سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"ہمیں تمہارے اختلاف سے کوئی سروکار نہیں۔" آواز آئی۔

"پھر تم ہم سے کیا چاہتے ہو.....!"

"محض اتنا ہی کہ ہمیں سمجھنے کی کوشش کرو۔" آواز آئی۔

"تم سمجھنے بھی تو دو.....!" ژولروے جھنجھلا کر بولا۔ "کس طرح سمجھ سکتے ہیں جبکہ یہی نہیں معلوم کہ تم ہو کون.....!"

"میں سمجھ گیا.....!" دفعتاً عمران نے دونوں ہاتھ اٹھا کر نعرہ لگایا۔

"کیا سمجھ گئے.....!" آواز آئی۔

"تم لوگ زہرہ یا مریخ کے باشندے ہو۔" عمران نے شدت سے اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا

وہ تینوں عجیب نظروں سے عمران کو دیکھے جا رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے اور بھی سوالات کئے تھے لیکن عمران کے آخری ریمارک کے بعد پھر وہ آواز نہیں آئی تھی۔

"یہ تم نے کیا کیا.....؟" کارلوف نے قہر آلود لہجے میں عمران سے پوچھا۔

"میں نے کیا کیا ہے.....؟" عمران نے حیرت سے کہا۔

"تم نے اسے خاموش کر دیا.....!"

"اچھا..... اچھا.....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں اسی طرح اُس کی بکواس بند کرا دیتا ہوں۔"

"کیا مطلب.....!"

"پتا نہیں کیوں مریخ یا زہرہ کے حوالے پر اُس کی گھگھی بندھ جاتی ہے۔"

"اگر یہ بات تھی تو تم نے بہت بُرا کیا.....!" سر ٹامس نے کہا۔

"بور کرنے والی باتیں کرتا ہے۔!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"بات میں نے شروع کی تھی۔ تم نے نہیں۔" ژول روے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سن تو میں بھی رہا تھا۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"پتا نہیں کس قسم کا آدمی ہے۔" ژول روے نے سر ٹامس کو مخاطب کیا۔

"تم لوگ جاؤ اپنے کمرے میں۔" جوزف ہاتھ ہلا کر بولا۔ "وہیں جو دل چاہے کرنا۔"

ژول روے کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ کیونکہ سر ٹامس نے ہاتھ اٹھا کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

اچانک انہیں اپنے عقب سے سرسراہٹ سنائی دی اور وہ چونک کر مڑے۔ دوسرے کمرے کا دروازہ کھل گیا تھا اور فرینکلن سیاہ فام لڑکی کے ساتھ اُسی کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو نا.....!" ژول روے نے تیزی سے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں..... مسز فرینکلن سے ملو۔"

اُسکے اس جواب پر وہ متحیر رہ گئے۔ فرینکلن کی آنکھوں سے بے پایاں مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"لل..... لیکن تم تو.....!" سر ٹامس جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

"میں بہت خوش ہوں! میڈیلینا بہت اچھی ہے۔ میں اس کے ساتھ ہمیشہ خوش رہوں گا۔"

فرینکلن نے سیاہ فام لڑکی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے قریب کرتے ہوئے کہا۔

ژول روے اور کارلوف نے اس طرح ایک دوسرے سے نظروں کا تبادلہ کیا تھا جیسے فرینکلن کا دماغ چل گیا ہو۔

"تم بھی تو کچھ بولو.....!" عمران نے لڑکی کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"شٹ اپ.....!" فرینکلن آپے سے باہر ہوتا ہوا بولا۔ "بے تکلف ہونے کی کوشش کی تو سر توڑ دوں گا۔"

"کیوں بکواس کر رہا ہے۔" جوزف اٹھتا ہوا بولا۔ "زبان کو لگام دے ورنہ قیمہ کر کے رکھ دونگا۔"

"جوزف تم خاموش رہو۔" عمران نے ہنس کر کہا۔ "مسٹر فرینکلن ہنی مون پر ہیں۔ اس لئے ان کی کسی بھی بات کا بُرا نہیں مان سکتا۔"

"مسٹر فرینکلن کیا تم نے اسے قبول کر لیا ہے۔" سر ٹامس نے حیرت سے پوچھا۔

"نہ قبول کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔" فرینکلن نے ہنس کر سوال کیا۔

"ایسی صورت میں جبکہ تمہاری ایک بیوی پہلے سے موجود ہے۔ تم اسے مسز فرینکلن کیسے کہہ سکتے ہو۔"

"وہ بیوی ہسپتال میں ہے زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہے گی۔"

عمران سر ٹامس کو آنکھ مار کر مسکرایا اور سر ٹامس نے فرینکلن سے سوال کیا۔ "اور اسے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے.....؟"

"قطعی نہیں یہ تو کہتی ہے کہ اگر پہلے سے میری ایک ہزار بیویاں بھی موجود ہوں تو اُسے پرواہ نہ ہو گی۔"

"تم نے دیکھا۔" عمران جوزف کی طرف مڑ کر بولا۔ "یہ ایک ناممکن قسم کی بیوی ہے۔ اتنی ناممکن کہ قصے کہانیوں میں بھی نہیں ملے گی۔"

"تم پھر بولے۔" فرینکلن مکا تان کر دھاڑا۔

"ہاں..... میں اس کا جبڑا توڑ دوں گا.....!" جوزف کہتا ہوا پھر آگے بڑھا۔

"نہیں....!" عمران نے اس کا بازو پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔

سیاہ فام لڑکی یک بیک آپے سے باہر ہو گئی اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے جوزف کو کچا ہی چبا جائیگی۔

"تم تو اپنی کھال ہی میں رہو لڑکی!" جوزف غرایا۔ "اپنی نسل پر ایک بدنما داغ بن کر رہ گئی ہو۔"

"سفید داغ....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تمہاری شامت ہی آگئی ہے۔" فرینکلن پھر اُس کی طرف جھپٹا۔ لیکن اس بار ژول روے نے اُس کی کمر تھام کر پیچھے کھینچ لیا۔

"میں کہتا ہوں اپنے اسی کمرے میں واپس جاؤ تم لوگ....!" جوزف دانت پیس کر بولا۔ "ورنہ ایک ایک کو قتل کر دوں گا۔"

"نہیں.... نہیں.... اس کی ضرورت نہیں۔" عمران نے کہا۔ "یہ آدمیوں کا معاملہ ہے جو آپس میں لڑتے بھی ہیں اور پھر بغل گیر بھی ہو جاتے ہیں۔ کتوں کا جھنڈ نہیں ہے کہ ہمیشہ کے لئے اپنے درمیان ایک ناقابل عبور حد قائم کر لیں۔"

"بڑی مناسب بات کہی ہے تم نے....!" سر ٹامس نے کہا۔

"میں کچھ نہیں جانتا باس....!" جوزف بڑبڑایا۔ "تم پر جو ہاتھ اٹھے گا اسے میں توڑ دوں گا۔"

"پھر وہی ہاتھ سلام کے لئے بھی اٹھ سکتا ہے۔"

"تم ولیوں کی سی باتیں بھی کر سکتے ہو۔" سر ٹامس نے حیرت سے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ لڑکی فرینکلن کو پھر دوسرے کمرے کی طرف کھینچے لئے جا رہی تھی۔ وہ سب اُن کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس بار کمرے کا دروازہ بند نہیں ہوا تھا۔

"یہ تبدیلی حیرت انگیز ہے۔" کارلوف نے سر ٹامس سے کہا۔

"یہ قوم پٹری بدلنے کی ماہر ہے۔" ژول روے بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے....!" سر ٹامس نے عمران سے پوچھا۔

"عورت بہر حال عورت ہے خواہ کالی مٹی ہی کی کیوں نہ بنی ہو۔"

"نہیں کسی طرح فرینکلن کا دماغ الٹ دیا گیا ہے۔" سر ٹامس بولا۔ "ورنہ اتنی جلدی اس قسم کی تبدیلی ممکن نہیں۔"

"مجھے ایسے معاملات کا کوئی تجربہ نہیں اس لئے اپنی رائے محفوظ رکھتا ہوں۔" عمران بولا۔

"کیا اسے ناتجربہ کاری کہیں گے کہ خود تم نے اُس بٹن کو استعمال نہیں کیا۔"

"اسے تم کسی خطرے کے مقابل چھٹی حس کہہ سکتے ہو۔"

"پس ثابت ہوا کہ تم جیسے نظر آتے ہو حقیقتاً ویسے نہیں ہو۔"

"میں کیسا نظر آتا ہوں....!" عمران نے گھبرا کر پوچھا۔

"بالکل فرشتے۔" ژول روے کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"مجھے تو اب بھوک لگ رہی ہے۔" سر ٹامس بولا۔

"دباؤ لنچ کا بٹن۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میری پلیٹوں میں تلی ہوئی چھپکلیاں یا اُبلے ہوئے چوہے نہیں تھے۔"

سر ٹامس نے آگے بڑھ کر مذکورہ بٹن دبایا اور اس کے لئے لنچ کی ٹرے حاضر ہو گئی۔ پھر کارلوف اور ژول روے نے بھی اُس کی تقلید کی تھی۔

لنچ سے فارغ ہو کر وہ پھر سر جوڑ کر بیٹھے اور موضوع گفتگو یہی تھا کہ اب کیا کیا جائے؟ اس حبس بیجا کا مقصد کیا ہے؟ اور دشمن کون ہے....؟"

"وہ آہستہ آہستہ کھل رہے ہیں۔" عمران بولا۔

"یعنی تم نے کوئی اندازہ لگایا ہے۔" سر ٹامس نے کہا۔

"اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن اس سے قطعی متفق نہیں ہوں کہ یہ کسی بڑی طاقت کا کھڑاگ ہے۔"

"پھر ایسی آبدوز کون بنا سکتا ہے....؟ نہیں مسٹر عمران.... میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہ کسی ترقی پذیر ملک کا کارنامہ ہو گا۔" کارلوف نے کہا۔ "کسی ترقی یافتہ ملک میں بھی اتنی سکت نہیں ہے البتہ بڑی طاقتیں اس قسم کی کوشش کر سکتی ہیں۔ ویسے میں ایک بار پھر یقین دلانے کی کوشش ضرور کروں گا کہ اس میں میرے ملک کا ہاتھ نہیں ہے۔"

"کیا یہ ٹی تھری بی.... والی تنظیم کا کارنامہ نہیں ہو سکتا۔" عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ گھٹیا قسم کے مجرموں کا ٹولہ ہے۔" کارلوف نے کہا۔

"وہ لوگ فی الحال ترقی یافتہ ممالک میں کام نہیں کر رہے اس لئے تم اُن کی قوت کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے۔"

کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پھر سر ٹامس کھنکار کر بولا۔ "اگر اسے صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر انہیں ہم سے کیا سروکار۔ انہوں نے ہمیں کیوں محبوس کیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے تمہاری برین واشنگ کر کے تمہیں واپس کر دیا جائے تاکہ تم اپنے ملک میں اُن کے ایجنٹ کی حیثیت سے بھی کام کر سکو۔"

"ہاں اُن کی تکنیک یہی ہے۔" کارلوف نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور چند لمحے خاموش رہ کر سوال کیا۔ "کیا تم اُن کے کسی راز سے واقف ہو گئے ہو۔"

"اس سوال کا مطلب....؟"

"یہاں تمہاری موجودگی کی بناء پر یہ سوال پیدا ہوا ہے۔"

"اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ تھریسیا ایک بے حد حسین عورت بھی ہے۔"

"باتوں میں اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے ڈچز آف ونڈلیر کو کس خوبصورتی سے بے نقاب کیا تھا۔" سر ٹامس بولا۔

"وہ کم عمری کی ایک طفلانہ حرکت تھی۔ آج تک پچھتا رہا ہوں اس پر....!"

"تمہارا وہ کیس اسکاٹ لینڈ کی ٹیکسٹ بک میں شامل کیا گیا ہے۔"

"تم نے بہت اچھا کیا بتا دیا.... اب میں اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں سے اس کی رائلٹی وصول کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"فی الحال اس کی تصدیق کرنے کی کوشش کرو جو کچھ تم نے کہا ہے۔"

"میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے تصدیق کی جا سکے۔ لیکن یہاں کچھ عجیب وغریب فلمیں اور ایک پروجیکٹر بھی موجود ہے۔"

"اوہو.... تو تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔" کارلوف مضطربانہ انداز میں بولا۔

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فرینکلن پھر آ دھمکا۔ اس بار اُسکے ساتھ سیاہ فام لڑکی نہیں تھی۔ وہ خاموش ہو گئے اور فرینکلن قریب ہی کھڑا انہیں گھورتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "تم لوگ میری بیوی کے معاملات میں حد سے تجاوز کرنے کی کوشش ہرگز نہ کرنا۔"

"کیا تمہاری بیوی کے کچھ معاملات ہم سے بھی ہو سکتے ہیں۔" عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"میں کہتا ہوں تم مت بولا کرو....!"

"کیا میں شیر کی طرح دھاڑتا ہوں کہ تم نروس ہو جاتے ہو۔"

"میں تمہیں اس قابل نہیں سمجھتا۔"

"جب تمہارا دل چاہتا ہے خوب سمجھتے ہو۔"

"سر ٹامس اسے سمجھاؤ....!"

"میں کیسے سمجھاؤں اس کا آزادی رائے کا حق سلب نہیں کیا جا سکتا۔"

"تم بھی کالی بھیڑ ہو....!"

"مسٹر فرینکلن اپنی زبان کو لگام دو....!" سر ٹامس کا لہجہ بے حد تنفر آمیز تھا۔

"خدا کے لئے تم اُسی کمرے میں واپس جاؤ.... آخر اُس نے تمہیں تنہا کیوں چھوڑ دیا۔" ژولروے بولا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو....!"

ژول روے کے کانوں کی لویں سرخ ہو گئیں اور کارلوف معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا۔

"ہاں ہاں تم بھی کہہ ڈالو جو کچھ کہنا ہے۔" فرینکلن اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا اور کارلوف نے دوسری جانب منہ پھیر لیا۔

"اب میں سمجھا سر ٹامس.... بالکل سمجھ گیا۔" فرینکلن نے چند لمحے خاموش رہ کر کہا۔

"کیا سمجھ گئے۔"

"اس سازش میں تمہارا ہاتھ ہے۔"

"وہ کس طرح....!"

"یہ میں نہیں جانتا.... تمہاری قوم صدیوں سے سازش کرتی آ رہی ہے۔"

"اُف فوہ.... آخر ہم کب تک ایک دوسرے کے خلاف شبے کا اظہار کرتے رہیں گے۔" کارلوف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے تو مسٹر عمران کی رائے میں خاصا وزن نظر آ رہا ہے۔"

"کیا مطلب.... کیا یہ بھی کوئی رائے رکھتا ہے۔" فرینکلن نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔

کارلوف پھر عمران کی طرف مڑا اور اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "تم ابھی کسی پروجیکٹر کی بات کر رہے تھے۔"

"ہاں.... لیکن پہلے مسٹر فرینکلن کو اس کمرے میں بھیج دو....!" عمران نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

"تم میری بات نہ کرو.... سمجھے۔" فرینکلن نے پھر آنکھیں نکالیں۔

"تم وہیں چلے جاؤ اپنی بیوی کے پاس.... !" عمران پہلے ہی کے سے انداز میں بولا۔

فرینکلن نے جوزف کی طرف دیکھا جو پھر اُسے خوں خوار نظروں سے گھورنے لگا تھا۔

"جہنم میں جاؤ-!" کہہ کر فرینکلن دوسرے کمرے کی طرف مڑ گیا۔

اُس کے داخل ہوتے ہی دروازہ پھر بند ہو گیا۔

عمران نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور اونچی آواز میں بولا۔ "اچھا تو مسٹر کارلوف اب ہمیں فلم دیکھنی چاہیے۔"

"ضرور.... ضرور.... !"

عمران اُسی سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا جسے اب تک مختلف نتائج کے حصول کے لئے استعمال کیا جاتا رہا تھا۔ اس کا ایک بٹن دباتے ہی کمرے میں اندھیرا ہو گیا اور ایک جانب دیوار پر ایک روشن اسکرین نمودار ہوا اور پھر اُس اسکرین پر کئی رنگ بکھر کر تیزی سے گردش کرنے لگے اور اسی گردش کے دوران میں وہ ایک دوسرے میں مدغم ہوتے چلے گئے۔

پھر ایک آواز ابھری۔ "ہم مریخ سیارے کی طرف سفر کر رہے ہیں۔ لیکن لفظ سفر جس تصور کا حامل ہے اُس کے لئے صدیاں درکار ہوں گی۔ لہٰذا ہمیں کھل کر بات کرنی چاہیے۔ ہم سفر نہیں کر رہے بلکہ مریخ کے لئے ٹرانس مٹ ہو رہے ہیں۔ یعنی ہمارے اجسام ذرات میں تبدیل ہو کر برقی رو کے ذریعے بہت قلیل عرصے میں مریخ تک جا پہنچیں گے۔ واضح رہے کہ ہم کوئی سائنس فکشن نہیں پیش کر رہے بلکہ یہ ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے۔ جیسا کہ ابھی آپ دیکھیں گے۔"

اسکرین پر مختلف رنگوں کے انضمام نے عجیب سا پیٹرن بنا دیا تھا پھر ایک دھماکا ہوا اور سارے رنگ بکھر کر ذرات میں تبدیل ہو گئے۔ اب اسکرین پر کئی رنگوں کا غبار چکرا رہا تھا۔

آواز پھر آئی۔ "لیجئے اب آپ مریخ پر ہمارے مہمان ہو رہے ہیں۔ یہ ہمارا اسٹیشن ہے۔" اسٹیشن کے نام پر جو چیز بھی دکھائی گئی تھی لانگ شاٹ میں انڈے کی شکل کی کوئی شے معلوم ہوتی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ کیمرہ اس سے قریب ہوتا گیا۔ سچ مچ بیضاوی شکل کی ایک عمارت ہی تھی جس میں لاتعداد روشن دان نظر آ رہے تھے اور پھر اندر کے مناظر ایسے ہی تھے جیسے سائنس فکشن پر مبنی فلموں میں پائے جاتے ہیں۔ بھانت بھانت کی مشینیں جگہ جگہ نصب تھیں۔ کیمرے نے پوری عمارت کا چکر لگایا تھا۔ پھر وہ ایک بہت بڑی مشین پر رک گیا اور آواز آئی۔ "لاکھوں

سال سے مریخ آباد ہے۔ صدہا تہذیبوں نے یہاں جنم لیا اور فنا ہو گئیں۔ یہاں کی اعلیٰ ترین مخلوق جو کلام بھی کر سکتی ہے بے حد ذہین ہے لیکن وہ ہم انسانوں سے مختلف ہے۔ ابھی ہم آپ کو اس کے درمیان لے چلیں گے۔"

اسکرین پر پھر کئی رنگوں کی دھند چھا گئی اور اسی دھند سے پہاڑوں کی چوٹیاں ابھرنے لگی۔ یہ ایک سرسبز وادی تھی جس پر سبز ہی رنگ کی دھند چھائی ہوئی تھی۔ کیمرہ ایک پہاڑی راستے سے گزرتا ہوا وادی میں اُترنے لگا۔ بڑی حسین وادی تھی۔ پھر کیمرہ ایک جگہ رک گیا۔ کچھ متحرک اجسام کا لانگ شارٹ تھا۔ آہستہ آہستہ کیمرہ اُن سے قریب ہونے لگا اور پھر وہ سبھی حیرت زدہ سی آواز میں چیخ پڑے تھے۔ کیونکہ وہ بہت بڑی بڑی مکڑیاں تھیں جن کے درمیانی حصوں پر انسانی سر موجود تھے۔ پھر ایک مکڑی کا کلوز اپ نظر آیا مکمل انسانی چہرہ رکھنے والی مکڑی تھی۔ اُس کے ہونٹ اسی انداز میں ہل رہے تھے جیسے کچھ کہہ رہی ہو۔ دفعتاً جوزف کے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکلنے لگیں اور عمران نے اُس کا شانہ دبوچ کر کہا۔ "ابے کیوں مرا جا رہا ہے۔ کیا پہلے تو نے یہ فلم نہیں دیکھی تھی۔"

"اس وقت مجھے وہ بدروحیں یاد آ رہی ہیں باس جنہوں نے ایک بار میرے گھرانے کا جینا حرام کر دیا تھا۔"

"خاموش بیٹھ.... !"

"یہ کیا تماشہ ہے.... !" سر ٹامس بڑبڑایا۔

ژول روے اور کارلوف خاموش رہے۔ فلم چلتی رہی۔ کئی مکڑیوں کے کلوز اپ دکھائے گئے۔ ان میں نر اور مادہ کی پہچان چہروں سے ہو سکتی تھی۔ نروں کے چہروں پر ڈاڑھی اور مونچھیں پائی جاتی تھیں اور ماداؤں کے چہرے نرم و نازک خطوط کے حامل تھے۔

مبصر کی آواز پھر سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ مریخ کی اعلیٰ ترین مخلوق ہے بالکل اُسی طرح جیسے زمین پر آدمی وہاں کی اعلیٰ ترین مخلوق ہے۔ جس طرح زمین کی آبادی۔ ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ قوموں پر مشتمل ہے اسی لئے مریخ کی یہ اعلیٰ ترین مخلوق بھی ترقی یافتہ یا غیر ترقی یافتہ ہے۔ مریخ کے یہ باشندے جنہیں آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں غیر ترقی یافتہ قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان پر آپ زمین کے خانہ بدوشوں کا قیاس کر سکتے ہیں۔ اس صحرائی مخلوق کی زندگی کا انحصار شکار پر ہے۔ یا پھر یہ جنگلی پھلوں پر گزارہ کرتی ہے اور آدمیوں ہی کی طرح آپس میں لڑتی جھگڑتی رہتی

ہے۔اب ہم آپ کو ایک ایسے خطے میں لئے چلتے ہیں جہاں ترقی یافتہ مخلوق آباد ہے۔" کیمرے کے سامنے پھر دھند سی چھا گئی اور ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کیمرہ فضائی سفر کر رہا ہو۔ دفعتاً اسکرین پر ایک شعلہ سا لپکا اور پھر وہ بالکل تاریک ہو گیا اور چند لمحوں کے بعد کمرے میں بھی روشنی ہو گئی۔ ساتھ ہی آواز آئی۔ "ہم معزز مہمانوں سے معذرت خواہ ہیں کہ اچانک پروجیکٹر میں خرابی واقع ہو جانے کی بناء پر ہم فی الحال انہیں یہ فلم نہیں دکھا سکیں گے۔"

ژول رومے نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ "اس سے بڑی بکواس تو میں نے آج تک سنی ہی نہیں۔ کیا ہماری اپنی سائنس فکشن پر مبنی فلمیں کم ہیں کہ انہوں نے مزید بور کرنے کا سامان کیا تھا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" سر ٹامس نے سرد لہجے میں کہا۔ "ہمیں مرعوب کرنے کے لئے بے حد گھٹیا طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔"

"میں اس سے قبل پوری فلم دیکھ چکا ہوں۔" عمران بولا۔

"اچھا تو پھر....؟" ژول رومے نے تیز لہجے میں سوال کیا۔

"خاصی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی آگے چل کر۔ ترقی یافتہ مخلوق ہم سے بھی زیادہ ترقی یافتہ نظر آئی تھی۔"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ ہم پر کیا واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کیا جتانا چاہتے ہیں۔!" کارلوف نے کہا۔

"اپنی ترقی کا رعب ڈالنے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں جتانا چاہتے۔ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کی رسائی مریخ تک ہو گئی ہے جبکہ بڑی طاقتیں چاند سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔" عمران بولا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" کارلوف انگلی اٹھا کر بولا۔ "اور تمہارا یہ خیال بھی مجھے درست معلوم ہوتا ہے کہ ہم ٹی تھری بی کے قیدی ہیں۔"

"کسی کے بھی قیدی ہوں۔" ژول رومے بولا۔ "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سوال تو یہ ہے کہ ہماری رہائی کیونکر ہو گی۔"

اس کا جواب کسی کے پاس بھی نہیں تھا۔ دفعتاً انہوں نے جوزف کی چیخ سنی اور یہ بھی دیکھا کہ وہ چھلانگ مار کر عمران سے لپٹ گیا ہے۔ پھر اُس سمت بھی نظر ڈالی جدھر اس کا ہاتھ خوف زدہ انداز میں اشارہ کر رہا تھا۔

ویسی ہی ایک مخلوق دیوار میں پیدا ہو جانے والے خلاء سے آہستہ آہستہ برآمد ہو رہی تھی جیسی وہ فلم میں دیکھ چکے تھے۔ چار چار فٹ لمبی ٹانگوں والی مکڑی جس کا وسطی حصہ انسانی چہرے پر

مشتمل تھا۔ وہ ہنس رہی تھی۔ بے حد حسین چہرہ تھا۔ بڑی بڑی مخمور آنکھوں اور ستواں ناک والا چہرہ۔ موتیوں کی طرح آبدار دانتوں والا دہانہ تھا اور اس کھنکتی ہوئی سی ہنسی کا کیا پوچھنا کانوں میں گھنٹیاں سی بج اٹھی تھیں۔

"گڈ مارننگ یور لیڈی شپ....!" عمران نے بڑے ادب سے سلام کیا۔

"مارننگ....!" مکڑی نے سریلی آواز میں کہا۔ "ہاؤ ڈو یو ڈو۔!"

"تھینکس.... آئی ایم فائن....!"

"تم اپنی زبان میں بھی مجھ سے گفتگو کر سکتے ہو۔!" مکڑی نے کہا۔

"لیکن میرے ساتھی میری زبان نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے انگلش ہی مناسب رہے گی۔"

"میں تمہیں کیسی لگی ہوں....؟"

"بے حد حسین.... اتنا دلآویز چہرہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔"

"شکریہ.... تم بھی بہت دلکش ہو.... لیکن کیا تمہارے ساتھی گونگے ہیں۔"

"وہ تعارف کے بغیر گفتگو کرنا خلاف تہذیب سمجھتے ہیں۔"

"میں کروچی ہوں.... فرینی کروچی.... فرینی سمجھتے ہو۔"

"نہیں....!" عمران نے سر کو مایوسانہ انداز میں منفی جنبش دی۔

"تمہاری زبان میں شہزادی... میں تراچا کے فران کی بیٹی ہوں۔ ان لوگوں نے مجھے قیدی بنایا ہے۔"

"تو گویا تم مریخ سے آئی ہو۔"

"ہاں.... شائد تم ہمارے سیارے کو مریخ کہتے ہو۔ ہم اُسے گابان کہتے ہیں اور اپنے سیارے کو زمین کہتے ہو۔ جبکہ ہم اسے ڈمفس کہتے ہیں۔"

"لیکن شہزادی صاحبہ آپ ہمارے سیارے کی ایک زبان بڑے فراٹے سے بول رہی ہیں۔"

"ہم بہت جلد سیکھ جاتے ہیں۔ بہت تھوڑے عرصے میں کئی زبانیں سیکھ لی ہیں۔"

"لیکن میری زبان کس سے سیکھ لی آپ نے....؟"

"تمہاری زبان اس وقت سیکھی تھی جب تم یہاں آئے تھے۔ مجھے دکھائے گئے تھے اس وقت تم بے ہوش پڑے تھے اور مجھ سے کہا گیا تھا کہ مجھے تمہاری زبان بھی سیکھنی پڑے گی۔"

"صرف مجھ پر ہی یہ عنایت کیوں ہوئی تھی....؟"

"میں نہیں جانتی....!"

"میں نے پوچھا تھا کہ تم کو میری زبان کس نے سکھائی۔"

"اُس مخلوق نے جسے تم شائد عورت کہتے ہو۔ وہ بہت حسین ہے۔ مجھے اچھی لگتی ہے۔ سارے لوگ اُس کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسے وہ کوئی فرانہ ہو۔"

"فرانہ.... میں نہیں سمجھا....!"

"ہماری زبان کا لفظ ہے۔ ہم بادشاہ کو فران اور ملکہ کو فرانہ کہتے ہیں۔"

"سمجھ گیا.... کیا وہ عورت اس وقت بھی یہاں موجود ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"اب اپنی زبان بھی سنادو....!"

"تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ لیکن اُس عورت نے میری زبان بہت جلد سیکھ لی ہے۔ ذہانت میں وہ ہماری ہی جیسی ہے۔"

"تمہاری زبان میں عورت اور مرد کو کیا کہتے ہیں۔"

"عورت کو فیلی اور مرد کو فولا....!"

"یہاں کی عورتیں ڈیم فول کہتی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"کچھ دن اور یہاں رہیں تو سمجھ جاؤ گی۔" عمران نے کہا۔ صرف وہی بولے جا رہا تھا دوسروں کے ہونٹ تو گویا سل سے گئے تھے اور جوزف اس طرح کانپ رہا تھا جیسے سردی لگ کر بخار چڑھ آیا ہو۔

دفعتاً مکڑی نے اُس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "اس آدمی کو کیا ہو گیا ہے....؟"

"اظہارِ مسرت کر رہا ہے۔"

"تمہارے سیارے پر شائد کئی رنگوں کے آدمی پائے جاتے ہیں۔"

"ہاں یہی بات ہے۔"

"لیکن ہمارے سیارے گابان پر سب ایک جیسے ہیں۔"

"زندہ باد گابان....!" عمران ہاتھ اٹھا کر اونچی آواز میں بولا۔

ژول روے اُسے ایسی ہی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ سرٹامس اور کارلوف تذبذب کے عالم میں تھے۔ اتنے میں عمران بولا۔ "اب اپنی زبان بھی سنادو۔"

"تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔" وہ ہنس کر بولی۔

"پھر بھی اندازہ تو ہو ہی جائے گا کہ وہ کتنی رسیلی ہے۔"

"اچھا تو سنو....!" مکڑی نے کہا اور کسی غضب ناک بندریا کی طرح چیچانے لگی۔ قریباً دو منٹ تک کمرے کی فضا اس کی آواز سے گونجتی رہی۔ پھر اس نے انگلش میں کہا۔ "اس نظم کا عنوان تھا پھولوں کی شاعرہ۔"

"بہت خوب....!"

"اب میں واپس جاؤں گی میرے حلق میں درد ہونے لگا ہے۔"

"بہت خوب....!" عمران اچھل پڑا۔

"تمہیں اس سے خوشی ہوئی ہے کیا....؟" مکڑی نے ناک بھوں چڑھا کر پوچھا۔

"یقیناً....!" عمران نے بدستور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "گابان کی فیلی بے حد پسند آئی۔ ہماری عورتیں بحالت بیداری صرف بولتی رہتی ہیں لیکن اُن کے حلق میں درد نہیں ہوتا۔"

"ہم تو سرے سے بولتے ہی نہیں جب تک کہ ہمیں اس پر مجبور نہ کیا جائے۔" مکڑی نے کہا اور عمران چھت کی طرف منہ اٹھا کر بولا۔

"خداوندا کیا میری شادی کا وقت قریب آ گیا ہے۔"

"بس بس کرو باس....!" جوزف نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مکڑی تیزی سے اُسی خلاء میں گھس کر نظروں سے اوجھل ہو گئی جس سے برآمد ہوئی تھی اور سلائیڈنگ ڈور نے سرک کر دیوار برابر کر دی۔

عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر اکڑوں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر کارلوف بولا۔ "کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"واقعی حیرت انگیز....!" سرٹامس نے طویل سانس لے کر کہا۔

"میں یا تو پاگل ہو گیا ہوں یا پھر خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"میں مر جاؤں گا باس....!" جوزف عمران کو جھنجھوڑ کر بولا۔

"میرا بھی یہی حشر ہو گا اگر وہ مجھے نہ ملی۔"

"کک.... کون باس....!"

"فریئی کروچی....!"

"خدا کے لئے باس....!" جوزف پہلے سے بھی زیادہ خوف زدہ نظر آنے لگا۔

"یقین کرو.. میں اسکے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ مجھے ایسی ہی بیوی کی تلاش تھی جو بالکل چپٹی ہو۔"

"یہ تو واقعی پاگل ہوگیا ہے۔" ژول روے نے پر تشوش لہجے میں کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے! محبت کرنیوالے ہمیشہ پاگل سمجھے گئے ہیں۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"خدا کے لئے باس ہوش میں آؤ۔" جوزف نے روہانسی آواز میں کہا۔ "میں پہلے ہی کہتا تھا کہ ہم بدروحوں کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔"

"خبردار جو اُسے بدروح کہا۔" عمران اٹھتا ہوا بولا اور جوزف سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ "کیا تیری آنکھیں نہیں ہیں....؟"

"ہیں کیوں نہیں باس....!"

"تو پھر کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اُس میں نہ کہیں زیورات پہننے کی جگہ ہے اور نہ کہیں بنارسی ساڑی لپیٹنے کی۔"

"ہاں.... یہ بات تو ہے باس....!"

"اب تو ہی بتا کہ اس سے بہتر بیوی اور کون ہو سکتی ہے۔"

جوزف خوف زدہ سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "بس بھی کرو باس۔"

"میں سنجیدہ ہوں۔ مگونڈا کے بیٹے۔ اگر اس سے میری شادی نہ ہوئی تو میں خودکشی کرلوں گا۔"

"ایسی باتیں مت کرو باس....!"

"پھر کسے حال دل سناؤں۔ وہ تو مجھے نظم سنا کر چلی گئی ہے۔"

"اب خاموش بھی رہو تاکہ ہم کچھ سوچ سکیں۔" کارلوف بولا۔

"تم کیا سوچو گے۔" عمران آنکھیں نکال کر غرایا۔ "میں کہہ چکا ہوں کہ وہ میری ہے اگر کوئی اور بھی اُس کا امیدوار بننا چاہتا ہے تو اُسے پہلے مجھ سے جنگ کرنی ہوگی۔"

"کوئی بھی تمہاری طرح بدحواس نہیں ہوا ہے۔" کارلوف نے خشک لہجے میں کہا۔

"پھر کیا سوچو گے۔"

"یہی کہ وہ حقیقتاً کیا بلا تھی۔"

"ہوش میں ہو یا نہیں.... تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ میری محبوبہ کو بلا کہو۔"

"مسٹر عمران پلیز....!" سرٹامس ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم نے ڈچز کو دیوانہ بنا دیا تھا۔"

"اس مہ جبین کے مقابلے میں ڈچز کا کیا ذکر۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"باس کیا سچ مچ.... یعنی کہ تم....!" جوزف جملہ پورا نہ کرسکا۔ کیونکہ عمران نے اُس کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیا تھا۔

"اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتا۔" عمران دانت پیس کر بولا۔

"خدا تم پر رحم کرے باس۔" جوزف پر رقت طاری ہوگئی اور وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔

صفدر نے اب مرسیانا کی نگرانی اپنے ذمے لے لی تھی۔ لیکن طریق کار یہ تھا کہ مرسیانا کی نظر نہ پڑنے پائے۔ کیونکہ وہ اُسے عمران کے ساتھی کی حیثیت سے جانتی تھی۔ اس کا قیام اب بھی موبار کے اُسی ہوٹل میں تھا۔ جس میں عمران کے فلیٹ سے فرار کے بعد ٹھہری تھی اور شائد اسے بھی یقین تھا کہ اس کا چھٹکارا اتنی آسانی سے نہیں ہو جائے گا۔ ہر وقت چوکنی رہتی تھی۔ ادھر صفدر نے اس خیال کے تحت میک اپ کا سہارا نہیں لیا تھا کہ وان بروف کے آدمیوں سے ٹکرانا چاہتا تھا۔ کسی نہ کسی طرح اُس تک پہنچنا چاہتا تھا کہ عمران کا سراغ مل سکے۔ حالانکہ یہ ایک احمقانہ حرکت تھی۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔ تو اس دیدہ و دانستہ قسم کی بے احتیاطی کا انجام یہی ہوا کہ آخر کار ایک جگہ مرسیانا کی نظر اس پر پڑ ہی گئی.... اور وہ تیر کی طرح اُس طرف آئی۔

"تت.... تم عمران کے ساتھی ہو شائد۔" اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"شائد نہیں بلکہ حقیقتاً.... لیکن تم یہاں کیا کر رہی ہو....؟"

"ہم.... میں وان بروف کی تلاش میں ہوں۔ تاکہ اُسے اطلاع دے سکوں کہ عمران جھوٹ نہیں بولا تھا۔ اس کے پاس حقیقتاً باؤل دے سوف کا نگیٹو نہیں ہے میں نے پورے فلیٹ کی تلاشی لی تھی۔"

"تو گویا تمہیں اعتراف ہے کہ تم سے یہ غیر قانونی حرکت سرزد ہوئی تھی۔"

"مجھے اعتراف ہے کہ اُس کے ملازموں کی لاعلمی میں تلاشی لی تھی میں نے۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے کہ تم نے غیر قانونی طریقہ اختیار کیا۔"

"پھر کیا کرتی میں عمران کی جان بچانا چاہتی ہوں۔"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ ہیں کہاں....!"

"میرا خیال ہے کہ وہ ایک بار پھر وان بروف کے ہتھے چڑھ گیا۔"

"اور تم نہیں جانتیں کہ وان بروف کہاں ہے۔"

"قطعی نہیں جانتی.... جہاں جہاں اُس سے ملاقات ہو سکتی تھی ان جگہوں کی تفصیل عمران کو پہلے ہی بتا چکی ہوں۔"

"وہ اُن جگہوں پر نہیں ملا۔"

"پھر بتاؤ.... میں کیا کروں۔"

"تمہارے لئے اس سے بہتر اور کوئی صورت نہ ہو گی کہ تمہیں حراست میں لے کر تمہارے ملک کے سفارت خانے کو مطلع کر دیا جائے۔ کیونکہ تم قطعی غیر قانونی طور پر ہمارے ملک میں داخل ہوئی ہو۔"

"لیکن عمران نے تو ایسا نہیں کیا تھا۔"

"محض اس لئے کہ وہ تمہارے توسط سے وان بروف پر ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہیں تھی میری۔"

"اور کیا حیثیت ہوتی....!" صفدر نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"میں اسے چاہتی ہوں۔ اس کے بغیر مجھے اپنی زندگی قطعی بے معنی معلوم ہو گی۔"

"دوسری طرف اس قسم کا کوئی تاثر نہ ہو گا۔"

"میں یقین نہیں کر سکتی۔"

موبار کے ایک چھوٹے سے پارک میں اُن کی مڈ بھیڑ ہوئی تھی اور وہ باتیں کرتے ہوئے ایک بنچ پر جا بیٹھے تھے۔

"یقین نہ کرنے کی صورت میں تم اس وقت تک غلط فہمی میں مبتلا رہو گی جب تک کہ خود اُس کی زبان سے وہی کچھ نہ سن لو جو میں کہہ رہا ہوں۔" صفدر نے کہا۔

"اچھی بات ہے میں اس کا انتظار کروں گی۔"

"جیل میں۔" صفدر نے سرد لہجے میں کہا۔

"جیل ہی میں سہی۔" وہ جھلاہٹ میں پیر پٹخ کر بولی۔ "کر لو مجھے گرفتار۔"

ٹھیک اُسی وقت ایک شکستہ حال بھکاری ہاتھ پھیلائے ہوئے اُن کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔ صفدر نے بے خیالی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔ توجہ بدستور مرسیانا کی جانب تھی۔ مرسیانا بھی صرف پل بھر کے لئے فقیر کی طرف متوجہ ہوئی تھی اور پھر صفدر

وز کر دی تھی۔ فقیر نے سکہ اُس سے لیا اور خود بھی کچھ اُس کی مٹھی میں تھما کر چل دیا۔ صفدر کا ہاتھ دوبارہ جیب میں گیا تھا انگلیوں سے اُس چیز کو ٹٹولا تو کاغذ کا ایک مڑا تڑا ٹکڑا ثابت ہوا۔

اس دوران میں صفدر نے یہ بھی سوچا تھا کہ کیوں نہ مرسیانا کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔ آخر عمران نے بھی تو اس کے خلاف باقاعدہ طور پر کوئی کارروائی نہیں کی تھی۔ پتا نہیں اُس کا نقطۂ نظر کیا رہا ہو۔

"تو پھر کیا سوچ رہے ہو نکالو ہتھکڑیاں۔" مرسیانا تلخ لہجے میں بولی۔ لیکن صفدر نے اُسے کوئی جواب دینے کی بجائے جیب سے کاغذ کا وہ ٹکڑا نکالا جو فقیر اُسے تھما گیا تھا۔ پہلی ہی نظر میں اُن چند الفاظ نے اس کی آنکھوں کو گرفت میں لے لیا جو اُس پر تحریر تھے۔ لکھنے والے نے اپنا نام بھی لکھا تھا۔ تحریر کے مطابق وان بروف اس وقت موبار ہی کی ایک عمارت ناصر ہاؤز میں موجود تھا اور یہ چند الفاظ بلاول کی طرف سے لکھے گئے تھے۔

تو کیا وہ بدہیئت فقیر خود بلاول ہی تھا۔ اگر وہی تھا تو صفدر کو اس کے میک اپ کرنے کی صلاحیت پر متحیر ہونا پڑا۔ اس نے کاغذ کا وہ ٹکڑا پھر جیب میں ڈال لیا اور سوچنے لگا کہ عمران پر قابو پانے کے لئے بھی انہوں نے بلاول ہی کو استعمال کیا تھا؟ تو پھر اسے کیا کرنا چاہئے۔ اگر باضابطہ طور پر کوئی کارروائی کرتا تو اُس میں خاصا وقت صرف ہوتا۔

ناصر ہاؤز خاصی مشہور عمارت تھی۔ کیونکہ جزیرے کا واحد سینما ہال اُسی سے ملحق تھا وہ سوچتا رہا اور پھر مرسیانا سے بولا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ وان بروف اس وقت ناصر ہاؤز میں موجود ہے۔"

"بس پھر چھاپہ مارو....!" مرسیانا بیزاری سے بولی۔

"لیکن میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہو....؟" اُس نے براہِ راست اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"یہی کہ تمہیں بھی تو وان بروف کی تلاش تھی۔"

"اچھا تو پھر....!"

"کیوں نہ تم ہی ہماری نگرانی میں ناصر ہاؤز جاؤ۔"

"نگرانی سے کیا مراد ہے۔"

"ہم دور سے تم پر نظر رکھیں گے۔"

"اور مجھے کیا کرنا ہوگا....؟"

"تم کسی طرح اُسے باہر لانا....!"

"میں کس طرح لاسکوں گی۔"

"نہایت آسانی سے لاسکو گی۔ اُس سے کہنا کہ تم نگیٹو تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئی ہو اور وہ تمہارے ہوٹل والے کمرے میں رکھا ہوا ہے۔ لیکن تم اب اپنی ذمہ داری پر وہاں سے کہیں اور منتقل نہیں ہوسکتیں۔ اگر وہ چاہے تو اس کے حصول کے لئے خود تمہارے ساتھ ہوٹل تک چل سکتا ہے۔"

"اور اگر اُس نے خود جانے کی بجائے اپنے کسی آدمی کو ساتھ کر دیا تو۔"

"جو کچھ بھی ہو تم اس کی تصدیق تو کر سکو گی کہ وہ ناصر ہاؤز میں موجود ہی ہے۔ پھر ہم خود ہی اُس سے نپٹ لیں گے۔"

"گویا مجھے چارے کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہو۔"

"یہی سمجھ لو....!"

"اچھی بات ہے.... میں یہ بھی کر گزروں گی۔"

"ٹھیک ہے تو پھر ناصر ہاؤز کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ ہم تم سے زیادہ دور نہ ہوں گے۔"

مرسیانا کی آنکھوں میں تذبذب کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے لیکن صفدر انہیں نظر انداز کر کے بولا۔ "کوشش تو کرو.... اگر وان بروف ہمارے ہتھے چڑھ گیا تو ہم اُس سے مسٹر عمران کا موجودہ پتہ تو معلوم ہی کر سکیں گے۔"

"عمران کے لئے میں جان بھی دے سکتی ہوں۔"

"بس تو پھر چل پڑو....!"

مرسیانا اٹھ گئی لیکن صفدر وہیں بیٹھا رہا اور جب وہ پارک سے باہر نکل گئی تو وہ بھی اٹھا اور اُسی کی طرف چل پڑا۔

پارک سے نکل کر اس نے ایک مخصوص اشارہ کیا اور بدستور چلتا رہا لیکن وہ اس سمت نہیں جارہا تھا جدھر مرسیانا گئی تھی بلکہ دوسرے راستے سے ناصر ہاؤز تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اشارہ اپنے ساتھیوں کو کیا تھا وہ تینوں دور دور رہ کر ایک دوسرے کی نگرانی کرتے رہے تھے۔

ناصر ہاؤز کے قریب پہنچ کر صفدر نے مرسیانا کو گیٹ میں داخل ہوتے دیکھا اور جہاں تھا وہیں رک گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا ٹیلا تھا جس پر اونچی اونچی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ اس کے تینوں ساتھیوں

نے بھی ایسی ہی جگہوں پر گھاتیں لگائی تھیں جہاں سے بہ آسانی دیکھے نہ جاسکتے۔ ان کی نگاہیں پھاٹک پر جمی ہوئی تھیں اور ہاتھ ریوالوروں کے دستوں پر تھے۔

خاصا وقت گذر گیا لیکن مرسیانا کی واپسی نہ ہوئی۔ سینما کی عمارت ناصر ہاؤز کے عقب میں تھی اور سینما کے سامنے والے حصے کو بازار کی حیثیت حاصل تھی۔ لیکن ناصر ہاؤز ویرانے کے رخ پر تھا۔ ادھر اس وقت بھی اتنا سناٹا تھا جیسے کبھی کوئی ادھر سے گذرتا تک نہ ہو۔ صفدر کو علم تھا کہ سیاحت کے سیزن کے علاوہ یہ عمارت خالی ہی رہتی ہے۔

دفعتاً صفدر کو وہی فقیر دکھائی دیا جس نے وان بروف کے سلسلے میں اس عمارت کی نشان دہی کی تھی۔ وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہا تھا۔ صفدر طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اگر بلاول ہی فقیر کے میک اپ میں تھا تو پھر یہاں اس کا کیا کام... اگر وان بروف سے اس کا رابطہ ختم ہو گیا تھا تو اُسے ادھر کا رخ بھی نہیں کرنا چاہئے تھا۔

مزید پندرہ منٹ گذر گئے لیکن عمارت سے کوئی برآمد نہ ہوا۔ صفدر سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ ٹھیک اسی وقت جیبی ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا اور ریسیور کا سوئچ آن کرنے پر آواز آئی۔ "ہیلو.... ہیلو.... صفدر.... ہیلو....!"

اس نے نعمانی کی آواز پہچان لی۔

"ہیلو.... صفدر اسپیکنگ....!"

"ہم یہاں کیا کر رہے ہیں۔" نعمانی کی آواز آئی۔

"ڈسپرس ہو کر اسٹے پوائنٹ پر پہنچو۔" صفدر نے جواب دیا اور ٹرانس میٹر کو دوبارہ جیب میں ڈالتے ہوئے سوچا پولیس فورس کے اُس یونٹ کے انچارج کو فون کرنا چاہئے جو اس جزیرے میں وان بروف کو تلاش کر رہا ہے۔

ایک لمبا چکر کاٹ کر وہ سینما کی طرف پہنچا اور یونٹ انچارج کو فون پر ناصر ہاؤز میں وان بروف کی موجودگی کی اطلاع دی۔

"یور آئیڈنٹٹی پلیز....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ایس.... ایس.... فائیو....!"

رابطہ منقطع کر کے وہ پھر اسی طرف دوڑ گیا جہاں سے ناصر ہاؤز کی نگرانی کرتا رہا تھا اور وہاں پہنچتے ہی ایک ایسی غلطی کا احساس ہوا کہ اپنے ہی گال پر تھپڑ رسید کر لینے کو دل چاہا۔ اُسے فون

کرنے کے لئے جگہ چھوڑنے سے پہلے ہی اپنے ساتھیوں کو رخصت نہ کر دینا چاہئے تھا۔ اس دوران میں پتا نہیں کیا ہوا ہو۔ دراصل اس جزیرے کی تیز اور مرطوب ہوا نے اُس کا سر گھما کر رکھ دیا تھا۔ اُسے ایسا لگتا تھا جیسے موبار میں قدم رکھتے ہی ذہانت رخصت ہو جاتی ہو۔ قوت فیصلہ دم توڑ دیتی ہو۔

بہر حال اب ہو ہی کیا سکتا تھا۔ غلطی تو ہو چکی تھی۔ اُسی جگہ ٹھہر کر اب اسے پولیس کے چھاپہ مار دستے کا انتظار کرنا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ چھاپہ مار دستہ بھی پہنچ گیا اور عمارت گھیر لی گئی اور پھر جو کچھ بھی ہوا اس کے لئے صفدر تیار نہیں تھا۔ اس عمارت میں دو لاشوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہ ملا۔ ایک لاش مرسیانا کی تھی اور دوسری اُس فقیر کی جو بعد میں بلاول ہی ثابت ہوا۔ ان کی گردنیں کاٹ دی گئی تھیں۔

وہ پانچوں اب بھی اُسی کمرے میں تھے کبھی اونگھنے لگتے اور کبھی پھر انکے درمیان نوک جھونک کی ٹھہر جاتی۔ عمران اور جوزف زیادہ تر تینوں کی باتیں سنتے رہتے تھے۔ لیکن اس وقت عمران نے چونک کر اچانک دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا۔

"باس... باس...!" جوزف بوکھلا کر اُس کے ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتا ہوا گھگھیانے لگا۔

"خدا کے لئے ہوش میں آؤ ورنہ میرا دم نکل جائے گا۔"

"ہٹ جا... دور ہٹ جا... مجھے اس کا نام کیوں نہیں یاد آ رہا۔ میں اپنا سر توڑ کر رکھ دوں گا۔"

"کس کا نام باس...!"

"اُس چاند کی ٹکڑی کا... ہائے۔"

"اُس کا نام... اُس کا نام تو مجھے بھی یاد نہیں... خدا کے لئے باس اُس بدروح کو بھول جاؤ۔"

"نہیں ہرگز نہیں... اگر تین منٹ کے اندر اندر مجھے اُس کا نام یاد نہ آیا تو اپنی کھال اُدھیڑ کر رکھ دوں گا۔"

"اچھا ٹھہرو... باس میں ان شریف آدمیوں سے پوچھتا ہوں۔ شائد انہیں یاد ہو۔"

وہ تینوں بھی عمران کی اس حرکت پر متحیر نظر آنے لگے تھے۔

جوزف کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی سرٹامس نے کہا۔ "مجھے بھی نہیں یاد کہ اُس نے اپنا نام بتایا تھا لیکن آخر تمہارا باس اس معاملے میں اتنا سنجیدہ کیوں ہو گیا ہے؟"

"بدروحوں کا چکر ہے مسٹر...!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

ژول روے اُسے بہت غور سے دیکھے جا رہا تھا۔ اچانک بولا۔ "لیکن آخر تم کیوں اتنے سنجیدہ ہو گئے ہو۔"

"کیا مطلب...!" جوزف اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا تم اپنے باس کو کوئی صحیح الدماغ آدمی سمجھتے ہو۔"

"کیوں نہیں... مجھے تو اُن کے مقابلے میں ساری دنیا پاگل نظر آتی ہے۔"

"تم دونوں ہی ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ سکے۔"

عمران نے پھر اپنے سر پر دو ہتھڑ چلایا اور جوزف نے روہانسی آواز میں کہا۔ "باس خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو... میں اُس کا نام معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

پھر اس نے سرٹامس سے کہا۔ "کیا خیال ہے مسٹر... وہ عورت جو مسٹر فرینکلن کے پاس ہے اُس سے کیوں نہ پوچھا جائے... وہ تو یہیں رہتی ہے۔"

سرٹامس نے دوسرے کمرے کے بند دروازے پر نظر ڈال کر سر کو مایوسانہ جنبش دی۔

"میں کوشش کرتا ہوں۔" جوزف نے کہا اور دروازہ کے قریب پہنچ کر اُسے زور سے پیٹنے لگا۔

دروازہ اپنی جگہ سے سرک گیا اور فرینکلن کی دہاڑ سنائی دی۔ "کیا بات ہے۔"

"مسٹر فرینکلن مجھے اپنے رویے پر افسوس ہے۔" جوزف نے لجاجت سے کہا۔

"مسز فرینکلن سے بھی معافی چاہتا ہوں اور انہیں تھوڑی سی تکلیف دینا چاہتا ہوں۔"

"کہو کیا بات ہے...!"

"ٹھہرو... ہم وہیں آ رہے ہیں۔" عورت کی آواز آئی اور جوزف پیچھے ہٹ گیا۔ وہ دونوں کمرے سے برآمد ہوئے۔

"مسز فرینکلن!" جوزف نے نہایت ادب سے کہا۔ "یہاں شائد مریخ کی کوئی شہزادی ہے۔"

"اوہ... تم کیا جانو...!" میڈیلینا نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ کچھ دیر پہلے یہیں تھی اور اُس نے اپنا نام بھی بتایا تھا۔ جواب میرے باس کو یاد نہیں آ رہا۔"

"نام یاد نہیں آ رہا تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔"

"میں نہیں جانتا... لیکن میرا باس اُس کا نام یاد نہ آنے کی بناء پر خودکشی کر لینے کی دھمکیاں دے رہا ہے۔"

"بڑی عجیب بات ہے.... آخر کیوں....؟"

"میرا باس اُس پر عاشق ہو گیا ہے۔" جوزف نے بے حد شرما کر کہا۔

میڈیلینا زور سے ہنس پڑی اور عمران کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "بہت خوب! انوکھا خیال ہے۔"

"پلیز مسز فرینکلن اگر تمہیں اُس کا نام معلوم ہو تو بتا دو....!" جوزف گھگھیایا۔

"مجھے معلوم ہے لیکن اس سلسلے میں تمہارے باس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیوں اس سے کیا بات کرو گی۔" فرینکلن نے گڑبڑا کر پوچھا۔

"میرے معاملات میں دخل اندازی مت کرو۔" میڈیلینا نے تیز لہجے میں کہا اور اس نے سہم کر سر ہلا دیا۔ میڈیلینا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی عمران کے قریب پہنچی اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ گیا۔

"حیرت ہے کہ تم اُس آدھ مکڑی پر عاشق ہو گئے ہو۔" میڈیلینا مسکرا کر بولی۔

"محترمہ اس کے لئے یہ نامناسب لفظ ہے۔" عمران نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ ناگوار لہجے میں کہا۔

"خدا کی پناہ تو کیا تم سچ مچ سنجیدہ ہو۔"

"میں سنجیدہ ہوں۔ جب ایک بٹن دبانے سے شادی ہو سکتی ہے تو میں اس پر عاشق بھی ہو سکتا ہوں"

"وہ تو ہمارا ایک ضابطہ ہے۔"

"اور یہ دل کی واردات ہے۔ تم اسے نہیں سمجھ سکتیں کیونکہ تم تو بٹن کی پابند ہو۔"

"اچھا یہی بتا دو کہ تم اُس کا کرو گے کیا....!"

"وہ میرا کچھ کرے گی.... اور باقاعدہ مسز عمران کہلائے گی۔"

"تم مذاق کر رہے ہو۔"

"میں کہتا ہوں تمہیں میری کیا پڑی ہے۔ اپنے معاملات کو میں ہی بہتر طور پر سمجھ سکتا ہوں۔ اگر تمہیں اس کا نام معلوم ہو تو بتا دو.... خواہ مخواہ میرا وقت نہ برباد کرو۔"

"اس کا نام کروچی ہے۔ فرینی کروچی... فرینی بمعنی شہزادی مریخ کے ملک تراجا کی شہزادی ہے۔"

"کروچی.... ہائے.... اس میں کتنی نغمگی ہے۔" عمران خوش ہو کر بولا۔ پھر اچانک اس کی تیوریاں چڑھ گئیں اور اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "وہ کہہ رہی تھی کہ تم لوگوں نے اُسے قید کر رکھا ہے۔"

"ہاں.... یہ حقیقت ہے۔ وہ ہمارے پاس یرغمال کے طور پر ہے۔"

"خدا کی پناہ.... تم لوگ مریخ پر بھی اغواء کی وارداتیں کر رہے ہو۔"

"کیوں نہ کریں۔ ہم مریخ کے ملک تراجا میں اپنا ایک اسٹیشن قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن کروچی کا باپ اس پر آمادہ نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے یہ قدم اٹھایا۔ جب تک اجازت نہیں دے گا کروچی اسے نہیں ملے گی۔"

"اب میں دیکھ لوں گا تم لوگوں کو....!" عمران پیر پٹخ کر دہاڑا۔

"بھلا کس طرح دیکھ لو گے....!" وہ ہنس کر بولی۔

"جس طرح بھی ممکن ہو گا....!"

"ناممکن ہے مسٹر عمران....!" دفعتاً وہی آواز کمرے میں گونجی جو پہلے بھی سن چکے تھے۔ وہ سب اسی آواز کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"کیا ناممکن ہے....؟" عمران نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"ہمارا تم کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"اگر تم نے کروچی کو میرے حوالے نہ کیا تو دیکھ ہی لو گے کہ میں تمہارا کیا بگاڑ سکتا ہوں۔"

"کروچی کا تم کیا کرو گے....؟"

"محبوبہ کا کیا ہوتا ہے....؟" عمران نے سوال کیا۔

"اس کا جواب محبوبہ کی نوعیت پر منحصر ہے۔"

"نوعیت سے تم اچھی طرح واقف ہو اس لئے میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش نہ کرو۔"

"ہم تمہاری زبان سے سننا چاہتے ہیں۔"

"میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"اپنی بات سے پھرنا مت....!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"اس کے لئے تمہیں مریخ کا سفر کرنا پڑے گا۔"

"کیوں؟ کیا شادی زمین پر نہیں ہو سکتی۔"

"ہو سکتی ہے لیکن یہ ہماری شرط ہے۔"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اس شادی کے لئے مریخ پر بارات لے جاؤں۔"

"بالکل اور ولیمہ زمین پر واپس آکر کر سکتے ہو۔"

"اس کی کیا صورت ہو گی۔"

"ولیمے کے اخراجات بھی ہم ہی برداشت کریں گے۔"

"اچھی بات ہے.... مریخ کے سفر سے قبل میں مراقبہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"بھاگنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"ارے جاؤ.... بھاگنے والے اور ہوتے ہیں۔" عمران ہاتھ جھٹک کر بولا۔

"اچھی بات ہے.... جلد ہی تم سے اس سلسلے میں بات ہو گی۔"

اُس نامعلوم آدمی کا سلسلہ کلام ٹوٹتے ہی میڈیلینا زوردار قہقہہ لگا کر بولی۔ "پھنس گئے۔"

"کیا مطلب....!" عمران نے الوؤں کی طرح دیدے نچائے۔

"ہم تو چاہتے ہی تھے کہ کوئی اُس سے شادی کر لے۔"

"چلو تو ٹھیک ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں سمجھا تھا کہ شائد اس میں کوئی دشواری ہو گی۔"

"لیکن ہماری شرط بھی برقرار رہے گی۔ یعنی تم مریخ پر جاؤ گے اور ہمارا ایک کام کرو گے۔"

"تمہارا کون سا کام....؟" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"کروچی کے باپ سے تراجا میں ہمارا اسٹیشن قائم کرنے کی بات کرو گے۔"

"بھلا میں ایسا کیوں کرنے لگا۔"

"تو پھر ہم تمہاری شادی اُس سے کیوں کرنے لگے۔"

"اچھا اچھا میں سمجھ گیا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "کروچی کا باپ داماد کی بات نہیں ٹال سکے گا۔"

"تم ٹھیک سمجھے۔"

"خدا غارت کرے۔" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیا مطلب....!"

"ارے مریخ پر بھی سسرالی تکلفات پائے جاتے ہیں۔"

"سسرال ایک کائناتی حقیقت ہے۔"

"تب پھر نہیں کرتا شادی وادی۔"

"پھر گئے نا اپنی بات سے۔"

"میں نے صرف بیوی کی بات کی تھی سسرال کی نہیں۔ واہ مریخ والی بھی مائیکہ رکھتی ہے۔

ایسی کی تیسی.... میں تو سمجھا تھا کہ کپڑوں اور زیورات کے ساتھ ہی سسرال سے بھی بچوں گا۔ نہیں چلے گی.... ٹاٹا....!"

"تم اب کسی طرح بھی جان نہیں بچا سکو گے۔ تم نے شادی کی بات ہی کیوں زبان سے نکالی تھی۔" میڈیلینا نے غصیلے لہجے میں کہا۔ عمران کچھ نہ بولا۔ میڈیلینا کہتی رہی۔ "ہمارے ضوابط کے تحت تو تمہاری شادی ہو بھی چکی۔ جس طرح میں بٹن دبانے پر فرینکلن کی بیوی بن گئی تھی اُسی طرح شادی کا نام لیتے ہی وہ تمہاری بیوی بن چکی ہے۔"

"یہ زیادتی ہے۔" جوزف بولا۔

"خاموش رہو۔ اس نے خود ہی شادی کے لئے کہا تھا۔ ہماری تجویز نہیں تھی۔"

"ہاں ہاں.... تم چپ رہو۔" عمران نے جوزف سے کہا اور میڈیلینا فرینکلن کو ساتھ لئے بغیر کمرے میں چلی گئی اور دروازہ بھی بند ہو گیا۔ اب کمرے پر قبرستان کا سا سناٹا طاری ہو گیا تھا۔ فرینکلن اپنے تینوں ساتھیوں کے قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "خدا کرے اب یہ دروازہ کبھی نہ کھلے۔ بڑی آئی بیوی کہیں کی۔"

"کیا مطلب....!" ژول روے چونک کر بولا۔

"سب بکواس ہے۔" فرینکلن بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "ابھی تک نہیں بنی بیوی.... مارتی ہے۔ اٹھا کر پٹخ دیتی ہے۔ جوڈو اور کراٹے کی ماہر ہے۔"

"آخر یہ سب ہے کیا....!" کارلوف پر تشویش لہجے میں بولا۔ "اور اب یہ مکڑی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ یقیناً ہم کچھ پاگلوں کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔"

عمران بھی آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا اُن کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔ لیکن یہ سسرال والی بات۔"

"تم بالکل خبطیوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔" کارلوف بولا۔

"دفعتاً وہی آواز پھر آئی۔ "فیصلہ ہو چکا ہے۔ تم سبھوں کو مریخ پر جانا پڑے گا۔"

"ہم سبھوں کو کیوں....؟" سر ٹامس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مسٹر عمران نے کہا تھا کہ مریخ پر بارات لے جائیں گے۔"

"ہم نہیں جانتے بارات کیا ہے۔"

"ہونے والے شوہر کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی لڑکی والوں کے گھر جاتے ہیں اور یہ ہما

بارات کہلاتا ہے۔"

"ہم عمران کو کیا جانیں.... ہمیں اُس سے کیا سروکار....!"

"نہیں سر ٹامس اس سے کام نہیں چلے گا۔ تم اعتراف کر چکے ہو کہ تمہاری اس سے پرانی شناسائی ہے۔"

"اس کے باوجود بھی ہم اس کے ساتھ کہیں نہیں جانا چاہتے۔"

"تم بے بس ہو سر ٹامس.... ہم تمہیں زبردستی مریخ پر لے جائیں گے۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ۔" عمران بولا۔ "ورنہ بغیر بارات والا دولہا مریخ پر نہ جانے کیا کہلاتا ہو۔"

"تم تو خاموش ہی رہو۔" ژول روے عمران کو گھونسہ دکھا کر بولا۔

"میڈیلینا بھی تمہارے ساتھ ہو گی۔" آواز آئی۔ "تاکہ مریخ پر تمہاری رہنمائی کر سکے۔"

"یہ اور بھی اچھی بات ہے۔" عمران پہلے سے بھی زیادہ خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ چاروں اُسے پھاڑ کھائیں گے۔

"بس اب تم لوگ ٹرانسمٹ ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" آواز آئی۔

"کس طرح تیار ہو جائیں۔" عمران نے کہا۔ "پہلے کبھی ٹرانسمٹ ہونے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"بس چپ چاپ کھڑے رہو۔ تمہیں خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ کسطرح ٹرانسمٹ ہو گے۔"

"تم اپنی بکواس سے باز نہیں آؤ گے۔" ژول روے پھر عمران کو گھونسہ دکھا کر بولا۔

"ارے بھائی بولنے والے یہ بات تم سے نہیں کہی گئی۔ بُرا نہ ماننا موسیو ژول روے نے مجھے للکارا ہے۔" عمران نے معذرت طلب کی۔

"ہم کسی کا بُرا نہیں مانتے مسٹر عمران....!" آواز آئی۔

اتنے میں دوسرے کمرے کا دروازہ پھر کھلا اور میڈیلینا اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" سر ٹامس نے اس سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم سب کچھ سن چکے ہو۔ ہم مریخ کا سفر کرنے جا رہے ہیں۔"

"تم لوگ ہمیں بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔" کارلوف نے کہا۔

"اس جملے کی وضاحت کرو۔" میڈیلینا نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہم ٹرانسمٹ کیسے ہوں گے۔"

"ذرات میں تبدیل ہو کر.... برقی لہریں اُن ذرات کو مریخ تک پہنچائیں گی اور وہاں پہنچ کر

وہ ذرات پھر مجتمع ہوں گے اور تمہارا پیکر دوبارہ تیار ہو جائے گا۔"

"اگر ناک کے ذرات کہیں راستے ہی میں رہ گئے تو وہاں پہنچ کر چہرے کا کیا حال ہو گا؟" عمران نے سوال کیا۔

"ایسا آج تک نہیں ہوا۔ ہم تو مریخ پر اسی طرح آتے جاتے ہیں جیسے ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں چلے جائیں۔"

دفعتاً عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے سارے جسم میں جھنجھناہٹ سی شروع ہو گئی ہو۔ لیکن کیوں؟ کس بناء پر؟ اس کی سمجھ میں نہ آ سکا۔ وہ سبھی خاموش تھے اور عمران سوچ رہا تھا کیا وہ بھی اسی قسم کی کسی کیفیت سے دوچار ہیں۔ پھر اُس نے دیکھا کہ جوزف کے پیروں کے نیچے سے غبار اٹھ رہا ہے۔ چمکیلا غبار اور یہی کیفیت دوسروں کے ساتھ بھی نظر آئی۔ بوکھلا کر اپنے پیروں پر نگاہ ڈالی اور اچھل کر پیچھے ہٹ جانا چاہا لیکن ممکن نہ ہوا۔ جسم میں پیدا ہونے والی جھنجھناہٹ اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ اپنی جگہ سے جنبش کرنا بھی محال معلوم ہوتا تھا اُس کے بعد تو ہر قسم کا احساس ہی فنا ہو گیا تھا۔ تاریکی مکمل تاریکی۔

پھر ہوش آیا تو عجیب سی خوشبو کا احساس ہوا۔ فوری طور پر آنکھیں کھل گئی تھیں اور اُس نے خود کو ایسی پوزیشن میں کھڑا پایا جس میں ہر قسم کے احساس سے عاری ہو گیا تھا.... اور وہ تنہا نہیں تھا۔ وہ بھی پہلے ہی کی طرح کھڑے ٹکر ٹکر ایک دوسرے کی صورت تک رہے تھے۔ لیکن منظر بدل گیا تھا۔ وہ کسی سرسبز پہاڑی مقام پر کھڑے تھے اور اُن کے سروں پر سبز ہی رنگ کی دھند چھائی ہوئی تھی۔ عمران نے پھر آنکھیں پھاڑیں۔ اس بار کروچی بھی نظر آئی جو اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اُس کی طرف نگراں تھی۔ نظریں ملتے ہی مسکرائی اور بولی۔ "تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔"

"ہاں.... اسی لئے تو آیا ہوں تمہارے گابان پر....!"

"لیکن اگر میں تمہیں قبول نہ کروں تو....!"

"یہ ٹیڑھا سوال ہے....؟" عمران نے مایوسی سے کہا۔

"سنو.... میں تم سے ضرور شادی کروں گی۔ کیونکہ تم مجھ سے مختلف ہو اور تمہارے سیارے پر مجھے تمہارے علاوہ اور کوئی پسند نہیں آیا۔"

"اگر تمہارے والدین نے یہ رشتہ منظور نہ کیا تو کیا ہو گا....؟"

"میرا باپ صرف فراں ہی نہیں بلکہ اس کا شمار گابان کے بڑے بڑے سائنس دانوں میں

ہوتا ہے۔ یہ تجربہ اُس کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔"

"یہ کیا بکواس ہو رہی ہے۔!" دفعتاً ژول روے حلق پھاڑ کر چیخا۔ "ہم کہاں ہیں۔"

"گابان میں.... جسے تم مریخ کہتے ہو۔" کروچی نے بھی چیخ کر کہا۔

"یہ غلط ہے.... جھوٹ ہے.... بکواس ہے۔"

کروچی قہقہہ لگا کر عمران سے بولی۔ "تم نے دیکھا.... ایسے احمق بھی تمہارے سیارے میں پائے جاتے ہیں کہ انہیں اپنی آنکھوں پر بھی یقین نہیں ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن کیا ہم یہیں کھڑے رہیں گے۔"

"نہیں.... کچھ دیر بعد ہمیں یہاں سے لے جایا جائے گا۔"

"کہاں لے جایا جائے گا۔"

"جہاں میں رہتی ہوں.... میرا خاندان رہتا ہے۔"

"بس اب زیادہ باتیں نہ کرو۔" میڈیلینا نے عمران سے کہا۔ "ورنہ فرینی کروچی کے حلق میں درد ہونے لگے گا۔"

"تمہارا شکریہ....!" کروچی نے میڈیلینا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا ہم سچ مچ مریخ میں ہیں۔" فرینکلن نے میڈیلینا سے پوچھا۔

"بالکل یہی بات ہے اور اچھی طرح اطمینان کرلو کہ تم میں کوئی چیز کم نہیں ہوئی۔ حالانکہ ذرات میں تبدیل ہو کر یہاں تک پہنچے ہو اور ذرات دوبارہ یک جا ہو کر تمہارا سراپا بن گئے ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے سراسر جھوٹ ہے۔" ژول روے پھر چیخا اور میڈیلینا برا سا منہ بنا کر رہ گئی۔

سر ٹامس، کارلوف اور جوزف بالکل خاموش تھے۔

کارلوف بار بار اوپر چھائی ہوئی سبز رنگ کی دھند کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگتا تھا۔ آخر اس نے آہستہ سے کہا۔ "کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ یہ کس قسم کا کھیل ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔"

سر ٹامس صرف اُس کی طرف دیکھ کر رہ گیا کچھ بولا نہیں۔

میڈیلینا نے عمران کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور جب وہ کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ اُس کے پاس پہنچا تو وہ آہستہ سے بولی۔ "تمہیں سب کچھ یاد ہے نا....!"

"مم.... میں.... کیا یاد ہے....؟" عمران ہکلایا۔

"یہی کہ شادی کے بعد تم کروچی کے باپ سے یہاں اسٹیشن قائم کرنے کی اجازت چاہو گے۔"

"مجھے اس سے کیا فائدہ ہوگا۔"

"کیا یہ فائدہ کم ہے کہ کروچی سے تمہاری شادی ہو جائے گی۔"

"وہ تو ہر حال میں ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ بھی مجھ پر عاشق ہو گئی ہے۔"

"اس وہم میں نہ رہنا بڑی مشکل سے اُسے یقین دلایا جاسکا ہے کہ تم سے شادی کرنے کے نتیجے میں وہ تیس انڈے سالانہ دیا کرے گی۔"

"کک.... کیا مطلب....!"

"مریخ میں ہر شادی شدہ فیلی یعنی یہاں کی عورت سال میں صرف تین انڈے دیتی ہے۔"

"اور میری فیلی تیس انڈے دے گی۔"

"یقیناً....!" میڈیلینا سر ہلا کر بولی۔

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ سال میں تیس بچے۔"

"اگر کچھ انڈے گندے نہ نکل گئے تو یہی سمجھو....!"

"تب تو لعنت ہے ایسی بیوی پر سال میں تیس بچے.... یہ شادی ہرگز نہیں ہو سکتی۔"

"خاموش رہو....!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔ "اگر یہاں پہنچ کر تم نے شادی سے انکار کیا تو ہم سب جان سے مار دیئے جائیں گے۔"

"دس بار مار دیئے جائیں میری بلا سے۔"

"تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خود بچ جاؤ گے۔"

"میں بھی دس بار مار دیا جاؤں تو مجھے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہوگی۔ لیکن تیس بچے سالانہ ارے باپ رے۔" عمران پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"سنو! میری بات سنو.... اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ اُسے تم سے عشق نہیں ہوا ہے۔ وہ تو مریخ کی تاریخ کی عظیم ترین فیلی بننا چاہتی ہے؟"

"سال میں تیس انڈے دے کر....!" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں.... آج تک کوئی فیلی سال میں چوتھا انڈا نہیں دے سکی۔"

"اُس کا نر کیا کہلاتا ہے....!"

"فولا....!" میڈیلینا طویل سانس لے کر بولی۔

"اور تیس انڈے دینے والی کا فیلولا کہلائے گا۔" عمران اپنے سر پر دوہتڑ مار کر بولا۔ "ہائے

کس لالچ میں مارا گیا۔"

"لالچ....!" میڈیلینا نے حیرت سے دہرایا۔

"اور کیا.... میں نے سوچا تھا کہ اس سے شادی کر کے کپڑوں اور زیورات کے چکر سے بچ جاؤں گا۔ لیکن یہاں تمیں انڈے گلے پڑ گئے۔"

"آہستہ بولو.... اُس کا باپ یہی سن کر تو اس شادی کی اجازت دے گا۔ ورنہ تمہارے کون سی دم اُگی ہوئی ہے۔"

"خدایا.... مجھ پر رحم کر.... پتا نہیں کس جال میں پھنس گیا ہوں۔"

"تم خود ہی پھنسے ہو.... کسی نے تمہیں اس پر مجبور تو نہیں کیا تھا۔"

"ارے میں تو ایسا ہی شامت کا مارا ہوں۔"

"بہر حال اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ شادی تمہیں کرنی ہی پڑے گی۔ ورنہ پھر ہم سب کو مرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔"

"ضرور تیار رہو مرنے کے لئے۔ میں تو اب شادی ہر گز نہیں کر سکتا۔"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو.... تھوڑی عقل استعمال کرنے میں کیا حرج ہے۔"

"اچھا چلو عقل کی ترکیب استعمال ہی بتا دو....!"

"کوئی ایسی ترکیب کرنا کہ وہ سرے سے انڈے ہی نہ دے سکے۔"

"واقعی میں نرا گھامڑ ہی ہوں۔!" عمران خوش ہو کر بولا۔

"لہٰذا اب اس سلسلے میں خاموش رہو۔ کروچی خود ہی اپنے باپ کو بتائے گی کہ اس نے تمہیں اپنے لئے منتخب کر لیا ہے۔"

"یہ مشکل بھی آسان ہوئی۔ کیونکہ شادی کی درخواست کرنے کی پریکٹس نہیں ہے۔"

"وہ سب کچھ ہو جائے گا۔ بس تم خاموشی سے شادی کر لینا۔"

دفعتاً عجیب طرح کا شور سنائی دیا۔ وہ بوکھلا کر اوپر دیکھنے لگے کیونکہ آوازیں اوپر ہی سے آئی تھیں۔

اچانک سبز رنگ کی دھند سے ایک بہت بڑا پرندہ بر آمد ہوا اور اپنے ڈہنوں کو آہستہ آہستہ حرکت دیتا ہوا نیچے اترنے لگا۔ یہ اسی پرندے کا شور تھا کچھ اور قریب آنے پر اس کی اصلیت اُن پر واضح ہو گئی۔ یہ پرندے کی شکل کا ایک ہوائی جہاز تھا جس کے پر کسی پرندے کے پروں کی شکل میں متحرک رہتے تھے۔

نیچے اترتے ہی اس کے پر ساکت ہو گئے اور اس کی پیدا کردہ آوازیں بھی تھم گئیں۔

"یہ مریخ کے باشندوں کا کارنامہ ہے۔" میڈیلینا نے آہستہ سے کہا اور پھر اُن سبھوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے اونچی آواز میں بولی۔ "تمہیں اس ایروپلین میں بیٹھنا ہے۔ اگر کسی نے بھی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا تو وہ دشواریوں میں پڑ جائے گا۔"

"ہمارے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے کسی طرح بھی مناسب نہیں۔" سر ٹامس نے احتجاج کیا!

"مناسب اور نامناسب بعد میں دیکھنا فی الحال وہی کرو جو میں کہہ رہی ہوں۔" میڈیلینا بولی۔

وہ طوعاً و کرہاً اس طیارے میں بیٹھ گئے۔ کروچی بھی ساتھ تھی لیکن وہ طیارے کے پائلٹ کو نہ دیکھ سکے۔

طیارہ سیدھا اوپر اٹھتا چلا گیا اور خاصی بلندی پر پہنچ جانیکے بعد اُس کی افقی پرواز شروع ہوئی۔

ابھی تک کروچی کی سی نوعیت والی کوئی دوسری مخلوق انہیں نظر نہیں آئی تھی۔

"میں کہتا ہوں.... ہمارے ساتھ فراڈ ہو رہا ہے۔" فرینکلن بولا۔

"تم بالکل نہ بولو ڈیئر....!" میڈیلینا اُس کا شانہ تھپک کر بڑے پیار سے بولی۔ "کچھ دیر بعد تمہیں ٹڈیاں ہی ٹڈیاں نظر آئیں گی اور تمہارا یہ شبہ رفع ہو جائے گا کہ ہم کسی قسم کا فراڈ کر رہے ہیں۔"

"وہ شادی کرنا چاہتا تھا تو صرف اُسے ہی یہاں لایا جا سکتا تھا۔ آخر ہمارا قصور کیا ہے۔"

"کیا تمہیں یہ سب کچھ دلچسپ نہیں لگ رہا۔"

"کھیل کود کی عمر سے تجاوز کر چکا ہوں۔" فرینکلن نے غصیلے لہجے میں کہا اور میڈیلینا اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"اگر اب تم نے بکواس کی تو اٹھا کر نیچے پھینک دوں گی۔"

فرینکلن نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کہہ رہا ہو۔ "خدا تمہیں غارت کرے۔"

کروچی عمران سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھی اور کبھی کبھی مسکرا کر اُس کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد پھر ایسا محسوس ہوا جیسے طیارہ نیچے اتر رہا ہو۔ عمودی اٹھان والے طیاروں کے لئے رن وے یا کسی بہت کشادہ جگہ کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

"تو کیا یہ لوگ اتنے ترقی یافتہ ہیں کہ ایسے طیارے بنا سکیں۔" عمران نے میڈیلینا سے پوچھا۔

"تم کیا سمجھتے ہو۔ بعض معاملات میں یہ ہم سے بھی آگے ہیں۔ لیکن ابھی یہ خلائی سفر کے قابل نہیں ہو سکے۔ جس طیارے میں تم بیٹھے ہوئے ہو اسے یہاں کا ہیلی کوپٹر سمجھ لو۔ لمبے سفر

کے طیارے آواز سے کئی گنا تیز رفتار ہیں۔"

"یقین نہیں آتا کہ یہ مکڑیاں۔" عمران جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگیا۔

"سب بکواس ہے۔" ژول رومے پھر چیخ پڑا۔ "یہ لوگ ہمیں مرعوب کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ ان کی کسی بات پر بھی یقین نہیں کرسکتا۔"

"کیا اس طیارے پر بھی یقین نہیں کرسکتے۔" میڈیلینا غصیلے لہجے میں بولی۔ "ذرا اپنے چٹکی لے کر دیکھو کہیں خواب نہ دیکھ رہے ہو۔"

ژول رومے پھر کچھ نہ بولا۔ فرینکلن اس بات سے خاصا مطمئن نظر آرہا تھا کہ اب میڈیلینا کی زیادہ تر توجہ عمران ہی پر تھی۔ وہ سرٹامس سے سرگوشیاں کررہا تھا۔

جہاز کسی جگہ ٹک گیا۔ وہ نیچے اُترے یہ جگہ بھی خاصی پُر فضا تھی تھوڑے ہی فاصلے پر ویسی ہی ایک بڑی سی بیضوی عمارت دکھائی دی جیسی وہ مریخ سے متعلق فلم میں دیکھ چکے تھے۔

"ارے یہ تو ہم شائد اپنے اسٹیشن پر ہیں۔ ابھی تراجا نہیں پہنچے۔ پتا نہیں کیا بات ہے۔" میڈیلینا نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

کروچی بھی کچھ چپکا کر رہ گئی تھی۔ وہ پھر مڑ کر طیارے کی طرف دیکھنے لگی۔ کاک پٹ سے ایک سفید آدمی اُتر آیا تھا۔ قریب آکر اُس نے میڈیلینا سے کہا۔ "ہمیں اطلاع ملی تھی کہ تم لوگ ٹرانسمٹ ہورہے ہو۔ لہٰذا میں اُس پوائنٹ پر پہنچ کر تمہیں ادھر لے آیا کیونکہ تراجا میں بغاوت ہوگئی ہے۔ حالات بہت خراب ہیں۔"

"بغاوت.... کیسی بغاوت....!" کروچی اپنی آٹھوں ٹانگیں سمیٹ کر اوپر اٹھتی ہوئی بولی۔

"آپ کے والد کے بھائی نے بغاوت کردی ہے یور ہائی نس اور ملکہ معظمہ کے انڈے توڑ دیئے ہیں۔" پائلٹ نے کہا۔

"نہیں.... ایسا نہیں ہوسکتا۔"

"تراجا کی آدھی سے زیادہ فوج آپ کے چچا کی موافقت میں ہے۔" پائلٹ بولا۔

"اب کیا ہوگا.... اب کیا ہوگا....!" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"اوہ.... چپ رہو.... صبر کرو.... ضروری نہیں ہے کہ بغاوت کامیاب ہی ہوجائے۔" عمران نے از راہ ہمدردی کہا۔

"ہائے مادرِ محترمہ کے انڈے توڑ دیئے گئے۔" وہ ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔ "اس کا یہ مطلب ہوا

تراجا کا فران میرا باپ مار ڈالا گیا۔"

"تم نے یہ مطلب کیسے نکال لیا۔"

"تم نہیں سمجھ سکتے.... کسی فولا کی زندگی میں یہ ناممکن ہے کہ اُس کی فیلی کے انڈے توڑ دیئے جائیں۔"

"تب تو مجھے افسوس ہے.... میری طرف سے تعزیت کے جذبات....!"

انہیں اُسی بیضوی عمارت میں پہنچا دیا گیا۔ لیکن کروچی کو ان کے ساتھ نہیں ٹھہرایا گیا تھا۔ میڈیلینا اُسے کہیں اور لے گئی تھی۔

کارلوف عمران کے قریب آکر بولا۔ "آخر ان حماقتوں کی کوئی انتہا بھی ہے۔"

"مائی ڈیئر مسٹر کارلوف ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔ جو کچھ دکھایا جارہا ہے دیکھ رہے ہیں۔"

"لیکن اس مکڑی سے شادی....!"

"پلیز مسٹر کارلوف.... یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے۔"

"تو تم واقعی سنجیدہ ہو۔"

"اگر میں سنجیدہ نہ ہوتا تب بھی ہمیں یہاں ضرور آنا پڑتا۔ کیونکہ وہ یہی چاہتے تھے۔"

"آخر یہ ہیں کون....؟"

"کیا تمہیں ابھی تک یقین نہیں آیا کہ ہم زیرو لینڈ والی تنظیم کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔"

"کبھی تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے اور کبھی نہیں معلوم ہوتا۔"

"کیا تم تھریسیا کو پہچان سکتے ہو۔"

"نہیں میرے لئے وہ صرف ایک نام ہے۔ اسکی کوئی تصویر ہمارے ریکارڈ میں موجود نہیں ہے۔"

"اپنے ساتھیوں سے پوچھ کر بتاؤ۔ شائد اُن میں سے کوئی تھریسیا کو پہچان لینے کا دعویٰ رکھتا ہو۔"

کارلوف وہاں سے ہٹ کر اُن تینوں کے پاس جا بیٹھا اور عمران جوزف کو آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

"باس یہ سب کیا ہورہا ہے۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم نے یہاں آنے پر رضامندگی کیوں ظاہر کردی تھی۔ پتا نہیں یہاں ملے گی یا نہیں۔"

"یہ بات تو ہے.... میں کروچی سے پوچھنا ہی بھول گیا کہ مریخ پر بھی نشہ پانی ہوتا ہے یا نہیں۔"

"کیا واقعی باس یہ مریخ ہی ہے۔"

"زمین پر تو کہیں کوئی ایسی جگہ نہیں پائی جاتی جہاں سبز رنگ کی دھند چھائی رہتی ہو۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔"

اتنے میں وہ چاروں بھی عمران کے قریب ہی آبیٹھے اور کارلوف سے کہا۔

"ہم میں سے کوئی بھی تھریسیا کو نہیں پہچان سکتا لیکن تم نے کچھ ایسے لہجے میں یہ سوال کیا تھا جیسے خود اُسے پہچانتے ہو۔"

"وہ سوال میں نے یونہی کیا تھا۔ اس سے کیا فرق پڑے گا کہ ہم اُسے پہچان سکتے ہیں یا نہیں؟"

"پھر کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں کہ ہمیں فی نفسہ ٹرانسمٹ ہونے کا بھی تجربہ ہو گیا۔"

سر ٹامس بے اعتباری سے ہنسا اور پھر سنجیدہ ہو گیا۔ وہ سب اُس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"اس طرح نہ دیکھو....!" وہ کھنکار کر بولا۔ "ہم اپنے ذرات کا انتشار خود نہیں دیکھ سکے تھے۔ خدا جانے کیسی کیفیت ہم پر طاری ہوئی تھی۔"

دفعتاً بائیں جانب سے آواز آئی۔ "تم لوگ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ چلو میرے ساتھ میں تمہیں دکھاؤں کہ کس طرح ذرات منتشر ہوتے ہیں۔"

یہ میڈیلینا تھی جو ایک دروازے سے داخل ہو رہی تھی۔

"کروچی کہاں ہے۔" عمران نے بہت زیادہ بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"فی الحال اسے بھول جاؤ.... اگر تراجا پر اس کے چچا کا قبضہ ہو گیا ہے تو اب اُس کی کوئی حیثیت نہ رہے گی۔"

"میں تراجا کا شہزادہ بننے کے خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "وہ اگر بھکارن بھی ہو جائے تو میری محبت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔"

"ہمیں اب اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ لہٰذا اب ہم اُسے تراجا واپس کر رہے ہیں۔ ٹرانسمٹ کریں گے چلو.... تم لوگ بھی دیکھ لو کہ کس طرح ذرات منتشر ہو کر برقی لہروں پر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے ہیں۔"

"یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

"کیا مطلب....!"

"وہ تراجا نہیں جائے گی۔ اُسے میرے حوالے کردو۔"

"سنو....! فی الحال ہمارا مشن کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ تازہ ترین اطلاع کے مطابق تراجا

پر کروچی کے چچا کا قبضہ ہو گیا ہے۔ ہم پھر زمین پر واپس جائیں گے۔"

"میں شادی کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔"

"اب وہ خود ہی شادی پر رضا مند نہیں ہوگی۔ تم اس سے اس سلسلے میں بات کر سکتے ہو۔ ٹھہرو میں اُسے بلاتی ہوں۔"

میڈیلینا چلی گئی اور فرینکلن عمران کی طرف جھک کر آہستہ سے بولا۔ "کیا تم اس سے کسی طرح میرا پیچھا چھڑوا سکتے ہو۔"

"کیوں....؟ تم بھی تو اس پر جان چھڑکتے رہے ہو۔"

"محض دکھاوے کو....!"

"اس سے نپٹنا میرے بس سے باہر ہوگا۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "تم خود ہی کہہ رہے تھے کہ وہ جوڈو اور کراٹے کی بھی ماہر ہے۔"

"خیر....!" فرینکلن ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اب میں خود ہی کوئی تدبیر کروں گا۔"

عمران سر ہلا کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں سے گہری تشویش کا اظہار ہو رہا تھا۔ سچ مچ ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کروچی سے شادی کے معاملے میں اس کا رویہ سنجیدگی پر مبنی رہا ہو۔

"باس تم نے اُس سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا۔" جوزف نے آہستہ سے کہا۔

"تجھے اپنی بوتل کی پڑی ہے۔ یہاں ایک بار پھر مستقبل تاریک ہو گیا اگر کروچی نے شادی سے انکار کر دیا تو کیا ہوگا۔"

"تم تو خود ہی انڈوں کی وجہ سے....!"

"بس.... بس....!" عمران ہاتھ اٹھا کر غصیلے لہجے میں بولا۔ "وہ وقتی بات تھی۔ روزانہ ڈیڑھ ہزار انڈے دے گی تب بھی مجھے پرواہ نہ ہوگی۔"

"اپنی باتیں خود ہی جانو باس....!"

میڈیلینا پھر واپس آگئی.... اور عمران سے بولی۔ "صرف تم چلو اور اس سے بات کر لو۔"

"چلو....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو باس....!" جوزف بھی اٹھتا ہوا بولا۔ "میں تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گا۔"

"بیٹھا رہ.... چپ چاپ....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا اور میڈیلینا کے ساتھ چل پڑا۔ وہ اُسے ایک ایسے کمرے میں لائی جسے ایک جالی دار پارٹیشن کے ذریعے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔

دوسری طرف کروچی دکھائی دی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ عمران جالی تھام کر اُسے بغور دیکھنے لگا۔

میڈیلینا نے کروچی کو آواز دی۔ اُس نے آنکھیں کھول کر اُن کی طرف دیکھا اور پلکیں جھکالیں۔

"کروچی....! یہ تمہارا جواب سننا چاہتا ہے۔"

"میں شادی نہیں کروں گی۔" کروچی نے کہا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

"میں تمہیں انڈے دینے سے نہیں روکونگا۔ سال میں تین سو بھی دے سکتی ہو۔" عمران گھگھیایا۔

"میں شادی نہیں کروں گی۔" وہ آنکھیں کھولے بغیر بولی اور پھر اچانک ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں تحلیل ہو گئی۔

"یہ کیا ہوا....؟" عمران اچھل پڑا۔

"ٹرانسمٹ ہو گئی۔!" میڈیلینا بولی۔

"مجھے بھی ٹرانسمٹ کر کے اس کے تعاقب میں روانہ کر دو۔"

"تم تراچا نہیں جا سکتے۔"

"تراچا ہے کہاں کہ میں چلا جاؤں گا۔" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"مطلب صرف اُسی کو بتاؤں گا جس نے یہ چکر چلایا ہے۔"

"کس نے یہ چکر چلایا ہے....؟"

"تمہارا دل رکھنے کو میں نے یہ بات کہی ہے ورنہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

"میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے۔" اُس نے کہا اور اُس دروازے کی طرف بڑھ گئی جس سے داخل ہوئی تھی۔ اس نے عمران سے چلنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ عمران وہیں کھڑا پُر تفکر نظروں سے اُس جگہ کو دیکھتا رہا جہاں کروچی غبار بن کر فضا میں تحلیل ہوئی تھی۔

اچانک وہ قدموں کی چاپ سن کر چونکا اور آواز کی سمت مڑ گیا۔ پھر اس کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا اور جسے دیکھ کر وہ چونکا تھا شاید وہ بھی ایسے ہی ذہنی جھٹکے سے دوچار ہوا تھا۔

"آپ.... یعنی کہ.... آپ....!" نووارد ہکلایا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم زندہ ہو۔" عمران طویل سانس لے کر بولا۔

"لل.... لیکن مریخ پر آپ کا کیا کام....؟"

"تیل لینے آیا ہوں....!"

"سوال تو یہ ہے کہ میں آپ سے معانقہ کروں یا....؟"

"یار یہاں تو اتنی خوفناک اردو نہ بولو....!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں خوشی کے مارے کیا کر ڈالوں.... کیا آپ تنہا ہیں....؟"

"نہیں.... جوزف بھی ہے۔"

"گڈ.... کم از کم اس سے تو بے ساختہ لپٹ ہی جاؤں گا۔"

"اور.... وہ بھوت بھوت چلاتا ہوا بھاگ کھڑا ہو گا۔ کیونکہ تمہارے بارے میں یہ تصور کر لیا گیا تھا کہ تم افریقہ والی مہم میں کام آ گئے ہو۔"

"میں.... اب بھی ایک یونٹ کا گورنر ہوں جناب....!"

"تب پھر مجھے جناب کہہ کر شرمندہ مت کیجئے، یور ایکسی لینسی۔" عمران نے بڑے ادب سے کہا۔

"بہت بہتر، یور میجسٹی....!"

"کیا تمہیں مریخ کا بھی گورنر بنا دیا گیا ہے....؟"

"میں بڑی دشواری میں پڑ گیا ہوں۔ مجھے یہاں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں مریخ کی ایک لڑکی سے عشق کروں۔"

"الحمد للہ.... اب کس منزل میں ہے آپ کا عشق....؟"

"مجھ سے پوچھئے کہ میں دیوانگی کی کس منزل میں ہوں۔ وہ لڑکی نہیں بلکہ ایک مکڑی ہے۔"

"سمجھ گیا.... دھڑ مکڑی کا اور سر لڑکی کا.... واہ کیا مکڑی بنائی ہے۔"

"وہ ایک ملک کی شہزادی ہے اور اُن کے قبضے میں آ گئی ہے۔"

"کروچی کا ذکر تو نہیں کر رہے ہو....؟"

"وہی.... وہی....!" نووارد اچھل پڑا۔

"وہ تو گئی.... تراچا ٹرانسمٹ کر دی گئی۔ وہیں کی شہزادی تھی نا....؟"

"خدا کی پناہ.... آپ تو بہت کچھ جانتے ہیں۔"

"چلو....!" عمران اس کا بازو پکڑ کر بولا۔ "جوزف سے بھی مل لو۔"

وہ دونوں اسی کمرے میں آئے جہاں جوزف دوسرے ہم سفروں کے ساتھ عمران کا منتظر تھا۔

جیسے ہی جوزف کی نظر نووارد پر پڑی بھونچکا رہ گیا۔ پھر اس طرح آنکھیں مل کر دیکھنے لگا جیسے

کسی خواب کے حقیقت ہونے کی تصدیق کر رہا ہو۔ پھر بھائی جیمسن کہتا ہوا جھپٹا اور اس سے بغل گیر ہو گیا۔ دونوں ایک دوسرے کو بھینچ بھینچ کر حلق سے بے ہنگم آوازیں نکالتے رہے۔

"بس.....!" عمران غرایا۔ "میری پسلیاں دکھنے لگی ہیں۔"

دونوں دانت نکالے ہوئے ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

"آپ تو کہہ رہے تھے کہ مجھے دیکھ کر بھوت بھوت چلاتا ہوا بھاگ کھڑا ہو گا۔" جیمسن نے کہا۔

"یہاں شراب نہیں ملی..... اس لئے سنکا ہوا ہے۔"

"یہ کون ہے.....؟" فرینکلن نے پوچھا۔

"زیرولینڈ کے ایک یونٹ کا گورنر..... جیمو شرمپ.....!"

"آپ لوگ کون ہیں..... یور میجسٹی.....!" جیمسن نے پوچھا۔

عمران نے چاروں کا تعارف کرایا۔

"اس نے تمہیں یور میجسٹی کہا تھا۔" سرٹامسن نے آہستہ سے کہا۔

"لہٰذا تم مجھے زیرولینڈ کا بادشاہ سمجھ سکتے ہو۔" عمران اکڑ کر بولا۔

"مذاق مت کرو..... بتاؤ کیا بات ہے.....؟"

"یہ میرا ساتھی ہے۔ بہت عرصے سے ان لوگوں کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے۔ ہم سمجھتے تھے شاید مارا گیا۔ انہوں نے اس کو اپنے ایک یونٹ کا گورنر بنا دیا ہے۔"

"یہ یونٹ کہاں ہے.....؟" کارلوف نے سوال کیا۔

"جمیکا میں..... زمین پر.....!" جیمسن نے جواب دیا۔

دفعتاً میڈیلینا پھر دکھائی دی اور جیمسن پر نظر پڑتے ہی ٹھٹھک گئی۔

"تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو.....؟" وہ بالآخر بولی۔

"جمیکا یونٹ کا گورنر ہوں.....!"

"میں معافی چاہتی ہوں..... یور ایکسی لینسی..... کیا آپ ابھی آئے ہیں.....؟"

"میں کئی ہفتوں سے یہاں مقیم ہوں۔"

"لیکن یہاں کیا کر رہے ہیں.....؟"

"ہماری پرانی شناسائی ہے۔" اس نے جوزف اور عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تو پھر انہیں اپنی قیام گاہ پر لے جائیے۔"

جیمسن نے ان چاروں کی طرف دیکھا اور میڈیلینا جلدی سے بولی۔ "صرف وہی آپ کے ساتھ جا سکیں گے جنہیں آپ ذاتی طور پر جانتے ہیں۔"

عمران نے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لئے شانوں کو جنبش دی اور جوزف سے بولا۔ "یہ محترمہ مریخ پر پہنچ کر شوہر کو تو بھول ہی گئی ہیں۔"

"تم سے مطلب.....!" وہ بھنا کر بولی۔

"کیا تم..... اس بیچارے کو معاف نہیں کر سکتیں.....؟"

"تمہیں..... اس سے ہمدردی ہے۔"

"مجھے ہر اُس شخص سے ہمدردی ہے جس کی بیوی جوڈو اور کراٹے کی بھی ماہر ہو۔" وہ ہنس پڑی اور پھر بولی۔ "میں اُسے معاف کر سکتی ہوں بشرطیکہ تم میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ۔"

"ہاتھ ضرور بڑھا سکتا ہوں لیکن اس کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ وہ دوستی ہی کا ہو گا۔"

"بہتر ہے یور ایکسی لینسی.....!" وہ جیمسن کی طرف دیکھ کر بولا۔ "آپ اپنے شناساؤں کو یہاں سے لے جا سکتے ہیں۔"

کئی راہداریوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے اور جوزف نے مضطربانہ انداز میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے جیمسن سے پوچھا۔ "کیا یہاں ملتی ہے.....؟"

"وہ کہاں نہیں ملتی اور مریخ میں تو ایسی ملتی ہے کہ تم ناچ کر رہ جاؤ گے۔"

"کب ملے گی.....؟" جوزف نے بے تابی سے پوچھا اور ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"وہ سامنے جو سوئچ بورڈ ہے اس پر زرد رنگ کا بٹن دباؤ..... حاصل ہو جائے گی۔"

جوزف تیزی سے آگے بڑھا ہی تھا کہ عمران نے کہا "ابے ذرا سنبھل کر کہیں عورت نہ نکل پڑے۔"

جوزف رک گیا لیکن جیمسن سر ہلا کر بولا۔ "بے فکری سے دباؤ" جوزف نے تعمیل کی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے میں اچھل پڑا۔ کیونکہ دیوار سے برآمد ہونے والے بورڈ پر سیب کی شکل کا ایک بڑا سا پھل رکھا ہوا تھا۔

"یہ..... یہ کیا ہے.....؟" وہ ہکلایا۔

"تمہاری مطلوبہ شے..... یہاں اس شکل میں ملتی ہے یہی یہاں کی بوتل ہے۔ اس میں کسی چیز سے سوراخ کرو اور پی جاؤ۔"

"کوئی گڑبڑ تو نہیں ہو گی۔" جوزف نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

لیکن جوزف کے اٹھانے سے پہلے عمران نے اُسے اٹھا کر ہاتھوں میں تولا تھا۔ یقیناً اس میں کوئی سیال شے بھری ہوئی تھی۔ پھر اُسے جوزف کو تھما کر جیمسن کی طرف مڑا اور آہستہ سے پوچھا۔ "تو ہم مریخ پر ہیں۔"

"یس یور میجسٹی! اور یہاں پہنچ کر یہ راز کھلا کہ زمین سے یہ سیارہ رنگ بدلتا ہوا سا کیوں محسوس ہوتا ہے۔ یہاں اس علاقے پر سبز رنگ کی دھند چھائی ہوئی ہے اسی طرح اس کے مختلف حصوں پر مختلف رنگوں کی دھند چھائی رہتی ہے۔"

"کیا تم نے اس کے علاوہ مریخ کا کوئی اور حصہ بھی دیکھا ہے....؟"

"نہیں.... لیکن یہ لوگ دیکھ چکے ہیں۔"

"بہر حال.... تم مجھے سنی سنائی ہوئی باتیں بتاؤ گے۔"

"ظاہر ہے.... اس عمارت کے آس پاس ہی رہا ہوں۔"

"کروچی کے علاوہ اسی قسم کی کوئی اور مخلوق بھی نظر سے گزری ہے یا نہیں....!"

"جی نہیں.... ابھی تک صرف اسی سے سابقہ پڑا ہے۔"

"بہر حال.... تمہیں یقین ہے کہ تم مریخ پر ہو....؟"

"حالات کے تحت میں ایسا سمجھنے پر مجبور ہوں۔" جیمسن نے کہا۔ "مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر کروچی نے تمہیں قبول کر لیا تو تم ہمارے لئے تراچا میں جگہ حاصل کر سکو گے۔"

"جہنم میں جھونکو.... تراچا اور کروچی.... یہ بتاؤ کہ تھریسیا کہاں ہے....؟"

"خدا جانے.... کوئی بھی نہیں جانتا۔"

"تو اب کیا ارادہ ہے۔ یہاں گورنری کرو گے یا گھر چل کر خاک پھانکو گے۔"

"یہاں بھی مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔" جیمسن نے لاپرواہی سے کہا۔ "اور آپ لوگ تو مجھے مردہ سمجھ ہی چکے تھے۔ ویسے میں آپ کے لئے بھی یہی بہتر سمجھوں گا کہ آپ واپس نہ جائیے۔"

"مجھے تو جانا ہی پڑے گا کیونکہ میں سلیمان کو تین مرغیوں کے دام دے آیا تھا۔ اکیلے ہی چٹ کر جائیگا۔"

"آپ شاید سنجیدہ نہیں ہیں.... یور میجسٹی۔"

"میں بالکل سنجیدہ ہوں.... یور ایکسی لینسی....!"

"مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ ایک دن اپنا مقصد حاصل کر لیں گے۔ بڑی طاقتوں کے نمائندے

ابھی تک چاند سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں لیکن ان لوگوں کی پہنچ مریخ تک ہو گئی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم جب چاہیں پوری دنیا پر قابض ہو سکتے ہیں لیکن اس طرح زمین کی دو تہائی آبادی موت سے ہمکنار ہو جائے گی۔ لہٰذا اب صرف اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ بڑی طاقتوں کو مرعوب کر کے کام نکالا جائے۔"

"تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا....؟"

"میں ایک یونٹ کا فرمانروا ہوں....!"

"میں بچپن میں فرمانروا کو فرما.... نروا.... پڑھا کرتا تھا۔" عمران جھونک میں بولا۔

"گویا آپ میری باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے ہیں۔"

"سنو.... جیمبو جھینگے.... ہماری برین واشنگ زمین پر بھی ہو سکتی تھی اس لئے مریخ پر کیوں بھیجے گئے ہیں۔"

"وہی لوگ جانیں.... میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔"

"اچھا تو کیا تم اُس مکڑی سے شادی کر لیتے۔"

"انسانیت کی فلاح کے لئے میں بکری سے بھی شادی کر سکتا ہوں۔"

"پکا کر دیا ہے مردودوں نے....!"

"جی میں نہیں سمجھا....؟"

"بھلا تراچا میں قائم ہونے والے اسٹیشن سے انسانیت کی فلاح کا کیا تعلق انسانیت زمین پر پائی جاتی ہے اور اسٹیشن مریخ پر تعمیر ہو رہا ہے۔"

"یہیں بیٹھ کر تو بڑی طاقتوں کو مرعوب کیا جا سکے گا۔"

"فرض کرو.... وہ مرعوب ہو گئیں.... پھر....؟"

"ظاہر ہے کہ مرعوب ہونے کے بعد انہیں ہم سے متفق ہونا پڑے گا۔"

"کس بات پر....؟"

"اسی پر کہ ساری دنیا میں صرف ایک نظام حیات رائج کیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو دنیا جنت بن جائے گی۔ سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔"

"سارے جھگڑے تو آدھی تولہ افیون بھی ختم کر سکتی ہے۔ مریخ پر دوڑے آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"آپ میرا نکتۂ نظر سمجھ نہیں رہے۔"

"بہت پکا کر دیا ہے۔" عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ اتنے میں جوزف کی آواز سنائی دی۔

"میں تو اب واپس نہیں جاؤں گا۔ ہائے کیا چیز ہے.... پپ پورے پچیس سال بعد نشہ ہوا ہے۔"

اُس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ دونوں ہاتھ پھیلائے آہستہ آہستہ ناچ رہا تھا۔

"یہ کیا پلوا دیا.... تم نے؟" عمران آنکھیں نکال کر غرایا۔

"میں نے خود آج تک چکھی بھی نہیں۔"

"اب اگر یہ مریخ ہی پر رہ گیا تو میں.... تم سے سمجھ لوں گا۔" عمران اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

عمران موضوع بحث تھا اور چاروں ایک دوسرے پر غرا رہے تھے۔ کارلوف کہہ رہا تھا کہ

"میں نے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ وہ انہیں میں سے ہے۔ ورنہ یہاں اچانک کسی شناسا کا مل جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ ہمیں تو ہمارا کوئی شناسا نہیں ملا۔"

"سوال تو یہ ہے کہ اس سے ہمارا کیا بگڑا ہے....؟" سرٹامس بولا۔

"ظاہر ہے....!" ژول رومے نے اُس کی ہمنوائی کی۔

"بہت کچھ بگڑا ہے۔" فرینکلن بولا۔ "میں ثابت کر سکتا ہوں۔ اُس نے ہمیں اپنی باتوں میں الجھا کر ذہنی طور پر معطل کر دیا تھا۔ میں عورت والے بٹن کے بارے میں کیا جانتا، اگر اُسی نے مجھے نہ بتایا ہوتا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو.... مسٹر فرینکلن....!"

"تم نے دیکھا!" ژول رومے سرٹامس سے بولا۔ "دونوں مخالف کیمپ کسطرح متفق ہوئے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے دونوں نے کوئی خفیہ معاہدہ بھی کر رکھا ہو۔" سرٹامس نے سر ہلا کر کہا۔

"بعض معاملات میں اس کا امکان ہے۔" ژول رومے ہنس کر بولا۔ "مثلاً اسرائیل کا معاملہ۔"

"اگر کسی نے اسرائیل کا نام لیا تو میں اُس کا سر توڑ دوں گا۔" فرینکلن اٹھتا ہوا بولا۔

"یہ کیا شور مچا رکھا ہے تم نے؟" دفعتاً میڈیلینا کی گرج سنائی دی اور فرینکلن سہم کر بیٹھ گیا۔

"پھر تم ہی بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے....؟" ژول رومے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہو....؟"

"ہمیں یہاں کیوں لایا گیا ہے....؟"

"مرعوب کرنے کے لئے....!"

"کک.... کیا.... مطلب....؟" کارلوف اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"غالباً تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو گے کہ کن لوگوں سے تمہارا سابقہ پڑا ہے....؟"

"ہم نہیں جانتے....!"

"بس تو صاف صاف سنو کہ تم زیرولینڈ کے مہمان ہو....!"

"لیکن کیوں....؟"

"تاکہ ہماری طاقت کا صحیح اندازہ لگا سکو....!"

"سوال تو یہ ہے کہ اس سے کیا ہو گا....؟"

"اس سے یہ ہو گا کہ تم اپنی اپنی حکومتوں کو بتا سکو گے کہ ہم کتنے طاقتور ہیں۔"

"اچھا تو پھر....؟"

"تو پھر یہ کہ ہم ساری دنیا پر اپنا کنٹرول چاہتے ہیں اور تم سبھوں کو اس پر متفق ہونا ہی پڑے گا۔ ہم یہاں مریخ پر بیٹھ کر تمہیں سبق دے سکتے ہیں۔"

"بھلا وہ کس طرح....؟" سرٹامس نے پوچھا۔

"نہایت آسانی سے.... ہم یہاں سے زمین کے موسموں پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ مثلاً مسٹر فرینکلن کیا کیپ کینیڈی پر برف باری ممکن ہے....؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تاریخ اور جغرافیائی حالات شاہد ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ہو ہی نہیں سکتا۔"

"عنقریب کیپ کینیڈی پر اتنی شدید برف باری ہو گی کہ تم لوگ خلابازی بھول جاؤ گے۔ جب کوئی راکٹ وہاں سے اڑانا چاہو گے تمہیں شدید برف باری کا سامنا کرنا پڑے گا اور ساری دنیا ایک ٹھنڈے سورج کی کہانی سنے گی۔"

"اور سائبیریا کے برفستان کو ریت کا صحرا بنا دو گے....؟" کارلوف نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"فی الحال ایسا کوئی پروجیکٹ زیرِ غور نہیں ہے۔" میڈیلینا سنجیدگی سے بولی۔ "لیکن یہ ممکن ہے کہ قطب شمالی کی برف پگھل پگھل کر تمہارے ملک کے بیشتر حصے کو سمندر بنا دے۔"

کارلوف نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں قہقہہ لگایا تھا۔

"اچھی بات ہے تم بھی دیکھ لو گے....!" میڈیلینا نے اُسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم ٹی تھری بی ہو....؟" سر ٹامس نے پوچھا۔

"میں....!" میڈیلینا کے لہجے میں حیرت تھی۔ "میں کیا حیثیت رکھتی ہوں۔ ٹی تھری بی تم جیسے تو کیا تمہارے سربراہوں سے بھی ہم کلام ہونا پسند نہیں کرتی۔ تم کیا سمجھتے ہو....؟ میں اس کی ایک ادنیٰ خادمہ ہوں۔"

"ہم صرف اسی سے بات کریں گے۔" کارلوف نے کہا۔

"تم کیا کرو گے؟ بات ہمیں کرنی ہے۔ مگر نہیں، بات بھی نہیں کرنی۔ تم اپنی آنکھوں سے ہماری قوت دیکھو گے اور خود فیصلہ کرو گے کہ تمہیں واپس جا کر کیا کرنا ہے۔"

"اور مم.... میرا کیا ہو گا....؟" فرینکلن ہکلایا اور میڈیلینا ہنس پڑی۔ پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔ "وہ تو محض مذاق تھا۔ تمہیں زندہ دل قوم ہونے کا دعویٰ ہے میں نے سوچا تھوڑی سی دلچسپی ہی سہی۔"

"تو یہ عمران بھی تمہارا ہی آدمی ہے....؟" کارلوف نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں.... اُسے ایک دوسرے سلسلے میں گھیرا گیا ہے۔"

"تو پھر یہاں.... اُس کے کسی شناسا کی موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے....؟"

"وہ شخص پہلے کبھی عمران کے لئے کام کرتا تھا۔ اب ہمارے لئے کام کرتا ہے۔ ہم خون بہت کم بہاتے ہیں۔ ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ دشمن کو اپنا ہم خیال بنالیں۔"

"ہمارے متعلق کیا خیال ہے....؟" ژول رومے نے سوال کیا۔

"ہم تمہیں کسی بات پر مجبور نہیں کریں گے۔ بس ہماری قوت کا اندازہ لگاؤ اور اپنی اپنی حکومتوں کو اپنے خیال سے آگاہ کر دو....!"

"تو ہم واپس بھیج دیئے جائیں گے....؟"

"ہاں تمہارے ساتھ یہی ہو گا۔"

"تم نے اچھی خبر سنائی....!"

"تم ہمیں اپنا دشمن نہیں پاؤ گے۔"

"لیکن یقین کرو کہ ابھی تک یہاں ہماری موجودگی کا مقصد واضح نہیں ہوا ہے۔" کارلوف نے اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہم تمہیں اپنا ہم خیال بنائیں۔"

"کس معاملے میں....؟"

"واحد عالمی نظام قائم کرنے کے سلسلے میں....!"

"ہماری بھی یہی کوشش ہے کہ ساری دنیا سرخ ہو جائے۔ ہمارا بھی یہی مقصد ہے لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ چند افراد ساری دنیا کے وسائل حیات پر قابض ہو جائیں۔"

میڈیلینا نے فرینکلن کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "لیکن وہ.... تم سے متفق نہیں ہو سکتا۔"

"ہم کوئی بندھا ٹکا نظام سرے سے چاہتے ہی نہیں۔" فرینکلن بولا۔ "ہر ایک کو اپنے حالات کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ملنا چاہئے۔"

"لیکن ہم دنیا کو ایک ایسا نظام دینا چاہتے ہیں جس پر سب متفق ہو جائیں۔" میڈیلینا بولی۔

"یہ خواہش دیوانے کے خواب سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔" فرینکلن بولا۔

"ہم اس خواب کو حقیقت بنائیں گے۔" میڈیلینا نے سخت لہجے میں کہا۔

"تمہارا مقصد صرف بڑی طاقتوں کو بلیک میل کرنا ہے۔" سر ٹامس نے کہا۔ "اور اس کے لئے تم سب کچھ کر گزرتے ہو۔"

"کبھی کبھی اس کی ضرورت بھی پیش آتی ہے لیکن ہمیشہ نہیں....!"

"بہر حال جتنی جلد ہماری واپسی ہو سکے.... ہو جانی چاہئے.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی اہمیت ہی کھو بیٹھیں....!" کارلوف بولا۔

"مریخ کا موسم.... ٹرانسمیشن کے لئے جیسے ہی سازگار ہو گا تم واپس بھیج دیئے جاؤ گے۔" میڈیلینا نے کہا۔ "کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ مسٹر فرینکلن، کیپ کینیڈی کی بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔"

پھر میڈیلینا وہاں نہیں رکی تھی۔ اُس کے بعد وہ عمارت کے اُس حصے میں پہنچی تھی جہاں جیمسن مقیم تھا۔

دروازے پر دستک دی! سلائیڈنگ ڈور اپنی جگہ سے کھسک گیا اور وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ جوزف ایک طرف پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ عمران اور جیمسن بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"تم ہمارے لئے بہت دنوں سے دردِ سر بنے ہوئے ہو۔" میڈیلینا نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"تم لوگ اگر میرے ملک کا رخ نہ کرو تو شاید میری کان پر جوں بھی نہ رینگے۔"

"میں صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ تم اس کے باوجود بھی زندہ ہو۔"

"تو اب مار ڈالو....!" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "لیکن اس کے لئے تمہیں اپنے پورے جسم کی سیاہی صاف کرنی پڑے گی۔"

"کیا مطلب....؟"

"میرا خیال ہے کہ جتنا میں تمہیں پہچانتا ہوں اور کوئی نہیں پہچان سکتا۔"

"اس لئے اب یہی مناسب ہوگا کہ تمہارا کام تمام کر دیا جائے۔" میڈیلینا نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گئی۔

"ٹھہرو....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں کئی بار تمہارے آدمیوں کو یقین دلا چکا ہوں کہ باؤل دے سوف کا نیگٹو ضائع ہو چکا ہے۔"

"میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"لیکن مجھے وان بروف کی تلاش ہے اور میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم اب اس کی ہوا کو بھی نہیں پہنچ سکتے کیونکہ اس کا تبادلہ دوسرے یونٹ میں کر دیا گیا ہے اور اُس کی جگہ کسی اور نے لے لی ہے۔" اس کے بعد میڈیلینا نکلی چلی گئی تھی اور سلائیڈنگ ڈور پھر سرک کر اپنی جگہ پر آ گیا تھا۔

"کیا وہ ٹی تھری بی تھی....؟" جیمسن نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"تم اپنی گورنری سے سروکار رکھو... تمہیں ان معاملات میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"او کے.... یور میجسٹی....!"

"گورنری سے ریٹائرمنٹ لینے کے بعد پھر میرے پاس آ جانا... اُس وقت تک میں کئی پولٹری فارم کھول چکا ہوں گا۔ یہاں سے دو چار فیلیاں اور فولے پکڑ لے جاؤں گا۔"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ مریخ پر بھی سنجیدہ نہیں ہو سکے۔"

"مجھے اس مردود کی فکر ستا رہی ہے...." عمران جوزف کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کبھی اس طرح بے حال نہیں ہوا۔"

"میں نے خود کبھی اسے نشے میں نہیں دیکھا۔ اگر مریخ کی شراب ایسی ہی ہوتی ہے تو یہ مکڑیاں پی کر خوب ناچتی ہوں گی۔"

"تم نے نہیں چکھی....؟"

"آپ سے جو عہد کیا تھا اس پر اب تک قائم ہوں....!"

"خوشی ہوئی لیکن اب تم میرے کس کام کے....؟"

"میں ایک قیدی ہوں.... یور میجسٹی ایک سرکاری کام کے سلسلے میں اس حال کو پہنچا تھا اس لئے میری نوکری برقرار ہونی چاہئے۔"

"تم گورنر ہو اور میں جوتیاں سٹکاتا پھر رہا ہوں۔"

"میں گورنر ہوں۔" وہ طویل سانس لے کر بولا۔ "لیکن اُن حدود سے نہیں نکل سکتا جو میرے لئے قائم کر دی گئی ہیں۔"

"ہر جگہ کا یہی دستور ہے۔ ہمارے یہاں کا گورنر بھی سڑک کے کنارے کسی ٹھیلے کے قریب کھڑا ہو کر آلو چھولے نہیں کھا سکتا۔"

"یہ بات نہیں ہے....!"

"پھر کیا بات ہے....؟"

"الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے لیکن قیدی ہونے کا احساس ہر حال میں برقرار رہتا ہے۔"

"میں چند الفاظ میں تمہارے احساسات کی ترجمانی کر سکتا ہوں۔ تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ فطری تقاضوں کے مطابق زندگی بسر نہیں کر سکتے۔"

"اوہ.... بالکل بالکل.... یہی احساس ذہن سے چمٹا ہوا ہے۔"

"اور اس احساس کی وجہ وہ جبر ہے جسکے ذریعے تمہیں زندگی کے کسی خاص ڈھرے پر ڈالا گیا ہے۔"

"یہی.... بالکل یہی بات ہے۔"

"اس لئے کسی خاص عالمی نظام کی بات محض تصوری ہے۔ اس کے خواب صدیوں سے دیکھے جا رہے ہیں لیکن ایسا کبھی نہیں ہو سکا۔"

"ختم بھی کیجئے.... وہ آپ کو دھمکی دے کر گئی ہے۔"

"تو پھر....؟"

"کچھ سوچئے.... آپ اس بار پوری طرح ان لوگوں کے قبضے میں ہیں۔"

"میں جانتا ہوں....!"

"اور اتنے مطمئن نظر آ رہے ہیں۔"

"کیا بے اطمینانی اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکے گی....؟"

"بڑا عجیب سوال ہے....!"

"بس ہمیشہ سامنے نظر رکھا کرو.... کیا ہوگا.... یہ کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ بھی ہوگا اس سے بچ نکلوں گا یا نہ بچ سکوں گا۔ ان کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں ہے۔ اس لئے تشویش یا اضطراب میں پڑنے سے کیا فائدہ....!"

"آپ کا بھی جواب نہیں ہے۔"

"آدمیوں کے اس جنگل میں ایسا ہی رویہ رکھنے والے بہتر زندگی گزار سکتے ہیں۔ ورنہ پھر وہ زندگی نہیں ہوتی بلکہ خدشات کا ایک ڈھیر ہوتی ہے۔"

دروازے پر پھر کسی نے دستک دی اور جیمسن نے ریموٹ کنٹرول سے دروازہ کھول دیا۔ میڈیلینا دروازے کے سامنے کھڑی نظر آئی۔ وہ عمران کو کمرے سے باہر آنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ عمران اٹھ گیا۔

"ہوشیار.... یور میجسٹی....!" جیمسن آہستہ سے بولا.... اور عمران نے اس طرح ہاتھ ہلایا جیسے کان پر بیٹھی ہوئی مکھی اڑائی ہو۔

"فرمایئے....؟" میڈیلینا کے قریب پہنچ کر بولا۔

"میں تم سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"اس کے لئے تمہیں یہ میک اپ اتارنا پڑے گا۔ عرصے سے تمہاری اصلی شکل دیکھنے کو ترس رہا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ اب تمہیں زندگی بھر میری یہی شکل دیکھنی پڑے گی۔" میڈیلینا نے سرد لہجے میں کہا۔

"کچھ بھی ہو.... تمہیں یہ میک اپ اتارنا پڑے گا۔"

"فی الحال میں ایسا نہیں کر سکتی.... چلو میرے ساتھ....!"

"چلنے کو میں تیار ہوں.... لیکن کوفت میں مبتلا رہوں گا۔"

"میرے لئے....؟"

"کیا حرج ہے....!"

"مکاری کی باتیں نہ کرو.... تمہارے سینے میں شاید پلاسٹک کا دل ہے۔"

"ہے ہی نہیں.... سرے سے۔" عمران اس کے ساتھ چلتا ہوا بولا۔

ایک طویل راہداری طے کر کے وہ عمارت سے باہر نکل آئے تھے۔ فضا پر مسلط سبز دھند کچھ اور گہری ہوگئی تھی۔

"کیا یہ دھند ہمیشہ اسی طرح چھائی رہتی ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں رات میں غائب ہو جاتی ہے اور تاروں بھرا آسمان صاف نظر آتا ہے۔"

"اس مریخ کی تیاری میں کتنا عرصہ لگا تھا۔"

"ہم مریخ پر پہنچ چکے ہیں عمران! اسے مذاق نہ سمجھو....!"

"تم مریخ پر پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں لیکن تمہاری وہ آبدوز یقیناً ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔"

"ہم جس وقت بھی چاہیں بڑی طاقتوں کو چیلنج کر سکتے ہیں لیکن میں خون خرابہ نہیں چاہتی۔ اس کا اندازہ تم اس سے لگا سکتے ہو کہ جیمسن بھی زندہ ہے اور تم بھی زندہ ہو.... حالانکہ تم نے زیرولینڈ کو بہت بڑے بڑے نقصان پہنچائے ہیں۔ بہر حال میں پُر امید ہوں کہ کبھی نہ کبھی تم بھی ہمارے ساتھ ہوگے۔ ہمارا کاز ایسا ہی ہے۔"

"اگر تم میرے ملک کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنانا چھوڑ دو تو میں کبھی آنکھ اٹھا کر بھی تمہاری طرف نہ دیکھوں....!"

"یہ ناممکن ہے. ہم ساری دنیا کو اپنا وطن سمجھتے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہے جس میں ہمارا ایک بھی یونٹ قائم نہ ہو۔"

"کیا کارلوف کے ملک میں بھی....!"

"یقیناً.... ورنہ کارلوف پر ہاتھ ڈالنا اتنا آسان نہ ہوتا۔"

"تم بڑی طاقتوں سے کیا چاہتی ہو....؟"

"فی الحال.... اتنا ہی کہ اُن کے بجٹ میں ہمارا بھی حصہ ہونا چاہئے۔"

"خدا کی پناہ.... اب چوری سے ڈکیتی پر اتر آئے ہو تم لوگ....!"

"اتنے گھٹیا الفاظ استعمال مت کرو.... یہ ہمارا حق ہے۔"

"کس بناء پر....؟"

"ہم بھی زمین ہی پر پیدا ہوئے ہیں۔ آسمان سے نہیں ٹپکے۔"

"پھر بھی مریخ کا اسکینڈل سمجھ میں نہیں آیا۔"

"تمہیں یقین کیوں نہیں آتا....؟"

"جو لوگ مریخ پر پہنچ سکتے ہیں.... انہیں باؤل دے سوف جیسی حقیر چیزوں کی کیا فکر ہوسکتی ہے۔" میڈیلینا کچھ نہ بولی.... اور عمران نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تھرلیس ڈارلنگ.... میں آسانی سے اُلو نہیں بن سکتا۔ محض تمہارا دل رکھنے کو میں نے مکڑی والے مذاق میں دل کھول کر حصہ لیا تھا۔"

"تم اسے مذاق سمجھتے ہو....؟"

"اب میں تمہیں اُن مکڑیوں کی پوری پوری بستیاں دکھاؤں گی۔"

"اگر دکھا سکیں تو ضرور یقین کرلوں گا۔ ورنہ کروچی صرف ایک روبوٹ تھی جسے لاسلکی نظام سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔"

"بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔"

"وہ چاروں بھی احمق نہیں ہیں۔ اچھی طرح سمجھتے ہیں لیکن تم پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے کہ وہ سمجھ گئے ہیں۔"

"کیوں نہیں ظاہر کرنا چاہتے....؟"

"اس طرح اُن کی واپسی خطرے میں پڑ جائے گی۔ وہ تو اپنی مرعوبیت کے اظہار کی انتہا کردیں گے تاکہ بخیر وخوبی اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں۔"

"لیکن.... تم....؟"

"ارے میں تو قلندر ہوں.... جب تک زندہ ہوں دھمال جاری رہے گا۔ جب مرنا ہوگا خاموشی سے مرجاؤں گا۔"

"سنو.... اب میں جو کچھ بھی کہہ رہی ہوں اُسے سنجیدگی سے سنو.... ہماری سپریم کونسل تمہیں سزائے موت دے چکی ہے اور میں اس لئے میک اپ کا سہارا لیتی پھر رہی ہوں کہ کہیں سپریم کونسل کی پہنچ مجھ تک نہ ہو جائے۔ اگر میں نے اس سزا کی توثیق کردی تو تمہیں دنیا کے کسی بھی گوشے سے تلاش کر کے سزائے موت دے دی جائے گی۔"

"میرا قصور....؟"

"افریقہ والا یونٹ بے حد اہم تھا.... وہ محض تمہاری وجہ سے ٹوٹ گیا....!"

"تم سنگ ہی کو کیوں بھول گئیں....؟"

"تم اس کے مددگار تھے....!"

"وہ ہاتھ لگا تھا یا نہیں....؟"

"یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زندہ ہے یا مرگیا۔"

"سوال تو یہ ہے کہ جب تم مجھے سزائے موت سے بچائے رکھنا چاہتی ہو تو پھر یہاں میری موجودگی کی کیا وجہ ہوسکتی ہے....؟"

"بہت دنوں سے تمہیں دیکھا نہیں تھا....!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"اور خود سیاہ فام ہو کر میرے سامنے آئی ہو۔"

"تم کبھی آدمی بھی بن سکو گے یا نہیں....؟"

"آدمی بننے سے دکھوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے مجھے جانور ہی رہنے دو۔"

"دوسری بات بھی ہے.... میں تم سے براہِ راست باؤل دے سوف کے سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور کرو....!"

"کیا تم اُس کی تہہ تک پہنچ چکے ہو....؟"

"صرف برازیل کی حد تک... گدھی کے بچے میں جو کچھ بھی پوشیدہ تھا مجھ پر واضح نہیں ہوسکا۔"

"میں پھر کہتی ہوں کہ اگر نگیٹو تمہاری تحویل میں ہے تو اُسے ضائع کردو....!"

"کیا میں سر کے بل کھڑا ہو کر تمہیں یقین دلاؤں کہ وہ ضائع ہوچکا ہے۔"

"میں یقین کئے لیتی ہوں....!"

"ویسے مجھے اس پر حیرت ہے کہ مریخ پر پہنچ جانے کے بعد بھی تم برازیل کے چکر میں پڑی ہوئی ہو۔"

"تو تمہیں اس پر یقین آگیا ہے کہ تم مریخ پر ہو۔"

"میں اس پر یقین کرسکتا ہوں.... لیکن کروچی روبوٹ تھی۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ مڑ کر عمارت کے اُس دروازے کی طرف دیکھنے لگی جس سے وہ برآمد ہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار بھی تھے اور عمران اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک بولا "میرا خیال ہے تم سب آپس میں بے اعتمادی کی زندگی گزار رہے ہو....؟"

"کوئی اور بات کرو۔!" وہ آہستہ سے بولی۔ "مریخ ہی کی بات کرتے رہو.... تو زیادہ بہتر

ہے۔ مجھ سے شناسائی کا اظہار بھی نہ ہونے دینا۔"

عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور سر ہلا کر بولا۔ "کیا پورے مریخ پر اسی طرح کی سبز دھند چھائی رہتی ہے....؟"

"نہیں.... مختلف حصوں پر مختلف رنگوں کی دھند چھائی رہتی ہے۔ اسی لئے زمین سے یہ سیارہ رنگ بدلتا ہوا سا دکھائی دیتا ہے۔"

"سخت مایوسی ہوئی۔"

"کیوں....؟ مایوسی کیوں....؟"

"زمین سے رنگ بدلنے والے نظارے سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ یہ کرہ اسی طرح عالم وجود میں آیا ہوگا جس طرح ہیرے تشکیل پاتے ہیں۔"

"میں نے سنا ہے کہ تم.... ایسی ہی اوٹ پٹانگ باتیں سوچتے اور کرتے رہتے ہو....؟"

عمران سوچ رہا تھا کہ آخر یک بیک اُس کا رویہ کیوں بدل گیا ہے اور اس نئی کروٹ کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ تھریسیا بولی۔ "مریخ اتنی آسانی سے تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

اور پھر وہ عمارت کی طرف واپسی کے لئے مڑی تھی۔ عمران اُس کے ساتھ چلتا رہا۔ عمارت کے اندر پہنچ کر وہ بولی۔ "تنہا عمارت سے نکلنے کی کوشش مت کرنا۔"

"عمارت سے نکل کر جاؤں گا.... کہاں....؟"

"مطلب یہ کہ ہم میں سے کوئی ساتھ نہ ہوا تو صحیح و سلامت واپس نہ آسکو گے۔"

"میں مریخ کی رات بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"میں دکھادوں گی....!"

وہ چاروں مریخ پر سوئے تھے لیکن آنکھ کھلی زمین پر.... اس کا اندازہ یوں ہوا تھا کہ وہ کمرہ اُس کمرے سے مختلف تھا جس میں وہ سوئے تھے اور بستروں پر سوئے تھے لیکن آنکھ فرش پر کھلی تھی اور اُن کے سروں کے نیچے تکیوں کے بجائے اٹیچی کیس رکھے ہوئے تھے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ چاروں پورے ملبوسات میں تھے۔ حالانکہ سوئے تھے، کپڑے اتار کر.... بہرحال وہ کھڑکی کی طرف جھپٹے باہر دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور اُن ہی جیسے آدمی سڑک پر چلتے پھرتے نظر آئے

تھے۔ کاریں اور دوسری گاڑیاں آجا رہی تھیں۔

"ہمارا خواب طویل ہوتا جارہا ہے۔" فرینکلن بڑبڑایا۔

"آخر اب ہم کہاں ہیں....؟" سر ٹامس نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔

"باہر نکلنے پر معلوم ہوگا اگر نکل سکے۔" ژولروے نے کہا۔

"اور یہ اٹیچی کیس....؟" کارلوف نے توجہ دلائی۔

جلدی جلدی اٹیچی کیس کھولے گئے۔ ہر اٹیچی کیس میں اوپر ہی ایک ایک لفافہ موجود تھا۔ ہر لفافے سے ایک ہی مضمون کی تحریر برآمد ہوئی۔

"زمین پر واپسی مبارک ہو.... تم برازیل کے شہر کیتو میں ہو اور تمہارے اٹیچی کیس ہی میں تمہارا پاسپورٹ موجود ہے جس پر تصویر تمہاری ہے لیکن نام فرضی ہے۔ تمہارے اٹیچی میں اتنی رقم بھی موجود ہے کہ تم اپنے ملک واپس جاسکو.... جاؤ لیکن اپنی حکومت تک ہمارا پیغام ضرور پہنچا دینا اور ہماری آئندہ ہدایات کے منتظر رہنا۔"

تحریر پڑھ کر فرینکلن کے منہ سے ایک گندی سی گالی نکلی اور وہ اپنے ساتھیوں کی شکلیں دیکھنے لگا۔

"لیکن وہ دونوں کہاں ہیں....؟" سر ٹامس بولا۔ "عمران اور جوزف....!"

فرینکلن نے عمران اور جوزف کو بھی نواز کر رکھ دیا۔ لیکن سر ٹامس اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "اگر سچ مچ برف باری ہوگئی کیپ کینیڈی میں تو کیا ہوگا....؟"

فرینکلن نے زیرولینڈ کی ایک ماں بھی پیدا کی اور اُسے ناگفتہ بہ حالات سے گزارتا ہوا بولا۔ "ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ سب بکواس تھی۔ بدمعاشوں کے اس گروہ کو اب فنا ہی کرنا پڑے گا۔"

"کئی سال سے کوششیں ہورہی ہیں لیکن وہ آگے ہی بڑھتا جارہا ہے۔" کارلوف بولا۔

"اب میں اسے دیکھوں گا....!" فرینکلن پیر پٹخ کر بولا۔

"اگر کوئی کالی عورت راہ میں حائل نہ ہوگئی تو۔" ژولروے سر ٹامس کو آنکھ مار کر بولا اور فرینکلن صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھتا چلا گیا۔

پھر اسی دن وہ کوشش کر کے کیتو سے نکل لئے۔ ہر ایک اپنے مقام پر پہنچنے کے لئے بے چین تھا۔ فرینکلن اپنے آفس تک دو دن سے پہلے نہ پہنچ سکا۔ اس کے اوپر والے اور ماتحت اس کی طویل غیر حاضری کا سبب سن کر خوب ہنسے تھے اور ان کی متفقہ رائے تھی کہ شاید وہ اب بھی نشے میں ہے۔

"کہیں کسی ڈسٹلری نے اپنی وھسکی کا نام مریخ تو نہیں رکھ دیا ہے....؟" کسی طرف سے آواز

آئی اور فرینکلن اُسے پھاڑ کھانے کو دوڑا۔ آخر اسی کے برابر کے آفیسر نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔ ”تم بہت تھک گئے ہو.... کچھ دن آرام کرلو....!“

لیکن دوسرے ہی دن کیپ کینیڈی پر ہونے والی برف باری نے دنیا بھر کے سائنسدانوں کو متحیر کر دیا۔ پورے علاقے پر پہلے سفید بادلوں کی یلغار ہوئی تھی.... اور پھر ان بادلوں کے پیچھے ایک اور سورج چمکنے لگا اور یہ سورج تیزی سے حرکت بھی کر رہا تھا۔ وہ ان بادلوں کی پشت پر چکرا تا رہا اور برف باری ہوتی رہی۔

پھر تو فرینکلن کی بن آئی تھی.... مریخ کا یہ مسافر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا جانے لگا تھا۔ اس کے بعد کسی نامعلوم ریڈیو اسٹیشن سے اُس کے ملک کے لئے وارننگ نشر ہوئی اور ساتھ ہی فرینکلن کا بھی حوالہ دیا گیا۔ وارننگ کے مطابق اگر ملک کے سالانہ بجٹ کے دسویں حصے کے برابر رقم زیرولینڈ کو ادا نہ کی گئی تو ہر اس جگہ کو ناکارہ بنا دیا جائے گا جو دفاعی اور خلائی مقاصد کے حصول کے لئے مخصوص تھی۔ وہاں برف باری ہوگی طوفان آئیں گے اور زلزلوں سے تباہی پھیلے گی۔

بارہ گھنٹے کے اندر اندر ساری دنیا میں ان حیرت انگیز وقوعوں کی بنا پر سنسنی پھیل گئی۔

فرینکلن کو تو کیپ کینیڈی میں برف باری کے بعد ہی ایسی جگہ پہنچا دیا گیا تھا جہاں بہت ہی خاص افراد کی رسائی ممکن تھی اور وہ اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا تھا۔ اب وہ کسی بڑے اور ذمے دار آفیسر کی بجائے صرف گالیاں اگلنے کی مشین معلوم ہوتا تھا۔ لہٰذا اُسے ایک ایسے ہسپتال میں پہنچا دیا گیا تھا جہاں صرف دیوانگی کا علاج کیا جاتا تھا۔

بحری بری اور فضائی افواج کو چوکس رہنے کا حکم دے دیا گیا تھا لیکن اس برف باری کے علاوہ اور کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

مریخ کے بقیہ تین مسافر اُس وقت تک خاموش رہے تھے جب تک کیپ کینیڈی میں برف باری نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد انہیں بھی زبانیں کھولنی پڑی تھیں کیونکہ فرینکلن نے اپنے بیان میں اُن کے حوالے بھی دیئے تھے۔ پھر چاروں ممالک یکجا ہو گئے۔ اُن کے خلائی ماہرین کی ایک مشترکہ کانفرنس طلب کرلی گئی۔

❖

تھریسیا کا رویہ عجیب تھا۔ عمران الجھن میں پڑ گیا۔ اس نے باؤل دے سوف کے نمیٹو سے متعلق نہ صرف اس کے بیان کو صحیح تسلیم کرلیا تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس کی مدد کرنا چاہتی ہو۔

لیکن مدد.... کیسی مدد....؟ ایسے حالات میں اس کے علاوہ اور کیا مدد ہو سکتی تھی کہ وہ اس کے فرار کے لئے آسانیاں پیدا کرتی۔ مگر کیوں؟ تو کیا وہ نہیں چاہتی کہ اُسے کسی قسم کی سزا دی جائے؟ تو پھر اُسے گرفتار ہی کیوں کیا گیا تھا....؟ وہ سوچتا رہا۔

جوزف اور جیمسن تاش کھیل رہے تھے۔ پینے پلانے سے متعلق اب جوزف احتیاط برتنے لگا تھا۔ شدید طلب محسوس ہونے پر بس اتنی ہی پیتا تھا کہ دماغ کسی قدر گرم ہو جائے۔

دفعتاً عمران اٹھ کر اُن کے قریب آبیٹھا اور جیمسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”ابھی تک مریخ کی کوئی دوسری مکڑی بھی نظر آئی....؟“

”خدا کرے.... کبھی نہ نظر آئے باس....!“ جوزف تاش کے پتوں سے نظر ہٹائے بغیر بولا۔

”تم واقعی عجیب ہو باس.... دنیا کی کیسی کیسی حسیناؤں کو ٹھکرا کر مکڑیوں کے پیچھے دوڑ رہے ہو۔“

”ایسا بھی ہوتا ہے....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”میں نے تو نہ کبھی دیکھا نہ سنا....!“

”کروچی کا چہرہ مجھے بھی پسند تھا۔“ جیمسن نے کہا۔ ”پتہ نہیں تراچا پہنچنے پر اُس کا کیا حشر ہوا ہو؟“

”باغیوں نے اس کی والدہ کے انڈے توڑ دیئے تھے۔“ جوزف نے کہا اور اچانک اُس پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ پتے ہاتھ سے رکھ دیئے اور پیٹ دبائے ہنستا چلا گیا۔ عمران نے پہلی بار اُسے اس طرح ہنستے دیکھا تھا۔ وہ حیرت سے پلکیں جھپکاتا رہا۔

”سیدھا ہوتا ہے یا جماؤں ایک دھول....!“ بالآخر عمران بولا اور وہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ دبائے ہوئے سیدھا ہو بیٹھا اور ہنسی اندر ہی اندر گھٹتی چلی گئی۔ بڑا مضحکہ خیز حلیہ ہو گیا تھا۔

”اُس کی والدہ کے انڈوں نے تجھے زندگی میں پہلی بار اتنی مسرت بخشی ہے۔“ عمران نے پھر آنکھیں نکالیں۔

”ب.... باس.... میں سوچ رہا تھا کہ تم انڈوں کی دیکھ بھال کیسے کرتے....؟“

”مریخ کی آب و ہوا شاید تجھے راس نہیں آئی۔“

”نہیں باس! سوچنے کی بات ہے....!“

”یہ تیرا دردِ سر نہ ہوتا.... میرے سوچنے کی بات تھی۔ تیرا دم کیوں نکلنے لگا تھا۔“

”تمہارا دردِ سر.... میرا دردِ سر ہے باس.... اگر تم انڈوں کو وقت نہ دے سکتے تو میں دیتا۔ سر ہتھیلی پر رکھ کر اُن کی حفاظت کرتا اور مائی لیڈی کروچی آرام سے اپنی خواب گاہ میں سویا کرتیں۔“

"ذرا دیکھنا.....!" عمران نے جیمسن سے کہا۔ "یہ خبیث زندگی میں پہلی بار میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو باس.....؟ میرا سر تمہارے پیروں پر قربان۔ میں سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کرتا رہا ہوں۔"

"یہاں والی پینے کے بعد سے.....؟" عمران نے سوال کیا۔

"یہی بات ہے..... باس..... اسی کے بعد میں ہر مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے لگا ہوں۔"

"خبردار..... اب اسے ایک قطرہ بھی نہ ملے۔" عمران نے جیمسن کو گھونسہ دکھا کر کہا۔

"میں اس پر بھی سنجیدگی سے غور کرنے کو تیار ہوں۔" جوزف بولا۔

"اپنے پتے اٹھاؤ اور کھیلو.....!" جیمسن نے کہا۔

سچ مچ عمران جوزف کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کبھی اُس سے اس طرح کا ٹھٹھول نہیں کیا تھا۔ یس ماسٹر قسم کا آدمی تھا۔

بہر حال وہ اُسے پر تشویش نظروں سے دیکھتا ہوا پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ وہ دونوں پھر کھیل میں مصروف ہو گئے تھے۔ عمران کے ذہن پر کسی قدر کاہلی مسلط ہو چلی تھی۔ لہٰذا اس کیفیت سے پیچھا چھڑانے کے لئے اس نے سوچا کہ کیوں نہ شاور باتھ لے لیا جائے۔ لہٰذا اُس نے باتھ روم کا رخ کیا۔

کوٹ اتارتے وقت جیب میں کوئی ایسی چیز محسوس ہوئی جو پہلے نہیں تھی۔ ہاتھ ڈال کر اُسے ٹٹولا پھر جیب سے نکال لیا۔ یہ ایک لفافہ تھا جس پر اسی کا نام تحریر تھا۔

بڑی بے صبری سے اُس نے لفافہ چاک کر کے پرچہ نکالا اور تحریر پڑھنے لگا۔ پرچے کی تہوں کے درمیان زرد رنگ کی ایک چھوٹی سی ٹکیہ بھی رکھی ہوئی تھی جسے اس نے بڑی احتیاط سے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لیا۔ اس عمل کی محرک بھی وہ تحریر ہی ہوئی تھی۔ کسی نے لکھا تھا۔

"اس ٹکیہ کو احتیاط سے رکھو تاکہ بوقت ضرورت کام آسکے۔ جلد ہی تمہیں اس کمرے سے دوسری جگہ لے جایا جائے گا۔ جہاں تمہیں کنفیشن چیئر پر بٹھا کر کچھ اعترافات کرائے جائیں گے اور تم سچ بولنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ تمہیں پہلے بھی ہماری کنفیشن چیئر کا تجربہ ہو چکا ہے لیکن یہ زرد ٹکیہ تم پر برقی لہروں کو اثر انداز نہیں ہونے دے گی اور تم نہایت صفائی سے جھوٹ بولتے چلے جاؤ گے..... اور وہ اُسے سچ سمجھنے پر مجبور ہوں گے۔ اس کے بعد میں دیکھوں گی کہ تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں۔ جیسے ہی تمہیں اُس کمرے سے لے جایا جانے لگے تم یہ ٹکیہ کسی وسوسے کو راہ

دیئے بغیر نگل لینا۔ اگر اس کے خلاف کیا تو مارے جاؤ گے۔ اس خط کو پڑھتے ہی ضائع کر دینا۔"

عمران نے طویل سانس لی اور خط کو دوبارہ پڑھنے لگا۔ پھر اُس نے نہانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور خط اور لفافے کو پرزے پرزے کر کے فلش میں بہا دیا اور باتھ روم سے پھر کمرے میں آ گیا۔ اب اُسے انتظار تھا کہ کب کون اُسے کہاں لے جاتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد میڈیلینا ہی کمرے میں داخل ہوئی اور جیمسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "آواز دیئے بغیر ہی چلی آئی ہو اس بار۔ کبھی اپنے طور پر دروازہ کھول لیتی ہو اور کبھی شائستہ لوگوں کی طرح اجازت طلب کرتی ہو۔"

"مجھے افسوس ہے یور ایکسی لینسی... کہیں تو باہر جا کر دوبارہ آؤں... اجازت طلب کر کے؟"

"آئندہ خیال رکھنا.....!"

میڈیلینا نے عمران سے کہا۔ "تمہارا میڈیکل چیک اپ ہو گا۔"

"اچھا.....!" عمران نے خوش ہو کر کہا۔ "مریخ پر پہنچتے ہی میرا ایک کان بند ہو گیا تھا اور چھینک آتے آتے رک جاتی ہے۔"

میڈیلینا خاموش رہی تھی۔ پھر کمرے سے نکلتے نکلتے زرد ٹکیہ عمران کے حلق سے اُتر گئی تھی۔

"آخر میڈیکل چیک اپ کی ضرورت کیوں پیش آ گئی.....؟" عمران نے اس سے پوچھا۔

"تمہارے سسٹم پر مریخ کی آب و ہوا کے اثرات کا جائزہ لیا جائے گا۔"

"جوزف نے کیا قصور کیا ہے.....؟"

"اسے چوبیس گھنٹے شراب سے الگ رکھنے کے بعد ہی چیک اپ ہو سکے گا۔" جواب ملا۔

"معقول بات ہے لیکن مریخ کی شراب بھی بے حد خوفناک ہے۔ جوزف جیسا بلانوش ناچنے لگا تھا۔"

"ایک بے حد تلخ اور رسیلے پھل سے تیار کی جاتی ہے۔"

وہ ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئے جو کسی بڑے ہسپتال کے آپریشن تھیٹر کا منظر پیش کر رہا تھا۔ میڈیلینا اُسے وہیں چھوڑ کر چلی گئی..... دو افراد پہلے سے وہاں موجود تھے۔ جنہیں میڈیلینا نے بڑے ادب سے سلام کیا تھا۔ ایک نے عمران کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"میں یہاں ہلکا سا درد محسوس کر رہا ہوں۔" عمران اپنی بائیں پسلی کے نیچے ٹٹولتا ہوا بولا۔ "اور جب سے یہاں آیا ہوں کوئی چھینک نہیں آئی۔ حالانکہ ذہنی طور پر چاق و چوبند رہنے کے لئے چھینک بے حد ضروری ہے لیکن یہاں تو ناک میں بتی کرنے کے باوجود بھی نہیں آ رہی۔"

"تم بیٹھو تو.... ہم ابھی سب کچھ دیکھے لیتے ہیں۔" ایک نے سرد لہجے میں کہا۔ عمران بیٹھ گیا کرسی کے ہتھے سے چمڑے کے تسمے بھی لٹک رہے تھے جن سے اس کے ہاتھوں کو کس دیا گیا۔ یہی برتاؤ پیروں کے ساتھ بھی ہوا۔ اب اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کرسی کے ہتھوں اور پایوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ پھر قریب ہی کے ایک سوئچ بکس کا سوئچ آن کیا گیا اور عمران کے کانوں میں تیز سیٹیاں سی بجنے لگیں اور بے حد تیز روشنی سے آنکھوں کو دوچار ہونا پڑا۔ سر چکرا کر رہ گیا لیکن اس کے حواس خطا نہیں ہوئے تھے۔ اُس کا ذہن قابو میں تھا۔ پھر اچانک سناٹا چھا گیا.... تیز روشنی غائب ہو گئی اور آنکھوں میں اندھیرا سا آ گیا۔ اُسے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

دفعتاً اُس سے سوال کیا گیا۔ "تمہارا نام کیا ہے....؟"

"علی عمران....!"

"تم کس کے لئے کام کرتے ہو....؟"

"محکمہ خارجہ کی سیکرٹ سروس کے لئے....!"

"باؤل دے سوف والی پینٹنگ سے تم کس نتیجے پر پہنچے ہو....؟"

"برازیل سے متعلق کوئی دستاویز اس میں پوشیدہ ہے۔ گدھی کے شیڈ میں برازیل کا نقشہ موجود ہے۔ لیکن گدھی کے بچے میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔"

"کچھ نہ کچھ سے کیا مراد ہے....؟"

"اس میں بھی کچھ پوشیدہ ہے۔ جو میری سمجھ میں نہیں آسکا۔ غالباً وہ بھی کہیں کا نقشہ ہی ہے۔"

"تم نے تصویر کا نگیٹو تیار کیا تھا.... وہ کہاں ہے....؟"

"سلائیڈ بناتے وقت ضائع ہو گیا تھا اور میں سلائیڈز کے ایک سیٹ کے علاوہ اور کوئی سیٹ تیار نہیں کرسکا تھا۔ کم از کم تین سیٹ بنانا چاہتا تھا۔ ایک اپنے محکمے کے لئے ایک انٹر سروسز انٹیلی جنس کے لئے اور ایک اپنے لئے۔"

"میڈیلینا کو کب سے جانتے ہو....؟"

"متحرک چٹانوں سے لڑھکنے کے بعد جس کمرے میں پہنچا تھا اس سے دوسرے کمرے میں منتقل ہونے کے بعد اُس سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"شاید تم نے اُس پر ٹی تھری بی ہونے کا شبہ بھی کیا تھا....؟"

"جو قطعی غلط فہمی پر مبنی تھا۔ مجھے تمہاری تنظیم کی ہر عورت ٹی تھری بی معلوم ہوتی ہے۔"

"ایسا کیوں ہے.... مسٹر عمران....؟"

"کیوں کہ میں نے اُس کی اصلی شکل آج تک نہیں دیکھی۔ ہمارے ریکارڈ میں اُس کی کوئی تصویر نہیں ہے۔"

"کیا آواز سے بھی اُسے نہیں پہچان سکتے....؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ وہ آواز بدلنے کی بھی ماہر ہے۔"

"کیا میڈیلینا کی آواز میں تم نے اُس کی کسی بدلی ہوئی آواز کی جھلکیاں محسوس کی تھیں....؟"

"نہیں.... مجھے تو یاد نہیں پڑتا۔"

اس کے بعد اُس سے کوئی سوال نہیں کیا گیا تھا۔ آنکھوں سے اب بھی کچھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ وہ صرف سوال کرنے والے کی آواز سنتا رہا تھا۔

پھر اچانک اُس نے اپنے شانے میں چبھن محسوس کی۔ شاید کسی قسم کا انجکشن دیا گیا تھا۔ پھر سچ مچ اُس کا ذہن بھی تاریکی میں ڈوب گیا۔ پوری طرح بیہوش ہو گیا تھا۔

دوبارہ آنکھ کھلنے پر جوزف اور جیمسن کو اپنے اوپر جھکے ہوئے دیکھا۔ جوزف اُسے آواز دے رہا تھا۔ "باس خدا کے لئے آنکھیں کھولو.... یہ کیسا میڈیکل چیک اپ تھا....؟"

"سب ٹھیک ہے....!" عمران نے اٹھ بیٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں.... آپ کچھ دیر آرام کیجئے۔" جیمسن نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں باس.... ڈاکٹر کی یہی ہدایت ہے۔ لیکن یہ کیسا میڈیکل چیک اپ تھا؟ تم بالکل بے ہوش تھے اور تمہیں اسٹریچر پر یہاں لایا گیا تھا۔"

"مجھے بس اتنا یاد ہے کہ ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ ہاتھ پیر کس دیئے گئے تھے۔ روشنی ہوئی تھی اور سیٹیاں بجی تھیں پھر کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا۔"

"روشنی اور سیٹیاں؟" جیمسن نے حیرت سے کہا۔

"ہاں اور کیا.... یہاں تک تو مجھے اچھی طرح یاد ہے۔"

"مجھے حیرت ہے....!"

"کس بات پر....؟"

"اسی میڈیکل چیک اپ پر....!"

"جوزف کا بھی ہو گا۔" عمران نے بے حد خوش ہو کر کہا۔ "لیکن پہلے شراب کا چوبیس گھنٹے کا

فاقہ کرایا جائے گا۔"

"خدا کی پناہ....!" جوزف جلدی سے بولا۔ "ضرورت ہی کیا ہے۔ میڈیکل چیک اپ کی۔"

"دیکھیں گے کہ مریخ پر پہنچ کر کہیں تو بھی تو انڈے نہیں دینے لگے گا۔ بعض حالات میں یہاں جنس بدل جاتی ہے۔"

"ابھی تک تو ٹھیک ہوں باس....!" وہ خوف زدہ لہجے میں بولا۔

"ہو سکتا ہے کہ تجھے پتہ ہی نہ ہو....؟"

"یہ کیسے ممکن ہے....؟"

"اندر سے بدل گئی ہو تو تجھے کیا پتا چلے گا....؟"

"نہیں.... نہیں باس.... ایسا نہیں ہو سکتا۔ جلدی سے میرا ابھی چیک اپ کرادو۔"

"اسے الگ لے جاکر تسلیاں دو۔" عمران نے جیمسن سے کہا۔

"چل بھئی....!"

"نہیں.... باس....!" جوزف گڑگڑایا۔ "مجھے اپنے ہی پاس رہنے دو۔"

"جیمسن بھی بُرا آدمی نہیں ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے.... باس....!" جوزف جھینپ کر بولا۔

"دفع ہو جاؤ.... مجھے آرام کرنے دو۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا اور وہ دونوں وہیں جا بیٹھے جہاں کچھ دیر پہلے تاش کھیل رہے تھے۔ عمران بستر پر پڑا سوچتا رہا۔ میڈیلینا بلاشبہ تھریسیا تھی لیکن اپنے ساتھ اُس کا یہ رویہ بڑا عجیب نظر آرہا تھا.... اور کنفیشن چیئر پر آخر تھریسیا کے متعلق.... اُس سے سوالات کیوں کئے گئے تھے۔ وہ لوگ اُس سے تھریسیا کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہیں؟ شاید یہ پوری عمارت بگڈ ہے اور جگہ جگہ ٹیلی ویژن کیمرے چھپے ہوئے ہیں۔ شاید اسی لئے وہ اُس سے گفتگو کرنے کے لئے عمارت سے باہر نکال لے گئی تھی۔

ایک بار پہلے بھی اُس نے اپنے مقصد کے لئے عمران کو استعمال کیا تھا اور عمران نے اُسے زیرولینڈ کے ایک باغی سے نجات دلائی تھی۔ کیا اس بار بھی کوئی ایسا ہی چکر ہے؟ اُس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس واقعے کے بعد میڈیلینا سے دوسری ملاقات کے لئے مضطرب ہونا فطری امر تھا۔

لیکن وہ نہ آئی.... حتیٰ کہ رات ہوگئی۔ جوزف اور جیمسن اپنی اپنی جگہوں پر اونگھ رہے تھے کیونکہ عمران ہی نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ وہی بات بات پر کوئی نیا شوشہ چھوڑ کر اُن کے

ذہنوں کو جگائے رکھتا تھا۔

اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی.... اور جیمسن نے چونک کر ریموٹ کنٹرول کے پش سوئچ پر انگلی رکھ دی۔ دروازہ کھل گیا لیکن آنے والی میڈیلینا کی بجائے کوئی سفید فام عورت تھی۔ اُس نے جوزف کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ "تم چلو۔"

عمران بھی اٹھ بیٹھا تھا۔ جوزف احمقوں کی طرح منہ پھاڑے اُس عورت کو دیکھ رہا تھا۔ یہ ایک معمر اور خاصی توانا عورت تھی۔ جسمانی قوت کا اظہار آنکھوں سے ہوتا تھا۔

"میں کہاں چلوں....؟" جوزف بالآخر بولا۔

"کلینک میں....!"

"میں بالکل تندرست ہوں محترمہ.... مجھے کلینک میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"تمہیں میڈیکل چیک اپ کے لئے تیار ہونا ہے۔ تمہارے ساتھی کا بھی ہوا تھا۔"

"یہ تیاری کیسے ہوگی....؟"

"وہیں بتادیا جائے گا۔"

"میں تنہا کہیں نہیں جاؤں گا۔"

"جاؤ....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

"ب.... باس....!"

"جاتا ہے یا اٹھوں....!"

جوزف مسمسی سی صورت بنا کر رہ گیا۔ لیکن عورت بولی۔ "تم چاہو تو اس کے ساتھ چل سکتے ہو۔ اس کا خوف فطری ہے۔"

"میں خائف نہیں ہوں۔" جوزف غرایا۔ "لیکن چوبیس گھنٹے شراب سے دور نہیں رہ سکتا۔"

"یہ ضروری ہے۔"

"لیکن میڈیکل چیک اپ تو ضروری نہیں۔"

"بالکل ضروری ہے۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "مریخ پر آنے والوں کے کبھی کبھی دم بھی نکل آتی ہے۔ اگر بروقت روک تھام نہ کرلی جائے۔ اسلئے میڈیکل چیک اپ ضروری ہوتا ہے۔"

عورت نے ایک بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی تھی۔

عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھا میں چل رہا ہوں۔"

"نہیں مسٹر! میں نے یوں ہی کہہ دیا تھا۔ آپ ساتھ نہیں جاسکتے۔"

"دیکھا تو نے؟ آخر ذلیل کراہی دیا نا۔ خدا کرے.... اب سچ مچ تیری جنس بدل جائے۔"

"بد دعا نہ دو باس....!" جوزف ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا۔

"بس اب دفع ہو جا....!" عمران ہاتھ ہلا کر بیزاری سے بولا.... اور جوزف بسورتا ہوا اُس عورت کے پیچھے چل پڑا۔

اُن کے چلے جانے کے بعد جیمسن نے دروازہ بند کر دیا اور عمران سے بولا۔ "یہ ساری باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہیں۔"

"تم.... انہیں اس طرح سمجھنے کی کوشش کر رہے ہو جس طرح زمین پر سمجھا کرتے تھے مسٹر جمن....!"

"ارے.... ارے.... یہ کیا؟ آپ بے عزتی کرائیں گے۔ کسی نے سن لیا تو....!"

"تو کیا ہوگا....؟"

"وہ سب مجھے صرف جیمسن سمجھتے ہیں....!"

"اس سے کیا فرق پڑے گا....؟"

"اگر آج تک کوئی جمن گورنر ہو سکا ہو تو بتا دیجئے....؟"

"زیرو لینڈ میں سب چلتا ہے۔!"

"جی نہیں.... ہم بہت ایڈوانسڈ ہیں۔"

"اچھا تو سر کے بل کھڑے ہو کر دکھاؤ....؟"

"میں گورنر ہوں جناب.... کوئی سرکس بوائے نہیں ہوں۔"

"میں نے اپنا جمن واپس لیا.... ارے ہاں.... گورنر کی شادی بھی ہوئی یا نہیں....؟"

"شادی ہوگئی ہوتی تو یہاں کیوں بھیجا جاتا۔ وہ کروچی کے توسط سے تراچا میں مراعات حاصل کرنا چاہتے تھے۔"

"پھر وہی بکواس....!"

جیمسن کچھ کہنے ہی والا تھا کہ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ اُس نے بُرا سا منہ بنا کر ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبایا۔ اس بار میڈیلینا سامنے کھڑی نظر آئی۔ اُس نے عمران کو مخاطب کر کے کہا۔

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ رات کو تاروں بھرا آسمان دکھاؤں گی۔"

"دن بھر مجھے تارے ہی نظر آتے رہے ہیں۔"

"تو کیا نہیں جانا چاہتے....؟"

"ضرور.... ضرور....!" عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "اندر بڑی گھٹن ہے۔"

کھلی فضا میں پہنچ کر عمران نے آسمان کی طرف دیکھا۔ کوئی فرق نظر نہ آیا۔ وہی روزانہ والا بوڑھا تاروں بھرا آسمان تھا اور رات تاریک تھی۔ البتہ عجیب طرح کی خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ جس سے بدلے ہوئے ماحول کا تصور قائم ہوتا تھا۔

"یہاں ہم بے فکری سے بات کر سکتے ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم سے کس قسم کے سوالات کئے گئے تھے....؟" میڈیلینا بولی۔

عمران کنفیشن چیمبر والی روداد دہرانے لگا۔ وہ خاموشی سے سنتی رہی اور بات کے اختتام پر بولی۔ "تو میرا شبہ غلط نہیں تھا۔ بات خاصی بڑھ گئی ہے۔ وہ میری ٹوہ میں ہیں۔"

"شاید ساری عمارت بگڈ ہے اور ہر جگہ کیمرے نصب ہیں۔" عمران نے کہا۔

"یہی بات ہے لیکن وہ اُس جگہ کی گفتگو نہیں سن سکتے جہاں میں موجود ہوں۔ ایک مخصوص اپریٹس میں نے صرف اپنے لئے تیار کرایا ہے جو آوازوں کی لہروں پر اثر انداز ہو کر انہیں لایعنی سرسراہٹوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ریسیونگ اپریٹس پر محض سرسراہٹیں سنی جاسکتی ہیں۔"

"تو پھر میں سمجھ گیا وہ میرے توسط سے تمہیں پھانسنا چاہتے ہیں۔"

"یہی بات ہے لیکن تم نے بہت مناسب جوابات دیئے تھے۔!"

"اس طرح تم نے ایک بار پھر مجھے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"اور میں ہی تمہیں زمین پر واپس لے جاسکتی ہوں۔"

"ختم کرو مریخ کا چکر.... ہمارا ٹرانسمیشن اسٹیج کرنے میں ایک خامی رہ گئی تھی۔"

"کیا مطلب؟ کیسی خامی....؟"

"ہو سکتا ہے تم آدمی کو ٹرانسمٹ کر سکتے ہو لیکن بیک وقت دو مختلف الاصل مادوں کو من و عن حالات میں ٹرانسمٹ کرنا ناممکن ہے۔"

"مادہ صرف ایک ہے اور اُس کی اصل بھی ایک ہے۔ دو کی بات کیوں کر رہے ہو....؟"

"میں نے تمہاری آسانی کے لئے روح کو بھی مادہ ہی کہہ دیا تھا۔ تم جسم کو ٹرانسمٹ کر سکتی ہو لیکن دوبارہ دونوں کو مربوط نہیں کر سکتیں۔ ٹرانسمٹ ہونے والا جسم روح سے خالی ہوگا۔"

"تمہیں تجربہ ہو چکا ہے۔"

"میں اپنے ذرات کا انتشار دیکھنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گیا تھا۔"

"تمہیں ایسا ہی محسوس ہونا چاہئے تم بالکل اُسی طرح غائب ہو گئے تھے جیسے کروچی ہوئی تھی۔"

"میں کہتا ہوں اصل معاملے کی طرف آؤ.... سائینس فکشن اب ختم کردو....!"

"تم پتہ نہیں کن ہواؤں میں ہو.... وہ چاروں واپس بھیج دیئے گئے ہیں۔ مسٹر فرینکلن نے اپنی آنکھوں سے کیپ کینیڈی کی برف باری دیکھی اور پاگل ہو گئے۔ ہمارا ٹھنڈا سورج تپتے ہوئے ریگزاروں میں بھی برف باری کرسکتا ہے۔"

"میں اسے تسلیم کرلوں گا لیکن اس کا مقصد....؟"

"اب ہم اپنے کاز کو آگے بڑھانے کے لئے اعلانیہ خراج وصول کریں گے۔ فرینکلن کے ملک کے سالانہ بجٹ کے دسویں حصے کے برابر رقم کا مطالبہ کردیا گیا ہے۔ اگر اسے پورا نہ کیا گیا تو اس کے خلائی پروگرام کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی طرح دوسری بڑی طاقت کو بھی ہم اپنی قوت کا نمونہ دکھائیں گے۔"

"تو یہ سب کچھ ہو چکا ہے....؟"

"زمین پر واپس جاکر خود ہی تحقیق کرلینا....!"

"خدا کے لئے مریخ پر میری موجودگی کا مقصد بھی بتادو۔ کیونکہ بڑی طاقتوں کے مقابلے میں، میں ایک بے وقعت سے ملک کا باشندہ ہوں۔"

"تم میرے لئے بے وقعت نہیں ہو۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "اور یقین کرو کہ اپنا مقصد حاصل کرچکی ہوں۔ تمہارے بغیر یہ ناممکن تھا۔ بہت دنوں سے ایک کانٹا میرے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔ اچانک تمہارے یہاں باؤل دے سوف نامی پینٹنگ کا قصہ چھڑ گیا۔ وہ ہمارے لئے بے حد اہم تھی لہٰذا اُس کی طرف توجہ دینی پڑی۔ ورنہ ہم تو اُن چاروں ممالک کے ذمے دار افراد کو مریخ پر پہنچانے کے انتظامات میں لگے ہوئے تھے اور ہماری آبدوز کئی ماہ سے بحیرۂ عرب اور بحیرۂ روم کے چکر لگا رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ لگے ہاتھوں تمہیں بھی بلوا لیا جائے۔ اس کے لئے وان بروف کو خصوصی ہدایات دی گئی تھیں۔"

"باؤل دے سوف کی تمہارے نزدیک کیا اہمیت ہے۔"

"یہ نہیں بتاسکتی۔"

"اور اتنی نادر و نایاب پینٹنگ نذر آتش کردی گئی۔"

"خدشہ تھا کہ وہ پھر کسی کے ہاتھ لگ جائے گی۔ ان ساری باتوں میں کیا رکھا ہے۔ اب جو کچھ کہہ رہی ہوں اُسے غور سے سنو....!"

"ہر بات غور سے سنتا رہا ہوں.... کہتی رہو....!"

"جو شخص.... میری تاک میں ہے وہ زیرو لینڈ کا غدار نہیں ہے۔ اس لئے میں اُسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کرسکتی۔"

"تمہاری تاک میں بھی ہے اور زیرو لینڈ سے غداری بھی نہیں کررہا۔ بات سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"مجھ سے ذاتی پرخاش رکھنے والے زیرو لینڈ کے غدار نہیں ہوسکتے۔"

"وہ تم سے کیا چاہتا ہے....؟"

"میرا خاتمہ.... تاکہ میری آڑ میں.... خود سب سے بڑا بن سکے۔ کیونکہ یہاں میرے احکام دوسروں تک وہی پہنچاتا ہے۔"

"لیکن تم.... اُس کے سر پر اس طرح مسلط رہتی ہو۔"

"بس طریق کار ہے۔ الفانسے کی غداری کے بعد سے میں نے یہی طریق کار اختیار کیا ہے کہ اُن میں شامل بھی رہوں اور انہیں نظر بھی نہ آؤں۔"

"کیا تمہارا دشمن ان ہی دونوں میں سے کوئی تھا۔ جنہوں نے مجھے کنفیشن چیئر پر بٹھایا تھا۔"

"ہاں.... وہی جس کی مونچھوں کے اوپر دائیں جانب سرخ رنگ کا بڑا سا تل ہے۔"

"اچھا.... اچھا.... صورت سے تو ایک بے حد نرم دل ڈاکٹر معلوم ہو رہا تھا۔"

"انتہائی کینہ توز اور مکار آدمی ہے۔ ہولڈن نام ہے۔"

"تو تم یہ چاہتی ہو کہ میں اُسے قتل کردوں....؟"

"ہاں.... میں یہی چاہتی ہوں....!"

"تو پھر اُسے اور مجھے زمین پر بھیج دو.... اور اُسی یونٹ کی سربراہی اُسے سونپ دو جو میرے ملک میں ہے۔ میں اُسے مار ڈالوں گا۔"

"اتنا لمبا راستہ کیوں اختیار کیا جائے؟ یہیں کیوں نہ ختم کردو....؟"

"اصول کی بات ہے.... تم خود اُسے اس لئے نہیں مار سکتیں کہ تم نے زیرو لینڈ کے وفاداروں پر ہاتھ نہ اٹھانے کی قسم کھا رکھی ہے اور میں کسی ایسے آدمی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا جس پر

ہاتھ اٹھانے کا جواز نہ ہو۔“

”جواز تو یہاں بھی پیدا کیا جاسکتا ہے۔“

”وہ کس طرح....؟“

”وہ تم پر قاتلانہ حملہ کرے اور تم اُسے مار ڈالو....!“

”اس کے بعد کیا ہوگا....؟“

”تمہیں دوسروں سے بچا کر زمین پر پہنچا دینا میرا کام ہوگا....!“

”مجھے اس مسئلے پر غور کرنے کے لئے کل شام تک کی مہلت دو اور ہاں جوزف کو کیوں پریشان کیا جارہا ہے....؟“

”میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا اس کے سلسلے میں ضرور کوئی قدم اٹھایا جائے گا۔ ویسے مطمئن رہو صرف میڈیکل چیک اپ اُسی طرح ہوگا جس طرح میں نے کہا تھا۔“

”خواہ مخواہ....!“

”مجبوری ہے...انہیں سنانے کے لئے جوزف کے بارے میں بھی اظہارِ خیال کرنا ہی پڑا تھا۔“

”اس میک اپ میں بحیثیت میڈیلینا تمہاری کیا پوزیشن ہے....؟“

”ہولڈن کے برابر کا درجہ رکھتی ہوں۔“

”کیا....اُسے علم نہ ہوگا کہ تم....مجھے باہر لے آئی ہو....؟“

”وہ جانتا ہے لیکن میرے معاملات میں مداخلت کرنے کا حق نہیں رکھتا۔“

”اگر اس وقت بھی چھپ کر تمہاری نگرانی کر رہا ہو تو....؟ کسی ذریعے سے ہماری گفتگو اُس تک بھی پہنچ رہی ہو تو کیا ہوگا....؟“

”ایک فرلانگ کے دائرے میں اگر ہمارے علاوہ کوئی بھی موجود ہوگا تو مجھے فوراً علم ہو جائے گا۔“

”مجسم ریسیور ہو رہی ہو....؟“

”مجھے ہر وقت جاگتے رہنا پڑتا ہے۔“

”خواہ مخواہ اپنی جان کو یہ روگ لگا رکھا ہے۔ گھر بساؤ اور خاندان بڑھاؤ۔“

”تم بھی یہی کیوں نہیں کرتے....؟“

”میں تو قلندر ہوں....!“

”تم صرف مسخرے ہو....!“

”مریخ پر مسخرا....کسی ناول کا عنوان بن سکتا ہے....ارے ہاں تم وہ اپنا ٹھنڈا سورج کہاں رکھتی ہو....؟“

”یہیں سے اُس کے ذرات ٹرانسمٹ کئے جاتے ہیں....اور زمین تک پہنچتے پہنچتے وہ ایک چمکدار کرہ کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔“

”مجھے وہ جگہ دکھاؤ جہاں سے اُسے ٹرانسمٹ کیا جاتا ہے۔“

”پہلے تم میرا کام کرو....اس کے بعد تمہاری ہر خواہش پوری کردی جائے گی۔“

”میرے پاس کوئی حربہ نہیں ہے....کم از کم ایک الیکٹروگس ہی فراہم کردو....!“

”اس مسئلے پر بھی اب کل ہی بات ہوگی۔ تم نے کل شام تک کی مہلت مانگی ہے نا؟ چلو اب واپس چلیں۔“

وہ ٹہلتے ہوئے عمارت سے تقریباً نصف میل دور نکل آئے تھے۔ میڈیلینا واپسی کے لئے مڑی۔

”ہاں....یہ لو....!“ اُس نے کوئی وزنی سی چیز عمران کے ہاتھ میں تھما دی۔

”یہ کیا ہے....؟“ عمران نے پوچھا۔

”چاقو....بٹن دبانے سے پھل باہر نکل آتا ہے۔“

”بس....چاقو....!“

”مجھے علم ہے کہ تم اس میں اتنے طاق ہو کہ سنگ ہی جیسے ماہرین کے مقابل آ سکتے ہو۔“

”الکٹروگس کیوں نہیں....؟“

”ہم اپنا ایسا کوئی حربہ بخوشی کسی کو نہیں دے سکتے کیونکہ یہ بھی زیرولینڈ سے غداری کے مترادف ہوگا۔“

”اس خدشے کے تحت کہ کہیں وہ عام نہ ہو جائے۔“

”ہاں....یہی بات ہے۔“

”زیرولینڈ کے نہ جانے کتنے راز میرے سینے میں دفن ہیں۔ ایک عدد الکٹروگس سمیت جو شوگر بینک پر میرے ہاتھ لگا تھا۔ مجھے تو صرف اس وقت تم لوگوں کی طرف توجہ دینی پڑتی ہے جب میرے ملک میں تمہاری سرگرمیاں منظر عام پر آنے لگتی ہیں۔“

”اس کے باوجود بھی ہماری سرگرمیاں تم لوگوں کے خلاف نہیں ہوتیں۔ ہم صرف اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔“

"تمہاری موجودگی تو غیر قانونی ہوتی ہے۔"

وہ گفتگو کرتے ہوئے آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دفعتاً میڈیلینا رک گئی۔

"کیا بات ہے....؟" عمران نے پوچھا۔

"ٹھہرو.... ایک سے زیادہ افراد....!"

"کیا مطلب....؟"

"پوائنٹر پر ایک سے زیادہ افراد کی موجودگی کا اشارہ موصول ہوا ہے اور وہ ہم سے بہت زیادہ دور نہیں ہیں۔"

مریخ کی مکڑیاں نہ ہوں....!"

"نہیں.... اُن کی موجودگی کا اشارہ اس سے مختلف ہوتا ہے۔ اسی لئے چلتے رہو۔ لیکن ہوشیار رہنا۔ ہولڈن کسی تیندوے کی طرح حملہ آور ہوتا ہے۔"

"میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ مریخ ہی پر رہ پڑوں۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ دونوں آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھتے رہے۔

پھر اچانک تھریسیا وہ راستہ چھوڑ کر بائیں جانب مڑتی ہوئی آہستہ سے بولی۔ "تم سیدھے چلتے جاؤ....!" اور پھر قبل اس کے کہ عمران وجہ پوچھتا وہ اندھیرے میں مدغم ہو گئی۔ عمران چلتا رہا۔

"ٹھہر جاؤ....!" دفعتاً کسی قدر فاصلے سے آواز آئی۔ "ورنہ فائر کر دیا جائے گا....!" عمران جہاں تھا وہیں رک گیا۔ دوسرے ہی لمحے اُس پر ٹارچ کی روشنی پڑی.... اور اُس نے دیکھا کہ یہ ٹارچ رائفل کی نال سے منسلک تھی۔

"تم باہر کیسے آئے....؟" اس سے سوال کیا گیا۔

"اندر گھٹن محسوس کر رہا تھا۔" عمران نے جواب دیا۔

"تمہارے ساتھ اور کون ہے....؟"

"میڈیلینا تھی.... مجھے یہیں رکنے کا کہہ کر ابھی کہیں چلی گئی ہے۔"

"لیکن تم رکے ہوئے تو نہیں تھے۔ چل رہے تھے۔"

"اچانک خوف محسوس ہوا اور میں عمارت کی طرف چل پڑا۔ پتہ نہیں وہ واپسی میں کتنی دیر لگا دے۔"

"اچھا تو چلو....!"

پھر ایک ٹارچ اور روشن ہوئی اور اندھیرے میں اِدھر اُدھر چکرانے لگی۔ عمران عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ لیکن اب وہ اندھیرے میں راستہ طے نہیں کر رہا تھا۔ عقب سے ٹارچ کی روشنی مسلسل رہنمائی کر رہی تھی۔ لیکن عمارت میں داخل ہو جانے کے بعد اُسے جیمسن والے کمرے میں جانے سے روکا گیا۔

"اُدھر....!" اُس کے عقب میں چلنے والے نے دائیں جانب والی راہداری میں چلنے کو کہا۔

عمران خاموشی سے اُدھر مڑ گیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد اُسے روکا گیا تھا۔

"کیا یہ کسی قسم کی ورزش ہے....!" عمران بھنا کر بولا۔

"اس دروازے میں....!" رائفل کی نال سے اشارہ کیا گیا۔

عمران دروازے سے گزرا ہی تھا کہ وہ بند ہو گیا۔ اور یہ کوئی کمرہ نہیں تھا بلکہ لفٹ تھی اور نیچے جا رہی تھی۔ اُسے یہاں تک پہنچانے والا باہر ہی رہ گیا تھا۔

کچھ دیر بعد لفٹ رکی اور دروازہ کھل گیا۔ یہاں بھی ایک آدمی موجود تھا جس نے اُسے باہر آنے کا اشارہ کیا۔

اس مرحلے سے گزر کر وہ ایک بہت بڑے ہال میں پہنچا جہاں ہولڈن شاید اُسی کا منتظر تھا۔ اس بار عمران نے اُس کا بغور جائزہ لیا۔ آنکھوں کی بناوٹ سے سفاک اور سرد مہر آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"مسٹر عمران....! یہ کیا حماقت تھی....؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"کس حماقت کا ذکر کر رہے ہو....؟" عمران نے احمقانہ انداز میں سوال کیا۔

"کیا تمہیں کسی نے نہیں بتایا تھا کہ یہاں اس طرح تنہا نکل جانا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے؟"

"میں تنہا نہیں تھا.... مجھے میڈیلینا لے گئی تھی۔"

"کیوں....؟ مسٹر عمران....!"

"میں نے اس سے کہا تھا کہ میں مریخ کی رات بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن وہ تو تمہارے ساتھ نہیں تھی۔"

"بس وہ مجھے وہیں رکنے کو کہہ کر کسی طرف گئی تھی کہ ان لوگوں نے مجھے گھیر لیا۔"

"ہوں....!" اُس نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو جنبش دی اور تھوڑی دیر عمران کی آنکھوں میں دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔ "وہ چاروں زمین پر واپس بھیج دیئے گئے۔"

"مجھے معلوم ہے.... میڈیلینا نے بتایا تھا۔"

"کیا یہ نہیں بتایا کہ تمہیں کیوں روکا گیا ہے....؟"

"میں نے پوچھا ہی نہیں تھا....!"

"کیوں نہیں پوچھا تھا....؟"

"میں جانتا ہوں کہ میری واپسی ناممکن ہے۔"

"کیوں مسٹر عمران....؟"

"میری وجہ سے تمہاری تنظیم کو جو نقصانات پہنچے ہیں انہی کی بناء پر۔!"

"اس کے باوجود بھی تم مطمئن نظر آتے ہو۔"

"یہ میری عادت ہے....!"

"اور تم زندہ بھی رہنا چاہتے ہو....؟"

"کون نہ چاہے گا....؟"

"تو پھر اس کی ایک ہی صورت ہے۔"

"میں سن رہا ہوں۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"لیکن شاید دلچسپی نہیں لے رہے۔"

"اپنی جان بچانے سے کسے دلچسپی نہیں ہوتی۔"

"اچھا تو پھر مجھے یہ بتادو کہ میڈیلینا تم میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہے....؟"

"ارے وہ....!" عمران احمقانہ انداز میں ہنس پڑا۔

"سنجیدگی اختیار کرو مسٹر عمران.... یہ تمہاری اپنی زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

"دراصل میں اس کے دلچسپی لینے والی بات پر ہنسا تھا۔ ایسی ہی دلچسپی اُس نے مسٹر روجر فرینکلن میں بھی لی تھی بلکہ کچھ زیادہ ہی لے ڈالی تھی۔"

"یہ بات نہیں ہے مسٹر عمران.... تمہارے معاملے میں وہ سنجیدہ معلوم ہوتی ہے۔"

"ہوگی بھئی.... مجھے تو کچھ بھی نہیں محسوس ہوا۔"

"کیا وہ ٹی تھری بی ہو سکتی ہے....؟"

"میرا خیال ہے ٹی تھری بی کوئی سیاہ فام عورت نہیں ہو سکتی اور پھر یہ تم کہہ رہے ہو، مجھے حیرت ہے۔"

"وہ میک اپ بھی ہو سکتا ہے۔"

"پورے جسم کا میک اپ میرے لئے نئی چیز ہے۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"اُس کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا.... لیکن....!"

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن جملہ پورا نہ ہو سکا کیونکہ ایک عورت چیختی ہوئی ہال میں داخل ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بے حد خوفزدہ ہو۔ پھر ایک قد آور آدمی دکھائی دیا۔ جس کے ہاتھ میں بید تھا۔ شاید وہ اُس سے خوفزدہ ہو کر چیخ رہی تھی۔ وہ بید اٹھائے ہوئے اُس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"بچاؤ.. بچاؤ..!" عورت چیختی ہوئی اُنکی طرف آئی۔ "خدا کیلئے مجھے بچاؤ۔" وہ بلبلا کر بولی۔

"یہ کیا ہے....؟" عمران نے تلخ لہجے میں ہولڈن سے پوچھا۔

"ان کا ذاتی معاملہ ہے۔" ہولڈن نے لاپرواہی سے کہا۔ "یہ اس کی بیوی ہے۔"

دیوپیکر آدمی بید اٹھائے ہوئے عمران کے سامنے آکھڑا ہوا اور اس سے بولا۔ "تم ہٹ جاؤ۔"

"ہر چند کہ بیویاں اسی قابل ہوتی ہیں۔" عمران سر اٹھا کر بولا۔ "لیکن مردوں کو صرف سوچ کر رہ جانا چاہئے۔"

"میں کہتا ہوں ہٹ جاؤ.... سامنے سے۔" وہ زور سے دھاڑا۔

"ہٹ جاؤ.... مسٹر عمران....!" ہولڈن نے کہا۔ "ہمارے قوانین کے مطابق زن و شوہر کے معاملات میں کوئی تیسرا دخل اندازی نہیں کر سکتا۔"

"اور میرے ساتھ میرا قانون چلتا ہے۔ یہ عورت میری پناہ میں ہے۔ یہ مجھ سے کہہ رہی ہے کہ میں اسے بچاؤں۔"

"تو پھر مسٹر عمران اگر تم.... اس کے ہاتھوں مارے بھی جاؤ تو میں کچھ نہ کر سکوں گا۔ یہی ہمارا قانون ہے۔"

"بس تو اب اپنے اور میرے قوانین کو ٹکرانے دو۔ بھلا مریخ پر میرے خون کا کون دعویدار ہو سکتا ہے۔"

ہولڈن نے غضب ناک شوہر سے کہا۔ "یہ تمہاری بیوی کا حمایتی ہے۔ تمہارے آپس کے معاملے میں دخل اندازی کر رہا ہے۔ لہٰذا تم جو مناسب سمجھو کر سکتے ہو۔"

"پہلے میں.... اسے ہی ختم کروں گا۔" غضب ناک شوہر غرایا۔ "اسی بید سے مار ڈالوں گا۔"

"تمہاری مرضی....!" ہولڈن نے لاپرواہی سے کہا۔

"لیکن ایک بات۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اگر یہ میرے ہاتھوں مارا گیا تو کیا ہوگا....؟"

"کچھ بھی نہیں....!"

"یعنی تمہارے قانون کے مطابق یہ کوئی جرم نہ ہوگا۔"

"ہرگز نہیں.... ڈوئل ہمارے یہاں قانونی حیثیت رکھتا ہے۔"

"تو پھر میرے لئے بھی ایک بید فراہم کیا جائے۔"

"یہ ناممکن ہے.... تمہارے پاس جو حربہ ہو تم اس سے اپنا بچاؤ کر سکتے ہو۔"

"اور اگر کوئی حربہ نہ ہوا تو پھر....؟"

"تو پھر تمہارا مقدر.... مسٹر عمران.... خالی ہاتھ لڑو.... ہم کوئی چیلنج کشتی تو کرا نہیں رہے کہ تمہارے لئے بھی بید مہیا کریں۔"

"خیر خالی ہاتھ ہی سہی.... اپنی زندگی میں تو اس عورت کو پٹنے نہیں دوں گا۔ خواہ یہ دس بار اس کی بیوی ہو۔"

"پھر سوچ لو.... تم خواہ مخواہ مداخلت کر رہے ہو۔" ہولڈن نے کہا۔

عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ اُسے مار ڈالنے کے لئے یہ ڈرامہ اسٹیج کیا گیا ہے۔ کیونکہ تھریسیا کے بیان کے مطابق اُس کی سزائے موت کے فیصلے پر اُس وقت تک عمل نہیں کیا جا سکتا تھا جب تک کہ تھریسیا اُس کی توثیق نہ کر دیتی۔

"میں نے سوچ لیا ہے۔" عمران نے کہا اور دیوزاد سے بولا۔ "ہال کے وسط میں چلو۔"

وہ سر ہلا کر دوسری طرف مڑ گیا اور عمران نے ہولڈن سے کہا۔ "جب تک میں مار نہ لیا جاؤں اس عورت کو تمہاری پناہ میں دیتا ہوں۔"

"مجھے منظور ہے۔" ہولڈن بولا اور پھر چیخ کر عورت سے کہا۔ "تم اب یہاں کیوں کھڑی ہو؟ دفع ہو جاؤ۔"

وہ دوڑتی ہوئی ہال سے نکل گئی۔ دیو پیکر آدمی نے ہال کے وسط میں پہنچ کر عمران کو للکارا۔

"میں آ رہا ہوں.... فکر مت کرو۔" عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ اس پہاڑ کے سامنے وہ بونا لگ رہا تھا۔

"شائیں....!" بید والا ہاتھ گھوما اور عمران اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن یہ فاصلہ ایک سیکنڈ

کے لئے بھی برقرار نہ رہ سکا۔ دیو پیکر آدمی نے اتنی پھرتی سے دوسرا حملہ کیا تھا کہ عمران متحیر رہ گیا۔ اس ڈیل ڈول والے سے ایسی پھرتی کے مظاہرے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ بہرحال عمران کو اندازہ ہو گیا کہ ذرا سی چوک بھی مار کھلوا سکتی ہے۔ اُدھر ہولڈن بہ آواز بلند کہہ رہا تھا۔

"یہ مقابلہ اس وقت تک جاری رہے گا مسٹر عمران جب تک تم میں سے کوئی مر نہ جائے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اُس نے تیسرا حملہ بچایا تھا۔ چوتھے حملے پر عمران نے ایک بید کھا کر خود بھی ایک لات اُس کے پیٹ پر جڑ دی۔ لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ وہ تو اُسے اُس کی جگہ سے ہلا بھی نہ سکا تھا۔ ایک ایسی لات ضائع ہوئی تھی جو کسی پہلوان کے قدم بھی اکھاڑ دیتی لیکن عمران کو ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اُس کی لات سیمنٹ کی بوری پر پڑی ہو۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو....!" ہولڈن ہاتھ اٹھا کر بولا۔

عمران کا حریف جہاں تھا وہیں رک گیا۔ عمران نے بھی دم لینے کے لئے اس موقع کو غنیمت جانا اور رک کر ہولڈن کی طرف دیکھنے لگا۔ ہولڈن نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ "مسٹر عمران ابھی تم نے فری اسٹائل کشتی کا ایک داؤ آزمایا تھا۔ اس لئے کیوں نہ فری اسٹائل کشتی ہی ہو جائے۔ جلد فیصلہ ہو جائے گا۔"

"تم بار بار نئی تجویزیں کیوں پیش کر رہے ہو۔ اُسے بید چلانے دو۔" عمران بولا۔

"تم اچھل کود کر بید کی زد سے بچ جاتے ہو۔ اسی طرح اسے دوڑاتے رہو گے۔ میں جلد فیصلہ چاہتا ہوں۔"

فری اسٹائل کشتی خطرناک ثابت ہوتی کیونکہ عمران کا مقابل اُس کے وزن کا دوگنا ضرور ہوگا۔ اگر ایک بار بھی اُس کی گرفت میں آ جاتا تو شاید چھٹکارا مشکل ہو جاتا۔ ذرا دیر کو اُس کی آنکھوں میں تردد کے سائے لہرائے تھے پھر وہ لاپرواہی سے بولا تھا۔ "اچھی بات ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ۔"

"کیا شرط ہے مسٹر عمران....؟" ہولڈن نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"پھر میں بھی جس طرح چاہوں گا اسے مار ڈالوں گا۔"

"کیا مطلب....؟"

"تم دیکھ ہی رہے ہو کہ یہ پہاڑ ہے اور میں....!"

"اچھا.... اچھا.... ٹھیک ہے.... مسٹر عمران تم جس طرح بھی چاہو اسے مار ڈالنا۔" وہ ہنس کر بولا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

دیو پیکر حریف نے بید ایک طرف فرش پر ڈال دی اور عمران پر حملے کے لئے گھات لگانے لگا۔ عمران اس چکر میں تھا کہ اُس کی پہنچ سے دور ہی رہ کر اُسے کسی طرح گرانے کی کوشش کرے کیونکہ پہلے ہی ایک لات رسید کر کے اُس کی قوت اور حاضر دماغی کا اندازہ لگا چکا تھا.... اور اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر ایک بار بھی اُس کی گرفت میں آ گیا تو گلو خلاصی ناممکن ہو جائے گی۔

دفعتاً حریف نے اُس پر چھلانگ لگائی اور عمران ترچھا ہو کر خود ہی فرش پر لوٹ لگا گیا۔ حریف منہ کے بل فرش پر چلا آیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ ٹیک کر پھرتی سے اٹھ بیٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن اُس سے پہلے ہی عمران کے جوتے کی نوک اُس کی کنپٹی پر پڑی۔

یہ ضرب ایسی تھی کہ ہاتھی کو بھی بے ہوش کر دیتی لیکن وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ البتہ اُس کے انداز سے ایسا لگتا تھا جیسے اُسے کچھ سجھائی نہ دے رہا ہو۔ دونوں ہاتھ اس طرح پھیل گئے تھے جیسے کوئی اندھا سہارے کے لئے ادھر اُدھر کوئی دیوار ٹٹول رہا ہو۔

اسی عالم میں عمران نے اٹھ کر اس کے سینے پر ایک فلائنگ کک رسید کی وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ اُس کا سر زور دار آواز کے ساتھ فرش سے ٹکرایا تھا۔ اس بار عمران نے اُس پر چھلانگ لگائی اور سینے پر سوار ہو کر گلا گھونٹنے لگا۔

"خبردار.... ہٹ جاؤ.... ورنہ گولی ماردوں گا۔" عقب سے ہولڈن کی آواز آئی۔ لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے پستول نکال لیا ہے۔ حریف کی گردن پر اُس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور اس پر سے اٹھتے اٹھتے عمران نے پتلون کی جیب سے میڈیلینا کا دیا ہوا چاقو نکال لیا۔ بٹن دبتے ہی اُس کا پھل دستے سے باہر آ گیا اور پھر وہ چاقو عمران کی گرفت سے نکل کر فضا میں تیرتا ہوا ہولڈن کی گردن میں پیوست ہو گیا۔ اسی وقت ہولڈن کے پستول سے بھی ایک گولی چلی لیکن نشانے پر نہ بیٹھ سکی کیونکہ فرش پر گرتے وقت اس کا ہاتھ چھت کی طرف اٹھ گیا تھا۔ پھر پستول کو چھوڑ کر اُس نے اپنی گردن سے چاقو کھینچ نکالنا چاہا۔ لیکن اُس سے پہلے ہی عمران کی گرفت چاقو کے دستے پر مضبوط ہو چکی تھی۔ چاقو کا پھل دستے تک گردن میں اتر گیا.... اور دوسرے جھٹکے میں نرخرے کو کاٹتا ہوا گردن سے باہر بھی آ گیا۔ خرخراہٹ کے ساتھ خون کا فوارہ چھوٹنے لگا تھا۔

اُدھر دیو پیکر حریف دھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا لیکن شاید ابھی تک اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ عمران نے ہولڈن کا پستول اٹھایا اور نہایت اطمینان سے اس کی پیشانی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔

عین اسی وقت ہال میں اندھیرا چھا گیا۔ کچھ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی سنائی دیں اور عمران بڑی پھرتی سے قریبی دیوار سے جا لگا۔ وہ کچھ نہیں جانتا تھا کہ اب کیا ہو گا؟ میڈیلینا کا دور دور پتہ نہیں تھا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟" کسی نے اونچی آواز میں پوچھا۔ پھر دوسری آواز آئی۔ "فیوز بکس دیکھو۔"

عمران کے ایک ہاتھ میں چاقو تھا اور دوسرے میں پستول لیکن لاحاصل۔ وہ تو اس اندھیرے سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ کدھر جاتا۔ برقی نظام کے تحت کھلنے اور بند ہونے والے دروازوں کے آپریشن سوئچ کہاں تلاش کرتا۔ تو گویا اب وہ اتنی ہی دیر کے لئے محفوظ تھا جب تک کہ ہال میں دوبارہ روشنی نہ ہو جاتی۔

اچانک کسی نے اُس کا بازو پکڑ کر سرگوشی کی۔ "چپ چاپ چلے آؤ میرے ساتھ۔"

وہ تو اس سے پہلے ہی میڈیلینا کے لباس کی مخصوص خوشبو محسوس کر چکا تھا۔ ورنہ چاقو والا ہاتھ کبھی کا گھوم گیا ہوتا۔

وہ اُس کا بازو تھامے دیوار ہی سے لگی ہوئی چلنے لگی۔ عمران بڑی احتیاط سے چل رہا تھا۔ ایسے حالات میں بھی اُس کا ذہن اس مسئلے سے الجھا ہوا تھا کہ آخر یہ عورت کیا کر رہی ہے؟ اور حقیقتاً اُس کا مقصد کیا ہے....؟"

"ذرا سنبھل کر!" کچھ دور چلنے کے بعد میڈیلینا نے سرگوشی کی۔ "یہاں سے زینے شروع ہوتے ہیں.... رک جاؤ.... بس دایاں پیر احتیاط سے آگے بڑھاؤ۔ میں دو زینے اتر گئی ہوں.... بس بس.... ٹھیک....!"

تین زینے اُترنے کے بعد عمران نے دروازے کے سرکنے کی آواز سنی تھی۔ شاید زینوں والا راستہ مسدود کر دیا تھا۔ وہ خاموشی سے زینے اترتا رہا۔ سطح زمین پر پہنچنے کے بعد پھر کسی دروازے کے بند ہونے کی آواز سنائی دی تھی۔

عمران نے اس دوران میں پستول اور چاقو کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا تھا۔ زینے طے کرتے وقت پستول تو جیب میں ڈال لیا۔ لیکن چاقو کو بدستور ہاتھ ہی میں رکھا۔

"اگر تم تھکن محسوس کر رہے ہو تو ذرا دیر کو بیٹھ جاؤ۔" میڈیلینا نے کہا۔ اس بار وہ اونچی آواز میں بولی تھی۔

"شکریہ! ویسے یہ ایک خطرناک کھیل تھا۔" عمران نے کہا اور وہیں بیٹھ گیا۔

"لیکن مجھے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد تھا۔"

"وہ دیوزاد مفت میں مارا گیا۔"

"اُسے یہاں کوئی بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ ہولڈن کا دست راست تھا۔"

"باہر تم مجھے چھوڑ کیوں بھاگی تھیں؟"

"تم سے الگ رہ کر تمہاری حفاظت کرنا چاہتی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ٹھیک اُس وقت تمہارے پاس کیسے پہنچ سکتی تھی جب تمہیں میری ضرورت تھی؟"

"جوزف کہاں ہے؟" عمران نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"محفوظ ہے.... اُسے بھی عمارت سے نکال دیا گیا ہے.... اور اب جیمو جھینگے کو بھی لے جاؤ۔ تب یہاں کا انچارج کچھ اس طرح اپنی رپورٹ مرتب کرے گا کہ یہاں ہنگامہ برپا کرنے کے بعد جیمسن کی مدد سے فرار ہو گئے۔"

"مریخ سے؟" عمران نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"خدا کی پناہ! ہر وقت تمہارا ذہن جاگتا رہتا ہے۔"

"آخر تم اتنی بدحواس کیوں ہو رہی ہو؟"

"تم یہیں ٹھہرو! میں ابھی آئی۔ یہاں سے ہلنا بھی نہیں۔"

وہ اُسے اندھیرے میں چھوڑ کر چلی گئی لیکن دوبارہ واپسی میں دیر نہیں لگائی تھی.... اور اس بار عمران نے کئی قدموں کی چاپیں سنیں۔

"یہ دونوں بھی آ گئے۔ اب اٹھو۔" وہ اُس کے قریب پہنچ کر بولی۔ "فی الحال ایک غار میں تمہیں قیام کرنا پڑے گا اور پھر کل ٹرانسمٹ کر دیئے جاؤ گے۔" عمران کچھ نہ بولا۔

محدود روشنی والی ٹارچ کے سہارے وہ راستہ طے کرتے رہے۔ یہ ایک تنگ سا پہاڑی درہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ چلتے رہے.... درے سے گزر کر انہیں پھر چڑھائی پر چلنا پڑا.... یہ سفر خاموشی سے طے ہو رہا تھا۔ میڈیلینا ٹارچ لئے آگے آگے چل رہی تھی۔ عمران اُس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا پھر جیمسن اور جوزف تھے۔

بالآخر وہ ایک غار تک جا پہنچے اور عمران نے میڈیلینا سے پوچھا۔ "کیا اندھیرے ہی میں پڑے رہیں گے۔"

"نہیں.... یہاں روشنی کا انتظام ہو سکے گا کیونکہ یہ روشنی باہر سے نہ دیکھی جا سکے گی اور تم

لوگ میری عدم موجودگی میں باہر نکلنے کی کوشش مت کرنا۔"

پھر اُس نے ایک بڑا سا کاربائیڈ لیمپ روشن کر دیا تھا جو وہاں پہلے ہی سے موجود تھا۔ میڈیلینا چلنے لگی تو عمران بھی اُسکے ساتھ ہی غار کے دہانے کیطرف بڑھتا ہوا بولا۔ "تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

"ضرور کرو۔" وہ غار کے دہانے کے قریب رکتی ہوئی بولی۔

عمران نے ہنس کر کہا۔ "دو طرفہ مار کرنے کی ماہر ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"ہولڈن نے تمہارے متعلق مجھ سے جو سوالات کئے تھے وہ رٹے رٹائے مکالموں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے تھے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"اُسے شبہ تک نہیں تھا کہ تم تھریسیا ہو۔ لیکن تم اُس کی موت چاہتی تھیں اور وہ مجھے مار ڈالنا چاہتا تھا اور اس کی تدبیر تم ہی نے سجھائی تھی۔ حفاظت خود اختیاری کے تحت یا اپنے کسی اور آدمی کی جان بچانے کے لئے وہ مجھے مار سکتا تھا۔ تمہاری تنظیم کا قانون ایسی صورت میں اُس سے باز پرس نہ ہوتا اگر یہ بات نہ ہوتی تو اتنے نپے تلے انداز میں وہ میرے ہاتھوں نہ مارا جاتا۔ چونکہ اسکیم خود تمہاری مرتب کردہ تھی اس لئے تم مجھے نکال لے جانے کے لئے ٹھیک وقت پر صحیح جگہ پہنچ سکیں۔"

"کیا مجھ سے ایسی بکواس کرتے وقت تمہیں خوف نہیں محسوس ہوتا؟" میڈیلینا تیز لہجے میں بولی۔

"بس یہ جتانا تھا کہ تم اس معاملے میں بھی مجھے بے وقوف نہیں بنا سکیں اور دوسری بات یہ کہ میں نے مریخ ہی پر رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"زیادہ ہاتھ پیر نہ پھیلاؤ ورنہ مارے جاؤ گے اور ہاں وہ چاقو اب مجھے واپس کر دو۔"

"یہ کیا بات ہوئی، کچھ تو رہنے دو میرے پاس۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تم پر حملہ کر بیٹھوں گا۔"

"جہنم میں جاؤ....!" کہتی ہوئی وہ غار کے دہانے سے نکل گئی۔ عمران اُن دونوں کے پاس واپس آ گیا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے یور میجسٹی؟" جیمسن نے پوچھا۔

"گورنری سے برطرف کر دیئے گئے ہو۔ اب پھر وہی جمن کے جمن۔"

"میں نہیں سمجھا؟"

"اگر ممکن ہوا تو میرے ساتھ جاؤ گے۔"

"یعنی ہم سب ساتھ ہی ٹرانسمٹ ہوں گے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب تھریسیا پر اعتماد کرے یا نہ کرے۔ جس طرح دو طرفہ سازش کر کے اُس سے ہولڈن کو ختم کرایا تھا اُسی طرح معلوم نہیں اب اُن کے لئے کس قسم کا جال تیار کر رہی ہو.... نہیں وہ اپنے مریخ والے اسکینڈل کا راز فاش نہیں ہونے دے گی۔ اس حد تک اُس پر اعتماد نہیں کر سکے گی.... اور خود اُس کا کیا فرض ہوگا؟ کیا وہ ساری دنیا کو اس تنظیم کے ہاتھوں بلیک میل ہونے دے گا؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اُس کے ذہن نے جواب دیا۔

اُس نے دونوں کو غار سے نکل چلنے کا اشارہ کر کے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔ یعنی وہ چپ چاپ نکل چلیں۔ دونوں نے تعمیل کی تھی۔ غار سے نکل کر عمران نے نیچے جانے کی بجائے چڑھائی ہی پر چڑھتے چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ دونوں خاموشی سے اُس کی تقلید کرتے رہے تھے۔ آخر جیمسن کا دم گھٹنے لگا اور اُس نے آہستہ سے کہا۔ "یہ سیاہ فام عورت اتنی ہمدرد کیوں ہو گئی ہے؟"

عمران چلتے چلتے رک گیا اور اُس کی طرف مڑے بغیر سوال کیا۔ "اُس نے تم سے کیا کہا تھا؟"

"یہی کہ مجھے بھی آپ دونوں کے ساتھ ٹرانسمٹ کیا جائے گا اور وہ مجھے عمارت کے ایک تہہ خانے میں لے گئی تھی۔"

"تم اور جوزف کس طرح یکجا ہوئے تھے؟"

"یہ اُس تہہ خانے میں پہلے سے موجود تھا۔"

"تم اُس تہہ خانے میں کیسے پہنچے تھے جوزف؟" عمران نے سوال کیا۔

"مجھے تو وہ سفید بندریا سیدھی وہیں لے گئی تھی اور بند کر دیا تھا۔ کہنے لگی کہ یہاں شراب کسی طرح بھی نہیں پہنچ سکے گی۔ پھر میں وہاں تنہا رہ گیا۔"

"پھر ہم دونوں کو آپ تک پہنچا دیا۔" جیمسن نے کہا۔

"یہی سب سے بڑی غلطی کی تھی۔" عمران غصیلے لہجے میں بولا اور پھر چل پڑا۔

"لیکن شاید ہمیں اسی غار سے ٹرانسمٹ کیا جاتا؟" جیمسن نے کہا۔

"میں مریخ ہی پر رہنا چاہتا ہوں۔" عمران بولا۔ "اسی لئے غار سے نکل بھاگا۔"

"تو بھاگ کر اوپر کیوں چڑھے جا رہے ہیں؟"

"اُسے دھوکے میں رکھنے کے لئے۔" عمران نے جواب دیا۔ "بھاگنے والے عموماً ایسا راستہ اختیار کرتے ہیں کہ بھاگتے ہی چلے جائیں۔"

"میں نہیں سمجھا؟"

"پہاڑ کی چوٹی سے ہم آسمان پر چھلانگ نہیں لگا سکیں گے۔ اتنی عقل وہ بھی رکھتی ہے۔ لہٰذا ہمیں نیچے ہی تلاش کیا جائے گا۔"

"بات تو ٹھیک ہے باس! لیکن اگر ہم بھوکوں مر گئے تو....؟"

"خاموشی سے چلتے رہو۔"

سردی شدید تھی لیکن جس محنت شاقہ سے وہ دوچار تھے اُس نے سردی کے احساس کو بڑی حد تک کم کر دیا تھا۔

آخر کار وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے آسمان ہی کی طرف چھلانگ لگائی جا سکتی تھی۔ یعنی یہ اس جگہ کی انتہائی بلندی تھی۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد انہیں یہیں سر چھپانے کو ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں بارش سے بھی محفوظ رہ سکتے تھے۔ یہ ایک چھوٹا سا قدرتی سائبان تھا۔ عمران نے ان دونوں سے کہا کہ اگر وہ سونا چاہیں تو سو سکتے ہیں۔ وہ خود جاگتا رہے گا۔

اور پھر وہ دونوں "نہیں نہیں" کرتے رہنے کے باوجود بھی سو گئے تھے۔ عمران جاگتا اور سوچتا رہا لیکن کچھ دیر بعد اُس کے ذہن پر بھی نیند کی یورش ہوئی اور وہ بھی بے خبر ہو گیا۔ پھر شاید جوزف کی آنکھ پہلے کھلی تھی اور اُس نے اُن دونوں کو جگایا تھا۔ شاید سورج طلوع ہو گیا تھا لیکن اوپر چھائی ہوئی سبز دھند کی وجہ سے اب بھی کھل کر اجالا نہیں پھیلا تھا۔ عمران نیچے وادی میں دیکھنے لگا۔ پوری وادی صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ عمارت بھی دکھائی دے رہی تھی جس سے وہ فرار ہوئے تھے۔

دفعتاً وہ چونک پڑا.. پھر دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملیں اور دوبارہ وادی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"جیمسن ذرا میرے قریب آؤ۔" وہ مڑ کر بولا اور جیمسن اٹھ کر اُس کے پاس پہنچ گیا۔ "ذرا یہاں سے اس وادی کو دیکھو.... کیا معلوم ہوتا ہے؟"

"مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا جناب!.... اس کے علاوہ کہ یہ پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک وادی ہے۔"

"پہاڑوں کے اس گھراؤ نے سطح زمین کی کیا شکل بنا دی ہے؟"

"اوہ ٹھہریئے! ہاں کوئی پیٹرن بن تو رہا ہے۔ اوہ.... ٹھیک مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی جانور کی مادہ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہو۔"

"گڈ!" عمران اُس کی پشت پر ہاتھ مار کر بولا۔ "غور کرو کیا وہ گدھی نہیں معلوم ہوتی۔"

"کمال ہے، واقعی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی گدھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہو۔"

"بب.... باؤل دے سوف۔" عقب سے جوزف کی آواز آئی۔

"ہائیں تم فرانسیسی بھی جانتے ہو؟" جیمسن پلٹ کر بولا۔

"تم جیت گئے باس! تم نے معمہ حل کر لیا۔ باس اب میں مرنے کو بھی تیار ہوں۔ یہ مریخ ہرگز نہیں ہے۔ نازی مریخ پر کب پہنچے تھے؟ سب بکواس ہے۔"

جیمسن حیرت سے آنکھیں پھاڑے جوزف کو دیکھے جا رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "اب میں نے فرار ہونے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔"

"میں کچھ نہیں سمجھا یور میجسٹی۔"

"ہمیں اس عمارت کو تباہ کرنا ہے۔"

"کیا تھپڑ مار مار کر گرائیں گے، اسے؟"

اس سے پہلے بھی خالی ہاتھ بہت کچھ کر چکا ہوں۔ تم اس کی فکر مت کرو۔"

"میرا خیال ہے کہ اس عمارت میں ڈھائی تین سو افراد موجود ہیں اور ہم صرف تین ہیں؟"

"جہاں تین میں باس بھی شامل ہوں اُسے کم از کم ایک ہزار سے ضرب دے دیا کرو۔" جوزف نے کہا۔ "اس عمارت پر حملہ کئے بغیر تو میں بے موت مارا جاؤں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" جیمسن نے آنکھیں نکالیں۔

"اس لئے کہ اس عمارت کے علاوہ یہاں اور کہیں شراب نہیں مل سکتی۔"

"دوسری طرف بھی تو دیکھیں کہ اُدھر کیا ہے؟" عمران بولا۔ "تم دونوں ادھر ہی ٹھہرو..... نگاہ رکھنا کہ اُن میں سے کوئی اِدھر تو نہیں آتا۔"

دوسری طرف پہنچنے میں قریباً دس منٹ صرف ہوئے تھے لیکن دوسری جانب نیچے دیکھ بھی نہیں پایا تھا کہ کسی طیارے کا شور سنائی دیا۔ اس طرف چھپنے کے لئے بہتیری جگہیں نظر آئیں تھیں۔ وہ بڑی پھرتی سے ایک دراڑ میں رینگ گیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ جوزف نے بھی اُسی پناہ گاہ کو استعمال کیا ہوگا جس میں رات بسر کی تھی۔ طیارے کی آواز کی سمت کا تعین نہیں کر سکا تھا۔ ویسے اُسے یقین تھا کہ اُس کی اڑان فی الحال نیچی ہی ہوگی لیکن اگر ویسا ہی طیارہ ہوا جیسا اُن کے یہاں پہنچنے پر عمارت تک لائے جانے کے لئے استعمال ہوا تھا تو وہ کسی جگہ بھی لینڈ کر سکے گا۔

طیارے کی آواز دور ہوتی چلی گئی۔ شاید نیچی پرواز کے ذریعے اُن کی تلاش جاری تھی..... وہ پھر دراڑ سے نکلا۔ جوزف اور جیمسن کی فکر سر پر سوار ہو گئی تھی۔ کہیں وہ دیکھ نہ لئے جائیں۔ اُن کی پناہ گاہ انہیں چھپانے کے لئے ناکافی ہو گئی۔ اُس رخ سے دیکھ لئے جانے کا خدشہ تھا جدھر سے وہ قدرتی سائبان میں داخل ہوئے تھے۔

وہ تیزی سے اُس طرف بڑھتا رہا۔ طیارے کی آواز بہت دور سنائی دے رہی تھی۔ شاید وہ پوری وادی کا چکر لے رہا تھا۔ زیادہ تیز رفتار بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ہو سکتا تھا وہی طیارہ ہو جس کے پر ڈہنوں کی طرح ہلتے تھے..... بالآخر عمران اپنی پناہ گاہ تک پہنچ گیا جہاں وہ دونوں اُس کے منتظر تھے۔

"ہماری تلاش شروع ہو چکی ہے۔" عمران نے کہا۔ "جلدی سے نکل چلو۔ میں نے چھپنے کے لئے ایک اچھی سی جگہ تلاش کر لی ہے۔" جوزف نے اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے کچھ سمجھ میں نہیں آیا ہو۔ پھر جماہی کے لئے بھاڑ سا منہ پھیلا دیا۔ شراب کی طلب نے اُس کے چہرے پر بیزاری بکھیر دی تھی۔ دوسری پناہ گاہ کی طرف بڑھتے وقت وہ خاصا سست نظر آ رہا تھا۔

"ارے، کیا دم نہیں ہے پیروں میں؟" عمران جھنجھلا کر بولا۔

"پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے باس؟" جوزف بڑبڑا کر رہ گیا۔

طیارہ شاید پھر پلٹ پڑا تھا لیکن جہاں بھی تھا وہاں سے انہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ جوزف کی رفتار میں بھی کسی قدر تیزی آ گئی اور وہ کسی نہ کسی طرح اُس آڑی دراڑ تک پہنچ ہی گئے جس میں چھپ جانے کے بعد وہ کسی زاویے سے بھی نہیں دیکھے جا سکتے تھے۔ اس بار طیارہ اُن کے اوپر سے گزر گیا۔ لیکن وہ بہت پہلے اُس دراڑ میں پناہ لے چکے تھے۔

تھوڑی دیر تک کوئی کچھ نہ بولا۔ پھر عمران نے کہا۔ "فی الحال شاید ایک ہی طیارہ استعمال کیا جا رہا ہے۔"

"دوسرا میں نے ابھی تک دیکھا ہی نہیں۔" جیمسن نے کہا۔

"دوسرے سے کیا مراد ہے؟"

"مطلب یہ کہ میں نے یہاں صرف وہی ایک طیارہ دیکھا ہے جو آپ لوگوں کو اُس عمارت تک لایا تھا۔"

"دوسری طرف کیا ہے باس؟" جوزف نے بھرائی آواز میں کہا۔

"ابھی تک دیکھ ہی نہیں سکا۔"

"دوسری طرف بھی اُن ہی لوگوں کا راج ہوگا۔" جیمسن نے مایوسی سے کہا۔

طیارے کی آواز دور ہوتی جا رہی تھی۔ عمران نے کسی قدر اُبھر کر دراڑ سے جھانکا۔ طیارہ

بلاشبہ پہاڑ کے اوپر کی فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ کچھ دور جاکر اُس نے اُسے پھر اپنی ہی جانب مڑتے دیکھا اور پھر سر نیچے کر لیا۔

"پیچھا ہی نہیں چھوڑتا مردود۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا تھا۔

"خالی پیٹ کو وہ پیمائی کرنی پڑی تو مزہ آجائے گا۔" جیمسن بولا۔

"آپ چاہیں تو واپس جاسکتے ہیں۔ گورنر صاحب۔" عمران نے کہا۔

"ارے اب گورنر کہاں رہا۔ معزول کر دیا گیا ہوں آپ کی محبت میں۔"

"ابھی تک تو اُس کی یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"آخر آپ کو کیا واقعہ پیش آیا تھا؟"

"وہی جو آپ کو پیش آیا تھا۔ وہ ہم تینوں کو ٹرانسمٹ ہی کرنے کیلئے تو اُس غار میں لے گئی تھی۔"

"جی ہاں، مجھ سے تو یہی کہا تھا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ طیارہ پھر اُن کے سروں پر سے گزر گیا۔

"میرا خیال ہے کہ یہاں ہماری موجودگی محسوس کر لی گئی ہے۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"محض غلط فہمی کی بنا پر ایسا ہوا۔" جیمسن بڑبڑایا۔

"کیا مطلب....؟"

"اگر وہ ہمیں مار ڈالنا چاہتے تو وہیں مار ڈالتے۔ غار میں پہنچانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ میں نے کیا کیا تھا تو تم اچھل پڑو گے۔" عمران نے کہا۔

"تو بتایئے نا....؟"

"گھر پہنچ کر، اگر پہنچ سکے۔"

"شاید بھوکوں مرنا بھی مقدر ہو چکا ہے۔" جیمسن ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"بب.... باس.... میری بات سنو۔" جوزف کی آواز آئی۔ ساتھ ہی وہ ناک سے شوں شوں بھی کئے جا رہا تھا۔

"تو بھی سنا دے جو کچھ سنانا چاہتا ہو۔"

"کہیں گوشت بھونا جا رہا ہے باس!"

"اب بھی سو رہا ہے شاید۔"

"یقین کرو باس! میرے قریب چلے آؤ۔"

عمران سینے کے بل رینگتا ہوا اُس کی طرف بڑھنے لگا اور قریب پہنچنے پر اُس کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ بلاشبہ کہیں قریب ہی گوشت بھونا جا رہا تھا۔ کچھ اور آگے بڑھا تو ہوا کا جھونکا بھی محسوس ہوا۔ اُس نے پلٹ کر انہیں بھی اُسی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اُدھر جہاز نے عین اُن کے اوپر چکر لگانا شروع کر دیا تھا۔

پھر عمران اُس جگہ پہنچ گیا جہاں سے ہوا کے جھونکے اپنے ساتھ بھنے ہوئے گوشت کی مہک لا رہے تھے۔ یہاں دراڑ کے اختتام نے کسی غار کے دہانے کی شکل اختیار کر لی تھی اور اس پہاڑی سلسلے کے دوسری طرف کے مناظر یہاں سے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ جہاز پھر دور چلا گیا تھا۔

"وہ دیکھو باس! وہ اُدھر کوئی بڑا جانور بھونا جا رہا ہے۔" جوزف نے آہستہ سے کہا۔

"میں دیکھ رہا ہوں.... اور یہ فوجی معلوم ہوتے ہیں کئی خیمے بھی ہیں کسی ملک کی سرحدی چوکی بھی ہو سکتی ہے۔"

"کس ملک کی؟" جیمسن نے یونہی رواروی میں سوال کیا۔

"بڑی مشکل سے تو تم مریخ سے زمین پر آئے ہو اب کچھ دن جغرافیہ پڑھو۔ خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ کس ملک کی سرحد ہے۔"

"دیکھو باس! اُدھر وہ سبز رنگ کی دھند بھی نہیں ہے۔" جوزف نے کہا۔

"سبز رنگ کی دھند تو اس وادی کو فضائی جائزے سے بچائے رکھنے کے لئے قائم کی جاتی ہے۔ کتنے ہی جہاز اس کے اوپر سے گزر جاتے ہوں گے اور بلندی سے یہ انہیں اس خطے کی ہریالی معلوم ہوتی ہو گی۔"

"غالباً یہی چکر ہے۔" جیمسن سر ہلا کر بولا۔ "لیکن سوال تو یہ ہے کہ ہم اس بھونے جانے والے جانور سے اپنا حصہ کس طرح حاصل کریں؟"

"یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ تم اُسے کھا بھی سکو گے یا نہیں۔" عمران نے کہا۔ "ذبیحہ تو نہیں ہو سکتا۔"

جیمسن اس طرح منہ بنا کر رہ گیا جیسے یہ ریمارک گراں گزرا ہو۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ اچانک ہی جہاز جو کچھ دیر پہلے اُن کے سروں پر منڈلاتا رہا تھا سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ پھر خیموں کے اوپر پہنچ کر معلق ہو گیا اور چند لمحے اسی پوزیشن میں رہ کر نیچے اترنے لگا۔ خیموں کے قریب ہی اُس نے لینڈ کیا تھا۔

"اوہ تو یہ فوجی بھی اُن ہی کے ساتھی ہیں۔"جیمسن بولا۔

طیارے سے دو آدمی اُتر کر ایک خیمے میں گھس گئے۔ عمران خاموشی سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ کسی قدر ترچھا ہو کر بائیں جانب دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔"اگر ہم تھوڑی سی محنت کر سکیں تو ان خیموں کے عقب میں پہنچ جائیں گے۔"

"ہاں اُدھر ایسی چٹانیں موجود ہیں لیکن پہنچیں گے کس طرح؟ ہر حال میں دیکھ لئے جانے کا خطرہ ہے۔"

"اس کے لئے ہمیں اُدھر ہی جانا پڑے گا جہاں سے چلے تھے۔"

"اب تو بھوک کے مارے دم نکل رہا ہے میرا۔"جیمسن بڑبڑایا۔

"نئی نئی گورنری چھنی ہے آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"عمران ہنس کر بولا۔

"آخر آپ کرنا کیا چاہتے ہیں؟"

"میں یہ چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے اس عمارت کو تباہ کر دوں۔ جس سے ساری دنیا کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"پھر سمجھا دوں گا۔ یہ وقت باتوں میں ضائع کرنا نہیں چاہتا.... آؤ!"

وہ پھر رینگتے ہوئے اُسی مقام پر پہنچے تھے جہاں سے دراڑ میں داخل ہوئے تھے۔ لیکن دراڑ سے نکلتے ہی منظر بدلا ہوا نظر آیا۔ سبز رنگ کی دھند غائب ہو چکی تھی اور اُس کی جگہ سفید بادلوں نے لے لی تھی اور پھر ایک بے حد چمکدار گولا بادلوں کے درمیان چکراتا نظر آیا اور برف باری شروع ہو گئی۔

"چلو جلدی کرو۔"عمران مضطربانہ انداز میں بولا۔"پھر دراڑ میں اُتر چلو۔"

"اب آئی شامت۔"جیمسن کراہا۔

"حواس بجا رکھو۔"عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ پھر وہ دراڑ میں اتر گئے اور دوسری جانب والے دہانے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ اُدھر طیارے کا انجن پھر جاگ پڑا تھا۔ دہانے کے قریب پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ فوجی وردیوں میں ملبوس لوگ خیموں سے نکل نکل کر طیارے کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اُس پر سوار ہوئے اور طیارہ اوپر اٹھتا چلا گیا۔ پھر مخالف سمت میں افقی پرواز کرنے لگا۔ اس جانب بھی برف باری شروع ہو گئی تھی۔

"سنو"عمران اُن کی طرف مڑ کر بولا۔"تھریسیا نے کسی ٹھنڈے سورج کا ذکر کیا تھا۔ اگر یہ

وہی ہے تو اتنی برفباری ہو گی کہ ہم جہاں بھی ہوں برف میں دب کر فنا ہو جائیں۔"

"تت.... تو یہ دہانہ بھی برف سے بند ہو سکتا ہے۔"جیمسن سردی سے کانپتا ہوا بولا۔

"ایسا ہی نظر آ رہا ہے۔"عمران نے کہا۔"اگر مرنا ہی ہے تو جدوجہد کرتے ہوئے کیوں نہ مریں۔ چوہوں کی طرح کیوں مریں؟"

"تم بے فکر رہو باس! میں بالکل خائف نہیں ہوں۔"جوزف پُر عزم لہجے میں بولا اور انہوں نے باہر نکل کر نیچے اُترنا شروع کر دیا۔

خیموں تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ ایک ایک خیمے میں گھستے پھرے۔ کئی خیموں میں خاصا اسلحہ نظر آیا۔ ایک جگہ ایک ہلکی توپ بھی دکھائی دی اور عمران اچھل پڑا۔

"ضرور فائر کروں گا۔"اس نے جیمسن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھا جناب! کس پر فائر کریں گے؟"

"اس توپ کو خیمے سے باہر نکال لے چلو۔"

"میں کچھ نہیں سمجھ رہا۔"جیمسن اپنے بال نوچتا ہوا بولا۔

"میں کہتا ہوں بکواس مت کرو، جلدی کرو۔"

جوزف توپ میں ہاتھ لگا چکا تھا۔ لیکن پھر عمران اُسے روکتا ہوا بولا۔"نہیں احمقانہ خیال ہے۔ اس سے صحیح نشانہ نہیں لیا جا سکتا۔ وہ بادلوں میں تیزی سے چکراتا پھر رہا ہے۔ میں رائفل ہی استعمال کروں گا۔"

"میں پھر کہتا ہوں سوچ سمجھ لیجئے جناب۔"جیمسن نے کہا۔

"شٹ اپ۔"عمران نے کہا اور ایک رائفل اٹھا کر اس کا میگزین چیک کرتا ہوا خیمے سے نکل آیا۔

چمکدار گولا بادلوں میں بدستور چکراتا پھر رہا تھا۔ وہ اتنا ہی روشن تھا کہ برف کی چادر سے بھی صاف نظر آ رہا تھا۔

اس نے رائفل اٹھائی۔ گولے کے ساتھ ہی ساتھ رائفل کی نال بھی حرکت کر رہی تھی۔ دفعتاً عمران نے فائر کر دیا اور پھر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اتنا زبردست دھماکا ہوا تھا کہ وہ منہ کے بل گر گئے اور پھر ایسا لگا جیسے اُن پر جہنم کا دہانہ کھول دیا گیا ہو۔ پھر گرم ہوا کا اتنا زبردست جھکڑ چلا کہ خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں اور وہ دور تک گھسٹتے چلے گئے۔

اگر یہ لوگ پہلے سے نہ گر گئے ہوتے تو ہوا کا جھکڑ انہیں بھی اڑا لے جاتا۔ عمران کے ہوش

وحواس بر قرار تھے۔ اُس نے اٹھ کر رائفل اٹھائی اور اُس خیمے کی طرف دوڑا جو ایک چٹان سے الجھ کر رک گیا تھا۔ جوزف اور جیمسن اس کے پیچھے آئے تھے اور اُن کے ہاتھوں میں بھی رائفلیں تھیں۔ عمران نے گرے ہوئے خیمے کا ایک گوشہ اٹھایا اور اُس کے نیچے گھس گیا۔ جوزف اور جیمسن نے بھی اُس کی تقلید کی۔

برف باری رک گئی تھی اور سفید بادل بھی پھٹنے لگے تھے۔ وہ بدستور اسی گرے ہوئے خیمے کے نیچے چھپے رہے۔ فضا میں اب بھی آنچ سی محسوس ہو رہی تھی اور وہ پسینے میں نہائے جا رہے تھے۔

"باس! کب تک اس طرح پڑے رہیں گے؟" جوزف نے کہا۔ "اگر تم اس عمارت کو تباہ کرنا چاہتے ہو تو اُس دراڑ تک پہنچنے کی کوشش کرو مجھے وہاں ایک گرنیڈ بھی ملا تھا۔ ایسا گرنیڈ جسے رائفل کی نال کے آگے لگا کر بھی پھینکا جا سکتا ہے۔"

"آدھا سیاہ اور آدھا سرخ تو نہیں ہے؟" جیمسن نے پوچھا۔

"ہاں ہاں۔ ایسا ہی ہے۔"

"بڑی خطرناک چیز ہاتھ لگ گئی ہے۔ اسے یہ لوگ "کوسمک بُل ڈوزر" کہتے ہیں اور اس سے پہاڑ توڑنے کا کام لیا جاتا ہے۔" جیمسن نے کہا۔

"تب تو وہ عمارت...." عمران کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"میں ہرگز رائے نہ دوں گا جناب۔" جیمسن جلدی سے بولا۔ "ابھی آپ ایک نامعلوم چمکدار شے پر فائر کر کے دیکھ چکے ہیں۔ کیا حشر ہوا تھا۔ پوری عمارت میں برقیاتی جال بچھا ہوا ہے اور پتہ نہیں کن کن اقسام کے خطرناک مادوں کے ذخیرے اُس میں موجود ہوں۔ اس کی تباہی سے سینکڑوں میل کا رقبہ متاثر ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ اُسے ڈھانے کے سلسلے میں ہم خود بھی فنا ہو جائیں۔ ذرا اس پر بھی سنجیدگی سے غور کر لیجئے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"دفعتاً طیارے کا شور پھر سنائی دیا اور وہ چونکنے ہو گئے۔ انہوں نے طیارے کو اترتے دیکھا۔ اس نے ٹھیک اسی جگہ لینڈ کیا جہاں پہلے اُتر چکا تھا۔

وہی فوجی اُس سے اترے اور ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ اُس کے بعد لاؤڈ اسپیکر سے عمران کو پکارا جانے لگا۔ آواز میڈیلینا کی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"جہاں کہیں بھی ہو ہاتھ اٹھائے ہوئے سامنے آ جاؤ۔ تمہیں پناہ دی جاتی ہے۔ یہ ثابت ہو چکا

ہے کہ قصور تمہارا نہیں تھا۔ تمہیں تشدد پر آمادہ کرنے کے لئے بے ایمان ہولڈن نے ایک ڈرامہ اسٹیج کیا تھا۔ زیرو لینڈ میں انصاف ہوتا ہے۔ تمہیں جب بھی سزا دی گئی تو زمین پر دی جائے گی۔ مریخ پر تم ہمارے مہمان تھے۔ تم یہاں اس لئے نہیں لائے گئے تھے کہ تمہیں سزا دی جائے۔ بلکہ اپنی روایت کے مطابق ہم اب بھی یہی چاہتے ہیں کہ تم ہماری دشمنی سے ہاتھ اٹھا لو۔ اس لئے ہم تمہیں دکھانا چاہتے تھے کہ ہم زمین کی بڑی طاقتوں سے بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ ہیلو! عمران.... ہیلو جہاں بھی ہو سامنے آ جاؤ.... ورنہ ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ تم بلبلاتے ہوئے اپنی پناہ گاہ سے نکل پڑو لیکن اس صورت تمہارے جسم پر بڑے بڑے آبلے ہوں گے۔ تمہیں صرف تین منٹ دیئے جاتے ہیں۔ غیر مسلح ہو کر سامنے آ جاؤ۔"

"مکاری کر رہی ہے باس! رائفل پر چڑھاؤ گرنیڈ اور طیارے پر فائر کر دو۔ سب ختم ہو جائیں گے۔" جوزف نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں جو کچھ کہہ رہی ہے وہی کرو۔ ہم نہیں جانتے کہ حقیقتاً کہاں ہیں؟ یہاں سے نکلنا دشوار ہو جائے گا۔ مجھے دراصل غلط فہمی ہوئی تھی۔ وہ جو کچھ بھی مجھ سے کرا چکی تھی اُس کے جواز کے لئے اس عمارت سے ہمارا فرار ضروری تھا۔ اپنے لوگوں کو مطمئن کرنے کے بعد وہ پہلے بھی یہی کرتی جو اب کر رہی ہے۔ بہر حال ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ اُس پر یہی ظاہر کرنا ہے کہ ہم خود کو مریخ ہی پر سمجھ رہے ہیں، زمین پر نہیں.... اور اس کا ذکر قطعی نہ آنے پائے کہ ہم پہاڑ پر سے وادی کا جائزہ لے کر کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ گدھی اور اس کے بچے کا ذکر ہرگز نہ آنے پائے، ورنہ ہم سچ مچ مار دیئے جائیں گے۔"

"آخر قصہ کیا تھا؟" جیمسن نے پوچھا۔

"قصہ دہرانے کا وقت نہیں ہے۔ بس اب میں اس خیمے کو الٹتا ہوں۔ سارا اسلحہ زمین پر ڈال دو اور ہاتھ اٹھائے ہوئے کھڑے ہو جانا۔ مکاری کے مقابلے میں مکاری ہی کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ پھر تینوں اپنے اپنے ہاتھ اٹھائے نیچے سے برآمد ہوئے تھے۔

اُنہیں طیارے میں بٹھایا گیا۔ میڈیلینا اس میں موجود تھی۔ طیارہ انہیں عمارت تک لایا۔ جوزف اور جیمسن کو اُسی کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں اُن کا قیام تھا اور عمران کو تہہ خانے کے اُسی ہال میں لے جایا گیا جس میں اُس کے ہاتھوں دو افراد کا خون ہوا تھا۔

لاشیں اب وہاں نہیں تھیں۔ البتہ وہ عورت دکھائی دی جس نے ہولڈن والے ڈرامے میں

شوہر کے ہاتھوں پٹنے والی عورت کا رول ادا کیا تھا۔ اُس کے علاوہ سات آٹھ افراد اور بھی تھے۔

"کیا اس نے زبان کھولی؟" میڈیلینا نے ان میں سے کسی کو مخاطب کیا۔

"نہیں مادام!" ایک نے جواب دیا۔

"تشدد کرو.... گردن کاٹ دو اس کی.... ہر چند کہ مجھے سارے حالات کا علم ہو گیا ہے لیکن میں سچی بات اس کی زبان سے سننا چاہتی ہوں۔"

"آپ سنیں گی مادام!" اُس آدمی نے کہا اور خنجر کھینچ کر عورت کی طرف جھپٹ پڑا۔

"نہیں نہیں۔" وہ چیخنے لگی لیکن اُس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بڑی بے دردی سے جھٹکا دیا اور وہ فرش پر گر گئی۔

"بتاتی ہوں.... بتاتی ہوں۔" وہ بلبلائی۔ "مسٹر ہولڈن اور میرے شوہر نے مجھے اس پر مجبور کیا تھا۔ مسٹر ہولڈن نے کہا تھا کہ یہ ایک ایسا مجرم ہے جسے مر جانا چاہئے لیکن مادام ٹی تھری بی اس کی طرف دار ہیں۔ اس لئے اس کی سزائے موت کی توثیق نہیں کر رہیں۔ لہٰذا ہمیں اس کے قتل کا جواز پیدا ہی کرنا پڑے گا۔"

"سنا تم لوگوں نے۔" میڈیلینا دوسروں کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "کیا یہ کھلی ہوئی غداری نہیں تھی۔ مادام ٹی تھری بی کو بدنام کرنے کی مذموم کوشش نہیں تھی۔"

"یقیناً تھی مادام!" سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

"لیکن میں اس عورت کو معاف کرتی ہوں کیونکہ یہ اپنے شوہر کے دباؤ میں تھی۔"

"ہمارا انصاف زندہ باد۔" انہوں نے نعرہ لگایا۔ عمران عجیب نظروں سے میڈیلینا کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"اب یہ اور اُس کے ساتھی زمین پر واپس بھیج دیئے جائیں گے۔" میڈیلینا نے کہا اور وہ سب خاموش رہے۔ عورت پر تشدد کرنے والے نے اپنا خنجر نیام میں رکھ لیا تھا۔

میڈیلینا عمران کو ساتھ لئے ہوئے پھر اُسی کمرے میں واپس آئی جہاں جوزف اور جیمسن تھے۔ عمران کو اس پر حیرت تھی کہ اُس نے ابھی تک ٹھنڈے سورج کی تباہی کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا جس پر عمران نے فائر کیا تھا۔

"اب تم لوگ زمین پر واپسی کے لئے تیار ہو جاؤ۔" میڈیلینا نے اُن سے کہا۔

"ہم تیار ہیں۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"خواہ مخواہ بات اتنی بڑھ گئی۔" میڈیلینا نے کہا لیکن عمران کچھ نہ بولا۔

"ہمیں کھانا اور شراب بھی چاہئے۔" جوزف بول پڑا۔ اس کا لہجہ بے حد غصیلا تھا۔

کھانا اور شراب فوراً مہیا کیے گئے تھے۔ قریباً دو گھنٹے بعد انہیں ایک عجیب سے کمپارٹمنٹ میں لے جا کر کرسیوں پر بٹھا دیا گیا۔ یہاں چاروں طرف کمپیوٹر قسم کی مشینیں لگی ہوئی تھیں اور اُن کے چلنے کے شور سے کمپارٹمنٹ گونج رہا تھا۔ دفعتاً عمران نے ویسی ہی کیفیت محسوس کی جیسی آبدوز سے ٹرانسمٹ ہوتے وقت محسوس کی تھی اور پھر وہ بالکل بے خبر ہو گیا۔ یہ بھی تو نہ دیکھ سکا کہ جوزف اور جیمسن کے ذرات کس طرح منتشر ہوئے تھے۔

دوبارہ ہوش آنے پر خود کو اُسی لباس سمیت جس میں ٹرانسمٹ ہوا تھا ایک بستر پر پڑا پایا۔ قریب ہی دو بستر اور بھی تھے جن پر جوزف اور جیمسن پڑے ہوئے تھے۔

وہ دونوں بہت زیادہ جھنجھوڑے جانے پر بیدار ہوئے تھے۔ ہر بستر کے قریب ایک ایک سوٹ کیس بھی تھا۔ عمران نے اپنے بستر کے قریب والا سوٹ کیس کھولا۔ دوسری اشیاء کے اوپر ایک لفافہ رکھا ہوا نظر آیا جس پر اُسی کا نام تحریر تھا اور لفافے سے برآمد ہونے والی تحریر کے مطابق وہ اس وقت نیویارک کی ایک عمارت میں تھے۔

سفر خرچ اور پاسپورٹ بھی سوٹ کیس ہی سے برآمد ہوئے۔ پاسپورٹ پر عمران ہی کی تصویر تھی لیکن نام فرضی تھا۔ یہی سب کچھ اُن دونوں کے سوٹ کیسوں سے بھی برآمد ہوئے تھے۔

"خیر سے بدھو...." عمران نے جیمسن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور جیمسن تڑسے بولا۔ "نیویارک آئے۔"

"باس یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کیپ کینیڈی میں برف باری ہوئی تھی یا نہیں۔" جوزف نے کہا۔

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے یور میجسٹی؟" جیمسن نے پوچھا۔

"چپ چاپ گھر واپس چلیں گے۔"

"یعنی آپ انہیں اصل واقعہ نہیں بتائیں گے۔" جیمسن نے کہا۔

"میں براہِ راست کچھ بھی نہ کروں گا۔ لیکن چاروں ملکوں کے اُن ذمہ دار افراد نے اس سلسلے میں میرا حوالہ ضرور دیا ہوگا۔"

"یقیناً دیا ہوگا۔"

"لہٰذا اب تک ہماری حکومت سے رجوع کیا جا چکا ہوگا۔ اب میں صرف اپنی حکومت کو ایک مشورہ دوں گا۔"

"وہ کیا؟"

"میری حکومت بھی سودے بازی کرے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ۔" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "بڑی طاقتیں نہیں چاہتیں کہ ہم اپنے یہاں ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ لگائیں۔"

"بہت خوب۔" جیمسن نے اظہارِ مسرت کیا۔

"لہٰذا میں کیوں نہ چاہوں گا کہ وہ زیرولینڈ کے ہاتھوں بلیک میل نہ ہوں۔ میں صرف اُسی صورت میں اُن کی مدد کروں گا جب ان ہی میں سے کوئی ہمیں ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ لگانے میں مدد دینے پر تیار ہو جائے گا۔"

"ہیئر.... ہیئر!" جیمسن نے تالی بجائی اور جوزف نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"ویسے میں نے محسوس کیا ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔" جیمسن بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

"کیا مطلب....؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"تھریسیا شاید آپ سے لو کرتی ہے؟"

"اور مکڑیوں سے شادی کرا دینے پر تلی رہتی ہے۔"

"اگر وہ روبوٹ تھا تو غضب کا تھا۔ ارے چہرہ دیکھ کر دل میں گدگدی ہونے لگتی تھی۔"

"شٹ اپ! یو، جیمبو شرمپ!"

"لینگویج یور میجسٹی!" جیمسن بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ متحیرانہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر عمران کھنکار کر بولا۔ "کم ان"

دروازہ کھلا اور سب سے پہلے جس شخص پر اُس کی نظر پڑی وہ روجر فرینکلن تھا۔ اُس کے ساتھ تین باوردی افراد اور بھی تھے۔

"مسٹر عمران! خوش آمدید۔" فرینکلن مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

"اب مجھے تمہاری اہمیت کا علم ہوا ہے۔ اس لئے میں مریخ پر اپنے رویے کی معافی چاہتا

ہوں۔" دونوں نے مصافحہ کیا اور فرینکلن نے عمران سے اُن تینوں افراد کا تعارف کرایا۔ یہ بری، بحری اور فضائی افواج کے تین ذمہ دار آفیسر تھے۔

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ تمہیں یہاں ہماری موجودگی کا علم کیونکر ہوا؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"زیرولینڈ سے پیغام موصول ہوا تھا کہ تم تینوں کو بھی زمین پر واپس بھیج دیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا تھا کہ تم سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔"

"تو سیدھے یہیں چلے آ رہے ہو؟"

"ہم تو پچھلی رات سے یہیں ہیں۔ تمہیں جگانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ جب تمہاری آوازیں سنیں تو دستک دی۔"

"تو ہم واقعی نیویارک میں ہیں؟"

"ہاں مسٹر عمران! اب تم ہمارے مہمان ہو۔"

"شکریہ، اوہ تو کیا یہ صحیح ہے کہ کیپ کینیڈی پر برف باری ہوئی تھی؟"

"بالکل درست ہے مسٹر عمران۔"

"میڈیلینا نے مجھے مریخ ہی پر بتا دیا تھا کہ کیپ کینیڈی میں برف باری ہوئی ہے اور اب وہ تمہارے ملک کو بلیک میل کر کے بجٹ کا دسواں حصہ حاصل کرے گی۔"

"اُن لوگوں کا مطالبہ یہی ہے مسٹر عمران۔ سالانہ بجٹ کے دسویں حصے کے برابر رقم۔"

"پھر کیا ارادہ ہے؟" عمران نے سوال کیا۔

"ارادوں کی بات حکومت جانے۔ میں تو اس لئے یہاں آیا ہوں کہ میری سرگزشت کی تصدیق ہو جائے۔"

"کیوں نہیں.... بھلا تصدیق کیوں نہ کروں جب کہ ہم ساتھ ہی ایک حیرت انگیز آبدوز میں سفر کر چکے ہیں اور وہیں سے ہمارا ٹرانسپورٹیشن یا ٹرانسمیشن مریخ کے لئے ہوا تھا۔ اگر کہو تو پوری داستان دہرا دوں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر عمران۔" ایک آفیسر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ ایک بار پہلے بھی زیرولینڈ کے سلسلے میں ایک مہم میں ہمارے ساتھ حصہ لے چکے ہو۔ ہمارے ملک کی نمائندگی کیلی گراہم نے کی تھی اور شاید تمہاری ہی وجہ سے ہم نے اُس مہم میں کسی قدر

کامیابی بھی حاصل کی تھی۔"

"شکریہ لیکن مریخ تک پہنچنا میرے بس کی بات نہیں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم مریخ ہی سے آئے ہو؟"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں یقین نہیں ہے جنرل!"

"مجھے یقین نہیں ہے۔" اُس نے سخت لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود بھی کہ دھمکی کے مطابق کیپ کینیڈی پر برف باری ہو چکی ہے؟"

اس قسم کی کوئی حرکت زمین ہی کے کسی حصے سے بھی کی جاسکتی ہے"

لیکن شاید اس کا پتا لگانا بھی محال ہو کہ زمین کے کس حصے سے ہوئی ہے"

"بے شک دشوار ہے لیکن ناممکن نہیں۔ محکمۂ موسمیات کے ایک آلے نے سمت کا تعین کر لیا ہے۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ ویسے زیرولینڈ تو زمین ہی پر پایا جاتا ہے۔"

"اب میں تم لوگوں کے کاغذات دیکھوں گا۔" فرینکلن نے کہا۔

"گھر سے کاغذات لے کر نہیں نکلے تھے۔" عمران بولا۔ "اُن لوگوں نے ہمارے لئے پاسپورٹ کا انتظام ضرور کیا ہے لیکن اُن پر ہمارے صحیح نام درج نہیں ہیں البتہ تصویریں ہماری ہی لگائی گئی ہیں۔"

"سفر خرچ بھی ہوگا....؟" فرینکلن نے پوچھا۔

"ہاں سفر خرچ بھی ہے اور فرداً فرداً ہدایت نامے بھی۔"

"بالکل یہی ساری چیزیں ہمارے ساتھ بھی تھیں اور ہم برازیل کے شہر 'کیتو' میں بیدار ہوئے تھے۔"

برازیل کے نام پر عمران طویل سانس لے کر رہ گیا اور جوزف اُس کی شکل دیکھنے لگا تھا۔

جنرل جس نے کیلی گراہم کا حوالہ دیا تھا عمران سے بولا۔ "صرف میں تم سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور، ضرور! مس کیلی گراہم اب کہاں ہیں؟" عمران نے پوچھا۔

"یورپ میں کہیں...."

وہ عمران کو دوسرے کمرے میں لایا اور اُسے بغور دیکھتا ہوا بولا۔ "باؤل دے سوف کا کیا قصہ تھا

مسٹر عمران؟"

"اوہو.... تو اطلاع پہنچ گئی؟"

"اُس میں کیا تھا؟"

"گدھی اور اُس کا بچہ۔"

"صرف اتنی سی بات پر اتنا بڑا ہنگامہ ہوا تھا؟"

"کچھ بھی ہو، اُسے اُن لوگوں نے ضائع کر دیا تھا۔ آگ میں جلادی گئی تھی۔"

"کن لوگوں نے؟"

"اُن ہی کے بارے میں چھان بین کر رہا تھا کہ یہ افتاد پڑ گئی۔"

"تم نے اُس کی تصویریں بھی تو اُتاری تھیں؟"

"وہ بھی میرے قبضے سے نکل گئیں۔ نگیٹو بھی ضائع ہو گیا۔"

"ہمیں باؤل دے سوف نامی پینٹنگ کی ہسٹری کا علم ہے مسٹر عمران!"

"اچھا تو پھر....؟"

"کہیں تم اُسی کے لئے تو نہیں پکڑے گئے تھے؟ ورنہ ظاہر ہے کہ زیرولینڈ کو تمہارے ملک سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟"

"ظاہر ہے جنرل! ہماری حیثیت ہی کیا ہے۔ ہم تو ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ بھی نہ حاصل کر سکے۔"

"پلیز.... پلیز....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "سیاست نہیں۔"

"میں سیاست کیا جانوں میں نے تو ایک عام بات کہی تھی۔"

"فی الحال تم ہمارے مہمان رہو گے۔"

"مہمان یا قیدی....؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تم مخالف کیمپ کے ہاتھ لگ جاؤ۔"

"اگر لگ بھی گیا تو کیا ہوگا۔"

"وہ لوگ تمہیں اپنی مشینوں کے حوالے کر کے ادھیڑ ڈالیں گے۔"

"اور تم کیا کرو گے....؟"

"ہمارا رویہ دوستانہ ہوگا۔"

"لیکن اُدھیڑو گے تم بھی؟"

”تمہارا لہجہ طنزیہ ہے مسٹر عمران!“ جنرل نے مسکرا کر کہا۔ ”کیا باؤل دے سوف کی پینٹنگ میں تم نے کچھ تلاش کرنے کی کوشش بھی کی تھی؟“

”نہیں جنرل! میں بہت جلدی میں تھا کیونکہ وہ تصویر انٹر سروسز انٹیلی جنس والوں کے حوالے کرنی تھی۔ اس لئے اُس کے فوٹو گراف لئے تھے لیکن وہ بھی ہاتھ سے نکل گئے۔“

جنرل تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”اچھا مسٹر عمران! ہم اس مسئلے پر پھر گفتگو کریں گے۔“

”میرا خیال ہے کہ مجھے جلد یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے۔“

”نہیں مسٹر عمران! اتنی جلدی نہیں۔ اسے مت بھولو کہ تمہارے پاسپورٹ جعلی ہیں۔ اگر تم نے ہم سے تعاون نہ کیا تو پریشانیوں میں پڑو گے۔“

”ہاں یہ بات تو ہے جنرل!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”سمجھ دار آدمی ہو۔“

”وہ پھر اُسی کمرے میں واپس آ گئے جہاں دوسرے لوگ تھے اور جنرل نے فرینکلن کو چلنے کا اشارہ کر کے عمران سے کہا۔ ”تمہیں یہاں اس کے علاوہ اور کوئی تکلیف نہیں ہو گی کہ باہر نہیں نکل سکو گے۔“

”میں سمجھتا ہوں جنرل!“

”جس چیز کی ضرورت ہو گی۔ فراہم کر دی جائے گی۔ باہر مسلح آدمی موجود ہیں۔ بس گھنٹی کا بٹن دبا دینا اگر کسی کو طلب کرنا ہو۔“

”فی الحال ناشتے اور میرے ملازم کے لئے شراب کا انتظام کرنا ہو گا۔“

”یہاں سب کچھ موجود ہے مسٹر عمران!“

”بہت بہت شکریہ جنرل!“ عمران نے اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا۔

اُن کے چلے جانے کے بعد عمران نے اپنے ساتھیوں کو خاموش ہی رہنے کا اشارہ کیا تھا.... اور پھر کاغذ پنسل نکال کر تحریر کے ذریعے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ زیرولینڈ باؤل دے سوف یا مریخ کے بارے کوئی بات نہ کریں۔ عمارت بگڈ معلوم ہوتی ہے ہماری گفتگو دوسروں تک ضرور پہنچے گی اور اب ہمیں خود کو قیدی ہی تصور کرنا چاہئے کیونکہ ہمارے پاسپورٹ جعلی ہیں۔

جیمسن نے بہت بُرا سا منہ بنایا اور جوزف نے کہا۔ ”تو پھر باس میں بوتلیں تلاش کروں۔“

”ضرور ضرور! اور میرے لئے کھانا بھی۔ کیونکہ میں بوتلیں نہیں چبا سکتا۔“

”ہائے، ایک ہوسٹس بھی تو ہونی چاہئے تھی۔“ جیمسن کراہا۔

”تم نے بھی اپنی خواہش کا اظہار کیوں نہیں کر دیا تھا؟“

”بٹن دبا کر بلاؤں کسی کو؟“

”کوشش کرو۔“

جیمسن نے گھنٹی کا بٹن دبایا اور بائیں آنکھ دبا کر مسکرانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک مسلح آدمی نے کمرے میں داخل ہو کر انہیں استفہامیہ انداز سے دیکھا۔

”ہمیں بتایا گیا ہے کہ جو کچھ بھی ہم طلب کریں گے مہیا کیا جائے گا۔ ہم مہمان ہیں نا....!“

”جی ہاں، فرمایئے....!“

”ایک خوبصورت سی ہوسٹس چاہئے۔“

”ضرور، ضرور، لیکن تھوڑا سا وقت لگے گا۔“

وہ چلا گیا اور عمران جیمسن کو گھورتا ہوا بولا۔ ”گورنری نے تمہیں بالکل چوپٹ کر دیا۔ تم تو بے حد خشک قسم کے آدمی ہوا کرتے تھے۔“

”مجھے یکسانیت پسند نہیں ہے، یور میجسٹی!“

”خیر.... خیر۔“

جوزف نے کچھ دیر بعد آ کر اطلاع دی کہ انڈے فرائی ہو گئے ہیں اور کافی کا پانی اُبلنے ہی والا ہے۔ اس دوران میں اُس نے شراب کی بوتلیں اور باورچی خانہ تلاش کر لیا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر وہ پھر اونگھنے لگے اور اسی غنودگی کے عالم میں عمران سوچ رہا تھا کہ بُرے پھنسے۔ تھریسیا نے ایک بار پھر اُسے استعمال کر ڈالا تھا۔ اب اگر اُن لوگوں نے اُسے کنفیشن چیئر پر بٹھا دیا تو سب کچھ اگلوا لیں گے۔ لیکن وہ اپنی حکومت کے علم میں لائے بغیر براہِ راست کسی کو کوئی اطلاع نہیں دے سکتا تھا۔ تو پھر اُسے کیا کرنا چاہئے؟

وہ لوگ اُسے قانوناً روک سکتے تھے۔ کیونکہ وہ اُن کے ملک میں مقیم تھا اور پاسپورٹ جعلی تھے۔ جنرل اپنی دھمکی کو عملی جامہ بھی پہنا سکتا تھا۔

وہ اٹھ گیا اور گھوم پھر کر عمارت کا جائزہ لینے لگا۔ عمارت سے باہر قدم نکالنے کی ممانعت کر دی گئی تھی اور باہر اُن کی نگرانی کے لئے مسلح افراد موجود تھے۔

لیکن وہ عمران ہی کیا جو تھک ہار کر بیٹھ جاتا۔ مسلسل اسی تگ ودو میں لگا رہا کہ کسی طرح فرار کی کوئی راہ نظر آ جائے۔ اسی دوران میں اُس نے صدر دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور پھر پیروں کی چاپ بھی سنائی دی۔

جیمسن کی خواہش پوری کر دی گئی تھی۔ یعنی اُن کی میزبان آ گئی تھی۔ عمران کو دیکھ کر اُس نے ہیلو کہا اور عمران کو بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔ جوان العمر اور بے حد دلکش عورت تھی۔

"تمہیں زیادہ انتظار تو نہیں کرنا پڑا....؟" اُس نے عمران سے پوچھا۔

"کچھ ایسا زیادہ بھی نہیں۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

شاید جیمسن کی اونگھتی ہوئی سماعت تک بھی، اُس کی زندگی سے بھرپور آواز پہنچ گئی تھی۔ وہ ایک دم کمرے سے نکل پڑا۔

"چاند کی کرن میں جان پڑ گئی ہے۔" اُس نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ، میں پسند آئی تمہیں؟"

"بہت زیادہ۔"

"تیسرا کہاں ہے؟ مجھے بتایا گیا تھا کہ تین مہمان ہیں۔"

"مہمان تو بس مجھے ہی سمجھو، بقیہ دونوں خود کفیل ہیں۔"

"کیا بات ہوئی؟"

"صرف میری فرمائش پر تمہیں بلایا گیا ہے۔"

"تمہارا وزن کتنا ہے؟" عورت نے پوچھا۔

"پہلے تم اپنا نام بتاؤ؟"

"اُسلا!... اور تم...؟"

"میں جیمسن ہوں۔"

"اور یہ....؟" اُس نے عمران کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"ہز میجسٹی دی کنگ آف چھاپک لینڈ۔" جیمسن نے کہا اور اردو میں عمران سے بولا۔ "آپ نے تو چپ سادھ لی ہے۔ ہائے، کیا چیز بھجوائی ہے کم بختوں نے۔"

"چپ بے۔" اُرسلا نے بے ساختہ اردو میں کہا اور عمران اچھل پڑا اور جیمسن کا تو چہرہ دھواں دھواں ہو گیا تھا۔

"کک.... کیا مطلب؟" وہ ہکلایا۔

"میں نے کہا تمہیں آگاہ کر دوں کہ اردو بھی جانتی ہوں، ورنہ کہیں تم، مادر، پدر آزاد نہ ہو جاؤ۔"

"اُف فوہ.... اتنی بامحاورہ اردو۔" جیمسن آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"چلو، کھسکو یہاں سے۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "ہم ضروری باتیں کریں گے۔"

"آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں؟" جیمسن حیرت سے بولا۔

"ہاں تم سے کہہ رہا ہوں۔ کمرے میں جاؤ۔" عمران سخت لہجے میں بولا۔

جیمسن اُسے عجیب نظروں سے دیکھتا ہوا کمرے میں چلا گیا اور عمران نے اُرسلا سے کہا۔ "یہ تم کیا کرتی پھر رہی ہو؟"

"بے فکر رہو۔ بحفاظت اپنے گھر پہنچ جاؤ گے۔ مصلحتاً تمہیں اُن کے حوالے کیا گیا تھا۔ ورنہ تم بھی وہیں پہنچائے جاتے، جہاں اُن چاروں کو پہنچایا گیا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ عمارت بگڈ ہے۔ ہماری آوازیں اُن تک پہنچ رہی ہوں گی۔"

"میری موجودگی میں یہ ناممکن ہے۔ پھر کہتی ہوں کہ اُن کی ترقی ہمارے مقابلے میں بچوں کے کھیل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔"

"وہ تو میں دیکھ ہی رہا ہوں۔ لیکن اب وہ مصلحت بھی بیان کر دو جس کے تحت تم نے ہمیں اُن کے حوالے کر دیا تھا۔"

"میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہ تم سے باؤل دے سوف کے حوالے سے تو گفتگو نہیں کرتے، کیونکہ تمہارے ہی ملک سے اس کا غلغلہ بلند ہوا تھا۔"

"اچھا تو پھر....؟"

"میں نے اُن کی اور تمہاری گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا ہے۔ کیونکہ تمہارے کوٹ کے کالر کے اندر ہمارا بگ موجود ہے۔"

"تم نے اس بار مجھے کسی کھلونے کی طرح استعمال کیا ہے۔ اسے یاد رکھنا اور میں بھی یاد رکھوں گا۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے انہیں باؤل دے سوف کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"میں کچھ جانتا ہی نہیں۔"

"بہت کچھ جانتے ہو۔ اگر میں نے آج ہی تم لوگوں کو یہاں سے ہٹا نہ دیا تو وہ تم پر تھرڈ ڈگری آزمائیں گے۔"

"دیکھا جائے گا۔ تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟"

"کنفیشن چیئر پر آدمی صرف سچ بول سکتا ہے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے اور تم یہاں میرے منہ میں تکیا ڈالنے سے رہیں۔"

"وہ سب ڈھونگ تھا۔ تم خود ہی اُس کی وضاحت بھی کر چکے ہو۔ کنفیشن چیئر سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔"

"پھر ہمارے یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہوگی؟"

"ایک جنرل پھر آئے گا اور تم لوگوں کو اپنے ساتھ باہر لے جائے گا۔ پھر ایک چارٹرڈ طیارے سے تم سڈنی پہنچو گے۔ وہاں سے بآسانی اپنے ملک تک پہنچ سکو گے۔ اس بار دوسرے پاسپورٹ تمہارے ساتھ ہوں گے۔ وہ تینوں پاسپورٹ واپس کر دو۔"

"میں تو کہتا ہوں کہ تم مجھے پھر مریخ ہی کے لئے ٹرانسمٹ کر دو۔ جب سے میرے ملک میں کیسٹ پلیئرز کی بھرمار ہوئی ہے جی سے گزر جانے کو دل چاہتا ہے۔ جس گھر میں قدم رکھو کسی جان یا کسی جہاں کی ریں ریں سنائی دینے لگتی ہے۔"

"اپنے ہی گھر میں پڑے رہا کرو۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"اپنا تو کوئی گھر ہی نہیں ہے۔"

"تم آخر کب آدمی بنو گے، عمران؟" دفعتاً وہ بے حد مغموم لہجے میں بولی۔

"ابھی ارتقاء کا عمل اُس دور میں داخل نہیں ہوا جہاں مجھ جیسے افراد آدمی بن سکیں۔"

"کیا میں تمہیں کبھی یاد آتی ہوں؟"

"کیوں نہیں، جب عرصے تک کوئی بے وقوف بنانے والا نہیں ملتا تو تم بہت یاد آتی ہو۔"

"مجبوری تھی، عمران ڈیئر! تمہارے علاوہ میرا یہ کام کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔"

"تو کیا واقعی تم لوگ میرے لئے سزائے موت تجویز کر چکے ہو؟"

"یہ حقیقت ہے لیکن اس میں میرا ہاتھ نہیں ہے۔"

"کیا مجھے بچا کر تم اپنے کاز سے غداری نہیں کر رہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ محض اندازِ فکر کا فرق ہے۔ تم زندہ رہ کر ہمارے لئے بہت کچھ کر سکتے ہو۔ میں جانتی ہوں تم کبھی نہ کبھی ہماری طرف رخ ضرور کرو گے۔"

"ٹھیک ہے، انتظار کرو۔"

"میں انتظار ہی تو کر رہی ہوں۔"

"تو ہم یہاں سے کب روانہ ہوں گے؟"

"ٹھیک ایک گھنٹے بعد۔" وہ گھڑی دیکھتی ہوئی بولی۔ "لیکن اس کی طرف سے ہوشیار رہنا کہ کہیں دوسرے کیمپ کے ہتھے نہ چڑھ جاؤ۔"

"میں دیکھوں گا۔"

"وہ پاسپورٹ مجھے دے دو اور دوسرے پاسپورٹ تمہیں، اُسی جنرل سے مل جائیں گے جو تمہیں لینے آئے گا۔"

"لیکن تم اس بہروپ میں کیسے آئیں؟"

"میں اسی عورت کے میک اپ میں ہوں جو یہاں بھجوانے کے لئے منتخب کی گئی تھی لیکن یہاں نہیں پہنچ سکی۔"

"تمہاری اصلی صورت دیکھنے کو ترس گیا ہوں۔"

"اگر کبھی میرے ہو سکے تو ضرور دیکھو گے۔"

"تمہارا ہونے کے لئے مجھے میٹرک کا امتحان تو نہیں دینا پڑے گا۔"

"بس چپ رہو۔" وہ بیزاری سے بولی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ عمران شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

جلد نمبر 31 (دوم)

- عمران کو وہ تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ وہ کون تھی؟ اور کہاں تلاش کر رہی تھی؟
- کیا وہ سچ مچ دیواروں سے سر ٹکراتی تھی؟ اور کیوں؟
- دو مضحکہ خیز لاشیں ... کیا لاشیں بھی مضحکہ خیز ہو سکتی ہیں؟ تحیر اور ایکشن سے بھرپور ناول
- عمران شہباز کی طرح حریفوں پر جھپٹتا ہے۔
- ریڈیو زیرو لینڈ کا دعویٰ .... خلا میں تباہ ہو جانے والی اسکائی لیب کے ٹنوں وزنی ٹکڑے ہم جہاں چاہیں گرا دیں۔ اگر ہمارا مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو اسکائی لیب کے ٹکڑے فلک بوس عمارات پر گریں گے۔
- اور وہ آتشی حلقہ جو عمران کے گرد چکر لگاتا ہوا اسے ایک جانب دوڑائے لیے جا رہا تھا۔ ایسی سنسنی خیز کہانی جسے آپ عرصہ تک نہ بھلا سکیں گے۔
- انہیں بار بار سوچنا پڑتا تھا کہ کہیں یہ بیوقوف سا آدمی انہیں موت کے منہ میں تو نہیں لے جا رہا۔ خود کیلی نے بھی بسا اوقات سوچا تھا کہ کہیں اس کا دماغ تو نہیں الٹ گیا۔
- پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ خود اس کی جان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔
- حیرت انگیز ایجادات .... کئی اسکائی اسکریپرز ملبے کے ڈھیر ہو گئے۔
- کیا سچ مچ وہ شکستہ اسکائی لیب کے کوہ پیکر ٹکڑے تھے جنہوں نے تباہی پھیلائی تھی۔
- ایک ہنگامہ انگیز کہانی .... سسپنس اور ایکشن سے بھرپور واقعات
- اور پھر اس مرکز کی تباہی .... جہاں سے ساری دنیا کو نشانہ بنایا جا سکتا تھا۔

یہ سب جاننے کے لئے ملاحظہ فرمایئے

زیرو لینڈ کی تلاش جلد نمبر 31 (دوم)